

غالب کے خطوط

جلد چہارم

مرتبہ

خلیق انجم



غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی

(© جملہ حقوق محفوظ)

GHALIB KE KHUTOOT

(VOL-4)

BY :

KHALIQ ANJUM

ISBN: 81-8172-050-4

اہتمام	:	شاہد ماہلی
اشاعت	:	۲۰۱۱ء
قیمت	:	۳۰۰ روپے
مطبوعہ	:	اصیلا آفست پرنٹرس، نئی دہلی



غالب انسٹی ٹیوٹ،

ایوانِ غالب مارگ، نئی دہلی - ۲

www.ghalibinstitute.com-- email: ghalib@vsnl.net

فہرست

حرف آغاز

غالب کے اردو خطوط کی مجموعی تعداد

مکتوب الیہم

سید غلام حسنین قدر بلگرامی

منشی جواہر سنگھ جوہر

شاہ فرزند علی صوفی منیری

عزیز الدین

ولایت علی خاں ولایت و عزیز صفی پوری

مفتی محمد عباس

فرخ مرزا

مولوی نعمان احمد

بنام نامعلوم

مولوی عبدالغفور خاں نسلخ

مولوی کرامت علی

حکیم غلام رضا خاں

قاضی محمد نور الدین حسین خاں قاضی

محمد حسین خاں

۱۴۰۷

۱۴۱۱

۱۴۱۵

۱۴۳۸

۱۴۴۲

۱۴۴۴

۱۴۴۵

۱۴۴۷

۱۴۴۹

۱۴۵۰

۱۴۶۰

۱۴۶۳

۱۴۶۵

۱۴۷۱

۱۴۷۲

۱۴۷۳

۱۴۷۴	مرزا رحیم بیگ
۱۴۸۹	قاضی عبدالجلیل جنون بریلوی
۱۵۲۰	محمد حبیب اللہ ذکا
۱۵۳۸	منشی سیل چند
۱۵۴۲	خلیفہ احمد علی احمد رام پوری
۱۵۴۴	سید محمد عباس علی خاں بیتاب
۱۵۴۵	نامعلوم
۱۵۴۶	منظہر علی اور عبد اللہ
۱۵۴۸	منشی نول کشور
۱۵۷۱	میر ولایت علی
۱۵۷۳	حکیم غلام نجف خاں
۱۵۷۶	سید فرزند احمد صغیر بلگرامی
۱۵۸۳	کلن میاں
۱۵۸۵	محمد حسین خاں
۱۵۸۹	عبدالرحمن تحسین
۱۵۹۶	نامعلوم
۱۵۹۸	حکیم ظہیر الدین دہلوی
۱۵۹۹	متن کے مآخذ
۱۶۱۷	حواشی
۱۶۴۵	جہان غالب
۱۷۲۶	کتابیں اور اخبار
۱۷۴۱	کتابیات
۱۷۵۱	اشاریہ

حرف آغاز

ایک زمانے میں مجھے قدیم رسالوں کے مطالعے کا بہت شوق تھا۔ مطالعے کے دوران ان رسالوں میں بکھرے ہوئے غالب کے ایسے خطوط ملے جو اردوئے معلّٰی اور غورِ ہندی کی اشاعت کے بعد دریافت ہوئے تھے ان خطوط کی تعداد خاصی تھی۔ مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ ان خطوط کو ایک جاکر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے، چنانچہ میں نے یہ خط مرتب کیے اور انھیں ”غالب کی نادر تحریریں“ کے نام سے ۱۹۶۱ء میں شائع کر دیا۔ غالب پری دوسری کتاب ”غالب اور شاہانِ تیموریہ“ ہے، جو ۱۹۷۴ء میں چھپی۔

”غالب کی نادر تحریریں“ مرتب کرنے کے دوران مجھے غالب کے خطوط میں غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ خطوط میں غالب کی شخصیت کا جس طرح بھرپور اظہار ہوا ہے، اس نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا اور پھر میں نے غالب کے اردو اور فارسی خطوط کے تمام مجموعوں کا کئی بار مطالعہ کیا۔

غالب کے اردو خطوط کے مجموعے تو دستیاب تھے، لیکن ایسا کوئی مجموعہ دستیاب نہیں تھا، جس میں ان کے تمام تر خطوط شامل ہوں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام میں انجام دوں گا۔

میں نے ۱۹۷۲ء میں خطوطِ غالب کی ترتیب کا کام شروع کیا، لیکن ۱۹۷۴ء میں انجمن ترقی اردو (ہند) کا سکریٹری مقرر ہونے پر میری مصروفیات اتنی بڑھ گئیں کہ چار پانچ سال تک مجھے اس کام کی طرف باقاعدگی سے توجہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس دوران لکھنے کا کام تو بند رہا لیکن خطوطِ غالب کا مطالعہ بدستور جاری رہا۔ جب بھی وقت ملتا میں پُرانے رسالے کھنگالتا۔ کچھ عرصے بعد ایک بار پھر میں نے اس کام کو باقاعدگی کے ساتھ شروع کیا۔ غالب انسٹی ٹیوٹ کی ادبی کمیٹی کی عنایت سے ”غالب کے خطوط“ کی پہلی جلد ۱۹۸۳ء، دوسری ۱۹۸۵ء اور تیسری ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔ اب یہ چوتھی اور آخری جلد آپ کے سامنے ہے۔ پہلی جلد کے ”حرف آغاز“ میں میں نے اس بات کا تذکرہ کیا تھا کہ غالب کے خطوط میں جن شخصیتوں، جن رسالوں، کتابوں، اخباروں اور جن

مختلف مقامات کا ذکر آیا ہے، اُن پر ”جہانِ غالب“ کے نام سے حواشی لکھے گئے ہیں۔ یہ حواشی تقریباً تیار ہیں اور اُن کے بڑے حصے کی کتابت بھی ہو چکی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ ”جہانِ غالب“ کا حجم اتنا ہو گیا ہے کہ خود اس کے لیے دو جلدیں درکار ہیں ”خطوطِ غالب“ کی پہلے ہی چار جلدیں ہو چکی ہیں۔ اس مجموعے کے ساتھ اب اس مواد کو شائع کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ لہذا اب صرف پہلی جلد کے حواشی شائع کیے جا رہے ہیں۔

جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ”غالب“ کے خطوط کی ترتیب کا کام ۱۹۷۲ء میں شروع کیا گیا تھا، اور یہ کام اب ۱۹۹۱ء میں ختم ہو رہا ہے۔ گویا یہ کام ۱۷ سال کی مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔ سترہ برس کی اس طویل مدت کا فائدہ یہ ہوا کہ اب غالب کا شاید ہی کوئی ایسا اردو خط ہو جو اس مجموعے میں شامل نہ ہوا ہو۔ اس میں مولانا امتیاز علی خاں عرشی مرحوم کے مرتبہ ”مکاتیبِ غالب“، ”آفاقِ حسین آفاق“ کے مرتبہ ”نادراتِ غالب“ اور خلیق انجم کی مرتبہ ”غالب کی نادر تحریریں“ کے تمام خطوط شامل کر لیے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف رسالوں میں جو خطوط پھرے ہوئے تھے انہیں بھی اس مجموعے میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے غالب کے خطوط کا یہ پہلا مجموعہ ہے جس میں تمام دستیاب خطوط ترتیب دے کر یک جا کر دیے گئے ہیں اور اس اعتبار سے بھی خطوطِ غالب کا یہ پہلا مجموعہ ہے کہ جس میں غالب کے اردو خطوط کے تمام دستیاب کس شامل ہیں۔

اردو کے معروف محقق کاظم علی خاں صاحب نے اپنی کتاب خطوطِ غالب کا تحقیقی مطالعہ ”میں غالباً پہلی بار غالب کے اردو خطوط کی مجموعی تعداد کی نشان دہی کی۔ کاظم علی خاں کے بیان کے مطابق غالب کے مکتوب الہیم کی تعداد ۹۰ اور خطوط کی تعداد ۸۷ ہے۔ مکتوب الہیم میں انہوں نے کوئلہ سٹریم کو بھی شامل کیا ہے۔ کوئلہ سٹریم دہلی ہوسٹل کے سکریٹری تھے۔ ۱۸۶۵ء میں اُن کا دہلی سے لاہور تبادلہ ہوا تو غالب نے ایک سپاس نامہ لکھا تھا جس پر مرزا الہی بخش کے دستخط کے علاوہ انگریزی اور اردو میں ۴۳ دستخط اور ہیں۔ اس سپاس نامے کو خط نہیں کہا جاسکتا، اس لیے اسے ”غالب کے خطوط“ میں شامل نہیں کیا گیا۔

میرے مرتبہ مجموعے میں مکتوب الہیم کی مجموعی تعداد بانوے ہے جن میں پانچ مکتوب الہیم نامعلوم ہیں لیکن خطوط کی مجموعی تعداد ۸۸۶ ہے، یعنی میرے مرتبہ مجموعے میں کاظم علی خاں صاحب کی بتائی ہوئی تعداد سے پندرہ خط زیادہ ہیں۔

”غالب کے خطوط“ کی پہلی جلد میں صفحات ۹۲ تا ۹۷ پر غالب کے تمام خطوط کی جو فہرست دی گئی تھی اسے کالعدم سمجھا جائے۔ اس لیے کہ اس چوتھی جلد میں اب غالب کے خطوط کی نئی فہرست دی جا رہی ہے۔ میں نے

غالب کے خطوط کی پچھلی تین جلدوں میں مکتوب الیم کے وہ نام دیے تھے جن سے وہ مشہور ہیں۔ اس فہرست میں اُن کے پورے نام دیے گئے ہیں میری تمنا تھی کہ اگر میں اپنے مرتبہ محبوبے میں غالب کے کچھ نو دریافت خطوط شامل کر سکوں تو اس سے میرے کام کی وقعت میں اضافہ ہو سکے گا۔ میری یہ تمنا اور جستجو اس طرح پوری ہوئی کہ مجھے مولوی ہمیش پرشاد مرحوم کے اُن کاغذات میں (جو انجمن ترقی اردو (ہند) کی ملکیت ہیں) عبدالرحمن تحسین کے نام غالب کے نو خطوط کی نقلیں مل گئیں۔ یہ تمام خطوط پانی پت کے غیر معرّف رسالے سماہی "حیات نو" میں شائع ہوئے تھے۔ اس رسالے کی تفصیل "غالب کے خطوط" کی جلد دوم میں صفحات ۹۶۳ تا ۹۶۴ پر موجود ہے۔ ماہرین غالب کو ان خطوط سے تعلق کوئی آگاہی نہیں تھی۔ مولانا غلام رسول مہر نے خطوط غالب میں اور سید مرتضیٰ حسین فاضل نے اردوئے معلیٰ میں ایسے تمام خطوط شامل کیے ہیں جو مختلف رسالوں میں شامل ہوئے تھے۔ ان دونوں حضرات کو بھی ان خطوط کا علم نہیں تھا۔ خود میں نے سترہ سال تک خطوط غالب کی تلاش میں ایسے رسالے کھنگالے ہیں لیکن مجھے ان کا علم نہیں تھا۔ اس لیے ان خطوط کی دریافت کے لیے میں مولوی ہمیش پرشاد مرحوم کا شکر گزار ہوں۔

غالب کے ماہروں، محققوں اور نقادوں کے علاوہ دلی دور درشن آل انڈیا ریڈیو اور انگریزی اخبارات نے میرے اس کام کی غیر معمولی پذیرائی کی۔ یو۔ این۔ آئی نے پریس ریلیز جاری کیا جس کی وجہ سے ہندوستان اور ہندوستان کے باہر مختلف زبانوں کے اخباروں میں اس کام کے بارے میں خبریں شائع ہوئیں۔ میں جانتا ہوں کہ میرے کام کی پذیرائی دراصل غالب کے خطوط کی پذیرائی ہے، لیکن بہر حال اس سے میری بڑی حوصلہ افزائی ہوئی۔ اس کے جواب میں میرے پاس دلی شکریے کے علاوہ اور کیا ہے۔

مولانا امتیاز علی خاں عرشی، مولوی ہمیش پرشاد، مالک رام صاحب، آفاق حسین آفاق اور سید مرتضیٰ حسین فاضل نے غالب کے خطوط کی ترتیب میں بڑی محنت اور دیدہ ریزی کا ثبوت دیا ہے۔ ان حضرات کے کام ہر لحاظ سے قابلِ قدر اور لائقِ تحسین ہیں۔ پرتھوی چندر مرحوم نے مرقع غالب میں پہلی بار غالب کے خطوط کے عکس غامبی بڑی تعداد میں ایک ساتھ شائع کیے تھے۔ میں نے ان تمام حضرات کی کاوشوں سے بہت کچھ رہ نمائی حاصل کی ہے اور ان کے کام سے استفادہ کیا ہے۔ یہ سب بزرگ بجا طور پر میرے شکریے کے مستحق ہیں۔

مولانا امتیاز علی خاں عرشی مرحوم اور قاضی عبدالودود مرحوم کو میں نے تحقیق کے میدان میں ہمیشہ اپنا معنوی استاد تسلیم کیا ہے۔ یہ دونوں حضرات اردو تحقیق کی آبرو ہیں۔ میرے کرم فرماؤں اور دوستوں میں مالک ام صفا، مشفق خواجہ صاحب، پروفیسر نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر فرمان فتحپوری، رشید حسن خاں صاحب، ڈاکٹر اسلم پرویز،

کاظم علی خاں صاحب اور برادر محترم جمیل الدین مالکی جیسے لوگوں نے میرے اس کام میں گہری دل چسپی کا اظہار ہی نہیں کیا بلکہ اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ جس کے لیے میں ان حضرات کا بے حد ممنون ہوں۔ ان کے علاوہ اس کام کی تکمیل کے سلسلے میں مجھے جن عزیزوں کا خصوصی تعاون حاصل رہا، ان میں محمد رضا صاحب، ایم جیب خاں صاحب، ثریا سعید صاحبہ، شمیم جہاں صاحبہ، بہار الہ آبادی صاحبہ، ڈاکٹر تبارک علی نقشبندی شامل ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا، ان حضرات کا شکریہ کن الفاظ میں ادا کروں۔

غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی نے چار جلدوں میں غالب کے خطوط شائع کرنے کی ذمہ داری لی۔ میں اس سلسلے میں پروفیسر نذیر احمد، انسٹی ٹیوٹ کی ادبی کمیٹی کے سابق صدر رشید حسن خاں صاحب اور موجودہ صدر جناب مظفر حسین برنی انسٹی ٹیوٹ کے سابق ڈائریکٹر رفعت سرور ش اور موجودہ ڈائریکٹر ڈاکٹر محمد الیوب باباں اور پبلیکیشن انچارج شاہد ماہلی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی خصوصی دل چسپی اور تعاون سے یہ چاروں جلدیں اتنی خوب صورت شائع ہوئیں۔ آخر میں صرف ایک بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ کام مکمل کرنے کے بعد میرے دل میں ایک نئی امنگ چھوٹی شروع ہوئی ہے، اگر مجھے ایک زندگی اور مل جائے تو میں نئے سرے سے غالب کے خطوط کا تنقیدی ادیشن تیار کروں بہر حال یہ ایک روحانی ساقی ہے، لیکن مولانا امتیاز علی خاں عرشی سے لے کر اس حقیر کی موجودہ کاوش تک خطوط غالب پر جناب بھی کام ہوا ہے اگر اس کی بنیاد پر مستقبل کا کوئی مستحق نقاد وہ کام کر جائے جس کا خواب آج میں دیکھ رہا ہوں تو شاید یہ ان سب لوگوں کی مغفرت کے لیے کافی ہوگا جنہوں نے اب تک غالب پر کام کیا ہے۔

خلیق انجم

غالب کے اردو خطوط کی مجموعی تعداد

یہاں غالب کے ان اردو خطوط کی مجموعی تعداد دی جا رہی ہے، جو غالب کے خطوط کی چاروں جلدوں میں شامل ہیں۔ ایسی ہی فہرست پہلی جلد کے پہلے اڈیشن میں دی گئی تھی، لیکن جیسا کہ اس جلد کے حرف آغاز میں کہا گیا ہے کہ اب اسے کالعدم سمجھا جائے۔ غالب کے خطوط کی تمام جلدوں میں مکتوب الیہم کے وہ نام لکھے گئے تھے جن سے وہ شہور تھے۔ اس فہرست میں ان کے مکمل نام درج کیے جا رہے ہیں۔

مکتوب الیہم	جلد	کل خطوط
آرام، منشی شیونرائن	۳	۳۶
آزاد، مولانا محمد نعیم الحق آزاد	۲	۲
آشوب، ماسٹر پیارے لال	۲	۵
احمد حسن مودودی، سید	۳	۱۱
احمد رام پوری، خلیفہ احمد علی	۴	۱
افضل علی میرن، میر	۲	۲
امین الدین احمد خاں، نواب	۲	۸
مرزا میر (عرف) میر	۲	۱
بندہ علی خاں	۲	۲
بیٹا، سید محمد عباس علی خاں	۲	۲
بے خبر، خواجہ غلام غوث خاں	۲	۲۵

مکتوب الیہم	جلد	کل خطوط	مکتوب الیہم	جلد	کل خطوط
تحسین، عبدالرحمن	۴	۹	سردار سنگھ مہاراجا	۲	۱
تفتہ، منشی مرزا ہرگوپال	۱	۱۲۳	سرفراز حسین، میر	۲	۲
تفضل حسین خاں	۳	۱	سرور، چودھری عبدالغفور	۲	۲۷
تونیق، شہزادہ بشیر الدین	۲	۴	سیاح، میاں داد خاں	۲	۳۵
نائب، مرزا شہاب الدین احمد خاں	۲	۱۰	سیل چند، منشی	۴	۷
جنون بریلوی، قاضی عبدالجلیل	۴	۳۰	شائق، شاہ عالم مارہروی	۳	۳
جوہر، منشی جواہر سنگھ	۴	۴	شاگر، مولوی عبدالرزاق	۲	۱۰
حسین مرزا (عرف)، ذوالفقار الدین			شفیق، انور الدولہ		
حیدر خاں	۲	۶	سعد الدین خاں	۳	۲۰
حقیر، منشی نبی بخش	۳	۷۰	شیفہ، نواب مصطفیٰ خاں بہادر	۲	۱
خلیل، وفوق، منشی محمد ابراہیم	۳	۱	صاحب عالم مارہروی	۳	۶
درد، منشی ہیر سنگھ	۲	۲	صوفی منیری، شاہ فرزند علی		
ذکا، محمد حبیب اللہ	۴	۱۷	(عرف) سید ابو محمد جلیل الدین حسین	۴	۱
رحیم بیگ، مرزا	۴	۱	صغیر بلگرامی، سید فرزند احمد	۴	۶
رضوان، مرزا شمشاد علی بیگ	۲	۲	صنیا، مولوی ضیاء الدین احمد	۲	۳
رعنا، مردان علی خاں	۲	۲	ظہیر الدین احمد خاں، حکیم	۲	۲
رفعت شروانی، محمد عباس	۲	۲	ظہیر الدین کی طرف سے ان کے	۴	۱
زکی دہلوی، سید محمد زکریا خاں	۲	۱	چچا کے نام		
زکی، میر محمد زکی	۱	۲	عباس بیگ، مرزا	۲	۱
زین العابدین خاں، عرف کلن میاں	۴	۲	عبدالحمید	۲	۲
سالک، مرزا قربان علی بیگ خاں	۲	۲	ایہ خط دراصل حکیم غلام نجف خاں کے نام		
سجاد، سید حسن الرحمن حیدر عرف سید سجاد مرزا	۲	۲	ہے تفصیل کے لیے دیکھیے "استدراک"		

مکوتب الیہم	جلد	کل خطوط
عبداللطیف، منشی	۳	۲
عرشی قنوجی، احمد حسن	۲	۲
عزیز و صادق، عزیز الدین	۴	۱
عزیز، مرزا یوسف علی خاں	۲	۳
علائی، نواب علاء الدین احمد خاں	۱	۵۸
غلام نجف خاں	۴	۲
{ غلام نجف خاں	۲	۲۳
غلام مرتضیٰ خاں، حکیم	۲	۱
غلام رضا خاں، حکیم	۴	۱
غلام بسیم اللہ، منشی	۲	۱
نام معلوم		
(صاحب میں کل تمھارا مہل)	۴	۱
نام معلوم		
خاں صاحب، جمیل المناقب، عمیم الاحسان	۴	۱
غلام بابا خاں، میر	۳	۱۰
فائق رضوی، قاضی محمد		
نور الدین حسین خاں	۴	۱
فرخ مرزا، مرزا امیر الدین احمد خاں	۴	۱

مکتوب الیہم	جلد	کل خطوط	مکتوب الیہم	جلد	کل خطوط
فرقانی میرٹھی	۲	۱	نامعلوم		
قدر بلگرامی، سید غلام حسین	۴	۲۲	(جناب عالی، نامہ و داد پیام)	۴	۱
کاشف، سید بدر الدین احمد	۳	۵	نامعلوم	۲	۱
مرن فقیر			(میاں، وہ عرضی کا کاغذ		
کابل، مرزا باقر علی خاں	۲	۳	افشاں کیا ہوا)		
کرامت علی، مولوی	۴	۱	نامعلوم		
کلب علی خاں، نواب	۳	۷۶	(حضرت میرا حال کیا پوچھتے		
لطیف احمد بلگرامی، شیخ	۲	۱	ہو)	۲	۱
بجروح، میر مہدی حسین	۲	۵۰	نساخ، مولوی عبدالغفور خاں	۴	۱
محمد حسین خاں (مدیر دب دب سکندری)	۳	۴	نشاط، بالو ہر گوبند سہلے	۲	۲
محمد عباس مفتی	۴	۱	نعمان احمد، مولوی	۴	۴
مدہوش، مفتی سخاوت حسین انصاری	۳	۱	نول کشور، منشی	۴	۲
مشتاق، بہاری لال	۳	۲	نیر، افشاں		
مہر مرزا احاتم علی	۲	۱۹	ضیاء الدین احمد خاں	۲	۱
مینکشی، میر احمد حسین	۲	۲	دفتار، میرا برائیم خاں		
مینا مرزا پوری، احمد حسین	۲	۲	نواب	۳	۵
ناظم، نواب یوسف علی خاں	۳	۴۰	ولایت علی میر	۴	۲
			ولایت و عزیز، صغی پوری	۳	۲
			ولایت علی خاں		
			ہشیار، غنشی کیول رام	۲	۱
			یوسف مرزا، نواب	۲	۱۲

سید غلام حسنین قدر بلگرامی

(۱)

بندہ پرور !

آپ کے عنایت نامے کے آنے سے مین طرح کی خوشی مجھ کو حاصل ہوئی۔ ایک تو یہ کہ آپ نے مجھ کو یاد کیا، دوسرے آپ کی طرز عبارت مجھ کو پسند آئی، تیسرے آپ حضرت علامہ عبد الجلیل اور "آزاد" مغفور کی یادگار ہیں اور میں اُن کے حسنِ کلام کا معتقد۔ خواہش آپ کی کیا ممکن ہے کہ مقبول نہ ہو؟ جب مزاج میں آئے آپ نظم و نثر بھیج دیں، میں دیکھ کر بھیج دیا کروں گا اور آرائشِ گفتار یعنی حک و اصلاح میں گوشش دریغ نہ ہوگی۔

بارہ برس کی عمر سے کاغذ نظم و نثر میں مانند اپنے نامہ اعمال کے سیاہ کر رہا ہوں۔ باسٹھ برس کی عمر ہوئی، پچاس برس اس شیوے کی درزش میں گزرے۔ اب جسم و جان میں تاب و توان نہیں۔ نثر فارسی لکھنی یک قلم موقوف؛ اُردو، سو اُس میں بھی عبارت آرائی متروک؛ جو زبان پر آوے وہ قلم سے نکلے۔ پاؤں رکاب میں ہے اور ہاتھ باگ پر، کیا لکھوں اور کیا کروں؟ یہ شعر اپنا پڑھا کرتا ہوں :

عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ مر گئے پر دیکھے دکھلائیں کیا؟
آپ ملاحظہ فرمائیں، ہم اور آپ کس زمانے میں پیدا ہوئے ہیں اور کسی فیضِ رسانی

اور قدر دانی کو کیا روئیں؟ اپنی تکمیل ہی کی فرصت نہیں۔ تباہی ریاستِ اودھ نے باآں کہ بیکانہ
محض ہوں، مجھ کو اور بھی افسردہ دل کر دیا، بلکہ میں کہتا ہوں کہ سخت نا انصاف ہوں گے وہ اہل ہند
جو افسردہ دل نہ ہوئے ہوں گے۔ اللہ ہی اللہ ہے۔

کل آپ کا خط آیا۔ آج میں نے جواب لکھا؛ تاکہ انتظارِ جواب میں آپ کو ملال نہ ہو۔
والسلام مع الکرام۔

نکاشۃً بست و سوم فروری ۱۸۵۷ء

از اسد اللہ

(۲)

حضرت!

میں نے چاہا کہ حکم بجا لاؤں اور عبارت کو اصلاح دوں، مگر میں کیا کروں؟ آپ غور
کریں کہ اصلاح کی جگہ کہاں ہے؟ اگر بمثل آپ خود نظرِ ثانی میں کوئی لفظ بد لا چاہیں تو
ہرگز جگہ نہ پائیں۔ جس کاغذ پر اصلاح منظور ہوتی ہے تو بین السطور زیادہ چھوڑتے ہیں۔
جب اس عبارت کو اور کاغذ پر نقل کروں، تب حگ و اصلاح کا طور بتے۔ میرا کام اصلاح
عبارت ہے نہ کتابت۔

”زردشتِ آتش کدہ“ الخ زردشت کو آتش کدے سے وہ نسبت نہیں جو ساقی کو مے خانے
سے۔ زردشت، یہ اعتقادِ مجوس، پیغمبر تھا، آتش کدے کے پیاری کو موبد“ اور ہیریدہ“ کہتے ہیں۔
”آبِ حرامِ اشتیاق“ آبِ حرام“ شراب“ کو محلِ مناسب پر کہیں تو کہیں ورنہ ”نبیذ“ اور
”بادۂ اور“ ”رہیق“ اور ”مے“ اور ”قرقفت“ اور ”راوق“ کی طرح اسم نہیں، ناچار ”شرابِ شوق“
یا ”بادۂ شوق“ لکھنا چاہیے۔ اشتیاق سے ”شوق“ بہتر ہے۔

”ماہم دوسہ جامگی علی التواتر زردہ بودم“ مازدہ بودم“ تمہارا دل اس ترکیب کو قبول
کرتا ہے؟ ”من زردہ بودم“ یا ”مازدہ بودیم“ اس کے علاوہ دوسہ جامگی ”یہ کافِ فارسی یعنی چہ؟
”جام“ معلوم، کافِ تصغیر کا جامک“ چاہیے۔ ”جامک“ کیا؟ مگر یہ بیرونی قبتیل کی ہے کہ وہ ایرانیوں
کی تقریر کے موافق تحریر اپنی بنانا چاہتا ہے۔ ظہوری، جلال، ظہیر، طاہر و حید کسی نے

”جام“ کو ”جامک“ نہیں لکھا۔ ”دوسہ جاگلی“ کی جگہ ”دوسہ ساغر“ یا ”دوسہ قدح“ لکھو۔

”پاچناری گلستان بر باغبان است و تیماری او بر قدر دان“ میں اس فقرے کو نہیں سمجھا۔
 ”منی“ ”بر باغبان کیا ہے؟“ ”تیماری“ ”کیا ہے؟“ ”تیمار“ ”بہ منی“ ”بیمار داری“ ”وغم خواری“ ہے جب یہ لفظ
 خود افادہ منی مصدری کرتا ہے تو یاے مصدری کیسی؟

”تیرہ شبی ہا بسر آمد“ ”تیرہ شبہا بسر آمد“ ”خیر تیرہ شبی ہا بسر آمد“ یعنی چہ؟

”یلاے دیدم“ کہ با ہزار طرہ طرار“ ”طرہ“ ”زلف“ کو کہتے ہیں۔ وہ دو ہوتی ہیں نہ کہ ہزار

در ہزار۔

”جامگی“ مکرر دیکھا گیا معلوم ہوا کہ حضرت نے جو کہیں ”جامگی خوار“ دیکھا ہے تو اُس کو ”جام خوار“
 ”بہ منی“ ”شراب خوار“ سمجھا ہے۔ یہ غلط ہے ”جامگی خوار“ اُس نوکر کو کہتے ہیں کہ جس کی تنخواہ کچھ نہ ہو۔
 روٹی کپڑے پر اُس سے کام لیتے ہوں۔ نظامی نوکر حضرت خضر کے کتار و زینہ سخن پاتے ہیں،
 جو خضر فرماتے ہیں:

کہ اے جامگی۔ خوار۔ تدبیر من

ز جام سخن چاشنی گیر من

”در توبہ باز است و باب رحمت فراز“ ”منی اس کے یہ کہ توبہ کا در کھلا ہے اور دروازہ

رحمت کا بند۔“ ”فراز“ ”اضداد میں سے نہیں ہے۔“ ”باز“ ”کھلا“ ”فراز بند۔“

”قدر زعفران زار را بوی گل کرد۔“ اس کا لطف کچھ میری سمجھ میں نہیں آیا! ”قدر زعفران زار“

کیا؟ اور پھر اُس کو کس نے بوی گل کر دیا؟ ”سکتر“۔ ”کدام زبان است“ ”عربی یا فارسی؟“

”حسب لیاقت خود“ ”کافی است۔“ ”خودم“ ”چہ محل دارد؟“ ”مگر یہاں شیوہ قتل۔“ ”بندہ“

”مجبورم“ ”ہاں سکھ قتل۔“

صاحب بندہ! تحریر میں اساتذہ کا تتبع کرو، نہ مغل کے لہجے کا، لہجے کا تتبع بھانڈوں

کا کام ہے نہ دبیروں اور شاعروں کا۔ ایسی تقلید کو میرا سلام۔ فقط زیادہ زیادہ۔

جناب نوروز علی صاحب کی خدمت میں میرا سلام، نیاز عرض کیجئے گا اور یہ کہیے گا کہ بیزنگ

خط کا ایک آنہ دینا پڑے گا۔ ہر مہینے میں آٹھ خط تک بلکہ سولہ خط تک میں نہ گھبراؤں گا، بھیجے رہا جواب کا لکھنا، کاش آپ یہاں ہوتے اور میرا حال دیکھتے تو جانتے، ہر روز صبح قلعے جانا، دوپہر کو آنا۔ بعد کھانا کھانے کے حضرت کے مسودوں کا درست کرنا۔ اجاب کو خط لکھنے کی فرصت بہت کم ہاتھ آتی ہے۔ والسلام۔

قبل ۱۸۵۷ء (۲)

(۳)

مشفق میرے!

میں بعد آپ کے جانے کے دلی سے رام پور آیا اور یہاں میں نے آپ کا دوسرا خط پایا۔ پہلا خط مجھے دلی میں پہنچا تھا، مگر چونکہ اُس خط میں آپ نے مسکن کا پتا نہیں لکھا تھا میں تحریر جواب میں قاصر رہا۔ اب جو یہ خط رام پور میں پہنچا، اُس میں پتا مرقوم تھا، میں پاسخ زکار ہوا۔ آپ کے مسودات ایک جگہ میں تھے، وہ جگہ وہیں رہا۔ اب جب تک دلی نہ جاؤں گا، اُن کو نہ پاؤں گا۔ اور ایک آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ جب میں دلی میں تھا تو ایک خط میاں نوروز علی خاں کا تمہارے نام بہ نشان میرے مقام کے آیا تھا۔ چونکہ اُن دنوں میں مجھ کو آپ کا مسکن معلوم نہ تھا، میں نے اُس پر لکھ دیا کہ وہ بلگرام گئے۔ خدا جانے، تمہارے پاس وہ خط پہنچایا نہیں؟ برخوردار مرزا عباس کو دوبارہ تحریر کی حاجت نہیں۔ اگر وہ سعادت مند ہیں، تو وہی ایک خط کافی ہے۔ اب آپ جو مجھ کو خط بھیجے تو رام پور بھیجیے۔ پتا مقام کا کچھ ضرور نہیں۔ رام پور کا نام اور میرا نام کفایت کرتا ہے۔

خوشنودی کا طالب غالب

جنوری۔ مارچ ۱۸۶۳ء

(۴)

سید صاحب!

تمہارا مہربانی نامہ مع دو غزلوں کے پہنچا۔ جواب کے لکھنے میں اگر درنگ ہوئی تو آزر وہ

نہ ہونا۔ اب غزلوں کو دیکھا کہیں حک و اصلاح کی حاجت نہ پائی۔

مدعاے خاص کا جواب یہ ہے کہ اجزائے خطابانی یہاں شامل اسم نہیں ہیں۔ صرف اسم مبارک خطوط و عرائض پر لکھا جاتا ہے۔ رہا قصیدے کا بھیجنا، زائد محض اور بے فائدہ۔ اگر میں یہاں رہتا اور تم بھی تکلیف نہ ہر وی اٹھاتے اور یہاں آتے اور قصیدہ گزرا نئے تو بہ طریق صلہ کچھ ملنے کا احتمال تھا۔ یہ طرز کہ تم بھیجو اور میں گزراؤں، اس سے قطع نظر کہ احتمال نفع بھی نہیں رکھتی۔ بہ توسط میرے خلاف وضع ہے۔ مجھ کو معاف رکھیے اور اب جو خط بھیجیے، دلی کو بھیجیے گا کہ میں اس پہننے میں اُدھر کو جاؤں گا۔ رویت ہلالِ مادِ صیام اغلب ہے کہ دلی ہی میں ہو۔
والسلام مع الاکرام۔

سہ شنبہ ۱۳ مارچ ۱۸۶۱ء

غالب

(۵)

سعادت و اقبال نشان میر غلام حسنین کو غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے۔

حضرت! کشفی کے دیوان کے انطباع کی تاریخ اچھی ہے، کہیں اصلاح کی حاجت نہیں، مگر دوسری تاریخ میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اس فن کے قاعدے کے موافق مصرع تاریخ میں سے "تکلف" کے عدد نکالنے چاہئیں یعنی پانسو میں "کلونج انداز" راپاداش سنگ است۔

اس مصرع کے اعداد میں اتنی گنجائش کہاں کہ پانسو میں نکل جائیں اور ۱۲۷۸ پنج رہیں؟

صاحب! تم بہت دن سے بیکار ہو۔ ایک جگہ مساعدت روزگار کی صورت ہے۔ تم بے تکلف میرا یہ رقعہ مہری لے کر لکھنؤ چلے جاؤ۔ مطبع اودھ اخبار میں میرے شفیق دلی یعنی غشی نول کشور صاحب سے ملو اور یہ رقعہ اُن کو پڑھوادو۔ اپنی نظم و نثر اُن کو دکھاؤ اور اپنا مبلغ علم اُن پر ظاہر کرو۔ اگر وہ اپنی مرضی کے موافق تم کو کار گزار سمجھیں گے تو مطبع کا کام تمھارے سپرد کر دیں گے۔ مشاہرہ خاطر خواہ تم کو مقرر ہو جائے گا۔ معزز و مکرم رہو گے، زندگی کا لطف اٹھاؤ گے، لیکن شرط یہ ہے کہ جلد چلے جاؤ۔ لکھنؤ تم سے نزدیک ہے۔ اتنی راہ کا قطع کرنا

کچھ دشوار نہیں، اگر نوکرنہ ہو جاؤ گے، پھر چلے آنا، بخت آزمائی ہے۔

۱۸۶۱ء (۱)

(۶)

بندہ پرور ۱

آپ کا خط لکھنؤ سے آیا۔ حالات معلوم ہوئے۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ کیا کام آپ کے سپرد ہوا ہے؟ یہ بھی لکھیے۔ چند روز صبر کرو، اگر وطن میں ہوتے تو اس بے کاری میں گھر کی خبر کیا لیتے؟ جس طرح جب گزرتی، اب بھی گزر جائے گی، بلکہ تمہارا خرچ کم ہو گیا۔ بہر حال ابھی اضافے کے واسطے نہ تم کہو نہ میں لکھوں، دو چار مہینے کام کرو۔ اس اثنا میں اگر بلگرام میں چھاپے خانہ جاری ہو گیا تو استعفادے کر چلے جائیو۔ یہاں بعد چند روز کے اضافہ ہونا بھی توحیرتِ امکاں سے باہر نہیں۔

۱۸۶۱ء ۳

(۷)

سید صاحب، سعادت و اقبال نشان میر غلام حسنین صاحب کو غالب کی دعا پہنچے۔ آپ کا خط آیا اور میں نے اُس کا جواب بھیج دیا۔ اس رقعے کی تحریر سے مراد یہ ہے کہ جناب منشی صاحب سے میرا سلام کہیے اور یہ رقعہ اُن کو پڑھا کر عرض کیجئے کہ غالب پوچھتا ہے کہ فارسی کے کلیات کا چھاپا ملتوی ہے یا جاری ہے؟ ملتوی ہے تو کب تک کھلے گا؟ جاری ہے تو تصحیح کس طور پر ہے؟ قصیدے اور تاریخ کلیات کا مطبع میں پتہ لگا ہے یا نہیں؟ اگر وہ دونوں کا غذم ہو گئے ہوں، تو منشی زیج دوں۔

یوسف مرزا صاحب بذریعہ میرے خط کے، آپ سے مل گئے یا نہیں؟ "قاطع برہان" کے اجزا کی جلدیں بندھ گئی ہیں یا نہیں؟ اگر بندھ گئی ہوں تو جناب منشی صاحب سے کہہ کر، وہ جو پچاس جلدیں میں نے لی ہیں، اُن میں سے ایک جلد لے کر، جناب فیض مآب، خداوند

نعمت، آیہ رحمت، قبلہ و کعبہ، جناب مجتہد العصر کی خدمت میں حاضر ہوا اور میری طرف سے کورس
عرض کروا کر کتاب نذر کروا کر کہو کہ غلام نے بہت خونِ جگر کھا کر فارسی کی تحقیق کو اُس پائے
پر پہنچا یا ہے کہ اُس سے بڑھ کر متصور نہیں۔ یہ مجال کہاں کہ داد کا طلب گار ہوں بھرت
عز قبول کا امیدوار ہوں۔

سمجھے سید صاحب؟ منشی صاحب سے چار سوالوں کا جواب اور جو قبلہ و کعبہ فرمائیں، اُس
تقریر میں تغیر بالمرادف بھی نہ ہو۔ جو الفاظ حضرت کی زبان سے سنو، ہو ہو لکھ بھیجو۔

ہاں، مولوی ہادی علی صاحب کا جو حال معلوم ہو، وہ بھی ضرور لکھنا اور اس خط کا جواب
بہت جلد بھیجنا۔ بھائی، میں ازراہ احتیاط، تلف ہونے کے ڈر سے، اس خط کو بزرگ بھیجتا ہوں۔
دوشنبہ پنجم ذی القعدہ مئی سال رستاخیز (۱۲۷۸ھ)
۴ مئی ۱۸۶۲ء

(۸)

سید صاحب!

آپ کا خط جس میں قبلہ و کعبہ کا مہری دستخطی توقع ملفوف تھا، پہنچا۔ میں تم سے بہت
راضی ہوا کہ تم نے تکلیف اٹھائی اور میری نذر وہاں پہنچائی۔

اب ایک اور تکلیف دیتا ہوں کہ جناب منشی صاحب سے میرا سلام کہہ کر اُن کے حکم
سے ایک نسخہ "قاطع برہان" کا مطبع میں سے لو، اور مکان معلوم کر کے جناب منشی میر عباس
صاحب کے پاس جاؤ اور میرا سلام کہو اور کتاب دو اور عرض کرو کہ جو خونِ جگر میں نے اس
تالیف میں کھایا ہے یقین ہے کہ اُس کی داد تمہارے سوا اور سے نہ پاؤں گا۔

ہاں صاحب، جناب منشی صاحب سے یہ کہہ دینا کہ پچاس میں سے تین جلدیں میں نے
پائیں۔ اب قیمت کاروپہ بھیج کر سینتالیس اور منگلے لیتا ہوں۔

"کلیات" کے انطبائع کی تاریخ میں کیوں لکھوں؟ اہل مطبع کو خدا منشی صاحب کے

سایہ عطاقت میں سلامت رکھے کہ لیں گے۔ چھاپا سٹھ میں شروع ہوا سٹھ میں تمام ہوگا۔
مولوی ہادی علی صاحب کے مطبع میں آنے کا حال تم لکھو اور "کلیات" کے کاپی نگار
کے آنے کا بھی حال معلوم کر کے لکھو۔

۲۴ مئی ۱۸۶۲ء

جواب کا طالب غالب

(۹)

سید صاحب!

آپ نے خوب کیا کہ مفتی میر عباس صاحب کا ہدیہ غیر کو نہ دیا۔ اپنے پاس امانت رکھے۔
جب مفتی صاحب آئیں اُن کو پہنچا دیجے۔

تمہارا قصد یکم جون کو بلگرام جانے کا تھا۔ وہاں کے (ہنجر) میں کچھ سستی پائی جو فصیح
عزیمت کیا؟ اس کی کیفیت ضرور لکھے۔

اور جو کچھ تم نے سپارش کے باب میں لکھا ہے، میں اس خواہش کو کیوں قبول کروں؟
وہ شخص میرا شاگرد نہیں، مرید نہیں، صورت آشنا بھی تو نہیں، کیوں کر لکھوں؟ مہذا تمہارے
واسطے میرا لکھنا مضر ہے یعنی وہ صاحب سمجھیں گے کہ حضرت نے کچھ میری شکایت و حکایت
لکھی ہوگی۔ جب غالب نے مجھ کو یہ لکھا ہے۔

اس وقت آپ کی وحشت انگیز تحریر پہنچی۔ ادھر اُس کو پڑھا اور ادھر یہ خط تمہیں اور
ایک مرزا عباس کو اور ایک خط تہنیت کا منشی صاحب کو لکھا۔ لیکن چوں کہ بلاد شرقیہ کو ڈاک
نودس بجے روانہ ہوتی ہے، ناچار یہ تینوں خط بند کر کے تمہارا اور مرزا عباس کا خط بیرنگ
اور منشی جی کا خط پیڈ رکھ چھوڑتا ہوں۔ کل صبح کو بعد از طلوع آفتاب ڈاک میں بھجوا دوں گا۔
خاطر جمع رکھو۔ میں نے بر خوردار کو ایسا کچھ لکھا ہوگا کہ مفید مطلب ہوگا، اِنْشَاءَ اللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔
چہار شنبہ بارہ پر تین بجے

خوشنودئی احباب کا طالب غالب

(جون ۱۸۶۲ء)

صاحب!

تم سے پہلے یہ پوچھا جاتا ہے کہ جب تم جانتے ہو کہ مرزا عباس میری حقیقی بہن کا بیٹا ہے تو پھر میں مرزا کی اولاد کا نانا کیوں کر بناؤ؟ مرزا کی بی بی میری بہو ہے، بیٹی نہیں۔

تم نے جو لکھا ہے کہ میرے نواسے کی شادی ہے، کیا سمجھ کے لکھا ہے؟ میں مرزا کی اولاد کا نانا کیوں کر بناؤ؟ بھانجے کی اولاد پوتا پوتی ہے، نہ نواسا نواسی۔ مجھ کو اس کی اولاد کا جد فاسد لکھنا ٹکسال باہر بات ہے۔

خیر، یہ تو ظرافت تھی، تم یہ تو بتاؤ کہ مرزا لکھنؤ کیوں جاتا ہے؟ اگر کچھ اسباب خریدنا تھا تو ایک معتمد کو بھیج دیا ہوتا۔ بہ ذاتِ خود اس تکلیف بے جا کو گوارا کرنا کیا ضرور؟ یہ بات جواب طلب ہے۔

میرے آنے کی یہ صورت ہے کہ مرزا کی استدعا سے قطع نظر، میرا دل بھی پتھر یا لوہے کا نہیں، جو اپنے بچوں کو دیکھنے کو نہ چاہے۔ ایک بہن، اس کی مجموعہ اولاد وہاں، میرا تو وہ خانہ باغ ہے۔ بہار کے موسم میں باغ کی سیر کو جی نہ چاہے گا؟ بہ شرطِ صحت اول گاہ انشاء اللہ۔

صبح یکشنبہ ۳ رمضان ۲۲ فروری سال حال

(۱۲۷۹ھ) - ۱۸۶۳ء

(۱۱)

میر صاحب!

ماجرایہ ہے کہ میں ہمیشہ نواب گورنر جنرل بہادر کے دربار میں سیدھی صفت میں دھواں لہر اور سات پار چہ اور تین رقم جو اہر خلعت پاتا تھا۔ غدر کے بعد پنشن جاری ہو گیا، لیکن دربار اور خلعت بند۔ اب کے جولاڑہ صاحب یہاں آئے تو اہل دفتر نے بہ موجب حکم کے، مجھ کو اطلاع دی کہ تمہارا دربار اور خلعت واکذاشت ہو گیا۔ مگر دلی میں دربار نہیں۔ انبالے آؤ گے تو

دربار میں لمبر اور خلعت معمولی پاؤ گے میں نے خبر میں وجدان کا مزا پایا اور انبالے نہ گیا۔
 رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر قلم و پنجاب یہاں آئے، دربار کیا۔ میں دربار میں
 نہ گیا۔ دربار کے بعد ایک دن بارہ بجے چرسی آکر مجھ کو بلا لے گیا۔ بہت عنایت فرمائی اور اپنی
 طرف سے خلعت عطا کیا۔

آغاز دیوان کے شعر یعنی مطلع میں ہرگز حروف و الفاظ کی قید نہیں ہے۔ ہاں ردیف،
 الف کی، یہ امر قابل پر سش کے نہیں بدیہی ہے۔ دیکھ لو اور سمجھ لو۔ یہ جو صاحب دیوان مشہور ہیں:
 حافظ و صائب و سلیم و کلیم۔ ان کے آغاز کی غزل کے مطلعے دیکھو اور حروف و الفاظ کا مقابلہ
 کرو، کبھی ایک صورت، ایک ترکیب، ایک زمین، ایک بحر نہ پاؤ گے، چہ جائے اتحاد حروف و
 الفاظ۔ لَا تَحُولُ وَلَا تَقْوَةُ إِلَّا بِاللَّهِ۔

مارچ ۱۸۶۳ء ۲

(۱۲)

صاحب!

میں برس دن سے بیمار تھا۔ ایک پھوڑا اچھا ہوا، دوسرا پیدا ہوا۔ اب فی الحال دونوں
 پاؤں ہاتھوں میں نو پھوڑے ہیں۔ دونوں پاؤں پر دو پھوڑے۔ پنڈلی کی ہڈی پر ایسے ہیں کہ
 جن کا ٹمٹ ہڈی تک ہے۔ انھوں نے مجھ کو بٹھا دیا، اٹھ نہیں سکتا۔ حاجتی دھری رہتی ہے، پلنگ
 پر سے کھسل پڑا۔ پھر پڑ رہا۔ روٹی بھی اسی طرح کھاتا ہوں۔ پاخانے، کیا کہوں، کیوں کر جاتا
 ہوں۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک پڑا رہتا ہوں۔ یہ سطور لیٹے لیٹے لکھے ہیں۔ نیم
 مردہ ہوں، قریب بہ مرگ ہوں۔ افادہ و استفادہ و اصلاح کے حواس نہیں۔ غزل رہنے
 دی۔ یہ حال تم کو لکھ بھیجا۔

نجات کا طالب غالب

شعبہ ۲۲ اگست، ۱۸۶۳ء

سید صاحب !

تم نے جو خط میں بر خور دار کا مکار مرزا عباس بیگ خاں بہادر کی رعایت اور عنایت کا شکوہ ادا کیا ہے تم کیوں شکر گزار ہوتے ہو؟ جو کچھ نیکی اور نیکوئی اُس اقبال نشان نے تمہارے ساتھ کی ہے، وہ بعینہ میرے ساتھ کی ہے۔ اُس کا سپاس میں ادا کروں۔ خدا کی قسم، دل سے دعائیں دے رہا ہوں۔ بھائی، اُس کا جو ہر طبع از روئے فطرت شریف ہے۔ پروردگار اُس کو سلامت رکھے اور مدارجِ اعلیٰ کو پہنچائے۔ یہ اپنے والدین کے خاندان کا فخر ہے اور چوں کہ اُس کی ماں کا لہو میرا لہو اور گوشت اور ہڈی اور قوم اور ذات ایک ہے۔ پس، وہ فخر میری طرف بھی عائد ہوتا ہے۔

وہ اپنے جی میں کہتا ہو گا کہ ماموں میری بیٹی کے بیاہ میں نہ آیا، اور صرت زر سے جی چرایا ہے۔ میں تو زر کو خاک و خاکستر کے برابر بھی نہیں سمجھتا، مگر کیا کروں کہ مجھ میں دم ہی نہ تھا۔ کلاشکے جب ایسا ہوتا، جیسا کہ۔ اب ہوں، تو سب سے پہلے پہنچتا۔ جی اُس کے دیکھنے کو بہت چاہتا ہے۔ دیکھوں، اُس کا دیکھنا کب میسر آتا ہے۔ میں اب اچھا ہوں۔ برس دن صاحبِ فراش رہا ہوں۔ چھوٹے بڑے زخم بارہ اور ہر زخم خوں چکاں۔ ایک درجن پھلے لگ جاتے تھے جسم میں جتنا لہو تھا، پیپ ہو کر نکل گیا۔ تھوڑا سا جو جگر میں باقی ہے، وہ کھا کر جیتا ہوں۔ کبھی کھاتا ہوں، کبھی پیتا ہوں۔ مرض کے آثار میں سے اب بھی یہ نشان موجود ہے کہ دونوں پاؤں کی دو دو انگلیاں ٹیڑھی ہو گئی ہیں۔ معہذا متورم ہیں، جوتا نہیں پہنا جاتا۔ ضعف کا تو بیان ہو ہی نہیں سکتا، مگر ہاں یہ میرا شعر:

در کشاکشِ ضعفم نگسلد رواں از تن

ایں کہ من نمی میرم ہم ز ناتوا اینہاست

اب کے رجب یعنی ماہِ آئندہ کی آٹھویں تاریخ سے ستر و اں برس شروع ہو گا :

چو ہفتاد آمد اعضا رفت از کار

پس 'اب شکوہ ضعف نادانی ہے۔ ایمان سلامت رہے۔

سہ شنبہ ۲۴ نومبر ۱۸۶۳ء

نجات کا طالب غالب

(۱۴)

قرۃ العین میر غلام حسنین، سلمکم اللہ تعالیٰ۔

تمہارا خط پہنچا، دل خوش ہوا۔ مولوی نجف علی صاحب کی کیا تعریف کرتے ہو؟ تم کچھ لکھو، تو جانوں۔ واللہ! اگر کبھی مولوی صاحب میرے گھر آئے ہوں یا میں نے اُن کو دیکھا ہو، یہ جاسے اختلاط و ارتباط۔ صرف بہ رعایتِ جانبِ حق چند کلمات انہوں نے لکھے ہیں تم میرے یار ہو اور میری خدمت گزاری کے حقوق ہیں تم پر، مجھ کو مدد دو، اور اپنی قوتِ علمی صرف کرو۔ "محرَق قاطعِ برہان" میرے پاس موجود ہے، مجھ سے منگواؤ۔ میں ہر موقع پر خطا اور زلتِ مؤلف کا اشارہ کر دوں گا۔ تم ہر فقرے کو بغور دیکھو اور بے ربطی الفاظ اور لغویتِ معانی کو میزانِ نظر میں تولو، عامی نہیں ہو، عالم ہو۔ آخر مولوی نجف علی صاحب نے بھی تو اپنی قوتِ عاقلہ سے بے اعانتِ غیر "محرَق" کے جامع کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ تمہارے پاس دو نسخے، ایک "دافعِ ہذیان" ایک "سوالاتِ عبدالکریم" مع استفتاء و افتاء دستخطی علمائے دہلی موجود ہیں اور اب اُس کتاب کے ساتھ میرے اشاراتِ سود مند پہنچیں گے۔ تم کو معارضہ بہت آسان ہو گا۔ مدعی کا کلام دراصل لغو، پھر تمہارے پاس سرمایہ علمی موجود اور یہ تمہیں نسخے معقول اُس پر مزید علیہ۔ "محرَق" اور صاحبِ "محرَق" کا خاکہ اڑ جائے گا میرے اس خط کے پہنچتے ہی جواب لکھیے اور اجازت بھیجیے کہ میں نسخہ مطبوعہ مطبوعہ "محرَق" بے سبیل ڈاک بھیج دوں مگر جس دن سے کہ کتاب پہنچ جائے اُسی دن سے آپ اردو زبان میں رسالہ لکھنا شروع کیجے اور بعد اقسام مجھے اطلاع دیجئے۔ پھر میں جیسا لکھوں ویسا عمل میں لائیے۔ غالب اثناعشری حیدری۔

ہاں صاحب، آغا محمد حسین ناخداے شیرازی کا خط مع اشعار آیا، اور میں نے اُس کا

جو اب بھجوا یا۔ اب جو ڈھونڈا تو میرا مسودہ ہاتھ آیا، مگر آغا کا خط نہ آیا۔ اس مسودے کو صاف کر کے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ آغا صاحب کا جب خط نکل آوے گا، وہ بھی بھجوا دیا جائے گا۔
سعادت و اقبال نشان مرزا عباس بیگ خاں کو میری دعا کہنا اور یہ ورق ان کو سراسر پڑھا دینا۔

۱۸۶۵ء

(۱۵)

[سوال:] یار سے چھیڑ چلی جائے اسد

گر نہیں وصل، تو حسرت ہی سہی

[ناسخ:] رہن رکھو اگر ترا عمامہ دلوادوں شراب

زاہداتجہ کو کروں مرہون احساں تو سہی

اس سہی اور "تو سہی" کا ترجمہ فارسی لغت میں کیا آیا ہے؟

(قدر)

[جواب:]

اسماء کے یا لغات کے واسطے یہ بات ہے کہ عربی میں یہ کہتے ہیں اور فارسی میں یہ اور
ہندی میں یہ۔ طرز گفتار ہندی کا فارسی، اور فارسی کا ہندی کبھی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً "چوری کا گڑ
میٹھا"، اس کی فارسی نہ پوچھے گا، مگر نادان "سہی" اور "تو سہی" کی فارسی کیوں کر بنے؟ یہ
روزمرہ اردو ہے:

گر نہیں وصل، تو حسرت ہی سہی

اسی مطلب کے مطابق فارسی عبارت یوں ہو سکتی ہے: "وصل اگر نیست، حسرت نیز عالمی

دارد:" زاہداتجہ کو کروں مرہون احساں تو سہی

ایک نوع کی تنبیہ، ایک قسم کا دعویٰ ہے: "نامرد باشم، اگر فلاں کا زکیم" تا فلاں کا زکیم

نیا سایم" اہل ہند کی فارسی اسی طرح خام اور نامتام رہی کہ اصول میں انہوں نے فارسی کے قواعد کی تطبیق عربی سے چاہی اور اردو کے خاص روزمرے کی فارسی بنایا کیے۔ ہندی میں "کچھ نہیں کی جگہ" خاک نہیں" بولتے ہیں۔ فارسی میں "یہ سچ نیست" کی جگہ "خاک نیست" کبھی کوئی نہ کہے گا۔ قاتل چاروں خانے چت گرا ہے:

کشتہ بر کشتہ تپاں بود، دگر خاک نبود

یعنی یہ سچ نہ بود۔ لَا تَوَلَّ وَلَا تَوَلَّوْا۔

ایک جگہ سے مجھ کو خط آیا۔ چوں کہ میں بلی ماروں کے محلے میں رہتا ہوں۔ اس نے پتا لکھا کہ: در محلہ گر بہ کشاں "واہ فارسی!۔

غالب:

مردم از من داستان رانند و از دوران چرخ
گشت صرف طعم زراغ و زرخن عنقاے من

(۱۶)

قدر:

کاٹ کر غیروں کے سر لائے جو میری نذر کو

ڈال دوں سونے کا آندو پاؤں میں جلاد کے

"آندو" یہ دال ہندی یا بہ دال عربی؟ بھائی، واللہ! یہ لفظ کبھی میری زبان پر نہیں آیا۔

میں اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں۔ ہاں سنا ہے کہ فلانا سردار ایسا بہادر و ثابت قدم تھا کہ معرکہ کارزار میں ہاتھی کے پاؤں میں "آندو" ڈلوادیے۔ ظاہر کوئی چیز ہوگی کہ ہاتھی کو مانع رفتار ہو۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک بندہ خاص ہے۔ استعمال اس لفظ کا محل انعام میں نہ چاہیے۔

"آبستن" اور "آبست" کے باب میں یہ قول معترض کا غلط ہے کہ "آبست" کو بہ جاے

"آبستن" جائز سمجھتا ہے۔ "آبست" کوئی لفظ نہیں۔ "آبستن" اصل لفظ اور "آبستنی" مزید علیہ۔ یہ دونوں صحیح

بلکہ "آبستنی" زیادہ فصیح۔ اگر معترض فیضی کو نہیں مانتا تو آپ معترض کو کیوں مانتے ہیں؟ فیضی کی سند مقبول اور مسموع "ارمغاں" اور "ارمنانی" "آبستن" اور "آبستنی" اے! یہ تو فارسی لغت میں۔ فارسی گو یوں نے "ھنور" کو "ھضوری" اور "فضول" کو "فضولی" اور نقصان کو "نقصانی" لکھا ہے۔ آج تک سنا نہیں کہ "رب کبریا" کسی نے لکھا ہو۔ ہاں "کبریا" اے الہی! یعنی خدا کی بزرگی! اس نظر پر "رب کبیر" لکھیں گے۔ نہ "رب کبریا"۔ "کبریا" صفت واقعی ہے، لیکن اگر صفت سے موصوف مراد رکھیں تو ممکن ہے۔ جیسا کہ "زید عدل" بجائے "زید عادل" "جناب کبریا" بجائے "جناب الہی" جائز۔ ایک نکتہ دقیق ہے، یعنی مذہب حقہ امامیہ میں مجموعہ صفات عین ذات ہیں۔ پس اگر ہم نے خدا کو محض قدرت یا محض عظمت کہا تو موافق ہدایت نبی اور ائمہ کے ہمارا قول درست ہے۔ "حال" کی جگہ "حالات" یا احوال لکھنا قبیح نہیں ہے خصوصاً "احوال" کہ یہ بمعنی واحد مستعمل ہے۔ اور یہ استعمال یہاں تک پہنچا ہے کہ "احوال" بمعنی جمع مستعمل نہیں ہوتا۔ جیسے "حور" کہ بمعنی "حورا" کے۔ اہل فارس اس کو صیغہ واحد قرار دے کر الف فون کے ساتھ اس کی جمع لاتے ہیں۔ سعدی کہتا ہے :

حورانِ بہشتی را دوزخ بود اعراف

از دوزخیاں پرس کہ اعراف بہشت است

بلکہ "حور" کو "حوری" کہہ کر جمع "حوریاں" لاتے ہیں۔ حافظ لکھتا ہے :

شکر ایند کہ میان من واد صلح فتاد

حوریاں رقص کناں ساغر شکرانہ زدند

میں نے ایک مقطع میں "حال" کی جگہ "احوال" لکھا ہے :

جانِ غالب تابِ گفتاری گماں داری ہنوز

سخت بے دردی کہ می پرسی زما احوالِ ما

آخر مجھ کو اور فیضی کو معترض سے زیادہ اساتذہ عجم کے کلام پر اطلاع ہے، وہ "آبستنی" کیوں لکھتا

اور میں "احوال" کیوں لکھتا ہوں صائب کی ایک غزل ہے کہ جس کا ایک مصرع یہ ہے :
 ہر لحظہ دارم نیتے، چوں قرعہ رما ہوا
 اس غزل میں اُسی نے ایک جگہ "اچوا ہوا" لکھا ہے۔

داد کا طالب۔ غالب

"ملکِ مغرب، بلدہ دہلی، کترہ رود گراں" یہ کیا لکھا کرتے ہو بشہر کا نام اور میرا نام کافی ہے۔
 "محلہ" غلط، "ملک" زائد، ہندستان میں دلی کو سب جانتے ہیں اور دلی میں مجھ کو سب پہچانتے ہیں !
 انصاف کا طالب غالب

(۱۷)

"تیں" کا لفظ متروک اور مردود، قبیح، غیر فصیح۔ یہ پنجاب کی بولی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میرے
 لڑکپن میں ایک اخیل ہمارے ہاں نوکر رہی تھی، وہ "تیں" بولتی تھی تو بیبیاں اور لونڈیاں سب
 اُس پر ہنستی تھیں :

خروشِ رعد غران می شود پادِ رکاب از ہم
 عنان بر سینہ چون پچید کُرنِگِ برق بولاش

یہ شعر ناطق کا ہے اور ناطق قوم کا بلوچ، سندھ کا رہنے والا۔ اُس کا منطوق کیا اور اُس کی زبان کیا؟
 "پادِ رکاب ہونا عبارت ہے بے سیر و سفر کے آمادہ و مستعد ہونے سے، خواہی فشاے عزیمت
 خوف ہو، خواہی کوئی اور سبب۔"

"عنان بر سینہ پچیدن" مہل و محض مہل۔ نہ روزمرہ، نہ محاورہ، نہ اصطلاح، نہ مفید
 معنی درنگ، نہ مفید معنی شتاب۔ غالب۔

"طیار" صیغہ مبالغہ کا ہے۔ لغتِ عربی، املا اس کی طائے حطی سے "طیر" ثلاثی مجرد
 "طائر" فاعل "طیور" جمع۔ بازداروں میں اس لفظ نے جنم لیا، حقیقت بدل گئی، "طوے" تے
 بن گئی۔ یعنی جب کوئی شکاری جانور شکار کرنے لگا۔ بازداروں نے بادشاہ سے عرض کی کہ

”فلاں باز فلاں شکرہ“ طیار شدہ است و صید می گیرد“ بہ ہر حال اب تائے قرشت سے یہ لفظ نیا نکل آیا۔ اس لفظ کو مستحدث اور دراصل اردو اور بہ تائے قرشت، بمعنی آمادہ، اشخاص اور اشیا پر عام تصور کرنا چاہیے، اور عبارت فارسی میں استعمال اس کا کبھی جائز نہ ہوگا۔ (غالب)

فقیر کے نزدیک ”نقاب“ اور ”قلم“ اور ”دی“ ترجمہ جغرات، یہ تینوں اسم مذکر ہیں منکر سے مجھے بحث نہیں۔ مجیب کا میں احسان مند نہیں۔ لغت فارسی اور رومرہ فارسی ہو تو اہل زبان کے کلام سے سند کریں۔ منطق فارسی میں تذکرہ و تانیث کہاں؟ اس امر کے مالک اور اہل زبان ہم ہیں اور یہ ہم صیغہ متکلم مع الغیر ہے۔ یعنی ہم اور تم اور مجموع شرفا اور شعراے دہلی و لکھنؤ۔ ایسے دس آدمی کا اتفاق سند ہے۔ زیادہ جھگڑا بے فائدہ۔ غالب

بنائیں قدر کی غزلیں جناب غالب نے

تمام جو ہر تیغِ زباں ابھر آئے

”غزل“ کی ”زے“ یہاں ساکن ہے لیکن یہ سکون جائز ہے۔ ”قدم“ ”مفرد“ ”قدموں“ جمع ہے۔ ”کھو رہا ہوں“ متعدی ہے۔ پوربی اس کو لازمی جانتے ہیں۔ لازمی ”کھو گیا ہوں“ ہم کہیں گے ”جائگتے ہیں“ اہل یورپ کہیں گے ”جگتے ہیں“ ”جان و دل“ ”دل و جگر“ یہ صحیح، ”جان و جگر“ ٹھیکسال باہر۔

”فریاد“ مونث ہے۔ ”فریاد کرنی“ چاہیے۔ ”فریاد کرنا“ انگریزی بولی ہے۔ ”فکر“ مؤنث ہے۔ معشوق کو ہم زاد بنانا، ظرفا کو اپنے اوپر ہنسنا ہے۔

لراقمہ

اندیشہ بلند رو لا مکان نور
چوں خواست بام جاہ ترا فردباں نہاد
دیدش ہمان بجا چو سپہرا از فرازِ کوہ
بعد از ہزار پایہ کہ بر فرقداں نہاد

پہلے مصرع میں "اندیشہ" فاعل ہے "خواست" کا، جو مصرع ثانی میں [ہے] "نہاد" بمعنی مصدری ہے۔ دوسرے شعر میں "دید" کا اور "نہاد" کا فاعل وہی "اندیشہ" ہے۔ اب ایک بات سمجھو کہ جب پہاڑ کے پاس سے آسمان کو دیکھو گے تو یہ معلوم ہوگا کہ ہم پہاڑ پر چڑھ جائیں تو آسمان کو چھو لیں، مگر جب چوٹی پر پہنچو گے تو آسمان کو اتنا ہی دور پاؤ گے جتنا زمین سے نظر آتا تھا۔ "فرقدان" ایک صورت ہے یا ایک کوکب ہے آٹھویں آسمان پر۔ ہمارے قیاس میں آیا کہ فرقداں پر سے بام جاہِ ممدوح نظر آوے گا بہت قریب۔ ہم فرقداں پر گئے۔ وہاں بھی قریب نہ پایا۔ فرقداں پر ہزار پائی رکھی۔ اُس پر چڑھ کے دیکھا، تو بامِ ممدوح میں اور اُس مقام میں اتنا ہی بُعد ہے جتنا پہاڑ میں اور آسمان میں۔ یہ مبالغہ حدِ تبلیغ و غلو سے گزر گیا۔

"لگا دیتے ہو" اور "اٹھا دیتے ہو" خطابِ جمع حاضر ہے اور تعظیماً مفرد پر آتا ہے یعنی تم۔ معشوقِ مجازی کو "تم" اور "تو" دونوں طرح یاد کرتے ہیں۔ خدا کو یا "تو" کہتے ہیں یا صیغہ جمع غائب یعنی مینہ جمع غائب کا نظر بہ قرینہ، افادہ قضا و قدر کا رکھتا ہے۔ تمھاری غزل میں دو چار جگہ "دیتے ہو" اس طرح آیا ہے کہ محبوبِ مجازی اُس سے مراد کبھی نہیں ہو سکتا:

لاکے دنیا میں، ہیں زہرِ فنا دیتے ہو

ہاے اس بھول بھلیاں میں دغا دیتے ہو

کہو، کس سے کہتے ہو؟ سوائے قضا و قدر کے کوئی رنڈی، کوئی لونڈا، اس کا مخاطب نہیں ہو سکتا اور علیٰ ہذا القیاس دو ایک شعر اور بھی۔ ناچار صیغہ جمع رکھ دیا تاکہ خوباں اور بُتوں کی طرف ضمیر راجع ہو یا شخصِ واحد کی طرف "آپ" کے لفظ کے ساتھ، یا قضا و قدر کی طرف۔ اب خطابِ معشوقانِ مجازی اور قضا و قدر میں مشترک رہا۔ غالب۔

(س): "بود" اور "باشد" کہ دونوں صیغے مضارع کے ہیں۔ بمعنی "ہست" آتے ہیں یا نہیں آتے؟
(ج): البتہ آتے ہیں۔ غالب

۳: نظم و شعر میں ماضی مطلق کا ماضی استمراری کے معنی پر لکھنا کیسا ہے؟ قدر

(ج): بے جا ہے۔ جب تک علامتِ استمرار نہ ہو، ماضی استمراری کیوں کر لیے جائیں گے؟

(س) : فارسی میں مصدر مقتضب اور غیر مقتضب کی کیا شناخت ہے ؟ قدر

(ج) : خود عربی میں مصدر کی صفت مقتضب نہیں آتی، فارسی میں کہاں سے ہوگی ؟ مقتضب صفت بحر کی ہے، نہ صفت مصدر کی۔ غالب۔

(س) : کس قسم کے مصدر لازمی سے مصدر متعدی بنتا ہے اور کس طور کے مصدر سے نہیں بنتا ہے ؟ قدر

(ج) : جب لازمی کو متعدی کرنا چاہیں تو مضارع میں سے مصدر بنائیں اور اُس میں نقط الف

نون یا الف نون اور تحتانی بڑھائیں مثلاً گشتن "گو گشتان دن" نہ لکھیں گے۔ گردو سے

مصدر بنائیں گے "گردیدن" اور اُس کو "گردان دن" اور گردانیدن "کہیں گے جس مصدر

کے ساتھ مضارع نہ ہوگا، وہ متعدی نہ بنے گا، جیسے برشتن "اور خستن" غالب

(س) : "پناہ" کا ترجمہ لغت اردو میں کیا آیا ہے ؟ قدر۔

(ج) : اردو مرکب ہے فارسی اور ہندی سے سنی "پناہ" کا لفظ مشترک ہے اردو میں اور

فارسی میں۔ پناہ کا ترجمہ اردو میں پوچھنا نادانی ہے، ہاں پناہ کی ہندی آسرا ہے۔ غالب۔

"بر نہ آنا" قیص "نہ بر آنا" ملکسال باہر۔ قافیہ ہائے اصلی الفیہ سینکڑوں ہیں۔ اُن کو چھوڑ

کر نسخہ "اور نامہ" اور افسانہ "ان الفاظ کو قافیہ کرنا تمہارے نزدیک نامناسب نہیں؟ ایسا قافیہ

غزل بھر میں ایک جگہ لکھو۔

غالب

(۱۸)

حضرت !

آپ کے خط کا کاغذ باریک اور ایک طرف سے سراسر سیاہ۔ دوسری طرف اگر کچھ لکھا

جائے تو میری تحریر ایک طرف، تم خود اپنی عبارت کو درست نہ پڑھ سکو گے۔ ناچار جدا کانا ورق

پر سوالات کا جواب لکھتا ہوں۔

"رنگ" بہ وزن "سنگ" ترجمہ "لون" اور لفظ فارسی الاصل ہے۔ جب اس کو اردو میں

منصرف یا بہ قول بعض متصرف کریں گے تو لون کا لفظ موزوم سارہ جائے گا۔

” رنگنا“ بہ وزن ”چندجا“ نہ کہیں گے بلکہ وہ لہجہ اور ہے جیسا کہ اس مصرع میں :
ہم نے کپڑے رنگے ہیں شنگرفی

یہ صحیح اور فصیح ہے :

ہم نے رنگے ہیں کپڑے شنگرفی

یہ اعلانِ نون، گنوا ری بولی اور غیر صحیح اور قبیح ہے۔

”خرام“ کو کون مونث بولے گا، مگر وہ کہ دعوائے فصاحت سے ہاتھ دھولے گا، ”رفقار“
مونث اور خرام“ مذکر ہے۔ ”رفقار“ کی تانیث کو خرام“ کی تانیث کی سند ٹھہرانا قیاس مع الفارق ہے۔
حرف سروری جس کو تختانی بھی کہتے ہیں، موحده سے زائے معجمہ تک انت کی جگہ تختانی
بھی قبول کرتے ہیں۔ مولوی آلِ نبی سہارنپوری اور مولوی امام بخش دہلوی میں اس بات پر جھگڑا
ہوا۔ مولوی امام بخش ”باکو“ بے ”کہنا جائز نہیں رکھتے تھے۔ آخر مولوی آلِ نبی نے ائمہ فنِ کلام
کے کلام سے اُس کا بوز ثابت کر دیا، مگر صرف از روئے تلفظ؛ اور اُس کی اجازت کا کوئی قاعدہ خاص
اس کے واسطے نہیں۔

اردو میں ”طا“ کو ”طوے“ اور ”ظا“ کو ”ظوے“ کہتے ہیں اور باقی حروف کے آخر میں تختانی
بولتے ہیں۔ لسانِ عرب و عجم میں موحده سے زائے معجمہ تک اواخرِ حروف میں الف بھی لاتے ہیں،
اور تختانی بھی ”طا“ ”ظا“ کو ”طا“ ”ظا“ ہی کہیں گے، نہ ”طوے“ نہ ”ظوے“ نہ ”طے“ نہ ”ظے“
علیٰ ہذا القیاس حروفِ باقیہ۔

راقم اسد اللہ خاں

بہبود تو دائم بیک شکم زائد

انوری :

زغایت کرم ابدر کلام تو ”بے“ عیست

زمانہ صوتِ سوال و صدائے آئے را

بہ اعتقاد تو صد حُجست نون مگر ”بے“ را

حضرت !

کیا فرماتے ہو؟ ”ہوا بھی ہو“ ”قضا بھی ہو“ اس ردیف کے ساتھ قافیہ معمولی آ نہیں سکتا۔ ”بتیابی ہو“ ”مہتابی ہو“ کیوں کر درست ہوگا؟ وہاں موحّدہ کے مابعد ہاے ہوز بے یہاں موحّدہ کے آگے ”چاپی“ کہ ہاے فارسی اور یاے حطی ہے، ”چاپی“ اور ”کاپی“ اور ”رپائی“ اور ”پاپی“ یہ قافیہ ہم دگر ہو سکتے ہیں۔ ”چاپی“ لغت انگریزی ہے۔ اس زمانے میں اس اسم کا شعر میں لانا جائز ہے، بلکہ مزادیتا ہے۔ تار بجلی اور دفانی جہاز کے مضامین میں نے اپنے یاروں کو دیے ہیں۔ اوروں نے بھی باندھے ہیں۔ ”رو بکاری“ اور ”طلبی“ اور ”فوجداری“ اور ”رشتہ داری“ خود یہ الفاظ میں نے باندھے ہیں۔ ”چابی“ بہ معنی ”کلید“ شوق سے لکھو، ”چابھی“ ناسخ لکھتا ہے؛ ”میم صاحب“ کے آگے الفاظ بھول گیا ہوں۔ آخر مصرع یہ ہے :

..... مس کے

ناز بے جا اٹھاؤں کس کس کے

الہی بخش خال معروف لکھتے ہیں :

نگین دل سوا کھودے تو گھر نیلام ہو جائے

والسلام

غالب

صاحب ! تم نے مثنوی خوب لکھی ہے کہیں املا میں کہیں انشا میں، جو اغلاط بھتے دور کے اور ہر اصلاح کی حقیقت اس کے تحت میں لکھ دی۔ فکرِ ناسخ مثنوی سے مدت العمر صاف رہوں۔^۲

غالب

(۲۰)

صاحب !

واللہ، سوائے اس خط کے تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ کیسے چار خط تم نے بھیجے؟ کیوں

باتیں بناتے ہو؟ یہاں بھی ٹکٹ پر تحریر کی ممانعت ہے، بہتر یہی ہے کہ طرفین سے خطوط بے رنگ بھیجے جائیں کہ یہ قصہ مٹ جائے۔

برخوردار مرزا عباس کی بدلی کی خبر میں نے پہلے ہی سے سنی ہے مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں گئے۔ اب دریافت ہوا کہ تمہارے ہمسائے میں آئے ہیں۔ اب اُن سے ملیے۔ خدا اُن کو مروت کی توفیق دے۔

مطلع میں نام اپنا لکھنا رسم نہیں ہے۔ میر کا تخلص اور صورت رکھتا ہے۔ "میر جی" اور "میر صاحب" کر کے وہ اپنے کو لکھ جاتا ہے اور اس بدعت کا تتبع نہ چاہیے۔

غالب

(۲۱)

سید صاحب!

تم "قدر" اور نور چشم مرزا عباس قدر دان۔ خاطر جمع رکھو۔ نوکری تمہاری ہو جاوے گی۔ صاحب کی اور راجا کی تعریف کے قصیدے واقعی گلدستے ہیں، مگر مرزا کی مدح کے قصیدے کو گلدستہ نہ کہو۔ یہ تو ایک باغ ہے سرسبز و شاداب، جس میں گلبن ہزار در ہزار، میوہ دار درخت بے شمار، زمین سرسبز، زار، بہت حوض، بہت نہریں، مٹی نظر نہیں آتی۔ سبزہ، یا لہریں۔ فقیر غالب تمہارا خیر خواہ اور تمہارے ممدوح کا دعا گو ہے؟

(۲۲)

حضرت!

فقیر نے شعر کہنے سے توبہ کی ہے۔ اصلاح دینے سے توبہ کی ہے شعر سننا تو ممکن ہی نہیں، بہرا ہوں۔ شعر دیکھنے سے نفرت ہے۔ پچھتر برس کی عمر۔ پندرہ برس کی عمر سے شعر کہتا ہوں۔ ساٹھ برس بکا، نہ مدح کا صلہ ملا۔ نہ غزل کی داد۔ بہ قول انور جی :

اے دریغ! نیست ممدوحے سزاوارِ مدح

اے دریغ! نیست معشوقے سزاوارِ غزل

سب شعرا سے اور احباب سے متوقع ہوں کہ مجھے زمرہ شعرا میں شمار نہ کریں اور اس

فن میں مجھ سے کبھی پرسش نہ ہو۔

اسد اللہ خاں المتخلص بہ غالب والمخاطب بہ نجم الدولہ

خدائش بیا مرزا د^۲

منشی جواہر سنگھ جوہر

(۱)

برخوردار منشی جواہر سنگھ کو بعد دعاے دوام عمر و دولت معلوم ہو۔ خط تمہارا پہنچا۔ خیر و عافیت تمہاری معلوم ہوئی۔ قطعے جو تم کو مطلوب تھے، اُس کے حصول میں جو کوشش ہیرا سنگھ نے کی ہے، میں تم سے کہ نہیں سکتا۔ نرمی کوشش نہیں روپیہ صرف کیا۔ پندرہ روپیہ جو تم نے بھیجے تھے وہ، اور پچیس تیس روپیہ اور صرف کیے۔ پانچ پانچ اور چار چار روپیہ اور دو دو روپیہ کو قطعے مول لیے اور بنوائے خرید میں روپیہ جدا دیے اور بنوانے میں روپیہ جدا لگائے۔ دوڑتا پھرا۔ حکیم صاحب پاس کئی بار جا کر حضور والا کا قطعہ لایا۔ اب دوڑ رہا ہے۔ ولی عہد بہادر کے دستخطی قطعے کے واسطے یقین ہے کہ دو چار دن میں وہ بھی ہاتھ آوے اور بعد اُس قطعے کے آنے کے، وہ سب کو یکجا کر کے تمہارے پاس بھیج دے گا۔ مدد میں بھی اُس کی کر رہا ہوں۔ لیکن اُس نے بڑی مشقت کی۔ آفریں صد آفریں۔ پندرہ روپیہ میں سے ایک روپیہ اپنے صرف میں نہیں لایا اور ماں کو عاجز کر کے اُس سے بہت روپیہ لیے۔ جب سب قطعے تمہارے پاس پہنچیں گے، تب اُس کا حسن خدمت تم پر ظاہر ہو گا۔

کیوں صاحب! وہ ہماری لنگی اب تک کیوں نہیں آئی؟ بہت دن ہوئے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ہفتے میں بھیجوں گا۔ والد دعا۔

۱۸۴۸ء

اسد اللہ

برخوردار!

تمہارے خطوں سے تمہارا پہنچنا اور چھاپے کے قصیدے کا پہنچنا اور ہیرا سنگھ کا ادھر روانہ ہونا معلوم ہوا۔

ہاں لالہ جھج مل اکثر بیمار رہتے ہیں۔ ان دنوں میں خصوصاً اس شدت سے نزلہ چھاتی پر گرا کہ وہ گھبرا گئے اور زیست کی توقع جاتی رہی۔ بارے کچھ فرصت ہو گئی ہے۔ بھائی یا آفتاب سرگودہ ہیں۔ ہیرا کا ان کے پاس رہنا اچھا ہے۔ تم سے جو ہو سکے گا، تم اُس کے مصارف کے واسطے مقرر کر دو گے۔

غزل تمہاری ہم کو پسند آئی۔ اصلاح دے کر بھیج دی گئی۔ اس کا تم خیال رکھا کرو کہ کس لفظ کو کس معنی کے ساتھ پیوند ہے،

چراغِ یاس بجانِ امیدوار افتد

یہاں "افتد" مہمل ہے۔ یاس بدل افتادن "و یاس بجان افتادن" روزمرہ نہیں اور کبھی کئی

"افتد" ایسے ہی ہیں : سیاہ بنجم اگر بر سرم گزار افتد

بسانِ سایہ ہما نیز سو گوار افتد

"سو گوار ہونا" سایے کا بہ اعتبارِ سیاہی رنگ ہے۔ اب یہاں دونوں "افتد" ٹھیک ہیں۔

"گزار افتادن" روزمرہ اور دوسرا "افتد" بمعنی "واقع شود" :

شنیدہ ام بہ جفاے تو مبتلاست عدد

چراغِ شور بہ جانِ امیدوار افتد

"شور افتادن" روزمرہ ہے اور یاس افتادن "غلط :

بہ حیرتم کہ زدوزخ، کسانِ دوزخ را

کجا بر بند چو آہم شرارہ بار افتد

یہاں "افتد" بمعنی واقع شود ٹھیک : نہ بگرم و نہ مسلمان بجیر تم کہ مرا
سوا سے دوزخ و مینو کجا گزار افتد
یہ شعر تمہارا بہت خوب ہے آفریں ! :

قرار در وطن افسردہ میکند دل را
خوشا غریب کہ دور از دیار یار افتد
یہاں بھی افتد صحیح و بامعنی :

نیم رقیب کہ رسوائیم نخل نکند
خوش ست پیشم اگر یار پردہ دار افتد
یہاں بھی "افتد" بمعنی واقع شود :

ترا کہ شیوہ دگرگوں کنی بر غم بہتاں
خوش ست گرز جفا بر وفا قرار افتد
"افتد" یہاں بھی ٹھیک ہے۔ بات اتنی ہی تھی کہ "بود" گد لالفظ تھا۔ "کنی" صاف ہے :
خطِ رنج تو بدل دادہ خطِ آزادی
خوشم کہ در شکن زلف تا بدار افتد
وہ صورت اچھی نہ تھی۔ یہ طرز خوب ہو گئی۔ معنی کا عیار کامل ہو گیا :
چکد ز خامہ جو ہر سخن چناں کہ مگر
بزور موج دراز بحر بر کنار افتد
دولت و اقبال روز افزوں روزی باد۔

از اسد اللہ نگاشتہ شنبہ ہنم اپریل ۱۹۵۳ء

برخوردار کامرگار سعادت و اقبال نشان نشی جواہر سنگھ جوہر کو بلب گرٹھ کی تحصیل داری

مبارک ہو۔ پپلی سے نوح آئے۔ نوح سے بلب گڑھ گئے۔ اب بلب گڑھ سے دتی آؤ گے۔
انشاء اللہ۔

سنو صاحب، حکیم مرزا جان، خلف الصدق حکیم آغا جان صاحب کے، تمہارے علاقہ تحصیلداری میں بھینٹہ طبابت ملازم سرکار انگریزی ہیں۔ ان کے والد ماجد میرے پچاس برس کے دوست ہیں۔ میں ان کو اپنے بھائی کے برابر جانتا ہوں۔ اس صورت میں حکیم مرزا جان میرے بھتیجے اور تمہارے بھائی ہوئے۔ لازم ہے کہ ان سے یک دل یک رنگ رہو اور ان کے مددگار بنے رہو۔ سرکار سے یہ عہدہ بھینٹہ دوام ہے۔ تم کو کوئی نئی بات پیش کرنی نہ ہوگی، صرف اسی امر میں کوشش رہے کہ صورت اچھی بنی رہے۔ سرکار کے خاطر نشان رہے کہ حکیم مرزا جان ہوشیار اور کار گزار آدمی ہے۔

۲ فروری ۱۸۶۲ء

غالب

سید ابو محمد حلیل الدین حسین عروت شاہ فرزند علی صوفی منیری

زبدۂ اولاد حضرت خیر الانام، قبلہ و کعبہ مجموع اہل اسلام، حضرت پیر و مرشد عالی مقام کی خدمت میں فقیر غالب کی بندگی قبول ہو۔ اپنے ابوالا کے بوڑھے غلام کو آپ نے اتنا کیوں شرمایا کہ وہ بے چارہ شرم سے پانی پانی ہوا جاتا ہے۔ کافی تھا اُن اشعار کا نہ کھج دینا اور حک و اصلاح کی اجازت دینی۔

میری مدح آپ کے غلاموں کو موجب ننگ و عار اور میرے آبا و اجداد کو ذریعہ عز و افتخار۔

حکم بجالایا۔ دو ایک جگہ املا کی صورت بدل گئی۔ کہیں مصرعے کی جگہ مصرع لکھا گیا — بے عائدہ تکلف و تملق آپ کا کلام معجز نظام ہے۔ لفظ عمدہ، ترکیب اچھی، مستی بلند، فقیر اپنا حال زار لکھتا ہے۔ اکہتر برس کی عمر، پاؤں سے اپاہج، کانوں سے بہرا۔ دن رات پڑا رہتا ہوں، دو سطرین لکھیں، بدن تھرایا، حرف سوچنے سے رہا۔ قوتیں ساقط، حواس محشل، غذا اقلیل بلکہ اقل :

عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ

مر گئے پر دیکھے دکھلائیں کیا

ایام شباب میں کہ بحر طبع روانی پر تھا۔ جی میں آیا کہ غزوات صاحب ذوالفقار لکھنا

چاہیے۔ حمد و نعت و منقبت و ساقی نامہ و منہی نامہ لکھا گیا۔ داستان طرازی کی توفیق نہ پائی۔
 ناچار اس آٹھ نو سو شعر کو چھپوا لیا۔ اغلاط "برہان قاطع" از روئے انصاف نکالے اور اس کا
 ایک رسالہ مرتب کیا۔ قاطع برہان "اس کا اسم اور درفش کاویانی" اس کا علم۔ ان دونوں
 رسالہ نامطبوع کو ایک پارسل میں اور حضرت کے بھیجے ہوئے اوراق بھی اس پارسل میں اور یہ
 خط جداگانہ ڈاک میں بھجوا دیا اور توقع رکھتا ہوں کہ اس کی رسید روز بروز و دیادوسرے
 دن لکھی جائے۔

۱۸۶۷ء

عزیز الدین

صاحب !

کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ دلی کو ویسا ہی آباد جانتے ہو جیسے آگے تھی ؟
 قاسم جان کی گلی، میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خاں کے پھاٹک تک بے چراغ ہے۔
 ہاں اگر آبادی ہے تو یہ ہے کہ غلام حسین خاں کی حویلی ہسپتال ہے اور ضیاء الدین خاں کے
 کمرے میں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں اور کالے صاحب کے مکانوں میں ایک اور صاحب
 عالی شان انگلستان تشریف رکھتے ہیں۔ ضیاء الدین خاں اور اُن کے بھائی مع قبائل و عشائر
 لوہارو ہیں۔ لال کنوئیں کے محلے میں خاک اُڑتی ہے۔ آدمی کا نام نہیں۔ تمہارے مکان میں جو
 چھوٹی بیگم رہتی تھی اُس کے پاس اور لکھمی کی دکان پر اس اشتہار کو بھیجا۔ بیگم لاہور گئی ہوئی ہے۔
 لکھمی کی دکان میں کتے لوٹتے ہیں۔ مولوی صدر الدین صاحب لاہور ہیں۔ ایزد بخش، تراب علی
 ان لوگوں سے میری ملاقات نہیں۔ میں نے آپ مہر کردی حکیم احسن اللہ خاں اور میاں غلام نجف
 اور بہادر بیگ اور نبی بخش خاں ساکن دریہ، اُن کی مہریں ہو گئیں مجھ پر آپ کے پاس بھیجا ہوں۔
 خط از روئے احتیاط بیرنگ بھیجا ہے۔ پوسٹ پیڈ خط اکثر تلف ہو جاتے ہیں۔ چناں چہ
 قاضی عبد الجلیل صاحب کا خط، جس کا آپ نے ذکر لکھا ہے، آنکھیں پھوٹ جائیں، اگر میں
 نے دیکھا ہو، آپ اُن سے میرا سلام نیا ز کہیئے اور خط کے نہ پہنچنے کی خبر اُن کو پہنچائیے۔

غالب

۱۸۵۸ء

ولایت علی خاں ولایت و عزیز فی پوی

(۱)

خان صاحب عنایت مظہر - سلامت -

آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ اوراق ”پنج رقعہ“ نظر فرور ہوئے۔ خوشامد فقیر کا شیوہ نہیں۔ نگارش تمھاری پہنچ رقعہ سابق کی تحریر سے لفظاً و معنأً بڑھ کر ہے۔ اس میں یہ معنی نازک اور الفاظ آبدار کہاں؟ مگر ایک امر سے میں تمھیں آگاہ کرتا ہوں کہ یہ شرط پوری کی نہیں ہے۔ ارادت خاں متخلص بہ واضح عالم گیری سرداروں میں سے ایک شخص تھا۔ ”مینا بازار“ اور ”پنج رقعہ“ اُسی کی فکر کا نتیجہ ہے۔ توانی کسرات کی طرز ایجاد کی ہوئی اُسی کی ہے۔ موجد کے مقلد بہتر نہ کہو۔ یعنی تم نے خوب لکھا ہے :

نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول

جہاں آپ نے فقیر کا مطلع لکھا ہے وہاں آپ بہ عرف میرے معرفت ہوئے ہیں۔ متوقع ہوں کہ یا میرا شعر نکال ڈالو یا عرف کی جگہ تخلص لکھ دو۔

نجات کا طالب غائب

(۲)

سخن شناس نہ مشفقاً ، خطا میں جاست۔ یہ جملہ کہ میرا شعر نکال ڈالو یا عرف کی جگہ

تخلص لکھ دو۔ موجبِ ملامتِ خاطر کیوں ہوا؟ اور اس سے یہ مفہوم کیوں کر پیدا ہوا کہ میں تمہارے کلام کو اصلاح نہیں دوں گا۔ تم ہی غور کرو کہ شعر کو علاقہ تخلص سے ہے یا نام سے..... عرف سے۔ میں نے تو اصلاح دی، تم نے بُرا مانا۔ ذہن تمہارا معوج ہے۔ اکثر کجی کی طرف جاتا ہے۔ تمہاری اس نثر میں حکمت و اصلاح کی گنجائش نہیں۔ بیچ رقعہ سابق سے لفظاً و معنیاً تمہاری عبارت بہتر ہے۔ اس قول کو باور نہ کرو گے تو منشا اس کا وہی اعوجاجِ طبع ہوگا مع سوء ظنون۔

نجات کا طالب غالب

مفتی محمد عباس

قبلہ!

حضرت کا نوازش نامہ آیا۔ میں نے اُس کو حزنِ بازو بنایا۔ آپ کی تحسین میرے واسطے
 سرمایہ عز و افتخار ہے۔ فقیر امیدوار ہے کہ یہ دفتر بے معنی نہ سرسری بلکہ مرامِ دیکھا جائے
 نہ پیشِ نظر دھرار ہے بلکہ اکثر دیکھا جاوے۔ میں نے جو نسخہ وہاں بھجوا یا ہے گویا کسوٹی پر سونا
 چڑھایا ہے۔ نہ ہٹ دھرم ہوں نہ مجھے اپنی بات کی پچ ہے۔ دیباچے و خاتمے میں جو کچھ لکھ
 آیا ہوں سب سچ ہے۔ کلام کی حقیقت کی داد جدا چاہتا ہوں۔ طرزِ عبارت کی داد جدا
 چاہتا ہوں۔ نگارشِ لطافت سے خالی نہ ہوگی، گزارشِ ظرافت سے خالی نہ
 ہوگی۔ علم و ہنر سے عاری ہوں لیکن پچپن برس سے محو سخن گزاری ہوں۔ مبداءِ فیاض کا بچہ پر
 احسانِ عظیم ہے۔ ماخذِ میرِ اصیح اور طبعِ میرِ سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک مناسبتِ ازلی
 سرمدی لایا ہوں۔ مطابقِ اہلِ پارس کے منطق کا بھی مزہ ابدی لایا ہوں۔ مناسبتِ خدا داد
 تربیتِ استاد سے حسن و قبحِ ترکیب پچھاننے لگا۔ فارسی کے غوامض جاننے لگا۔ بعد اپنی
 تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قاطعِ برہان کا لکھنا کیا ہے، گویا باسی کر ڈھی
 میں اُبال آیا۔ لکھنا کیا تھا کہ سہامِ ملامت کا ہدف ہوا۔ ہے، یہ تنک مایہ معارض
 اکابرِ سلف ہوا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قاطعِ برہان کی ترکیب غلط ہے۔ عرض کرتا
 ہوں کہ حضرت برہانِ قاطع و قاطعِ برہان ایک نمط ہے۔ برہانِ قاطع نے کیا لٹھا، بیٹھو،

نہیں سکھ قطع کیا ہے جو آپ نے اس کو قاطع لقب دیا ہے۔ برہان جب تک غیر کی کسی برہان کو قطع نہ کرے گی کیوں کر برہان قاطع نام پائے گی۔ ”برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریر کیجے گا وہ ”قاطع برہان“ کی صحت کے ثبوت کے کام آئے گی۔

قطبہ تاریخ کا کیا کہنا گویا یہ کتاب معشوق اور یہ قطعہ اُس کا کہنا ہے۔ جناب نواب صاحب کا نیاز مند اور بندہ فرماں بردار ہوں۔ بعد عرض سلام شعر کے پسند آنے کا شکر گزار ہوں۔ آپ کے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کی جائے وہ حق ہے لیکن میرے شعر کی تعریف صرف خریداری دکان بے رونق ہے۔ انصاف کا طالب^(۹)

غالب

شنبہ ۱۹ صفر المظفر ۱۲۷۹ھ^(۱۰)

۱۶ اگست ۱۸۶۲ء^(۱۱)

مرزا امیرالدین احمد خاں المدعو بنسرخ مرزا

(۱)

اے مردم چشم جہاں بین غالب !

پہلے القاب کے معنی سمجھ لو، یعنی چشم جہاں بین " غالب کی پتلی چشم جہاں میں تمہارا باپ مرزا امیرالدین خاں بہادر اور پتلی تم۔ آج میں نے تمہارا خط دیکھا۔ مجھ کو بہت پسند آیا۔ استادِ کمال نہ ہونے کے باوصف تم نے یہ کمال حاصل کیا۔ آفریں صد آفریں ! میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے کہ وہ رب العالمین ہے یہ دعا مانگتا ہوں کہ وہ تم کو زیادہ نہیں تو تمہارے باپ کے برابر علم و فضل اور تمہارے پر دادا حضرت نذیر الدولہ نواب احمد بخش خاں بہادر حجت آرام گاہ کے برابر جاہ و جلال عنایت کرے۔

میاں تمہارے دادا نواب امین الدین خاں بہادر ہیں۔ میں تو تمہارا دلدادہ ہوں خبردار ہر جمعے کو اپنی صورت مجھے دکھایا کرو۔ والد دعا۔

دیدار کا طالب غالب

مولوی نعمان احمد

(1)

This way up.



مہم ہوا پر گئے یہوئے ضلع سینا پور پنہار حضرت فلک رفت
 لکھنؤم مکرم و معظّم جناب نعتان لکھنؤ صاحب تعلقہ دار زاد مجدّد
 قاری کاظم غازی لکھنؤ صاحب تعلقہ دار زاد مجدّد

سچ ارشاد کریں کہ بعض اشخاص جو اس روش پر چلتے ہیں۔ باآں کہ خوش رفتار نہیں لیکن مجھ کو بُرا جانتے ہیں اور بُرا کہتے ہیں۔ یہ حق ناشناسی اور نا انصافی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب ضرور لیجئے۔

”محق قاطع برہان“ جو قاطع برہان میں کہیں کہیں سہو طبعی واقع تھا، ناچار اُس کی ترمیم و تکمیل کے واسطے اُسی نسخے میں کچھ بڑھایا، اور ایک دریا پیہ اور لکھا اور اُس رسالے کا ”درفش کاویانی“ نام رکھا کل یکشنبہ ہے۔ پارسل ڈاک میں روانہ نہیں ہو سکتا۔ پرسوں دو شنبے کو بھیجوں گا۔ اس کے سوا وہ پرسش جس کا خط میں وعدہ ہے، اُس کا منتظر اور جلد پہنچنے کا آرزو مند ہوں۔

اب کے خط کے عنوان پر جو خیال میں آئے گا وہ لکھوں گا اور معذوریوں کا۔ آیتہ ”خانی“، ”نوابی“ یا جو اور الفاظ اسم مبارک کے ساتھ معمول ہوں، اُن پر اطلاع پاؤں۔

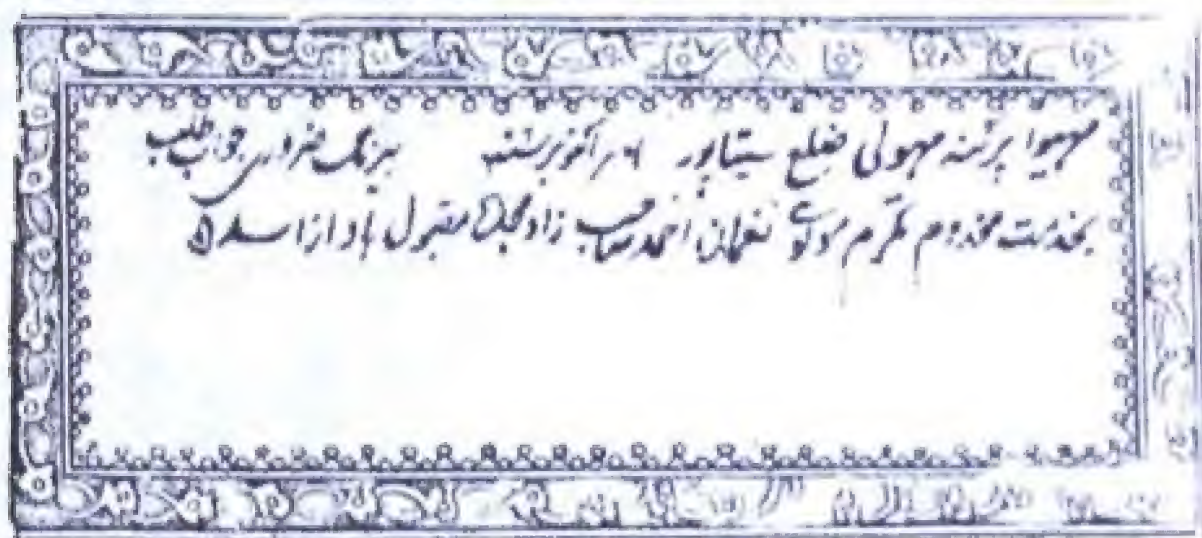
شنبہ ۵ ستمبر ۱۸۶۶ء
اسد اللہ

لفافے پر پتا

مقام ہیوا۔ پرگنہ مہولی۔ ضلع سیتاپور پہنچ کر حضرت فلک رفعت مخدوم و مکرم و منظم جناب نعمان احمد صاحب تعلقہ دار زاد مجددہ کی خدمت میں مقبول ہو۔

جواب کا طالب غالب

پریڈ ضروری ۵ ستمبر ۱۸۶۶ء



مولینا و با افضل اولینا !

فقر میں جہاں اور عیب ہیں، ایک یہ بھی عیب ہے کہ جھوٹ نہیں بولتا۔ حکام سے یہ سبب ریاست خاندانی کے علاقے کے اکثر ملاقات رہتی ہے اور معاملات بھی آپڑتے ہیں۔ کبھی خوشا کسی کی نہیں کی۔ بھلا حضرت سے جھوٹ کیوں بولتا اور آپ کی خوشامد کیوں کرتا؟ ایسا عاصی بھی نہیں کہ واللہ باللہ کو تکیہ کلام جانتا ہوں۔ موصدہ کو اور "واو" کو قسمیہ جان کر از روے قسم لکھتا تھا اور اب بھی از روے قسم کہتا ہوں کہ نثر کے اس شیوہ خاص میں اور مدعیوں سے آپ بہتر ہیں۔ آپ کو اپنا ہم فن اور اپنا ہم زبان سمجھ کر اپنا درد دل آپ کے سامنے کہا تھا۔ آپ نے غم خواری نہ کی بلکہ اور اٹھا آپ مجھ سے ملول ہوئے۔ خیر یہ بھی میرے بخت کی برکت تھی کہ حضرت کے ذہن نے میرے خلاف مقصود کی جہت انتقال کیا۔ ۵

برسوں سے خطوط فارسی میں لکھنے چھوڑ دیے۔ اب شاہزادہ بشیر الدین بہادر عبیدہ، ٹیپو سلطان مقفور کے سوا کسی کو فارسی خط نہیں لکھتا۔ اور یہ موافق اُن کے حکم کے ہے اور

وہ مطاع ہیں اور میں مطیع۔ بہتر برس کی عمر جو اس مسلوب، قویٰ، مفصل، بصارت میں ضعف، ہاتھ میں رعشہ، نسیان مستولی۔ اے لو، آپ کا خط آیا، پڑھا، جواب اور وقت پر حوالے کر کے خط مع سرنامہ رکھ چھوڑا۔ آج جو جواب لکھنے بیٹھا، خط نہیں ملتا، نہ یکس میں، نہ کتابوں میں، نہ طاق میں، حیران کہ اب کیا کروں۔ بارے، جو کچھ یاد آگیا اس کا جواب لکھا۔

”قرآن“ کے باب میں عرض یہ ہے کہ زہرہ و شہری کا ایک برج اور درجہ و دقیقہ میں برابر ہونا ”قرآن السعدین“ ہے اور ”قرآنات جزئیہ“ میں سے ہے اور اکثر واقع ہوتا ہے اور یہ ”قرآن“ جب سلطنت موعود نہیں۔ اگر کسی بادشاہ کے ہنگام ولادت یہ ”قرآن“ آپڑا ہوگا۔ بشرط آنکہ برج طالع میں یا ”اوتاد شمش“ یا ”مائل اوتاد“ میں واقع ہو کہ نظر اس کی طالع موعود پر ہو تو وہ افادہ صحت و عیش و عشرت کرتا ہے اور بس وہ قرانات اور ہیں، جو موجب تغیر اوضاع عالم و انتقال سلطنت ہوتے ہیں۔ از آں جملہ ایک یہ ”قرآن“ تھا کہ زحل و مریخ لرطان میں فراہم ہوئے تھے۔ سراسر ہندوستان کی خاک اڑادی۔ قصہ مختصر، جو بادشاہ ”صاحب قرآن“ کہلاتا ہے۔ بہ اعتبار افراط جاہ و جلال و قوت حال کہلاتا ہے۔ طالع ولادت میں ”قرآن السعدین“ واقع ہونا ضرور نہیں۔ ”صاحب قرآن“ مراد شاہنشاہ ہے۔ سو بھی صرف سلاطین و قریب میں و شخص ”صاحب قرآن“ کہلاتے ہیں۔ امیر تھر اور شاہ جہاں۔ تہن کلام اساتذہ سے معلوم ہوگا کہ خاقانی نے اپنے کو ”صاحب قرآن“ لکھا ہے، اسی طرح فقیر نے بھی لکھا ہے :

سزد گر نویسند صاحب تیرانم

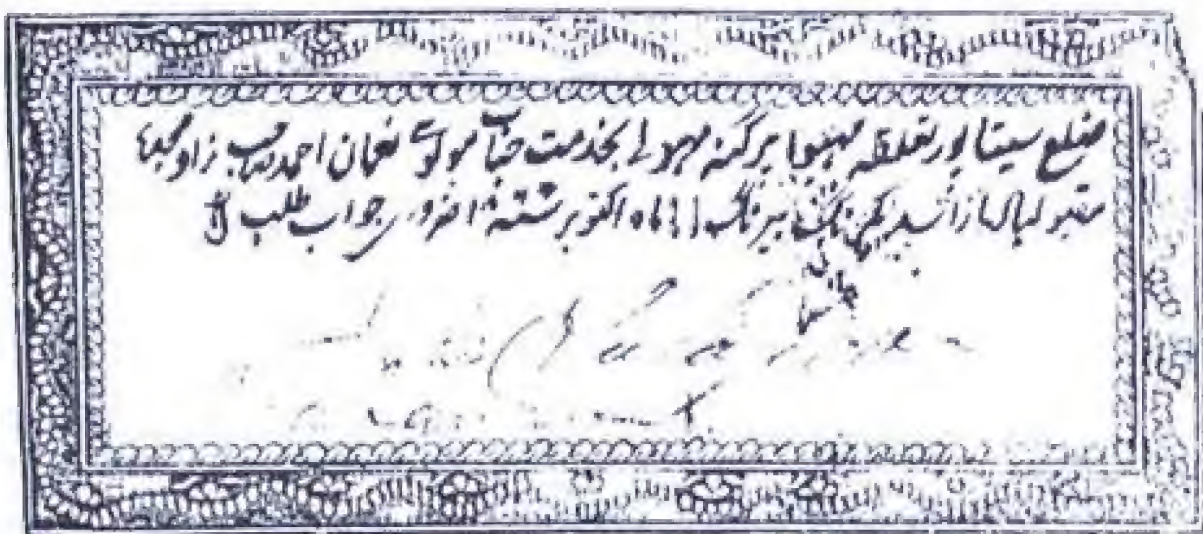
اور بیان مدت توقیع نویسی علت نہیں ہے صاحب قرآن کہلانے کی۔ فقط۔

اسد اللہ

شعبہ ششم اکتوبر ۱۸۶۶ء

مہر: غالب ۱۲۷۸ھ

از روئے احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں۔



حضرت ابوبکرؓ کا حال پر متوجہ پا کر اور مایل تحقیق جان کر کل پتہ
 میں نے سبیل پارس روانہ کئی مہینے ایک دفعہ ہریان مصنف
 اس کے مکتوب خف علی مجمع البحرین علم فارس و عرب سبب تالیف
 ایک شخص مکتوب فحول نے اپنی شہرت کے واسطے قاطع برائے کتاب
 کے رو میں ایک کتاب لکھ محقق قاطع بران او سکات نام رکھا عبارت مہل
 مقصد لوح مکتوب خف علی نے مصنفانہ اس کے رو میں ایک رسالہ لکھا
 مکتوب دفع ہریان فارس قدیم کا طرز پر دوسرا رسالہ سوانح عبد
 الشہر کا بعلم ساکن دہلی اس شخص کے خانہ پر ہفتا ہی حکم میں
 نے سراسر اسود شمار کیا ہی جو تھا لطائف غیبیہ رسالہ زبیر
 میرے اسکا حال اس کے مشاہدہ سے کہلیگا متوقع ہوتا ہے اس بار
 کا رسید ضرور لکھنیگا اور پارس سے کئی دن پہلی ایک خط بھیجانی ہے
 جواب کا بھی طلبگار ہوتا ہے اللہ بیدنگاہ ۱۹ اکتوبر ۱۳۵۶

آپ کو اپنے حال پر متوجہ پا کر اور مائل تحقیق جان کر کل چار سو آدمی نے بہ سبیل پارسل روانہ کیے ہیں۔

ایک "دافع ہدیان" مصنف اُس کے مولوی نجف علی: مجمع البحرین، علم فارسی و عربی، سبب تالیف یہ کہ ایک شخص عامی فضول نے اپنی شہرت کے واسطے "قاطع برہان" کے مطالب کے رد میں ایک کتاب لکھی "محرق قاطع برہان" اُس کا نام رکھا۔ عبارت مہمل، مقاصد پوچ، مولوی نجف علی نے منصفانہ اُس کے رد میں ایک رسالہ لکھا، موسوم بہ "دافع ہدیان" فارسی قدیم کی طرز پر۔ دوسرا رسالہ، "سوالات عبدالکریم" یہ شخص طالب علم ساکن دہلی۔ اس نسخے کے خاتمے پر استفتا ہے، جس کو میں نے تمیر اسواد شمار کیا ہے۔

چوتھا "لطائف غیبی" یہ رسالہ زبان اردو میں ہے۔ اس کا حال اس کے مشاہدے سے کھلے گا۔ متوقع ہوں کہ اس پارسل کی رسید ضرور دیکھے گا اور پارسل سے کئی دن پہلے ایک خط بھیجا ہے اُس کے جواب کا بھی طلب کار ہوں۔

نظر بہ احتیاط یہ خط بیرنگ بھیجا ہے، قصور معاف!۔

اسد اللہ بے دستگاہ

۱۹ اکتوبر ۱۸۶۶ء



فصل سیم در بیان برکتی که در مقام حبس و احوال خدمت مولای حبیب جمیل صواب
عظیم گمانی مولای نفعان محمد خان بیاد در مملکت داره او مجتهد معقول با دلسر
بر بگ ۱۷ و سرشته ۱۸

1880

قبلہ آج خیال آیا ہمارے مرقومہ ۳۱ اکتوبر کے بعد کوئی خط میرے
حضرت کا نہیں آیا اوسین میں بھیجے ہوئے کتابوں کی رسید اور
آپکا عازم کبریاں ہونا مستحب تھا ابراہیم کا شکامہ تمام ہوا
غالب ہے کہ آپ بھی اپنی دارالترتیب کو پہنچ گئی ہونگی عجب
ہے کہ وہاں پر بھی لکھا کہ الحمد للہ اقبالستان عالم
رومان پر ہمارے بیان کے فوید صحت اور مکتوب حضرت
معلوم ہوئے ہیں فیکر کے ذریعہ بار بار اوندکو پہنچا.....
حکم خط برہنگ بھیجا ہوں مگر طریق احوال یہ ہے
اکہی خطوط بھی برہنگ روانہ ہو کر ہیں کہ فی الجملہ اس میں
ثلث ہونیکا اندیشہ کم ہی ہے جاغنا ہوں کہ آپ شعر کہنی ہوگا
اگر امکان ہے ہی تو جیسے نثر سے متعلق ہوا ہوں نظم سے بھی
بہرے اندوز ہوں ہمارے غالب ادب فقیر مت جو طلب
در مشنہ ۱۰ اردو سہ ماہی

آج خیال آیا کہ نامہ مرقومہ اکتیس اکتوبر کے بعد کوئی خط میرے حضرت کا نہیں آیا۔ اُس میں میری بھیجی ہوئی کتابوں کی رسید اور آپ کا عازم اکبر آباد ہونا مندرج تھا۔ اکبر آباد کا ہنگامہ تمام ہوا۔ غالب ہے کہ آپ بھی اپنے دارالریاست کو پہنچ گئے ہوں گے۔ عجب ہے کہ وہاں پہنچ کر بھی آپ نے یاد نہ کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الْحَمْدُ کہ اقبال نشان، عالی دودمان مولوی سلمان احمد خاں کی نویدِ صحت از روے مکتوب حضرت معلوم ہو گئی ہے فقیر کی دعاے بے ریا اُن کو پہنچے۔ میں حسبِ الحکم خط بیرنگ بھیجتا ہوں، مگر طریقِ احتویہ ہے کہ آپ کے خطوط بھی بیرنگ روانہ ہو کریں کہ فی الجملہ اس میں تلف ہونے کا اندیشہ کم ہے۔

جانتا ہوں کہ آپ شعر کہتے ہوں گے۔ اگر میرا گمانِ سچ ہے تو جیسا کہ شرے ممتنع ہوا ہوں، نظم سے بھی بہرہ اندوز ہوں۔

دوشنبہ ۱۷ دسمبر ۱۸۶۶ء

نامہ غالب بے ادب

تقصیر معاف، جواب طلب

بنام نامعلوم

جناب عالی!

نامہ ووداد پیام عزّ صدور لایا حضرت کو اب تو یقین آیا کہ بغیر توسط کے بھی ڈاک کے
ہر کارے مکنام کا نام جانتے ہیں۔

اس بقعہ معمور سر اسر سرور میں غالب مغموم بہت سرور ہے اور کیوں نہ ہو، فیر کی
تقدرو منزلت کیا اہالی شہر اور کیا والی شہر ہر دو جانب سے، ارزش سے بڑھ کر ہے۔

ارمغاں کی فرمائش سر آنکھوں پر مگر یہاں کا ارمغاں اہل شہر کی کشش سیرت و صورت
اور روشِ خلوص و مروت ہے۔ یا نواب عالی جناب معالی القاب کا دیدار پر انوار اور گل افشانی
کفّار ہے۔ شہر کا حال یہ کہ ذوقِ شعر گوئی و شعر فہمی کا جو پایہ میں نے یہاں پایا، جمع اہل ہند
کو بھی میسر نہ آیا۔ رام پور کہاں ہے، اس باب میں روکش شیراز و اصفہان ہے۔ ہر شخص شعر کا
فریفتہ، شعر ہر شخص پر فریفتہ۔

شہر یار کا حال یہ کہ سچ عرض کرتا ہوں۔ نواب^(۱) صاحب کو پروردگار نے جیسا حسن و
تناسب اعضا و اندام دیا ہے، ویسا ہی حسنِ تخیل و اعجازِ کلام دیا ہے۔ چند روز ہوئے بیاض
مردف کے اوراق برائے اصلاحِ مرجعت فرمائے، لیکن اس سحرِ حلال کو کوئی کیا ہاتھ لگائے۔
خدا کی قسم مجھے اس شخص کے حسنِ صورت پر رشک آتا اگر اپنے تئیں اس کا ہم عصر پاتا۔ بھلا

شیریں کلامی پر نہ کیوں رشک آئے۔ دعا گو کہتا ہے کہ خدا سے نظر بد سے بچائے۔ میں نے تو حضور سے صاف صاف عرض کر دیا کہ ان اشعار کے پردے میں ولی نعمت نے معافی کی پر لیا کو بند کیا ہے۔ فقیر نے حسب ارشاد خداوند نقطہ ہائے اصلاحی کو ان کی دفعِ نظر بد کے لیے دانہ ہائے سپند کیا ہے۔ سن کے گلے سے لگا لیا اور فرمانے لگے کہ مرزا صاحب آپ کے نقوشِ متمدن پر قدم رکھنے کی بے ادبی ہوئی ہے تو معاف فرمائیے۔ مگر اس میں ہماری عقیدت کو دخل ہے! اس جسارت پر ہنسی نہ اڑائیے۔ عرض ہواحقا کہ میرے معروضات میں مبالغے کا شائبہ بھی نہیں اور سنو، تعجب کرو گے کہ فرزندِ دل بند بھی، نواب صاحب کو اخلاق پسندیدہ و اوصاف حمیدہ کا مالک ملا ہے۔ خوش گفتار صاحبِ کردار، غرض کئی دن سے یہی اوراقِ غزلیات پڑھ رہا ہوں، کہیں کہیں غلطی اُملا ہے اور بس، اغلاط کو بناتا اور کاتبِ ناہنجار کو یہ زبانِ قلم بتاتا چلتا ہوں۔ واسطے تمہارے دو غزلیں ارمنیاں بھیجتا ہوں۔ انصاف سے کام لو۔ کہاں قلم لگاؤں صد کی اور بات، کیا یہی کہے جاؤ گے تو نے خواہ نخواہ نواب مصطفیٰ خاں سے بڑھا دیا۔

والسلام مع الاکرام

لکاشۃ صبح، پنجشنبہ، نهم فروری سال حال ۱۲۸۶ھ (۱)

جواب کا طالب غالب

غزلیات

میں نے کہا کہ دعویٰ الفت مگر غلط
کہنے لگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط
تاشیرِ آہ و زاریِ شہائے تار، جھوٹ
آوازہ قبولِ دعاے سحر غلط
سوزِ جگر سے ہونٹ پہ تیغِ لہ افتر
شورِ فناں سے جنبشِ دیوار و در غلط
ہاں سینے سے نمائشِ داغِ دروں، دروغ
ہاں آنکھ سے تراوشِ خونِ جگر غلط

یوس وکنار کے لیے یہ سب فریب ہیں
 اظہارِ پاک بازی و ذوقِ نظر غلط
 لو صاحبِ آفتاب کہاں اور ہم کہاں
 عاقل نہیں ہم اس کو نہ سمجھیں اگر غلط
 مٹھی میں کیا دھری تھی کہ چپکے سے سوپ دی
 جانِ عزیز پیش کشِ نامہ بر غلط
 پوچھو تو کوئی مر کے بھی کرتا ہے کچھ کلام
 کہتے ہو جان دی ہے سر رہ گزر غلط
 ہم پوچھتے پھریں کہ جنازہ کدھر گیا
 مرنے کی اپنے روز اڑانی خبر غلط
 آیت نہیں، حدیث نہیں، جس کو مانے
 ہے نظم و نثر اہل سخن سر بسر غلط
 یہ کچھ سنا جواب میں ناظم، ستم کیا
 کیوں یہ کہا کہ دعویٰ الفت مگر غلط
 دیگر

مٹی نہ وصل میں بھی کلفتِ زمانِ فراق
 تمام رات کہی ہم نے داستانِ فراق
 جہاں میں کیا نہیں ہوتی خزاں کے بعد بہار
 بہارِ وصل نہ کیوں ہو پس از خزانِ فراق
 خوشا حبیب و ادا ہاے داستانِ حبیب
 بدافراق و الم ہاے داستانِ فراق

مولوی عبدالغفور خاں نساخ

(۱)

جناب مولوی صاحب قبلہ !

یہ درویش گوشہ نشین، جو موسوم بہ اسد اللہ اور متخلص بہ غالب ہے مکرر مرتبہ حال کا شاکر اور آئندہ افزائش غایت کا طالب ہے۔ دفتر بے مثال کو عطیہ کبریٰ اور موہبت عظمیٰ سمجھ کر یاد آوری کا احسان مانا۔ پہلے اس قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ حضرت نے اس پیچمیز، چمچدان کو قابل خطاب اور لائق عطاۃ کتاب جانا۔

میں دروغ گو نہیں، خوشامد میری غو نہیں۔ دیوان فیض عثمان اسم با مسمیٰ ہے۔ دفتر بے مثال اس کا نام بجا ہے۔ الفاظ متین، معانی بلند، مضمون عمدہ، بندش دل پسند، ہم فقیر لوگ اسلحہ کلمہ الحق میں بے باک و گستاخ ہیں۔ شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے۔ آپ اُن سے بڑھ کر بے صیغہ مبالغہ، بے مبالغہ نساخ ہیں۔ تم داتا سے رموز اردو زبان ہو، سرمایہ نازش قلم و ہندستان ہو۔

خاکسار نے ابتدائے سن تمیز میں اردو زبان میں سخن سرائی کی ہے۔ پھر اوسط عمر میں بادشاہِ دہلی کا نوکر ہو کر چند روز اور اُسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے۔ نظم و نثر فارسی کا عاشق اور مائل ہوں۔ ہندستان میں رہتا ہوں مگر تیغِ اصفہانی کا گھائل ہوں۔ جہاں تک زوہل سکافارسی زبان میں بہت کچھ بکا، اب نہ فارسی کی فکر نہ اردو کا ذکر نہ دنیا میں توقع نہ عقیقی کی امید۔ میں ہوں اور

اندوہ ناکامی جاوید، جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیہ میں کہتا ہوں :

چشم کشودہ اند بہ کردار ہائے من

ز ایندہ ناامیدم و ز رفتہ شرمسار

ایک کم ستر برس دنیا میں رہا، اب اور کہاں تک رہوں گا؟ ایک اردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا، ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا، تین رسالے شکر کے، یہ پانچ نسخے مرتب ہو گئے۔ اب اور کیا کہوں گا؟ مدح کا صلہ نہ ملا، غزل کی داد نہ پائی۔ ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی۔ بہ قول طالب آملی علیہ الرحمۃ :

لب از گفتن چناں بستم کہ گوئی

دہن بر چہرہ زخمی بود، بہ شد

سچ تو یوں ہے کہ قوتِ ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا۔ طبیعت میں وہ مزہ، سر میں وہ شور نہ رہا۔ پچاس پچپن برس کی مشق کا ملکہ کچھ باقی رہ گیا ہے۔ اس سبب سے فنِ کلام میں گفتگو کر لیتا ہوں۔ جو اس کا بھی بقیہ اسی قدر ہے کہ معرضِ گفتار میں مطابق سوال، جواب دیتا ہوں۔ روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھیے وہاں کیا پیش آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ کیوں کر بخشا جاتا ہے۔

حضرت سے یہ التماس ہے کہ آپ جو اہد اکے بادی اور مجھ کو ارسالِ نامے کی سبیل کے ہادی ہوئے ہیں، جب تک میں جیتا ہوں، نامہ و پیام سے شاد اور بعد میرے مرنے کے دعاے مغفرت سے یاد فرماتے رہیے گا۔ والسلام بالوقت الاحترام۔

مولوی کرامت علی

فقیر اسد اللہ جناب مخدومی مولوی کرامت علی صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کی تحریر کے دیکھنے سے یاد آیا کہ آپ میرے ہاں آئے ہیں اور میں نے آپ کی ملاقات سے حظ اٹھایا ہے۔ جس معنی اشعار کی یہ صورت ہے کہ ہندی کے شعر میرے نہیں۔ شعراے لکھنؤ میں سے کسی کے ہیں بلکہ اغلب ہے کہ ناسخ کے ہوں۔ اشعار فارسی البتہ میرے ہیں۔

خواست گزما رنج و تقریب رنجیدن نداشت

جرم غیر از دوست پرسیدیم و پرسیدن نداشت

”داشتن“ بمعنی ”رکھنے“ کے ہے۔ ”لیکن اس زبان بمعنی ”بایستن“ بھی استعمال کرتے ہیں۔
قلہوری،

گر اسیر زلف و کاکل گفتہ باشم خویش را

گفتہ باشم این قدر بر خویش پیچیدن نداشت

میرے شعر میں پہلے مصرع کا ”داشت“ بمعنی ”رکھنے“ کے اور دوسرے مصرع کا ”داشت“ بمعنی ”بایست“ ہے۔ مفہوم شعریہ ہے کہ دوست ایسا حیلہ ڈھونڈتا تھا کہ اس کے ذریعہ سے مجھ پر خفا ہو۔ چاہتا تھا کہ آزدہ ہو مگر سبب نہیں پاتا تھا۔ قصداً کچھ دنوں کے بعد رقیب سے مشوق کو ملال ہوا۔ میری جو شامت آئی، میں نے دوست سے پوچھا کہ رقیب نے کیا گناہ

کیا جو راندہ درگاہ ہوا، مشوق اسی گستاخی کو بہانہ عتاب ٹھہرا کر آزدہ ہو گیا۔ اب شاعر افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے "ہاے پرسیدن نداشت" یعنی "پوچھنا نہ چاہیے تھا؛

دیر خواندی سوئے خویش و زود فہمیدم دریغ

پیش ازیں پایم ز گردِ راہ پیچیدن نداشت

عاشق ایک عمر تک منتظر رہا کہ یار مجھ کو بلاوے مگر اس عیار نے نہ بلایا۔ رفتہ رفتہ میں غم سے ایسا زار و ناتواں ہو گیا کہ طاقت رفتار نہ رہی اور گردِ راہ سے میرے پاؤں اُبلنے لگے۔ جب اس نے یہ جانا کہ اب نہ آسکے گا تب بلایا۔ عاشق کہتا ہے کہ تو نے میرے بلانے میں دیر کی اور میں اس کی وجہ جلد سمجھ گیا کہ تو نے میرے بلانے میں اس واسطے دیر کی کہ اس سے پہلے میں ایسا ضعیف نہ تھا کہ تو بلائے اور میں نہ آؤں۔ "دریغ" کو یہ نہ سمجھا جائے کہ "زود فہمیدن" پر ہے یا پہلے سے بیمار نہ ہونے پر ہے۔ دریغ ہے دوست کی بے وفائی اور بے سبب آزار دینے اور اپنی عمر کے تلف ہونے پر :

من بوفامردم و رقیب بدرزد

ینمہ لبش انگبین و ینمہ تبرزد

"انگبین" شہد کو کہتے ہیں اور "تبرزد" مصری کو کہتے ہیں۔ ان معنوں میں کہ یہ مانند قند اور بتاشوں کے جلد ٹوٹنے والی نہیں، جب تک اس کو تبر سے نہ توڑو، مدد حاصل نہیں ہوتا۔ "بدرزدن" اگرچہ لغوی معنی اس کے ہیں۔ "باہر مارنا" یعنی "بدر" "باہر" اور "زدن" "مارنا" لیکن روزمرہ میں اس کا ترجمہ ہے "نکل جانا" اب جب یہ معلوم ہو گیا تو یوں سمجھیے کہ مشوق کے ہونٹوں کو میٹھا کہتے ہیں اور قند اور مصری اور شہد سے نسبت دیتے ہیں اور البتہ مکھی مٹھاس کی عاشق ہے۔ پس جو مکھی کہ مصری پر مٹھی، وہ جب چاہے تب بے تکلف اڑ جائے اور جو مکھی کہ شہد پر بیٹھیگی، جب وہ اڑنے کا قصد کرے گی پروبال اس کے شہد میں پلٹ جائیں گے اور وہ مکر رہ جائے گی۔ پس اب یہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے ہونٹ شہد پر ہی میں میرے واسطے

شہد ہو گئے اور رقیب کے واسطے مصری یعنی وہ چاٹ کر، لطف اٹھا کر، صبح و سالم چلا گیا اور
میں پھنس کر وہیں مکر رہ گیا۔

در نمکش بین و اعمتاد نفوذش
گر بہ مے انگند، ہم بہ زخم جگر زد

”زدن“ لازمی بھی ہے اور متعدی بھی۔ لازمی کے معنی ہندی میں ”لگ جانا“ اور متعدی کے معنی
”مارنا“ یہاں ”زد“ لازمی ہے۔ اب یہ سمجھا چاہیے کہ نمک شراب کو بگاڑتا ہے یعنی اگر شراب میں نون
ڈال کر ایک آدھ دن دھوپ میں رکھیں تو اس میں نشہ جاتا رہتا ہے اور وہ سرکہ ہو جاتا ہے اور
زخم پر اگر نمک ڈالیں تو وہ کٹاؤ کرتا ہے اور زخم کو بڑھاتا ہے مقصود شاعر کا یہ کہ تو میرے
معتشوق کے نمک کو دیکھ اور دیکھ کہ اس کو اس نمک کے نفوذ پر کتنا بھروسہ ہے کہ اگر وہ اس نمک کو
شراب میں ڈال دیتا ہے تو وہ شراب میں نہیں ملتا اور زخم پر جا لگتا ہے۔ یعنی اگر بے محل بھی کرشمہ
کرتا ہے تو بھی وہ اپنا کام کر رہتا ہے :

کیست درین خانہ کز خطوط شعاعی
مہر نفس ریزہ با بہ روزن در زد

یہ خیال ہے۔ یعنی ایک گھر میں اس کا محبوب بیٹھا ہوا ہے اور اس نے جان لیا ہے کہ کون
ہے مگر بہ طریق تجاہل بھولابن کر پوچھتا ہے کہ آیا اس گھر میں ایسا کون ہے کہ مہر یعنی آفتاب نے
اپنی سانس کے ٹکڑے فرط شوق سے دروازے کے روزن پر پھینک دیے ہیں؟ آفتاب کے
خطوط شعاعی کا روزنوں میں پڑنا اور ان خطوط شعاعی کا یعنی سورج کی کرن کا یہ صورت سانس
کے ٹکڑوں کے ہونا ظاہر ہے :

دعویٰ اورا بود دلیل بدیہی

خندہ دندانما بہ سن گہر زد

”خندہ دندان نما، اس ہنسی کو کہتے ہیں جو تبسم سے بڑھ کر ہو اور اس میں دانت ہنسنے

والے کے دکھائی دیں۔ معشوق موتیوں کے حسن پر ہنسا اور ہنستا کوئی اسی چیز پر ہے جس کو اپنے نزدیک دلیل سمجھ لیتا ہے۔ حاصلِ منی یہ کہ میرا معشوق موتیوں کے حسن پر ہنسا۔ گویا اُس نے یہ دعوے کیا کہ موتی کچھ اچھی چیز نہیں۔ اب دعوے کے واسطے دلیل ضرور ہے۔ سو شاعر یہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے دعوے پر دلیل بدیہی ہے، یعنی ہنسنے میں اُس کے دانت نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ وہ حسن جو لوگ موتی میں گمان کرتے تھے وہ لغو ہے۔ حسن یہ ہے کہ جو معشوق کے دانتوں میں ہے۔ پس اس دلیل کو سب نے دیکھ لیا اور چوں کہ بدیہی تھی مان لیا۔

غیرت پر روانہ ہم بروز مبارک

نالہ چہ آتشِ ببالِ مرغِ سحر زد

پروانے کی غیرت دن کو بھی مبارک سمجھنی چاہیے۔ پروانے کی غیرت وہ غیرت نہیں کہ جو پروانے میں ہویا پروانے کو ہو۔ بلکہ وہ غیرت کہ جو اور کو آتی ہو پروانے پر یعنی رشک، حاصلِ منی یہ کہ میں تو دن رات عشق میں جلتا ہوں۔ رات کو جو پروانے کو جلتا ہوا دیکھتا تھا تو مجھ کو اس پر رشک آتا تھا۔ دن کو ایسا کوئی نہ تھا کہ مجھ کو اُس پر رشک آوے۔ اب وہی غیرت اور وہی رشک جو پروانے پر شب کو تھا، اب دن کو بھی مبارک ہو۔ یعنی میرے صبح کے نالوں سے مرغِ سحر کے پروں میں آگ لگ گئی اور میں اپنی مستی اور بے خودی میں یہ نہیں جانتا کہ یہ میرے نالے کے سبب سے ہے۔ مجھ کو وہ رنج اور غصہ تازہ ہو گیا جو رات کو پروانے کو دیکھ کر کھاتا تھا۔ اب مرغِ سحر کو جلتے ہوئے دیکھ کر جلتا ہوں کہ ہلے یہ کون ہے کہ جو میری طرح جلتا ہے :

شکر ہوشم بزورِ مے نہ شکستی

غمزہ ساقی نخست راہِ نظر زد

نظر "نکر" کو بھی کہتے ہیں اور "نگاہ" کو بھی۔ یہاں نگاہ کے معنی ہیں شاعر کہتا ہے کہ میں ایسا نہ تھا کہ شراب کی تاب نہ لاتا اور شراب پی کر بے ہوش ہو جاتا۔ مگر کیا کروں کہ پہلے غمزہ ساقی نے نظر کو خیرہ اور مغلوب کر دیا۔ پھر اس پر شراب پی گئی۔ بے خودی کا استعداد تو بہم پہنچ

ہی گیا تھا، ناچار ہوش جاتے رہے :

زان بہت نازک چہ جائے دعویٰ خون است
دست دے و دانے کہ او بکر زد

اس شعر کا لطف و جدائی ہے، بیانی نہیں ہے۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ اُس معشوق سے کہ وہ بہت نازک ہے۔ خون کا دعویٰ کیا کریں کہ اس کو وقتِ عزم قتلِ دامن گردانتے وقت وہ صدمہ پہنچا ہے کہ اس کا ہاتھ ہے اور وہ دامن کہ جو انھوں نے گردان کر مکر پر باندھا تھا۔ ایسا لچکا کر کو پہنچا ہے کہ وہ آپ اپنے دامن پر داد خواہ ہو رہا ہے۔ پس کوئی اس سے خون کا کیا دعویٰ کرے گا۔

قطعہ

برگِ طرب سانچیم و بادہ گرِ نسیم
ہر چہ ز طبع زمانہ بیہدہ سرزد
شاخ چہ بالہ گرِ ارمناں گل آورد
تا کہ چہ نازد اگر صلائے شمرزد

شاعر کہتا ہے کہ یہ روئیدگیاں بہ مقتضائے طینتِ خاک ہر طرف ظاہر ہو ا کرتی ہیں۔ مثلاً گناہ۔ اب کچھ خاک کو اور ہوا کو یہی منظور نہیں کہ اس کا رُس نکلے اور اس کا قند بنے۔ آدمی کی دانشمندگی ہے کہ اُس نے اس گھاس میں سے یہ بات پیدا کی۔ پس اسی طرح انگور ہیں اور گلاب کے پھول ہیں۔ شاخ گل کیا جانے کہ پھول میں کیا خوبی ہے اور تاک کیا جانے کہ میرے پھل میں کیا ہنر ہے؟ ہم نے اپنے زورِ عقل سے انگور کی شراب بنائی اور پھولوں کو ہر ہر رنگ سے اپنے کام میں لائے۔

کام نہ بخشیدہ، گتہ چہ شماری
غالبِ مسکین بہ التفاتِ نیرزد

یہ گستاخانہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے کہ جب اس عالم میں تو نے میری داد نہ دی اور میری خواہشیں پوری نہ کیں۔ تو بس اب معلوم ہوا کہ میں لائق التفات کے نہ تھا۔ پس جب میں لائق توجہ کے نہیں تو اب عالم عقبے میں میرے گناہوں کا مواخذہ کیا ضرور ہے؟ جب ہمارے مطالب آپ نے ہم کو نہ دیے تو ہمارے معاصی کا بھی شمار نہ کیجے۔ جانے دیجے، ہم میں التفات کی ارزش نہیں ہے ۱۲

غالب

حکیم غلام رضا خاں

نورِ دیدہ و سرورِ دل و راحتِ جاں، اقبالِ نشان، حکیم غلام رضا خاں کو غالبِ نیم جاں کی دعا پہنچے۔ تم سے رخصت ہو کر اور تمہیں خدا کو سونپ کر روانہ آرام پور ہوا، موسمِ اچھا تھا، گرمی گزر گئی تھی۔ جاڑا ابھی چمکانہ تھا۔ عالمِ اعتدال آب و ہوا، سایہ و سرِ چشمہ جا بجا۔ آرام سے رام پور پہنچا۔ نواب صاحب حال بہ مقتضائے الولدِ بشر لایبہ حسنِ اخلاق میں نواب فردوس آرام گاہ کے برابر بلکہ بطنِ شیوہ و روش میں اُن سے بہتر ہیں۔ بہ جُردِ مسندِ نشینی کے غلے کا محصول یک قلمِ معاف کیا۔ علی بخش خان ساماں کو تیس ہزار روپیہ بابت مطالبہ سرکاری بخش و ما بمفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کہوں گا۔

سنو صاحب۔ میں فقیر آزادہ کش ہوں۔ دنیا دار نہیں، مکار نہیں، خوشامیرا شمار نہیں جس میں جو صفات دیکھتا ہوں وہ بیان کرتا ہوں۔ نواب صاحب تو گھر بیٹھے مجھے سو روپیے مہینہ دیتے ہیں، تم مجھے کیا دیتے ہو جو تمہارے باب میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر بہ مثل میرا کوئی صلیبی بیٹا ایسا ہوتا جیسے تم ہو تو میں اُس کو اپنا فخر و شرف جانتا۔ علم و عقل و خلق و صدق و سداد و حلم کے جامع، تو رِع و زہد و تقویٰ کے حامی، علمِ اخلاق میں حکماء روحانی نے سعادت کے جو مدارج لکھے ہیں، وہ سب تم میں پائے جاتے ہیں۔ پروردگار تم کو عمرِ طبعی عطا کرے اور دولت و اقبال شمار سے زیادہ دے۔ انشاء اللہ کہ ہم چینین خواہد بود۔

غالب

۱۲ اکتوبر - ۲۸ دسمبر ۱۸۶۵ء^(۱)

قاضی محمد نور الدین حسین خاں رضوی فائق

(۱)

مخدوم مکرم حضرت قاضی محمد نور الدین حسین خاں بہادر کی خدمت میں عرض ہے کہ بر خوردار مرزا شہاب الدین خاں بہادر نے یہ اجزا مجھ کو دیے۔ نظم سے میں نے بالکل قطع نظر کی۔ کمال حسب کی نشر جو آغاز میں ہے، اُس کو بھی نہیں دیکھا، صرف آپ کی نشر کو دیکھا اور اُس کو موافق حکم آپ کے بعض جا درست کر دیا۔ بعض موقع پر منشاے اصلاح بھی لکھ دیا ہے۔ مجھ کو یہ پیار نہیں کہ آپ کی نشر میں دخل کروں۔ بہ فحوائے الأثر فوق الأذب حکم بجالایا ہوں۔ مرجبا، آفریں۔ بخدا خوب نشر لکھی ہے۔ اللہ سبحانہ آپ کو مدارج اعلیٰ کو پہنچا دے اور سلامت رکھے۔

مرقومہ دو شنبہ جولائی ۱۸۶۲ء^(۱)

خوشنودی احباب کا طالب غالب

محمد حسین خاں

جناب محمد حسین خاں کو میرا سلام پہنچے۔ دو رات دن کی محنت میں
میں نے اس نسخے کو صحیح کیا ہے۔ غلط نامہ بھی اسی میں درج کر دیا ہے،
گویا اب غلط نامہ بیکار محض ہو گیا ہے۔ خاتے کی عبارت کیا میرا بیان
کیا میرا فخر الدین کا اظہار اب کچھ ضرور نہیں۔ کس واسطے کہ اب یہ
کتاب اور مطبع میں چھاپی جائے گی۔ یہ مجلد گویا مسودہ ہے۔ اسی کو
بھیج دیجئے۔

غالبؒ

جناب میرا سلام پہنچا۔ دو رات دن کی محنت میں
میں نے اس نسخے کو صحیح کیا ہے۔ غلط نامہ بھی اسی میں درج کر دیا ہے،
گویا اب غلط نامہ بیکار محض ہو گیا ہے۔ خاتے کی عبارت کیا میرا بیان
کیا میرا فخر الدین کا اظہار اب کچھ ضرور نہیں۔ کس واسطے کہ اب یہ
کتاب اور مطبع میں چھاپی جائے گی۔ یہ مجلد گویا مسودہ ہے۔ اسی کو
بھیج دیجئے۔

مرزا رحیم بیگ

بخدمتِ مشفقِ مکرّمی، مرزا رحیم بیگ صاحب، نُور اللہ قلبہ، بالأسرارِ وعینہ، بالانوارِ سخنِ پند
گفتہ میشود

نہ در منطقِ پارسی و ذری ہمیں ہندی سادہ و سرسری
جس طرح توحید میں نفی ماسویٰ اللہ دستور ہے، مجھ کو تحریر میں حذفِ زوائد منظور
ہے۔ غزیم مقابلہ نہیں، قصیدِ مجادلہ نہیں، سرتاسر دوستانہ حکایت ہے۔ خاتمے میں ایک شکایت
ہے، شکوہ درد منرانہ منافی شیوہ ادب نہیں، معہذا اظہارِ دردِ دل مراد ہے، کوئی بات جواب
طلب نہیں۔ احسان مند ہوں آپ کا کہ آپ نے منشی سعادت علی کی طرح آدھا نام میرا نہ لکھا۔ اُن
کے حسنِ ظن کے مطابق مجھ کو معشوقِ میرے استاد کا نہ لکھا۔ اگر ایک جگہ یہ الفاظ کہ بقولِ غالب
بالکدام خرس درجوال شدہ ام۔ بہم کیے، یا اور دو چار جگہ کلمہ توہینِ رقم کیے، میں نے اپنے
لطفِ طبع اور حسنِ عقیدت سے پہلے فقرے کا مفہوم یوں اپنے دل نشیں کیا کہ حضرت نے
محمد حسین دکنی، جامعِ برہان کو موافقِ میرے قول کے خرس یقین کیا۔ "باخرس درجوال شدن"
عبارت ہے صحبت سے، خواہی مدافعت کی واسطے ہو، خواہی محبت سے؛ مجھ کو اُس کا قُرب
بسببِ آویزش ہے، تم کو اُس کا قُرب از روئے آمیزش ہے۔ دوسرے فقرے کے معنی یہ
ٹھہرائے بلکہ بے تکلف میرے ضمیر میں آئے کہ خرس کے مدد دینے سے کوفتِ حاصل ہوئی اور وہ
کوفت باعثِ دردِ دل ہوئی۔ شدتِ درد میں آدمی چنچتا ہے، چلاتا ہے۔ ہاے واے کرتا

ہے: غل مچا لیا ہے، جیسا کہ سعدی بوستاں کی اُس حکایت میں جس کا پہلا مصرع یہ ہے:

شبِ زیتِ فکرِ ہی سو خستم

فرماتا ہے:

کہ ناچار فریادِ خمیزد ز مرد

جناب مرزا صاحب! کیا تم نہیں جانتے، کیوں کر نہیں جانتے، بے شبہ جانتے ہو گے کہ اکابرِ اُمت کو امورِ دینی میں کیا کیا منازعتیں باہم واقع ہوئی ہیں کہ نوبت بہ تکفیر یک دگر پہنچی ہے۔ اگر فنِ لغت میں ایک شخص دوسرے کا معتقد نہ ہوا، یہاں تک کہ اُس کی تحقیق بھی کی تو اور مدعیانِ علم و عقل اُس مسکین کے جگر تشنہ خوں کیوں ہو جائیں اور جب تک اُس کا نقشِ ہستی صفحہ دہرے نہ مٹائیں، آرام نہ پائیں، ظلم تو یہ ہے کہ جو کچھ میں نے قاطعِ برہان میں لکھا ہے، نہ اُس کو سمجھتے ہیں اور نہ جو کچھ آپ لکھتے ہیں اُس کے معنی سمجھتے ہیں۔ سوال دیگر، جواب دیگر پر مدار ہے، خارج از بحث اقوال کی تکرار ہے۔ برہانِ قاطع والے کی محبت سے دل بے قرار ہے، فرطِ غیظ و غضب سے بدنِ رعشہ دار ہے۔ منشی سعادت علی نہ ناظم ہے، نہ شار ہے بموجب اس مصرع کے:

مقتضیٰ طبیعتش این است

ناچار ہے۔ تم کو معرضِ تحریر میں تحمل و تامل چاہیے! نہ سخن پروری و جانب داری میں تو غل چاہیے۔

بہ حسبِ اختلافِ طبائع مانو، یا نہ مانو مگر پہلے یہ تو جانو کہ غالبِ سوختہ اختر کا فرہنگِ نویسوں کے باب میں عقیدہ کیا ہے۔ اگرچہ قاطعِ برہان میں جا بہ جا لکھتا آیا ہوں مگر اب ہندی کی چندی کر کے لکھتا ہوں کہ یہ عقیدہ میرا ہے کہ فرہنگِ لکھنے والے جتنے گزرے ہیں، سب ہندی نثر ادیب ہیں، ہاں، علمِ صرف و نحو عربی میں بقدرِ تحصیلِ مُسلم اور اُستاد ہیں۔ علمِ صرف و نحو کی کتبِ درسی موجود ہیں جس نے چاہا ہے اُس نے اُستاد سے اُن کتب کو پڑھ لیا ہے۔ فارسی

کی جو فرہنگیں حضرات نے لکھی ہیں، مطالبِ مندرجہ کس اصول پر منضبط کیے ہیں، اور اُس کا علم کس استاد سے حاصل کیا ہے؟ آخر مقاصد صرف و نحو عربی بھی تو صرف مطالعہ کتب سے نہیں نکالے ہیں، پہلے تعلیم و تعلم ہے۔ پھر کتب قواعد کے جا بہ جا حوالے ہیں۔ قواعد فارسی کا رسالہ اہل زبان میں سے کس نے لکھا ہے اور ان ہوس پیشہ فرہنگ لکھنے والوں نے وہ رسالہ کس فاضلِ عجم سے پڑھا ہے؟

شیدائے ہندی سیکروی نے حاجی محمد جان قدسی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر پر اعتراض کیا
مرزا جلالے طباطبائی علیہ الرحمۃ نے شیدا کو خط لکھا ہے، سر آغاز خط کا ایک قطعہ جس میں صحر اور دریا
قافیہ اور برساند ردیف، شعر اخیر کا مصرع ثانی یاد رہ گیا ہے۔ یعنی:
بہ بہادیلو مقوی برساند

خلاصہ مضمون خط یہ کہ تو صاحبِ زبان نہیں ہے، زبانِ داں ہے یعنی مقلد اور کاسہ لیس
اہلِ ایراں ہے۔ حاجی محمد جان کے کلام کو سند پکڑ، تجھے کس نے کہا ہے کہ اُس سے لڑ؟ کیا تو
نے سنا نہیں جو عرفی و فیضی میں گفتگو ہوئی ہے اور مومن الدولہ شیخ ابوالفضل کے روبرو ہوئی ہے
لغات فارسی اور ترکیب الفاظ میں کلام تھا، مولانا جمال الدین عرفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے
جب سے ہوش سنبھالا ہے اور نطق آشنا ہو گیا ہوں، اپنے گھر کی بڑھیوں سے لغات فارسی اور
یہی ترکیبیں سنتا رہا ہوں، فیضی بولا کہ جو کچھ تم نے اپنے گھر کی بڑھیوں سے سیکھا ہے وہ ہم نے
خاقانی و انوری سے اخذ کیا ہے۔ حضرت عرفی نے فرمایا کہ تفصیر معات، خاقانی و انوری کا ماخذ بھی
تو منطق گھر کی پیرزادوں کا ہے۔ ہاے تمیز کہاں سے لاؤں جو دیکھے کہ یہ حال قلم رو ہند کے حساب
کمالوں کا ہے؟ قیاس مع الفارق کی بہار دیکھو، مجرد تقدّم زمانی کا اعتبار دیکھو۔ مانا کہ عرفی تحصیل
علوم عربیہ میں اُن سے کمتر ہے، صاحبِ زبان اور ایرانی ہونے میں برابر ہے۔ کیا
عرفی کیا انوری، کیا خاقانی، ایک شیرازی، ایک خاوری، ایک شروانی۔

اگر مجھ سے کوئی کہے کہ غالب، تیرا بھی مولد ہندوستان ہے، میری طرف سے جواب یہ ہے

کہ بندہ ہندی مولد و پارسی زبان ہے :

ہر چہ از دستگاہِ پارس بہ یغما بُردند

تا بتنا لم ہم از ان جملہ زبانم دادند

زبان دانی فارسی میری ازلی دستگاہ اور یہ عطیہ خاص بن جانب اللہ ہے۔ فارسی زبان کا ملکہ مجھ کو خدا نے دیا ہے، 'مشق کا کمال میں نے استاد سے حاصل کیا ہے۔ ہند کے شاعروں میں اچھے اچھے خوش گو اور معنی یاب ہیں، لیکن یہ کون احمق کہے گا کہ یہ لوگ دعویٰ زبان دانی کے باب ہیں۔ رہے فرہنگ لکھنے والے، خدا ان کے پیچ سے نکالے۔ اشعارِ قدما آگے دھریے اور اپنے قیاس کے مطابق چل دیے، وہ بھی نہ کوئی ہم قدم، نہ کوئی ہمراہ، بلکہ سوبو پر اگندہ و تباہ رہنا ہو تو راہ بتائے استاد ہو تو شعر کے معنی سمجھائے۔ نہ آپ شیرازی، نہ استاد اصفہانی، نہ ہے رگ گردن و خیمہ دعویٰ زبان دانی! میرا یہ قول خاص ہے، نہ عام ہے، مجموعہ فرہنگ نگاروں کے محقق ہونے میں کلام ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ جامع برہان کا ماضی فرہنگ رشیدی و جہانگیری ہے عبدالرشید کی کیشنی اور میاں انجو میں کیا پیری ہے؟ قطب شاہ و جہانگیر کے عہد میں ہونا اگر منشاء برتری ہے تو بے چارہ جعفر زٹلی بھی فرخ سیری ہے۔ ایک لطیفہ لکھتا ہوں اگر خفا نہ ہو جاؤ گے تو حفظ اٹھاؤ گے۔ جتنی فرہنگیں اور جتنے فرہنگ طراز ہیں، یہ سب کتابیں اور یہ سب جامع مانند پیاز ہیں تو برباد اور لباس در لباس، دم در دم اور قیاس در قیاس، پیاز کے پھلکے جس قدر اتارتے جاؤ گے پھلکوں کا ڈھیر لگ جائے گا، مغز نہ پاؤ گے۔ فرہنگ لکھنے والوں کے پردے کھولتے چلے جاؤ، لباس ہی لباس دیکھو گے شخص معدوم۔ فرہنگوں کی ورق گردانی کرتے رہو، ورق ہی نظر آئیں گے۔ معنی موبہوم۔

ظرافت پر مدار تحقیق نہیں ہے، آپ کے خاطر نشیں کرتا ہوں، جو میرے دل نشیں ہے۔ فرہنگ نویسوں کا قیاس معنی لغات فارسی میں نہ سراسر غلط ہے، البتہ کمتر صحیح اور بیشتر غلط ہے۔ خصوصاً دکنی تو عجب جاننا نہ ہے، لغو ہے، پلوچ ہے، پاگل ہے، دیوانہ ہے، وہ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ باے اصلی کیا ہے اور باے زائدہ کیا ہے۔ حیران ہوں کہ اس کی جانبداری

میں کیا فائدہ ہے، خدا جانتا ہے کہ میں یک رنگ ہوں، مگر دکنی کے جانب داروں کا پورنگ ہوں مجھے جو چاہوں، سو کہوں، اوروں سے تم کیوں لڑتے ہو؟ کہیں جامع لطائف غیبی کو بُرا کہتے ہو کہیں نگارندہ دافع ہذیان سے جھگڑتے ہو۔ جانتا ہوں کہ دکنی کی عبارت کی خامی، اُس کی رائے کی کجی، اُس کے قیاس کی غلطی، اگر نہ سب جگہ بلکہ بعض جگہ پرچ جانتے ہو، مگر یہ میں نہیں جانتا کہ اتنی محنت کرنی اور اُس کے رفع تخطیہ کے واسطے تو جیہاتِ بارہ ڈھونڈنی کس واسطے ایسا اُس کو کیا مانتے ہو؟ مجھ پہ جدا منہ آتے ہو، مولوی نجف علی اور میاں داد خاں سے جدا لگڑتے ہو۔ بھائی صاحب، منغل بچہ پن پر آگئے۔ گہار لڑتے ہو؟

پرچ ہے غالب آگندہ گوش ہے، کسی کی نہیں سنتا۔ اسی آپ کے مقرر کیے ہوئے قاعدے کے موافق بہ حلف کہتا ہوں کہ تم نے ”قاطع برہان“ و ”دافع ہذیان“ و ”لطائف غیبی“ کو ہرگز نہیں دیکھا۔ آویزہ و افسوس کے بیان میں مجھ سے وہ سہو ہوا ہے کہ مجھے اُس کا اقرار اور میرا دوست میاں داد خاں شرمسار ہے، جو کچھ اُس مصنف نے اس باب میں لکھا، وہ قولِ فیصل اور کافی ہے، مانیں یا نہ مانیں، ناظرین کو اختیار ہے۔

”گلہری“ بکافِ فارسی مکسور، بوزنِ اکہری لغتِ ہندی الاصل، اُس کی شرح میں جداگانہ ایک فصل، کافِ فارسی مکسور کی جگہ کافِ عربی مفتوح، اعراب کا بہ وزنِ تشری و صنوح مجھے اور میرے دوست سیف الحق کو دو سہو طبعی پر استعذار، ہوا خواہانِ بوہرہ دکنی کو اغلاطِ متواتر کے جواز پر اصرار۔ فاعتبر یا اولوالالبصار، خیرہ بے داد بہ معنی نور، اور ”خورہ“ مع الواو بہ معنی جُذام ایک، ”ویرہ“ بہ معنی پاک، اور ”ویرہ“ بہ معنی ناپاک ایک، یہ اور ایسے ہزار اغلاط، سند اور مقبول اور منظور گویا یہ مصرع جو حمد میں ہے: کند ہر چہ خواہد برو حکم نیست“ اُس کی شان میں صادق سمجھ لیا ہے۔ چشم بد دور، اب چاہیے کہ اُس کو پوچھنے والے اُس کے نام کے بعد جملِ جلالہ، لکھیں اور اگر اتنی جرأت نہ کریں، تو نظر بہ افادہ و استفادہ عم نوالہ، لکھیں۔

ستر برس کی عمر، کانوں سے بہرا، جمیعت کم، تفرقہ زیاد، اور پھر خود داری اور کبر نفس

اور استغنا خدا داد، بے ہودہ بکنے میں اوقات کیوں صرف کروں، پاسخ نگاری کیوں لفظ بہ لفظ و حرف بہ حرف کروں؟ آپ کو اپنی نمود اور شہرت منظور ہے، خوردہ گیری و عیب جوئی سے مجھ کو نفرت ہے اور حیا آتی ہے زیادہ گوئی سے۔ آپ کے حسن کلماتِ طلیبات سے قطع نظر کر کے ناظرینِ منصف کے وجدان پر چھوڑ دیتا ہوں اور شکایتِ موعودہ سے پہلے تین امر ضروری لکھ لیتا ہوں:

”صیحہ بمعنی آوازِ اسپ ز نہار نیست“ اس کے سچ ہونے میں کیا کلام ہے؟ جو صیحہ سے آوازِ اسپ مراد رکھے، وہ ناقص ہے، اور خام ہے۔ کیا عربی کا شعر عربی کے خط سے لکھا ہوا کسی کو نظر پڑا کہ ناظر سے سن کر تمہارا ذہن وقادِ نقاد وہاں جاڑا؟ لغت کسی باطن کے اندھے کے ہاتھ سے لکھا جائے اور پھر عربی جیسا شاعر دیدہ و باز پرس میں پکڑا جائے! تمہارا محبوب بومرہ دکنی شین منقوط مع التختانی کے بیان میں شیبہ گھوڑے کے ہنہانے کی فارسی بتاتا ہے، عربی میں گھوڑے کے ہنہانے کو ”ہیل“ بہ وزنِ دریل کہتے ہیں۔ ”صیحہ“ بہ وزنِ بیضہ عموماً بمعنی ہر صد اے ہوناک و مہیب آتا ہے۔ میں کیوں کر فرہنگ نگاروں کے اور اُن کے مددگاروں کے قیاس کو جی سمجھتا ہوں اور کیوں کر کاتبوں کی املا کو مصحفِ مجید کی طرح سر پر دھالوں؟ یہ تو جب ہو سکتا ہے کہ میں اپنے کو جاد و نبات فرض کر لوں۔

”جرم خطای یوغ برگردنِ بندگانِ جناب است“ میں آپ کو مخاطب بالفتح ٹھہرا کر یہی فقرہ پڑھ کر چپ رہتا ہوں، بعد اس کے تبدیلِ جیم بہ تختانی کو نامسموع کہتا ہوں۔ یعقوب کو بہ تغیر لہجہ ”زی زبان میں جا کو ب“ کہتے ہیں۔ مُبدلِ مہنہ، کہاں تغیر لہجہ! حضرت آپ جو کہتے ہیں خوب کہتے ہیں۔

”رید اور زود کا ترجمہ طفل نہیں ملتا اور پھر خاتمے میں ”رید کان“ بصیغہ جمع لکھواتے ہو۔ واقعی یوں ہے کہ جو کچھ لکھواتے ہو، بہ نیروی بصر نہیں، بلکہ از روئے سمع لکھواتے ہو۔ خط تمام ہوا، اب مستغنیث کی عرضی سماعت ہو، لیکن سماعت از روئے بالائے طاعت

ہو۔ عرضی گزرا نئے سے پہلے مستغیث پوچھتا ہے کہ آپ کے محکمہ عالیہ کا سرشتہ دار دیا ستدار ہے، یا نہیں، سخن فہم و ہوشیار ہے، یا نہیں۔ میں تو گمان کرتا ہوں کہ امین نہ ہو، دلیل سن لیجیے، اگر یقین نہ ہو تو ”صحیحہ“ بمعنی اسب زہار نیست“ اس کے ماقبل اور بھی عبارت ہے۔ سنانے والے نے نہ پڑھی ہو۔ کیا بعید ہے، کس واسطے کہ اس عبارت کے مفہوم کو ملحوظ رکھنا اور محمد اکرم پنجابی کا شعر تو قابل التفات نہیں، مگر مولانا جمال الدین عرقی شیرازی، رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ”تبیخ“ کاتب غلط لکھوا دینا، تم سے بسا بعید ہے۔ انشائیں ناسخوں کی تحریف کو مانتے ہو، املا میں کاتبوں کی غلطی کے کیوں نہ قائل ہو؟ انشا و املا و لفظ و معنی میں تقلید چھوڑ کر تحقیق کے کیوں نہ مائل ہو؟ تفصیر معاف، یہ نہ استناد بہ کلام عرقی عالی مراتب بلکہ پیروی خامہ کج رقبہ کاتب ہے۔ کہ چکا ہوں کہ نہ مجھ کو مناظرے کا دماغ، نہ ہجوم امراض جسمانی و آلام روحانی سے فراغ۔ آگے جو ہمت نہیں ہاری تھی اور غیب سے توقع مدد گاری تھی، تو اپنا یہ شعر اردو میرے دردِ زباں اور اس ہنجر سے میں زمزمہ سنج فغاں رہتا تھا:

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان

ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرا میں کیا

اب جو اصلاح حال و حصول مطالب سے دل مایوس ہے، تو طبیعت اسی غزل کی اس بیت

کے ترنم سے مانوس ہے:

عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ

مر گئے پر دیکھے دکھلائیں کیا

کوئی یہ نہ سمجھے کہ بڑا رونا رزق کا ہے، جب معاش مقرر ہو تو پھر غم کیا ہے؟ نہ صاحب

یہ باتیں جانوروں کی ہیں کہ کچھ کھا لیا، پانی پی لیا اور چھین سے سو رہے۔ آدمی عموماً اور صاحبانِ

ننگ و ناموس خصوصاً، باوجود فراغِ معاش ایسی جاں گداز بکاؤں میں مبتلا ہیں کہ کوئی کیا کہے،

یہ حال تو یا صاحب واقعہ جانے، یا خدا جانے، دوسرے سے یہ کار افتادہ کیوں کہئے اور

بغیر کہے دوسرا کیا جانے؟ مناظرے کا تو ہرگز ارادہ نہیں، اگر مردہ دل نہ ہوتا تو دو باتیں کہتا، زیادہ نہیں، وہ بھی از روئے بحث و تکرار، نہ بہ انداز استفسار، اظہار سے مقصود نفس اظہار۔ یہ جو آپ نے مولوی امام بخش کو امام المحققین خطاب دیا ہے، کتنے محققین نے ان کو اپنا امام مان لیا ہے؟ جب تک نہ اجماع محققین کا ہوگا، یہ خطاب با اجماع اہل عقل ناجائز و ناروا ہوگا۔ وہ فرماں رواے عہد شہنشاہ کھلائے گا، کئی بادشاہ جس کے فرماں پذیر ہو جائیں گے، ایک سید نے اپنے لڑکے کا نام میر شہنشاہ رکھ لیا، یہ میر شہنشاہ صاحب کیوں کر شاہ جہاں و جہانگیر ہو جائیں گے؟ اگر حضرت بفتح قاف ثانی بصیغہ تشبیہ امام المحققین کہتے تو ایک ماموم آپ ہوتے اور نراین داس، تقبولی دوسرا ہوتا۔

”ساطع برہان“ کے تیرھویں صفحے کی نویں سطر میں آپ لکھتے ہیں:

وہم جنہیں بر افراط و تفریط توضیح را کار بند نشدہ اند کہ بدان حرف گیری تواند کرد۔

’تواند‘ تو انستن کے مضارع کی بحث میں سے صیغہ واحد غائب ہے۔ فاعل چاہتا ہے خواہی معرفہ جیسے احمد، محمود، خواہی نکرہ جیسے فلاں و بہماں، کسی یا شخصی مردی یا زنی اور اگر فاعل مذکور نہ ہو تو اُس صورت میں ’توان‘ کر دے چاہیے کہ ’توان‘ ما لم یسم فاعلہ ہے۔ کرامت تو مجھے حاصل نہیں، ہاں از روئے حسن عقیدت کہتا ہوں کہ آپ نے یوں لکھا ہے کہ کسی بدان حرف گیری تواند کرد، یا ”تواند“ کی جگہ ”توان“ رقم فرمایا ہے۔ دیکھیے آپ نے بیل کے جوئے کا بوجھ میری گردن پر رکھ دیا اور میں نے ایک بیل کا بوجھ پشت مبارک سے اٹھالیا۔

اداسد اللہ داد خواہ، جلد آ، اور اپنی رضی اللہ عنہ حضرت آیا اور رضی لایا۔ پہلے پانچ کاغذوں کی نقلیں علی الترتیب پڑھی جاویں۔ پھر سررشتہ دار صاحب بہ کمال امانت و دیانت غرضی سناویں۔ نقل عبارت برہان قاطع: آبدہ دست بہ کسر دال ابجد وہاے، ہوز اشارہ بہ حضرت رسول صلوٰۃ اللہ علیہ است۔ خصوصاً و شخصاً رانیز گوید کہ بزرگ مجلس بود و آرایش صدر و زینت از باشد عموماً۔

نقل عبارت قاطع برہان: از خامی عبارت چشم می پوشم می خروشم کہ آبدہ دست مرکب از آب و ودہ کہ صیغہ امر است از دادن، دوست کہ با وجود معانی دیگر مسند رانیز گویند، معنی

ترکیبی رونق دهنده مند؛ هر آینه تاسد را به طرف نبوت؛ یا رسالت؛ یا هدایت مضاف نگردانند
به مقام نعت فرو نیارند بلکه در مدح اکابر و صدور نیز بی اضافه لفظ امارت و شوکت و امثال اینها
نگارند. نبینی که تنها آبد و دست افاده معنی شویاننده دست میکند و آن خود امانتی است قبیح؛ بچاه
در نظم و نثر نعت آبد و دست رسالت دیده است، و نیمه مضمون را لغت اندیشیده است.

نقل عبارت ساطع برهان؛ آبد و دست. خدا نمکند که این اعتراض از جانب مزل من
باشد؛ کور سوادی همچو من گفته باشد، به خاطر داشت آن درج کتاب کرد؛ ورنه این کنایه قابل اعتراض
نست؛ چه آبد و دست جمله ترکیبیت دست که در عربی و فارسی به معنی مسند است، مضاف و مضاف
الیه محذوف باید دانست بلکه کلامی است مستقل مترادف با اوست، مضاف و مضاف الیه که معنی
صدر و مسند و بزرگ قوم باشد. صاحب مویذ الفضلا در لغت فارسیه این لغت را بسند دو کتاب
که ادات و قفیه باشد. به همین صورت و صحت به همین معنی نگاشت؛ و در مدار نیز صاحب رشیدی
آورده که آبد و دست به معنی بزرگ مجلس و معنی ترکیبی آن رونق ده صدر و مسند. قوله "بے چاره در نظم
و نثر نعت آبد و دست رسالت دیده، و نیمه مضمون را لغت اندیشیده است" انہی اقول جامع
این کنایه را در نظم و نثر بی اضافه رسالت دیده است، و ہم چنان در رشته تحریر کشیده است.
خاقانی گوید بیت:

"دست آب ده مجاور انشس

ارزن ده برج کو ترا نشس"

تبصره؛ پسر دان جناب اگر فراموش نکنند در شرح کنایه ماهی چشمه خضر در باب الیم جویند که می
گویند که آبد و دست استعاره برای آن حضرت از خاقانی از رکاکت نیست. وای برین عقیدت
که او راه پیمبری برداشتند و باز بنشیب رکاکت سرنگون انداختند! نقل عبارت برهان
قاطع؛ ماهوچی شمه خضر کنایه از زبان و دہان معشوق است۔

قاطع برهان؛ یارب؛ ماهوچی شمه خضر کدام لغت است؛ من در کتاب منطبعہ بدیں

صورت دیدہ ام۔ ع؛ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید، در ضمیری گذرد کہ ماہی چشمہ خضر خواہد بود و آن خود
مضمونی است بطریق استعارہ بالکنایہ کہ سخنور بساخون جگر خورده باشد تا در نظم و نثر خویش
آوردہ باشد۔ پس ہر کہ این را در گفتار خویش آرد، سر قہ خواہد بود، از لغات مستقلہ و کنایہ ہاے
مشہورہ نیست کہ بہ کار دیران روزگار آید۔ شیر خدا کہ ترجمہ اسد اللہ است، گویا یکی از نام ہاے
ولایت پناہ است، صد ہزار کس در کلام خویش آوردہ باشد، و سر قہ نیست۔ دکنی در بحث شین
مع الیا شیر شرزہ غاب اسم حضرت امیر علیہ السلام نوشتہ و آن مضمونیت کہ خاقانی در قصیدہ
قسمیہ بہم رساندہ، شیر شرزہ خود صفتی است عام کہ بر ہر مرد شجاع و سرہنگ جنگجو اطلاق توان
کرد و غاب بہ معنی بیشہ و نیستان است۔ ہر آئینہ این صفت نہ سزاوار شان اسد اللہی باشد
خاقانی خود بہ طریق تنزیل گفتہ است۔ این چنین صفت اسم کسی کہ بعد از خدا و رسول اورا بہ بزرگی
توان ستود، چگونہ روا تواند بود؟ ہم چنین آبدہ دست در باب الف ممدودہ اسم حضرت خاتم المرسلین
صلوات اللہ علیہ قرار دادہ است، و این لفظیت در غایت رکاکت، (رکاکت صفت لفظ۔
پس غالب منع کرتا ہے برہان دکنی کو کہ لفظ رکیک آنحضرت کے حق میں صرف نہ کر۔)

چنان کہ ہم در ان فصل مفصل نوشتہ ایم، مقصود ما اینست کہ این چنین مضامین لذت
مستقل و کنایہ مقبول چرا قرار یابد، و جز در شرح اشعاری کہ حاوی این کلمات باشد، چرا نگارش
پذیرد۔

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ آب، ترجمہ ماء، کا ہندی جس کی پانی، اور بہ معنی رونق و
لطف بھی آتا ہے اور اسلحہ کی تیزی اور جواہر کی صفائی کو بھی کہتے ہیں۔ دست ترجمہ ید، ہے جس
کی ہندی ہاتھ، اور بہ معنی قسم و نوح اور بہ معنی مسند بھی مستعمل ہے۔ ہم کو اس مقام میں آب
بہ معنی پانی، اور دست بہ معنی ہاتھ اور اس کی ترکیب، یعنی آب دست اور اس کے مقلوب، یعنی
دست آب کے باب میں کلام ہے۔ آبدست بہ حرکت و سکون مودعہ عموماً ترجمہ غسل ید ہے
اور خصوصاً و نحو کو کہتے ہیں۔

تیم کی سند استاد کا شعر:

بے تکلف رُوسا قی کن اگر دلخستہ؟

کا بدست او شفا بخش ہم بیمار ہاست

تخصیص کی سند نام حق کی بیت:

آبدست و نماز باید کرد

دل مقام گداز باید کرد

عرف میں آبدست کس عضو کے غسالے کو کہتے ہیں؟ ہم تو اتنا پوچھ کر چپ ہو رہتے ہیں۔ پس آبدہ دست اور دستاب دہ کی معنی وضو کروانے والا اور ہاتھ دھلانے والا آب بمعنی رونق اور دست بمعنی سند کا یہاں ادخال محض جہل اور صرف اہمال یہ تو میرا قول ہے کہ آبدہ دست رسالت رسول کو کہہ سکتے ہیں۔ ایک بے ادب فقط آبدہ دست کہتا ہے اور ہم منہ تکتے ہیں۔ منشی سعادت علی کو نہ علم نہ فہم اس نے اس قباحت کو نہ جانا۔ مرزا رحیم بیگ صاحب افسوس کی بات ہے تم نے اس بیان خاص میں قاطع برہان والے کے قول کو کیوں کر مانا؟ ہے ہے سراسر بے پردہ اشرف الانبیاء علیہ وآلہ السلام کی تذلیل و توہین ہے اور جو پیمبر کو ایسا کہے وہ مجموع اہل اسلام کے نزدیک مرتد و مردود و بے دین ہے بلکہ مخالفین بھی جو مسلمان اپنے پیمبر کو بُرا کہے اس کو بُرا جانیں گے یقیناً پس پیمبر کا آبدہ دست نام رکھنے والا مُور و لعنت اللہ والملائکۃ والناس اجمعین ہے۔

خاقانی کے شعر کے لکھنے سے آپ کی کیا مراد ہے؟ یہ شعر قطعہ بند اور اس کا پہلا شعر مجھ کو یاد ہے۔ پہلے پوچھتا ہوں کہ دست آبدہ کا فاعل اور شین کا مرجع تم نے کس کو ٹھہرایا اور اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان اس میں بہ طریق مذکور یا مقدر کہاں پایا۔ جب اس مصرع کی رو سے: "دست آبدہ مجاورانش" دست آبدہ پیمبر کا نام قرار پایا، تو دوسرے مصرع کے مطابق: "ارزن دہ برج کو ترانش" "ارزن دہ" کا خطاب بھی حضرت پر صادق آیا۔ سبحان اللہ جہاں مصطفیٰ و مجتبیٰ و رحمتہ

للعالمین ونخاتم المرسلین آپ کے القاب ہیں، وہاں ابدہ دست بھی آپ کا لقب ٹھہرایا۔ مرزا جی میں ترک جاہل ہوں، بجائے اگر مجھ کو گالیاں از روئے عتاب دو گئے، خدا کے واسطے پیغمبر کو کیا جواب دو گئے؟ بندہ پرور خاقانی کا شعر قطعہ بند ہے اور اس شعر کا پہلا شعر یہ ہے:

روح از پی آبروی خود را

خلد از پی رنگ و بلوی خود را

دست ابدہ مجاورانش

ارزن دہ برج کو ترانش

اوپر کے دونوں مصرعوں میں 'را' کا لفظ زائد پہلا مصرع تیسرے مصرع سے اور دوسرا مصرع چوتھے مصرع سے متعلق بشر اس کی فارسی میں یوں ہوتی ہے: "روح از پی آبرو و خود دست ابدہ مجاوران دست، و خلد از پی رنگ و بلوی خود ارزن دہ کبوتران دست" یہ دونوں شعر کعبہ معظمہ کی تعریف میں اور دونوں شینوں کی ضمیر بہ طرف کعبہ راجع اس اظہار کی تصدیق تحفۃ العرفین سے کیجیے اور ہندی کی چندی غالب سے سن لیجیے۔ روح اپنی افزائش آبرو کے واسطے وضو کا پانی دیتی ہے کعبے کے مجاوروں کو اور خلد اخذ رنگ و بلو کے واسطے دانہ کھلاتا ہے کعبے کے کبوتروں کو۔ وضو کو پانی دینا اور کبوتروں کو دانہ کھلانا ادنیٰ خدمت ہے۔ خدا کے واسطے مخدوم کو نین کو خادم کہنا مدح ہے یا مذمت؟ مہنذا خاقانی کے اس مصرعہ سے دستاب وہ پیغمبر کو سمجھنا بے اعتنائی اور غفلت ہے۔ خاقانی نے روح کو ابدست دہ کا فاعل مانا، تم نے پیغمبر کو، معاً اس فعل کا فاعل اور ایک فعل کا دو فاعل سے متعلق ہونا کیوں کر جائز جانا؟

۱۔ قافلہ شد یعنی قافلہ رفت یعنی قافلہ سالار رفت یعنی رسول مقبول رحلت کرد یہ قاف مع الالف میں کلام ابسی مستہجن رسول کا ہے، دستاب دہ کی شرح میں تحقیر اور قافلہ شد میں استہزا ہے۔ "برہان قاطع والا اگر یہ قباحتیں نہیں سمجھا ہے تو احمق ہے اور اگر سمجھ کر لکھتا ہے تو کافر مطلق ہے۔"

اب میرے غوثانہ زخمِ دل کی روانی اور قلم کی خونابہ فشانی دیکھیے تبصرہ مندرجہ حاشیہ ساطع
 برہان کے حق میں کیا فرماتے ہو، اور اس فقرہ اخیر کو "باز در شیب رکاکت ستر انداختند" کس کا
 لکھا بتاتے ہو؟ سنو فخر الفضل و ختم العلماء، امیر الدولہ مولوی محمد فضل حق رحمۃ اللہ علیہ نے رد عقائد وہابیہ
 میں بہ زبان فارسی ایک رسالہ لکھا ہے اور اس عہد کے علما کی اُس پر مہریں ہیں۔ اُس رسالے میں جناب
 مولوی صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت کو قوتِ مجامعت بہت تھی، حال آنکہ یہ امر
 واقعی ہے، یا کہے کہ آپ کی ردائیلی ہے، اگرچہ اس وقت میں ہو لیکن چوں کہ ایک گونہ سوء ادب اور اہانت ہے۔ حاکم اہل
 اسلام کو چاہیے کہ اس قول کے قائل کو سزا دے اور اگر حاکم سزا نہ دے تو اہل شہر پر غزلِ حاکم واجب
 ہے اور اگر اہل شہر ایسا نہ کریں تو وہ شہر دار الحرب ہے، پس بہ موجب فتویٰ علمائے اسلام فقرہ مذکور
 کا لکھنے والا کفر میں شداد سے اشد اور کذب میں میلہ کذاب سے سوا ہے۔ خیر عقیقی میں وہ خالق کا
 مقہور اور دنیا میں خلق کا مطعون ہوگا، مجھ کو کیا ہے!

مجھے تم پر سنہی آتی ہے۔ بعضی بات سمجھی نہیں جاتی ہے۔ خاقانی روح کو ابدست وہ مجاورانِ
 حرم کہتا ہے۔ تم کہتے ہو کہ خاقانی "دستابِ وہ" اسمِ پیرِ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے۔ مولوی امام بخش
 نے تم کو بہت کچھ پڑھایا مگر طریقہ استنباطِ معنی نہ بتایا۔ میرے حق میں جو کہتے ہو، خود بھی نہیں سمجھتے
 کہ کیا کہتے ہو۔ میں نے اس کے سوا کہ خاقانی بہ طریقِ تنزلِ گفتہ است اور کیا کہا ہے جو مجھے
 بُرا کہتے ہو؟ وہ بھی ذکرِ شیرِ شرزہ غاب "میں نہ دستابِ وہ" کے باب میں اُس نے جناب
 امیر المومنین کے واسطے ایک لفظ سہل سرسری لکھا، میں نے قبول نہ کیا، اور اُس کے قول کا
 تنزل ظاہر کر دیا۔ اُن حضرت کو اُس نے "ابدہ دست" یا "دستابِ وہ" کہاں لکھا اور کیوں لکھا۔
 نہ احمق تھا نہ بے ادب، جب اُس نے نہیں لکھا تو میں اُس سے کیوں الجھوں اور کب الجھا؟ نہ
 نہ کج فہم ہوں، نہ مغلوب الغضب۔

"ابدہ دست" کے پردے کھل گئے۔ بے اضافہ لفظِ آخر دست بہ معنی مسند نہ آئے گا،
 "ابدہ دست" ہاتھ دھلانے والا کہلائے گا۔ ہاں ایک طور ہے، تم نے اُس کو اور طور سے
 لکھا ہے۔ میں بہ طریقِ رملغ و احسن لکھتا ہوں۔ یعنی تخت اور اورنگ سلاطین کے جلوس

کے واسطے اور وسادہ و مسندِ امرا کے جلوس کے واسطے موضوع ہے۔ نظر اس اصل پر، سلطان کو زیب افزائے اور نگ بے اضافہ لفظ سلطنت اور امیر کو زینت بخش مسند بے افزائش لفظ امارت لکھو۔ انبیاء خصوصاً سید الانبیاء مسند پر کب بیٹھتے تھے۔ اُن کے غلاموں کو امارت نگ ہے اور زمزمہ الفقر و فخری، بلند آہنگ ہے۔ میرے خداوند کا فرش حصیر نہ گدگدائے صحابہ سطحِ خاک؛ میں مومن مجرم اپنے اُس خداوند کو جس کی شان میں یہ مصرع اگرچہ مدح مجمل ہے:

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مخمر"

لیکن قولِ فیصل ہے۔ "آبدہ دست" و زینت بخش مسند کیوں کر سمجھوں؟ بلکہ مجموع اہل اسلام بشرطِ فہم صحیح و طبعِ سلیم، گوارا نہ کریں گے کہ وہ صفتِ عام جو دنیا داروں کے واسطے ہے، قبلہ دین و دنیا پر صادق آئی۔ دکنی اور اُس کے فضلہ خوار قابلِ خطاب نہیں، ایہا الّاخ المکرّم فضلہ خوار جواب ہے پس گردانِ جناب، کا یہ کلمہ مستوجبِ عتاب نہیں۔ یقین ہے کہ آپ نے اب تو از روئے دلالتِ لفظ و معنی جان لیا ہوگا اور اس فقیرِ حقیر کو نظر بقومیت ترک، و پیشہ آبائی سپاہ گری غسّ المحققین خطاب دیا ہوگا۔ جاننا اس امر کا کہ آبدہ دست میں اگر آب سے پانی اور دست سے ہاتھ مراد لیں، تو اس کو اسمِ پیمبر سمجھنا کتنی بے ادبی ہے اور اگر آپ کو بمعنی رونق اور دست کو بمعنی مسدمانیں تو بے الحاقِ لفظ نبوت و ہدایت حضرت کو اس ترکیب کا مشارک سمجھنا کیسی بلعجبی ہے۔ آبدہ دست و رونق بخش مسند صفت ہے عموماً منعمانِ مالدار کی، یہاں تک کہ اصطلاح سے تعریف کر سکتے ہیں۔ صرافان و ساہوکارانِ بلاد و امصار کی۔

میں اب قطعِ کلام کرتا ہوں، اور آپ کو بجمالِ تعظیم سلام کرتا ہوں۔ پیمبر کی تحفہ کو مسلم رکھتے ہو، تم جانو اور سیدِ ابراہیم خاقانی پر بہتان کرتے ہو، تم جانو، اور وہ میدانِ معنی کا شہسوار۔ مجھ کو جس قدر تم نے لکھا ہے، یا کوئی اور لکھ رہا ہے اگرچہ وہ سب لغو اور جھوٹ ہے، معقول اور راست نہیں، لیکن واللہ، مجھ کو عرصہٴ محشر میں اُس کی بازخواست نہیں:

ز یمنِ عشق بگویند صلحِ کل کردیم
 تو خصم باش و زما دوستی تماشا کن

مخدوم مکرم و معظّم جناب مولوی عبدالحجیل صاحب کی خدمت میں بعد ابلاغ سلام مسنون الاسلام عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت مجھ کو ذریعہ فخر و سعادت ہے۔ دو عنایت نامے آپ کے اوقات مختلف میں پہنچے۔ پہلے خط کے جاشیے اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ سیاہی اس طرح کی پھیلی کہ حروف اچھی طرح پڑھنے نہیں جاتے۔ اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن بایں ہمہ اُس کے پڑھنے میں بہت تکلف پڑتا ہے۔ علاوہ اس کے جبکہ اصلاح کی باقی نہیں۔ چنانچہ اُس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ نہ جانیں کہ میرا خط پھاڑ کر پھینک دیا ہوگا اور معذرا میرا اندیشہ آپ کو بدیہی ہو جائے۔ آپ خود دیکھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دی جائے۔

واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجے اُس میں بین الافراد و بین المصرین فاصلہ زیادہ چھوڑیے۔ اب کے خط میں جو کاف و اشعار کا ہے۔ حروف اُس کے روشن ہیں مگر بین اسطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت اٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو اس ورق پر بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں۔ مسودہ تو آپ کے پاس ہوگا، اُس سے مقابلہ کر کر معلوم کر لیجے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کون سی بیت موقوف ہوئی؟

مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا۔ قلعے میں شہزادگان تموریہ جمع ہو کر کچھ غزل خوانی کر لیتے ہیں۔ وہاں کے مصرعِ طرحی کو کیا کیجے گا اور اُس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھے گا میں کبھی اُس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔ اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے، اس کو دوام کہاں کیا معلوم ہے۔ ابھی نہ ہوا، اب کے ہو تو آئندہ نہ ہو۔ والسلام مع الاکرام۔

۱۸۵۴ء

اسد اللہ

ان دونوں مصرعوں میں سے جو مصرع چاہے رکھیے۔

جی میں ہے یاغ کے گلگشت کو جایا کیجے

جی میں آتا ہے کہ گلزار کو جایا کیجے
 جامِ مے تربتِ ببل پہ چڑھایا کیجے
 گر تھیں سوگ ہی رکھنا ہے عدو کا منظور
 مستی موقوفِ سہی، پان تو کھسایا کیجے
 گرم کیوں ہوتے ہواغیار کے آگے مجھ پر
 آگ میں ڈالے پریوں نہ جلایا کیجے
 تاب و طاقت نے دیا فرقتِ جاناں میں جواب
 بارِ غم، ناز نہیں ہے کہ اٹھایا کیجے
 گر ہم آئے تو غضب کیا ہے، برا کیوں کہیے
 یہی کہیے کہ مرے پاس نہ آیا کیجے
 مدعا کیا ہے ہمارے دل و دیں سے تم کو
 بات کو حضرتِ ناصح نہ بڑھایا کیجے
 تھا جنوں بھی کوئی روزوں میں تمھارا ہم راز
 گاہ گاہے خمبر اُس کی بھی منکایا کیجے

ولہ

اب تو محفل سے وہ اپنی کم اٹھاتا ہے مجھے
 بیٹھ کر غیر کے پہلو میں جلاتا ہے مجھے
 مرجا طالعِ بیدار کہ تنہائی میں
 بسترِ خواب پہ وہ شوخ بلاتا ہے مجھے

(۲)

فہرہ کو خط کہ چنچن میں ترو د کیوں ہوتا ہے ہر روز دو چار خط اترتا
جوانے آئے ہفتہ کا دیکھا اتم زیر اس کے اور ایک ہرگز نہیں آتی
بوت نہ میرا آئندہ لکھ کر تو دہشتہ خط آتا ہے نہ غور نہ کلام
اور یہ نام کتابت کھنڈ ہے ہر روز ہفتہ آتا ہے آواز ہر اس کے
کتنی ہے اور کھنڈ چار دہائی خط ہفتہ آتا ہے آواز ہر اس کے
آپ کھنڈ اس کے زبردست ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے
ایک کھنڈ ہفتہ ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے
دو خط ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے
دو خط ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے
دو خط ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے
دو خط ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے

ایک خط ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے
دو خط ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے
دو خط ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے
دو خط ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے
دو خط ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے
دو خط ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے
دو خط ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے
دو خط ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے
دو خط ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے
دو خط ہر روز آتا ہے آواز ہر اس کے

قبلہ !

آپ کو خط کے پہنچنے میں ترو د کیوں ہوتا ہے ؟ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے

آتے ہیں۔ گاہ گاہ انگریزی بھی اور ڈاک کے ہر کارے میرا گھر جانتے ہیں۔ پوسٹ ماسٹر میرا آشنا ہے۔ مجھ کو جو دوست خط بھیجتا ہے۔ وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے۔ محلہ بھی ضرور نہیں۔ آپ ہی انصاف کریں کہ آپ لال کنواں لکھتے رہے اور مجھ کو بلی ماروں میں خط پہنچا رہا۔ یہ اب کے آپ نے حکیم کالے کا نام کیسا لکھا ہے؟ اس غریب کو تو شہر میں کوئی جانتا بھی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ خط آپ کا کوئی تلف نہ ہوا، جو آپ نے بھیجا وہ مجھ کو پہنچا۔ جواب کے لکھنے میں جو میری طرف سے قصور واقع ہوتا ہے، اُس کے دو سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت مہینا بھر میں نوپتے لکھتے ہیں۔ میں کہاں تک یاد رکھا کروں؟ ایک مکان ہو تو اُس کو لکھ رکھوں۔ دوسرا سبب یہ کہ شوقیہ خطوط کا جواب کہاں تک لکھوں اور کیا لکھوں؟ میں نے آئین نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے۔ جب مطلب ضروری التحریر نہ ہو تو کیا لکھوں؟ اب کے آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے۔ ایک تو وہ رباعی جو آپ نے اس ننگ آفرینش کی مدح میں لکھی ہے۔ اُس کا جواب بندگی ہے اور کورش اور آداب۔ دوسرا مدعا خط کے نہ پہنچنے کا دوسو سہ اُس کا جواب لکھ چکا۔ تیسرا امر جناب مولوی الشریار خاں صاحب کا میرے ہاں آنا اور میرا اُس وقت مکان پر موجود نہ ہونا۔ واللہ مجھ کو بڑا رنج ہوا۔ اگر آپ سے ملیں تو میرا سلام کہیے گا۔ اور میرا ملال اُن سے بیان کیجے گا۔ صبح کو میں ہر روز قلعے کو جاتا ہوں۔ ظاہر مولوی صاحب اول روز آئے ہوں گے۔ جب میں سوار ہو جاتا ہوں۔ تب بھی دو چار آدمی مکان پر ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب بیٹھتے، حقہ پیتے۔ میں اگر قلعے جاتا ہوں تو پہر دن چڑھے آتا ہوں۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں؟

نکاشۂ سہ شنبہ، نہم ربیع الاول ۱۲۴۲ھ

مطابق ۲۰ نومبر ۱۸۵۵ء

از اسد

(۳)

برہنہ فقیر مہیشہ بکھڑ منگرا رہی حاضر اور غیر حاضر ہوا
جو علم آج بھانجے ہو سکو سچا نہ کہیں مگر مہم کو مہم کرنا

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی
میرے شیر، شاہانِ رحمت خدا کی

میں نے سن کر عرض کیا کہ صاحب، جس بزرگ کا یہ مطلع ہے، اُس پر بہ قول اُس کے خدا
کی رحمت اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت: "اسد" اور "شیر" اور "بت" اور "خدا" اور "جفا" اور "وفا"
یہ میری طرزِ گفتار نہیں ہے۔ بھلا ان دو شعروں میں تو اسد کا لفظ بھی ہے، وہ شعر میرا کیوں کر سمجھا
گیا؟ واللہ، باللہ وہ شعر "خدنگ" "رنگ" کے قافیے کا میرا نہیں ہے۔
والسلام۔

مرسلہ جمعہ ۲۵ ماہِ صیام ۱۲۷۵ھ
۲۹ ماہ اپریل (سالِ حال) ۱۸۵۹ء

غالب

(۴)

حضرت کلید
بیتا قبا آگے سر پہ آج
زلفا زلفا نہ ہو مہر نہ آج
اصغر بک بک بک بک بک
دوستی سنہ آج جہاں خیر
سینہ آج جہاں خیر
وہ دوسرا لغت ہے طرح بہ حرکت رازِ فرشت بر وزنِ فرخ آد سکول سکون
ہونا عوام کا سطن ہے معاذ اللہ اگر تقریر میں اس طرح بکھ سکون دور
کات ڈالوں جہاں کہ نظم میں لاؤں کہن غزل طرد کے زسی ط
بکھ روش و طرزِ طرح ہے بکھ نہیں
اف نہ نہیں استان کہ نہیں بکھ الکتی ستم
آواز خوش اور جھیل کو ہزار استان کہنی ہی سکوئی اور رسد
ہی صبح ہزار استان ہے بکھ بہت طرح کے آوازین بولنا ہی

جناب مولوی احمد حسن صاحب عرش کو میرا سلام پہنچا کیسبہ ۲۸ اگست ۱۲

ماہنامہ

بسیور محکمہ منصفی اشاب پڑھ کیسبہ ۲۸ اگست
بخدمت قاضی صاحب مخدوم مکرم مظہر لطف وارم جناب کا خط بعد اجمیل صلا سدا تھا سرور کفیل

حضرت !

کیا ارشاد ہوتا ہے ؟ آگے اس سے جو آپ کے اشعار آئے تھے وہ دودن کے بعد
اصلاح دے کر بھیج دیے۔ خط ڈاک میں تلف ہو جائے تو میرا کیا گناہ ؟ آج آپ کا یہ خط صبح کو
آیا، میں نے آج ہی دوپہر کو دیکھ کر لفاظی کر ڈاک میں بھجوا دیا، اب پہنچے یا نہ پہنچے۔
دو باتیں سنئے ”طرح“ بہ سکون رائے قرشت بمعنی ”فریب“ ہے۔ لیکن اردو میں یہ لفظ
مستعمل نہیں۔ وہ دوسرا لغت ہے ”طرح“ بہ حرکت رائے قرشت، بروزن ”فرح“ اس کو بہ سکون
رائے مہملہ بولنا عوام کا منطق ہے۔ معاذ اللہ ! اگر تقریر میں اس طرح یعنی بہ سکون بولوں تو
زبان اپنی کاٹ ڈالوں، چہ جائے آل کہ نظم میں لاؤں۔ ہاں غزل ”طرح“ کی زمین ”طرح“
کی یہ بہ سکون ہے اور بمعنی ”روش و طرز“ ”طرح“ ہے۔ بہ فحشیں۔ (دستاں ... ۳) افسانہ نہیں ”دستاں“
کے تین معنی : ایک تو رستم کے باپ کا نام اور وہ علم ہے۔ دوسرے تیسرے ”آواز خوش“
اور یہ جو بیل کو ہزار داستاں کہتے ہیں۔ سوئی اور فرومایہ (لوگ کہتے) ہیں۔ صحیح ہزار داستاں ہے
یعنی بہت طرح کی آوازیں بولتا ہے۔

جناب مولوی احمد حسن صاحب عرش کو میرا سلام پہنچے۔

یکسبہ ۲۸ اگست ۱۸۵۹ء

وہ خط جس میں اشعارِ سیدِ مظلوم کے تھے، مجھ کو پہنچا اور میں نے اُس خط کا جواب تم کو بھیجا اور ذکرِ اشعارِ قلمِ انداز کیا، فارسی کیا لکھوں؟ یہاں ترکی تمام ہے۔ اخوان و احباب! یا مقتول یا مفقود الخیر، ہزار آدمی کا ماتم دار ہوں۔ آپ غمزدہ اور آپ غمگسار ہوں۔ اس سے قطع نظر کہ تباہ اور خراب ہوں، مرنا سر پر کھڑا ہے، پایہ رکاب ہوں۔

”طرح“ بالفتح بمعنی ”نمود“ اور بمعنی ”فریب“ ”سح لیکن“ ”طرح“ بہ فتحین اور چنیر ہے۔
غیاث الدین رام پور میں ایک ملائے ملکیتی تھا، ناقلِ ناعاقل جس کا ماخذ اور مستند علیہ قتل کا کلام ہوگا، اُس کا فن لغت میں کیا فرجام ہوگا؟

کیستم من کہ تا ابد برزیم
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ ! یہ مصرع میرا نہیں۔ ”تا ابد برزیم“ یہ فارسی لالہ قیتل کی ہے۔ میرا قطعہ یہ ہے:

قطعه

کیستم من کہ جاوداں باشم
چوں نظیری نماند و طالبِ مُرد
ور بگویند در کد ا میں سال
مُرد غالب؟ بگو کہ ”غالبِ مُرد“

یہ مادہ تاریخ و فات از روئے نجوم نہیں، بلکہ از روئے کشف ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

پنجشنبہ ۸ ستمبر ۱۸۵۹ء

غالب

بہت دنوں میں آپ نے مجھ کو یاد کیا۔ سالِ گذشتہ ان دنوں میں میں رام پور تھا۔

مارچ ۱۹۶۸ء میں یہاں آگیا ہوں، اب یہیں ہوں اور یہیں میں نے آپ کا خط پایا ہے۔
آپ نے سرنامے پر رام پور کا نام ناحق لکھا۔

حق تعالیٰ والی رام پور کو صدوسی سال سلامت رکھے۔ اُن کا عطیہ ماہ بہ ماہ مجھ کو پہنچتا
ہے۔ کرم گسٹری و استاد پروری کر رہے ہیں۔ میرے رنج سفر اٹھانے کی اور رام پور جانے کی
حاجت نہیں۔

مولوی احمد حسن عرشی کے فراق کو میں نہیں سمجھا کہ کیوں واقع ہوا۔ بلکہ یہ بھی نہیں معلوم کہ
آپ اور وہ یکجا کہاں تھے اور کب تھے؟ خلیفہ حسین علی صاحب رام پور میں مجھ سے ملے
ہوں گے، مگر واللہ مجھ کو یاد نہیں۔ نسیان کا مرض لاحق ہے۔ حافظہ گویا نہ رہا۔ شامہ ضعیف،
سامعہ باطل، باصرہ میں نقصان نہیں، البتہ حدت کچھ کم ہو گئی ہے۔

پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند

بہ ہر حال چوں کہ میں دلی ہوں اور وہ رام پور گئے ہیں۔ تو البتہ وہ آپ کے پیام جو اُن کی زبان
کے محول تھے، بہ دستور اُن کی تحویل میں رہے اور مجھ تک نہ پہنچے۔ یہ شہر بہت غارت زدہ
ہے۔ نہ اشخاص باقی نہ امکانہ۔ کتاب فروشوں سے کہہ دوں گا، اگر میری نظم و نثر کے رسالوں میں
سے کوئی رسالہ آجائے گا تو وہ مول لے کر خدمت عالی میں بھیج دیا جائے گا؛

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت^۵

ایک دوست کے پاس بقیۃ النہیۃ والغارۃ کچھ میرا کلام موجود ہے۔ اُس سے یہ غزل لکھو کر
صبح بھیج دوں گا۔

دلی میں ایک حکیم تھے، اُن کا نصر اللہ خاں نام تھا۔ وہ مر گئے۔ اس نام کا وکیل عدالت
دیوانی کبھی میں نے دلی میں نہیں سنا۔ کیسا ڈیرہ پور، کیسا کان پور؛ اب میں کس سے پوچھتا
پھر وں کہ نصر اللہ خاں کے تم آشنا ہو یا نہیں؛ جب حضرت کو اُن کا مسکن مع عہدہ معلوم
ہے تو پھر اُن کے احباب کو کیوں ڈھونڈتے ہو؛

غزلیں بعد اصلاح کے پہنچتی ہیں۔

نجات کا طالب غالب

”تنگے پاؤں“ واؤ کے صنمے کو اشباع کیسا؟ یہ تو ترجمہ ”یا بم“ کا ہے اور پھر پاؤں کی یہ املا غلط ”پانو“ ”گانو“ ”چھانو“
 ”گھینٹے گا“ نون کیسا؟ گھینٹے گا اس کی املا یوں ہے۔

فروری۔ مارچ ۱۹۶۱ء

(۷)

جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچے۔ غنایت نامے کے ورود نے شادماں کیا، مگر امورِ مبہمہ جو نگارش پذیر تھے، انہوں نے حیران کیا۔ ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہوں۔ آمول کے باب میں جو کچھ لکھا یہ کیوں لکھا؟ اہدا کو دوام کیا ضرور ہے خصوصاً جب کہ بذاتِ خود حادث ہو؟ حضرت اب کے سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک اور بے مزہ ہے۔ آم کہاں سے ہو؟ نہ مہاوٹ نہ برسات۔ دریا پایاب ہو گئے۔ کنویں سوکھ گئے۔ اثمار میں طراوت کہاں سے ہو؟ جناب اس کا خیال نہ فرماویں۔ اپنے کشف کو غلط کر دوں گا۔ برشکالِ آئندہ تک جیسوں گا۔ آپ کے موہبی آم کھاؤں گا
 سی ام جون ۱۹۶۱ء
 جواب کا طالب غالب

(۸)

..... سلامت۔

یہ عہدہ آپ کو مبارک ہو اور مجھ کو اسی طرح صدر الصدوری کے منصب کی مبارک باد لکھنی نصیب ہو۔ غزلیں دیکھ کر بھیجتا ہوں۔ اب کے اصلاح کی حاجت کم پڑی۔
 ”برودہ“ ”رفتہ“ یہ جتنے الفاظ ہیں ان میں یاے تختانی نہیں لکھتے۔ بس وہی آ
 انبلے حرکت رہتی ہے پس اگر وہ ساکن ہے تو تو ”رفتہ“ ”برودہ“ اس صورت پر ہے گی۔

اور اگر اس کو حرکت لازم آئے تو علامت حرکت ہمزہ لکھ دیا جائے گا۔ "رفثہ" "آمدہ" اور ان مفعول کے سب صیغوں کا یہی حال ہے۔

پان کا شعر کاٹ ڈالا، وجہ یہ کہ پہلے تو میں "پان" کا "نوں" بے اعلان بروزن آں " پسند نہیں کرتا!

(۹)

جناب مخدوم مکرم کو میر سید تفقہ نامہ مرقومہ ۱۱ ستمبر میں نے پایا حضرت
کے مسئلہ حال پر خدا کا شکر بجالایا کوئر محکمہ مخفی میں آکر کوئر گافو
مشددت جہاں اے عہد آپ کو مبارک آپ کا دل تخی نہ سلامت
انزوہ جو اپنے ابن الخیال کا اس محکمہ میں وکیل ہو گیا آپ کو کہنکا؟
البتہ بجا ہی جب آپ ہر کر چکے ہیں تو اب اوسکا اندیشہ کیا ہی عالم
سمجھ لے گیا وہ وکیل ہیں محکمہ منصفین نہ رہیں گی محکمہ صدر میں
شش جہاں کام کرینگے میں نہ تندرست ہوں نہ رنجور ہوں زندہ ستود
تہوں دیکھیں کب بدلنے ہیں اور جب جیتا رہوں اور کیا دکھانے ہیں
والسلام بہ الوف الاصرام نجا کاٹ غائب یکشنبہ ۲۹ ستمبر ۱۳۷۱

جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی۔

تفقہ نامہ مرقومہ ۲۱ ستمبر میں نے پایا۔ حضرت کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجالایا۔

کوئی محکمہ تحفیف میں آئے، کوئی گاؤں مثلاً لٹ جائے، آپ کا عہدہ آپ کو مبارک، آپ کا دولت خانہ سلامت، ہاں وہ جو اپنے ابن النحال کا اس محکمے میں وکیل ہونے کا آپ کو کٹھنکا ہے، البتہ بجا ہے۔ جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو اب اس کا اندیشہ کیا ہے؟ حاکم سمجھ لے گا۔ وہ وکیل ہیں۔ محکمہ منصفی میں نہ رہیں گے۔ محکمہ صدر امین و ششمن جج میں کام کریں گے۔

میں نہ تندرست ہوں، نہ رنجور ہوں، زندہ بہ دستور ہوں۔ دیکھیے کب بلا تے ہیں؟ اور جب تک جیتا ہوں اور کیا دکھاتے ہیں؟ والسلام بہ الوف الاحترام۔

یکشنبہ ۲۹ ستمبر ۱۸۶۱ء
نجات کا طالب غالب^{۱۲}

(۱۰)

از اسد بندگی برس۔ حضرت! یہ غزل قطعہ بند ہے، پس خطاب مطلع میں چاہیے، مطلع دو دو لکھنے، یہ ایجاد ریختہ والوں کا ہے۔

جناب مولوی اساس الدین صاحب کی خدمت میں سلام نیاز۔

(۱۱)

”اے مشفق من“ نام بوطا اور قبیح ”ملک سال باہر۔ اس شعر کو دور کرو۔ اور اگر کوئی اور شعر ہاتھ نہ آئے اور اسی کو رکھنا چاہو تو یوں رکھو:

گالیاں دیتے، ہو کیوں مشفق من، خیر تو ہے!؛
غالب

(۱۲)

آداب عرض کرتا ہوں اور پیاروں غزلیں دیکھ کر جا بہ جا حک و اصلاح کر کر بھیجتا ہوں

اسد

اسد

(۱۳)

خستہ کام و اندیشہ کام، دونوں لفظ
تکملہ نام نہ کام و دستنکام د

اور تشنہ کام اور ترکیب سے
لو کہ ہے نہ معنی مقصد و مبدعاً
۱ غزل فانی میں اس طرح پیش کیا کہ کھلنے کا
جگہ باقی رہے

"خستہ کام و اندیشہ کام" دونوں لفظ نکسال باہر ہیں۔ ہاں "نا کام" اور "دشمن کام" و "دوست کام" لکھتے ہیں اور تشنہ کام" اور ترکیب ہے۔ کام یہ معنی "تالو" کے ہے نہ بمعنی "مقصد" و "مبدعاً" کا غزل فانی میں اس طرح پیش کیا کہ کھلنے کی جگہ باقی رہے !

(۱۴)

"تو پھنسا ترجمہ پیدن" کا املا یوں ہے، نہ تر پنا " باے فارسی اور نون کے درمیان
ہاے مخلوط التلفظ ضرور ہے۔

معشوق کو صاحب لکھنا چاہیے نہ کہ "حضرت" اور جو ایک دو جگہ اصلاح ہے، اُس
کی توضیح کی حاجت نہیں۔ فارسی غزل، خیر اگر آپ کا جی چاہے، تو رہنے دیجئے۔ جس طرح اُس
میں کہیں سقم نہیں اسی طرح لطف بھی نہیں۔

نجات کا طالب غالب

(۱۵)

"زبیرون خانہ" کا لفظ خلاف روزمرہ۔ علاوہ اس سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ مگر خود اُس شخص
کے گھر میں داخل غیر ہے۔

(۱۶)

جناب مولوی صاحب !

آپ کے دونوں خط پہنچے۔ میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ۔ آٹھ پہر پڑا رہتا ہوں۔ صل
صاحب فراش میں ہوں۔ بیس بیس دن سے پاؤں پر ورم ہو گیا ہے۔ کف پاؤں پشت پا سے

نوبت گزر کر پنڈلی تک آماں ہے۔ جوتے میں پاؤں سماتا نہیں۔ بول و براز کے واسطے
 اٹھنا، شوار۔ یہ سب باتیں ایک طرف، دردِ مَعَلّٰی روح ہے۔ ۱۲۷۷ھ میں میرا نہ مرنا بہت
 میری تکذیب کے واسطے تھا مگر اس تین برس میں ہر روز مرگ تو کا مزہ چکھتا رہا ہوں۔ میرا ان
 ہوں کہ کوئی صورت زیست کی نہیں۔ پھر میں کیوں جیتا ہوں؟ روح میری اب جسم میں اس طرح
 گھبراتی ہے جس طرح طائرِ قفس میں۔ کوئی شغل، کوئی اختلاط، کوئی جلسہ، کوئی جمع پسند نہیں۔ کتاب
 سے نفرت، شعر سے نفرت، جسم سے نفرت، روح سے نفرت، یہ جو کچھ لکھا ہے بے مبالغہ اور
 بیانِ واقع ہے۔

خرم آل روز گزریں منزل ویراں بروم

ایسے منہ میں اگر تحریر جواب میں قاصر رہوں تو معاف ہوں۔

صبح جمعہ، یکم محرم ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۹ جون ۱۸۶۲ء؟ نجات کا طالب نائب

(۱۷)

جنابِ فریضہ کو سیرِ زندگانی ہنر مکر و موکو غلامِ غوثِ شاہِ بہار
 کا قول سچ ہے اب یہ تندرست مہر ہو رہا ہے ہنسی زخمِ جراحت
 کہیں نہیں مگر ضعفِ دل و شدتِ دم خدا کے پناہ ضعفِ کونکر
 نہو برس دن صاحبِ فراش راہِ نوسنِ سرِ برکاتِ عمرِ حیاتِ خون بدنی
 تو بے مبالغہ آدا ادا سین سے پیپ ہو کر لکھ گیا سن نو
 کہا جواب پہر تولید دم صالح ہو بہر حال زندہ ہوں

اور ناتوان اور آپ کے ہر شہارح ستانہ کامنوں کا
والسلام مع الاکرام نجات کا طالب غالب
دوشنبہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۸۶۳ء

جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہنچے۔

مکرمی مولوی غلام غوث خاں بہادر میرنشی کا قول سچ ہے۔ اب میں تندرست ہوں۔
پھوڑا پھنسی، زخم جراثیم نہیں، مگر ضعف کی وہ شدت ہے کہ خدا کی پناہ یضعف کیوں کر
نہ ہو۔ برس دن صاحب فراش رہا ہوں۔ ستر برس کی عمر۔ جتنا خون بدن میں تھا اُسے بے مبالغہ
آدھا اُس میں سے پیپ ہو کر نکل گیا۔ سن نو کہاں جو اب پھر تولیدم صالح ہو یہ ہر حال زندہ ہوں اور
ناتواں اور آپ کی پریشانی ہائے دوستانہ کامنوں احساں۔ والسلام مع الاکرام۔

دوشنبہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۲۸۳ھ

مطابق سی ام نومبر ۱۸۶۳ء

نجات کا طالب غالب

(۱۸)

قبل!

مجھے کیوں شرمندہ کیا؟ میں اس ثنا و دعا کے قابل نہیں مگر اچھوں کا شیوہ ہے بڑوں
کو اچھا کہنا۔ اس مدح گستری کے عوض میں آداب بجالاتا ہوں۔

نجات کا طالب غالب

دوشنبہ ۱۵ دسمبر ۱۸۶۳ء

(۱۹)

جناب صاحب کو سلام اور نصیحت کہ بندگی اگر مجھے قوت ناظمہ پر
تقریر نہ پڑا ہوتا تو نصیحت کے تقریر میں ایک نقطہ اور حضرت
صبح میں ایک نصیحت لکھتا بات یہ ہے جو میں شاید نہ لکھتا

تو یہ ستائش راجع آپ کے طرف ہوگئی گویا یہ قصیدہ آپ کے

مرح میں ہے ۱۲

میں اب رنجور نہیں تندرست ہو مگر بوڑھا ہوں جو کچھ طاقت

باقی تھی وہ اس ابتلا میں زائل ہو گئی اب ایک جسم بزرگ

متحرک جس کے بے مردہ شخصہ بدرود اس میں بیغ

رجب ۱۲۸۵ سے ستر وائے برس شروع اور اسقام و آلام کا شروع

ہے لا حولہ اللہ لا مؤثر فی الوجود اللہ

نجات کا طالب غالب رجب ہفتم جنوری ۱۲۸۵

غالب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدے کی بندگی۔ اگر مجھے قوتِ ناظرہ پر تصرف باقی رہا ہوتا تو
قصیدے کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے کہ
جو میں شائستہ مدح نہیں تو یہ ستائش راجع آپ کی طرف ہوگی۔ گویا یہ قصیدہ آپ ہی کی مدح
میں ہے۔ میں اب رنجور نہیں تندرست ہوں مگر بوڑھا ہوں جو کچھ طاقت باقی تھی وہ اس
ابتلا میں زائل ہو گئی۔ اب ایک جسم بے روح متحرک ہوں۔

یکے مردہ شخصہ۔ مردے رواں

اس مہینے یعنی رجب ۱۲۸۵ سے ستر ہواں برس شروع ہوا اور اسقام و آلام کا شروع

ہے۔ لا حولہ اللہ لا مؤثر فی الوجود اللہ۔

بست و ہفتم رجب ۱۲۸۵

ہفتم جنوری ۱۲۸۵

نجات کا طالب غالب

(۲۰)

میں اب رنجور نہیں تندرست ہو مگر بوڑھا ہوں جو کچھ طاقت
باقی تھی وہ اس ابتلا میں زائل ہو گئی اب ایک جسم بزرگ
متحرک جس کے بے مردہ شخصہ بدرود اس میں بیغ
رجب ۱۲۸۵ سے ستر وائے برس شروع اور اسقام و آلام کا شروع
ہے لا حولہ اللہ لا مؤثر فی الوجود اللہ

— مہ شوال کو کیا دیکھے جنونِ غمگیں —
 — خنجرِ ناز نہیں، ابرو سے خمدار نہیں —

پیر و مرشد !

ماہ شوال کو خنجر و شمشیر سے کیا ملاقات؟ ہلالِ رمضان دیکھ کر تلوار کو دیکھتے ہیں اور ہلالِ شوال دیکھ کر سبز کٹرِ امشاہد دہکرتے ہیں۔ اشعار بہت ہیں، ان میں سے کسی شعر کو مقطع کر دیجئے۔
 ہفتم فروری ۱۸۶۴ء
 غالبؔ

(۲۱)

دینی چاہیے یا دنیوی
 چاہیے یا چاہیے

فطرتِ شوقِ عہدِ جاوید
 سوچے غیبی

گنہگار نہیں
 دلِ بے گناہ کی آواز ہے

غمنوں میں پائی ہے
 وقتِ آفتاب کی بارگاہ
 کس نگاہ میں ہے

دشمنی پر جب کہ ہم سے یار ہے
 پھر بھلا کیا شکوہ اغیار ہے
 خطِ شوقیہ لکھا ہے یار کو
 سو جگہ مضمون کی تکرار ہے
 دل لگا کر دل کہیں لگتا نہیں
 عشق یار ب کیا کوئی آزار ہے
 وقتِ آخر میں ترے بیمار کی
 کیا نگاہِ یاسِ حسرت بار ہے
 دل لگایا تھا سمجھ کر دل لگی
 اب تو کچھ بھینے سے جی بزار ہے
 بل بے شوخی اس نگاہِ ناز کی
 ایک برہی سی جگر کے پار ہے
 حال کچھ کھلتا نہیں اس شوخ کا
 آج جانے پر بہت اصرار ہے
 بوسہ اس لب سے کبھی ملتا نہیں
 عشقِ مزدوری نہیں بیکار ہے
 یک نظر میں سینکڑوں ہوتے ہیں خوں
 چشم کہنے کے لیے بیمار ہے
 گلشنِ ہستی میں جی بہلا نہیں
 گل کے پہلو میں کھٹکتا خار ہے

جنون کی جو کاشکریاں تو کہتی ہیں جانا بلاغت ہے یعنی اس وقت کے افعال بول و براز ہیں
 انکا ذکر کرنا طبع ہے مومن اور نسبت بادشاہ مومن ہے
 کاشکریاں جو کہ جادو کی شان ہیں عموماً طبعاً اور یہ جو فقیر غلبہ نفس کو غلط کہتا ہے
 ایک قید ہے یعنی بہت کام ایسے ہیں جو تو مرنے پر بھی کر سکتا ہے
 اور غلام سے بھی کر سکتا ہے مثلاً چلم پریشاں دہنا یا
 یا پانچا یا پانچا یا پانچا یا پانچا اور بہت کام ایسے ہیں جو فقیر
 کا ذات سے تعلق رکھتے ہیں دوسرا نیا بتا نہیں کر سکتا مثلاً
 مقہور یا پانچا یا پانچا یا پانچا یا پانچا یا پانچا یا پانچا
 قبل سے ہیں فعال مشترکہ میں نفس نفس تکہ سکتے ہیں
 اور فعال مفرد میں نفس نفس کا قید تو اور ہے

حضرت سلامت !

میاں قدرت اللہ صاحب کا تردد بجا۔ "پیش از صبح صادق" نماز کیسی؟ یہ کاتبِ اول کی
 نوبی اور نقل کرنے والوں کی غفلت ہے۔ اصل فقرہ یوں ہے،
 "خود بدولت پیش از صبح صادق برخاستہ بعد
 بانگِ صلوٰۃ باجماعتِ فضلا نمازِ صبح ادا کردہ
 بہ جہر و کۃ درشن تشریف می آور دند"

حضرت نے بہ نفسِ نفیس بڑھا دیا اور "برخاستہ" کو بہ جہر اٹھا دیا۔ صبح صادق سے پہلے یعنی
 دو تین گھنٹی رات رہے اٹھتے اور ضروریات سے فراغت کرتے۔ وضو کے مراسم بجالاتے۔
 جب مؤذن اذان دیتا، جماعت کی نماز پڑھتے۔ رفعِ حوائج ضروری کو "برخاستہ" کے بعد
 مقدّم چھوڑ جانا بلاغت ہے یعنی اُس وقت کے افعال بول و براز ہیں۔ اُن کا ذکر مکروہ
 طبع ہے، عموماً اور بہ نسبت بادشاہ سوء ادب ہے خصوصاً۔ اور یہ جو فقیر نفسِ نفیس کو غلط
 کہتا ہے، یہاں ایک دقیقہ ہے یعنی بہت کام ایسے ہیں کہ آدمی آپ بھی کر سکتا ہے اور غلام
 سے بھی لے سکتا ہے۔ مثلاً چلم پر آگ دھونا یا پانچا خانے میں لوٹا لے جانا۔ اور بہت کام
 ایسے ہیں کہ ہر شخص کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ دوسرا نیا بتا نہیں کر سکتا۔ مثلاً حقہ پینا
 یا پانچا خانے جانا، سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ پس افعالِ مشترکہ میں

”بتفس نفیس“ لکھ سکتے ہیں اور افعالِ مخصوصہ میں ”بتفس نفیس“ کی قید لغو اور پوچ اور مہمل ہے
میں کروں کیا؟ فی الحال دودمانِ معنی کا وہ حال ہے جو ہندوستان کا غدر کے بعد ہو گیا۔ جھلا جانتے
نہیں۔ علما اعتنا نہیں کرتے۔ چھاپے کو توقعِ الہی سمجھتے ہیں نسخہ مطبوعہ میں غلطی کا احتمال جائز نہیں
رکھتے۔ کاپی نویس کے جرم میں مصنف بے چارہ ماخوذ ہوتا ہے۔

۸ مئی ۱۸۶۳ء داد کا طالب غالب

غضب ہے گر نہ سگ در ترا قبول کرے
کہ سوزِ غم نے جلایا ہے استخوالِ میرا
کبھی ہے کبھی میں مذکور، گاہ دیر میں ذکر
ہوا ہے عشق میں چرچا کہاں کہاں میرا
جنوں نے جور کا شکوہ کیا تو کہتے ہیں
کہاں کو چھوڑ کے جاؤ گے آستاں میرا

(۲۳)

”کہار کے حوالہ کر“

سے آکے پاس پہنچ میں
جس بوڑھا اور ناتوان گویا نیم چرا گیا
ایک کم ستر برس دنیا میں رہا کوئے کام
و میر کی نکیا افسوس ہزار افسوس نجا ^{غالب}

سہ شنبہ ۲۸ جون ۱۸۶۲ء



قبلہ !

ایک سو بیس آم پہنچے۔ خدا حضرت کو سلامت رکھے۔ دس قلیں اور چھٹانک بھریا ہی
کہار کے حوالے کر دی ہے۔ خدا کرے بہ حفاظت آپ کے پاس پہنچے۔ میں مریض نہیں
ہوں۔ بوڑھا اور ناتواں، گویا نیم جاں رہ گیا۔ ایک کم ستر برس دنیا میں رہا۔ کوئی کام دین
کا نہ کیا۔ افسوس ہزار افسوس۔

سہ شنبہ ۲۸ جون ۱۸۶۲ء نجات کا طالب غالب

(۲۵)

جناح وہ نزل جبکہ رہا، باتباوان پہنچا، اب بن جا وہ ہوئے مدد دہا یہ کہ
گم ہو گئی سہ گہات بن گیا، آہر کہ ہے غم کی نگار کہ تقسیم و تفریق
کر کے رہی، اس میں کوئے ستم نہیں مگر آہر کا بہو کا لفظ ہے، اس طرح کی الفاظ
سے انداز کرنا بہت گمراہی ہے، لفظ صحیح ہے مضائقہ نہیں،
قطرہ کا یہ اس مطلع میں خیال ہی دقیق مگر کوئے کندن کا یہ براوردن ہے لفظ غلط
نہیں قطرہ چلانی بن ہے انداز ہے بعد مکرر ہر ہر ان ثبات و قرار ہے جبرست نالہ
حرکت کرتے ہی قطرہ می افراط میرت، لیکن بھول گیا برابر برابر کو ذہن جو ہم کر رہ
گئیں تو جالی کا خط نہر بصیرت اس تالی کے بن گیا جس میں سولی پروئی ہو،
سہ لسانہ اگر دل ہے بہت لطیف تقریر ہے، لیتا کو ربط ہے، میں سے کرتا مرید
ہے آہ و فغان سے مراد ہے عقیدہ ستم اور لفظی ذہن مریوب بن گیا ہے، میں عقیدہ ستم
مرید ہے عقیدہ لفظی جابر بلکہ تعصبا و ملیہ رجحانہ عقیدہ ہے فارسی کا جمل معنی مریوب ہے
اگر دل نہیں نہ بنا تو کوئے دم میں لیتا اگر نہ بنا تو کوئے دم لولہ و فغان کرنا نہیں
ہے مگر اگر نہیں ہی میں اگر ترا لٹا آہ نہیں تو یہ امر مجھ پر آسان ہے خیر تر لٹا آسان
نہی نہ ہم لٹا لٹا، کوئے اور دل سب کا مشکل نو ہے، وہی ترا لٹا دشوار بھی

جناح صاحب نے یہ شعر لکھا ہے
"جناح صاحب نے یہ شعر لکھا ہے"
"جناح صاحب نے یہ شعر لکھا ہے"
"جناح صاحب نے یہ شعر لکھا ہے"

میں تعقیدِ معنوی عیب اور تعقیدِ لفظی جائز، بلکہ فصیح اور ملیح۔ رخیۃ تقلید ہے فارسی کی۔ حاصلِ معنی مصرعین یہ کہ اگر دل تمھیں نہ دیتا تو کوئی دم چن لیتا، اگر نہ مرنے کو کوئی دن اور آہ و فغاں کرتا۔
 ”ملنا ترا اگر نہیں“ انج۔ یعنی اگر تیرا ملنا آسان نہیں تو یہ امر مجھ پر آسان ہے۔ خیر تیرا ملنا آسان نہیں، نہ ہسی۔ نہ ہم مل سکیں گے۔ نہ کوئی اور مل سکے گا۔ مشکل تو یہ ہے کہ وہی تیرا ملنا دشوار بھی نہیں، یعنی جس سے تو چاہتا ہے، مل بھی سکتا ہے۔ ہجر کو تو ہم نے سہل سمجھ لیا تھا مگر رشک کو اپنے اوپر آسان نہیں کر سکتے۔

”حسن اور اس پہ“ انج۔ مولوی صاحب کیا لطیف معنی ہیں؟ داد دینا حسنِ عارض اور حسنِ ظن، دو صفتیں محبوب میں جمع ہیں۔ یعنی صورت اچھی ہے۔ اور گمان اُس کا صحیح ہے۔ کبھی خطا نہیں کرتا اور یہ گمان اُس کو بہ نسبت اپنے ہے کہ میرا مارا کبھی بچتا نہیں اور میرا تیر غرۃ خطا نہیں کرتا۔ پس جب اُس کو اپنے پر ایسا بھروسہ ہے تو رقیب کا امتحان کیوں کرے؟ اُس حسنِ ظن نے رقیب کی شرم رکھ لی، ورنہ یہاں معشوق نے مخالطہ کھایا تھا۔ رقیب عاشقِ صادق نہ تھا۔ ہوس ناک آدمی تھا۔ اگر پائے امتحان درمیاں آتا تو حقیقت کھل جاتی۔ ۱۱۔

”تجھ سے تو کچھ“ انج۔ یہ مضمون کچھ آغاز چاہتا ہے۔ یعنی شاعر کو ایک قاصد کی ضرورت ہوئی، مگر کھٹکا یہ کہ قاصد کہیں معشوق پر عاشق نہ ہو جائے۔ ایک دوست اس عاشق کا، ایک شخص کو لایا۔ اور اُس نے عاشق سے کہا کہ یہ آدمی وضع دار اور معتمد علیہ ہے میں ضمان ہوں کہ یہ ایسی حرکت نہ کرے گا۔ خیر اُس کے ہاتھ خط بھیجا گیا۔ قضا را عاشق کا گمان پرچ ہوا۔ قاصد محسوب الیہ کو دیکھ کر والہ و شیفۃ ہو گیا۔ کیسا خط؟ کیسا جواب؟ دیوانہ بن، پڑے پھاڑ خنگل کو چل دیا۔ اب عاشق اس واقعے کے وقوع کے بعد ندیم سے کہتا ہے کہ غیبِ داں تو خدا ہے، کسی کے باطن کی کسی کو کیا خبر۔ لے ندیم تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن اگر نامہ بر کہیں مل جائے تو اس کو میرا سلام کہیو کہ کیوں صاحب تم کیا کیا دعوے عاشق نہ ہونے کے کر گئے تھے۔ اور انجام کار کیا ہوا؟ ۱۲۔

ایضا بنویسید و بعد از آن با جواب آید
کسی را به دست من آید و در حق من

سرمدار بگلان دل پیر
صبر بجای دل من آید

او کی بی یون آید

کجا عجب آید

افا ملک بگلان

ملک بگلان او ملک بگلان
نی خدای او در راه

نه کسی را در راه
ملک بگلان او ملک بگلان

بوی بگلان او ملک بگلان

ملک بگلان او ملک بگلان

ملک بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

مردم بگلان او ملک بگلان

کیا مخصوص بہرہ بود و باش یا رجب اُس کو
کہی تارِ سخن سمت میں کہ دولت خانہ مخصوص

دیگر

مہر بازار یہ مکان دل چسپ
جس سے دل خوش ہوا ہے چنی کا
اُس کی تارِ سخن یوں کہی میں نے
”کیا عجب خانہ سرور بنا“

ایضاً

مکیں زہرہ ساں اور فلک سا مکان
نئی طرز ہے اور طرفہ بنا
سن عیسوی از سرِ امتراز
”یہ ہے چرخِ ثالث“ فلک نے کہا

دیگر

دوستے ساخت مکان از پئے دوست
... .. عیش و طربے
عرض کروم بہ سروش از پئے سال
بعد اندیشہ بہ ہنگامِ شبے
گفت بے روی الم ایں تارِ سخن
”خانہ خوش بہ طراز عجے“

دیگر

ان قدرت اللہ باہنر ایزد عطا کردش پسر
بادا بفضل ذوالمنن از عمرو دولت بہرہ ور

بودم بفکر سالِ او ناگہ سروشی از فلک
گفتا بہ سالِ مولدش برجِ سعادت را مقرر
مصرع تاریخِ اختتامِ طبعِ دستبنو طبعِ دستبنو دانش شدہ

پروم شد!

نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہوں۔ مند نشینی کی تہنیت کے واسطے رام پور آیا۔ میں کہاں اور بریلی کہاں۔ ۱۳ اکتوبر کو یہاں پہنچا، بشرطِ حیاتِ آخر دسمبر دہلی کو جاؤں گا۔ نمائش گاہ بریلی کی سیر کہاں اور میں کہاں! خود اس نمائش گاہ کی سیر سے، جس کو دنیا کہتے ہیں، دل بھر گیا۔ اب عالم بے رنگی کا مشتاق ہوں۔ لا اِلهَ اِلَّا اللہ! لا مُؤجِدَ اِلَّا اللہ! لا مُؤثِرَ فی الوجودِ اِلَّا اللہ۔

نجات کا طالب غالب

سہ شنبہ ۷ نومبر ۱۸۶۵ء

(۲۷)

آداب بجا لاتا ہوں۔ آپ کا نوازش نامہ پہنچا۔ غزلیں دیکھی گئیں۔ فقیر کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کلام میں اسقام و اغلاط دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہوں اور اگر سقم سے خالی پاتا ہوں تو تصرف نہیں کرتا۔ پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں کہیں اصلاح کی جگہ نہیں!

(۲۸)

سبحی اللہ سر آغازِ فصلِ مینِ ایسے ثمر بارِ پریشی کی پہنچنا
نورِ ہزار گونہ ہمینست و شد نامہ ہے یہ ثمر ربِ انواعِ شمار
ہے اس کے تعریف کیا کرو کلام اس با بین کیا چاہتا
مہنچ مین یار اور اہد کا آ پکو خیر۔ آیا پروردگار

اچھا باغیچہ لانا پڑے گا جس سے پتھر کی طرح
 ٹھیکہ کے دن ۸ جون کو ہر چارے وقت کہا جائے گا
 اور قیمت ختم کا حوالہ دیا جائے گا اور اگر کوئی
 ہو گیا ہے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
 اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

بسم اللہ اسمہ آغاز فصل میں ایسے شربائے پیش رس کا پہنچنا نوید ہزار گونہ مینت و
 شادمانی ہے۔ یہ شرب النوع اثمار ہے۔ اس کی تعریف کیا کروں؟ کلام اس باب میں کیا
 چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا۔ اور اہداء کا آپ کو خیال آیا۔ پروردگار آپ کو بایں ہمہ رواں پروری
 کرم گستری و یاد آوری سلامت رکھے۔

جمنے کے دن ۸ جون کو دوپہر کے وقت کہاں پہنچا اور اسی وقت خط کا جواب لے کر
 اور آم کے دو ٹوکے دے کر روانہ ہو گیا۔ یہاں سے اس کو حسب الحکم کچھ نہیں دلوایا گیا۔
 خاطر خاطر جمع رہے۔

خوشنودی کا طالب۔ غالب

(۲۹)

غزل کے بھجنے میں دیر لگی قصور معاف ہو جو میرے عزیز بریلی میں وارد ہیں اور ان سے آپ ملتے ہیں
 اُن کا نام آپ لکھیں تو کمال مہربانی ہو۔
 غالب

(۳۰)

جناب مولوی صاحب کو فقیر اسد اللہ کا سلام
 مرزا محمد رضا بیگ ماموں، مرزا جان کے پوتے اور مرزا حنیف بیگ کے بیٹے

اور میرے بھتیجے ہیں۔ مرزا وقار علی بیگ اکسٹرا اسٹنٹ سے پوچھا چاہیے کہ مرزا علی جان بیگ
 مرحوم رئیس اگرہ ان کے کون ہوتے تھے اور مرزا محمد علی بیگ جولاڑہ دالین برا بہادر کے
 زمانے میں دلی کے منصف ہوئے تھے، وہ مرزا وقار علی بیگ کے کون تھے؟ میں نے ان
 صاحبان کو دیکھا نہیں، محمد علی بیگ کو دیکھا ہے۔ وہ ماموں مرزا علی جان بیگ مرحوم کے نواسے
 اور میرے بھانجے ہوتے تھے۔ پس اگر اکسٹرا اسٹنٹ بہادر محمد علی بیگ کے بھائی ہیں تو
 وہ بھی میرے بھانجے ہیں۔

چہار شنبہ سی و یکم اکتوبر ۱۸۶۶ء

غالب

محمد حبیب اللہ ذکا

(۱)

صاحب !

میں تم کو اخوان الصفا میں گنتا ہوں۔ اپنا نورِ نظر و لُحوت جگر جانتا ہوں۔ دیکھو تم پر مجھ کو کیا اعتماد ہے کہ خود ضبطِ راز نہیں کر سکتا اور تم سے رازداری اور امانت میں استواری چاہتا ہوں! قصیدہ و غزل میں صلہ و تحسین بہ اقتضائے بخت و قسمت ہے نہ بہ اندازہٴ ارزشِ کلام! ممدوح سخنِ فہم ہوتا تو مجھ کو متوسط کے تساہل کا وہم ہوتا۔ اغنیا کو نہ مذاقِ شعر سے نسبت نہ مطالعہٴ اشعار کی فرصت۔ متوسط نے بقدرِ وسع سلسلہٴ جنبانی کی لیکن مرجع نے نہ قدر دانی کی!۱

مولوی غلام غوث خان بے خیر میر منشی لفٹنٹ گورنر مخلص خالص الاخلاص ہیں۔ ہرگز اُن کو مدعیِ تلمذ نہیں۔ البتہ اس کو خوش گو جانے ہیں اور یہ کبھی نہ ہوگا کہ وہ میرا مقابلہ کریں اور قاطعِ برہان کا جواب لکھیں۔ باطل است آنچہ مدعی گوید۔ مدعی اپنے زعم میں مجھ کو اپنا ہم فن جان کر حسد کرتا ہے۔ میں امیرِ علی شیر جیسا محتسب اور مولوی جامی جیسا مفتی

کہاں سے لاؤں جو نیاؤ کرے اور کاذب کو سزا دے۔ شکر ہے خدا کا کہ تم سخنور اور سخنداں ہو اور یقین ہے کہ قلم و ہند میں اور بھی ایسے آدمی ہوں گے کہ میرے اور مدعی کے رتبے کو ممیز ہو سکیں گے۔

عید ست بادہ شد فلک وساغر آفتاب

خالصاً للہ فلک طرف اور آفتاب منظوف ہے۔ یہ شخص طرف کو منظوف اور منظوف کو طرف ٹھہراتا ہے۔ اس کو کون مسلم رکھے گا۔ اس سے بڑھ کر ایک اور خدشہ ہے یعنی مشتبہ اور مشتبہ بہ میں وجہ شبہ شرط ہے۔ آفتاب وساغر میں تدویر وجہ شبہ ہے۔ شراب اور فلک میں وجہ تشبیہ کہاں؟

میں اپنے کو ایسا نہیں جانتا کہ تمہارے کلام کو اصلاح دوں۔ قدر دانی کیوں کر کہوں قدر افزائی کرتے ہو۔ دوستانہ نہ استادانہ۔ جو خیال میں آئے گا کہا جائے گا۔ اگر آپ نے اس روش کا یعنی استصلاح کا التزام کیا ہے تو جب تک کاغذ اشعار میرے پاس سے واپس نہ جایا کرے۔ مکتب فیہ شہرت نہ پایا کرے۔ مجموعہ کلام سابق اگر بھیج دو گئے ہیں بہ کمال طیب خاطر اس کو دیکھ کر بھیج دوں گا۔ استجارت کیا ضرور؟

صبح شنبہ ۱۳ صفر سال ۱۲۸۰ھ ۳ جون ۱۸۶۳ء نجات کا طالب۔ غالب

(۲)

حضرت مولوی صاحب!

میں برس دن سے بیمار اور تین مہینے سے صاحب فراش ہوں۔ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت مفقود۔ پھوڑوں سے بدن لالہ زار۔ پوست سے ہڈیاں نمودار۔ پھوڑے ایسے جیسے انکار سکتے ہیں۔ اعضا پر دس جگہ پھائے لگتے ہیں۔ ضعف و ناتوانی علاوہ، سوزِ غم ہائے نہانی علاوہ۔

صنعتِ سہلِ منتہی میں میں نے نواب مختار الملک کو قصیدہ بھیجا۔ کچھ قدر دانی نہ فرمائی
 ردِ فرقہ و بابیہ میں ایک شہزی جو سابق میں لکھی تھی، وہ محی الدولہ کو بھیجی رسید بھی نہ آئی۔ اب سنتا
 ہوں کہ مولوی غلام امام شہید شاگردِ قتیل وہاں کوس انا ولاغیری بجا رہے ہیں اور سخن
 ناشناسوں کو اپنا زورِ طبع دکھا رہے ہیں۔ ایک کم ستر برس کی میری عمر ہوئی سوائے شہرت
 خشک کے فن شعر کا کچھ پھل نہ پایا۔ فرماندہاں عصر معتقد ہوئے مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ احسن
 مرحبا کا شعور سامعہ فرسا ہوا۔ خیر ستائش کا حق ستائش سے ادا ہوا۔ مختار الملک نے یہ بھی
 نہ کیا۔ نہ مدح کی داد دی نہ مدح کا صلہ دیا۔ حیران ہوں کہ نواب صاحب مجھے کیا سمجھے۔
 محی الدولہ سے اور کچھ نہیں کہتا مگر یہ کہ خدا سمجھے۔

کل سے پلنگ پر لیٹا لیٹا غزل کو دیکھ رہا ہوں اور لیٹے لیٹے یہ سطرین لکھتا ہوں۔ مصرع
 دیدیم گل ولالہ چہا رنگ بر آورد

فقیر کے نزدیک "دیدیم" زاید۔ اگر یوں ہو تو بہتر ہے۔ ہر یک زگل ولالہ ... الخ
 باشد شفقے کان بلب لعل تو ماند

گر چرخ بکام دل مارنگ بر آورد

باشد مغل مسمی ہے۔ اگر اس کی جگہ "آرد" ہو تو بہتر ہے۔ مگر آرد صیغہ مستقبل کا اور

"آورد" ماضی کا اور فاعل دونوں فعلوں کا چرخ۔ ہر چند اساتذہ نے یوں بھی لکھا ہے مگر

فارسی گویان ہند نہ مانیں گے۔ پس اس شعر کو یوں لکھنا چاہیے۔

حاشا کہ شفق مثل لب لعل تو باشد

کے چرخ بکام دل مارنگ بر آورد

نہ خون شد دل غمدیدہ الخ

یہ شعر ہموار ہے نہ صداد کے قابل نہ اصلاح کا محتاج۔ ۴۔ اور ۵۔ یہ دو شعرواہ کیا کہنا ہے:

۱۔ اے اہل ورع الخ

یہ بھی ہموار ہے نہ صا د چاہتا ہے نہ اصلاح۔

گوئی کہ زباں در دہنم برگِ حنا بود

تا بوسہ ز دم آن کفِ پازنگ برآورد

مولوی صاحب یہ بات تو کچھ نہیں۔ زبان چاٹنے کا آلہ ہے نہ چومنے کا۔ زبان برگِ حنا

بن گئی تو بوسے سے کفِ پاک یوں خنائی ہو جائے۔

گوئی دہنم لب زرگ برگِ حنا شد

تا بوسہ ز دم آن کفِ پازنگ برآورد

مقطع اور اس کے اوپر کا شعر دونوں اچھے۔ اب آپ اس خط کی رسید لکھئے اور اس میں

غلام امام شہید کا حال مفصل لکھئے کہ ان کی وہاں کیا صورت ہے۔ ایک شخص مجھ سے یوں کہتا

تھا کہ مختار الملک نے منہ نہ لگایا مگر محی الدولہ نے چار سو روپیہ مہینا سرکار جناب عالی سے

مقرر کروا دیا ہے۔

روز چہار شنبہ ۱۰ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ

مطابق ۲۶ اگست ۱۸۶۳ء

(۳)

مولانا!

ایک تفقد نامہ پہلے بھیجا تھا۔ اس کے جواب میں یہاں سے خط جواب طلب لکھا

گیا تھا پھر ایک اور مہربانی نامہ آیا، اس میں میں نے اپنے خط کا جواب نہ پایا۔ ناچار اس خط کے

جواب کی نگارش اپنے خطِ جواب طلب کے پاسخ آنے پر موقوف اور ہمت آزادانہ نہ فطرت

کیا دانہ اُس تحریر کے آنے پر مصروف رکھی تھی۔ بارے وہ کل نظر فروزا اور طبیعت اس کے

مشاہدے سے طرب اندوز ہوئی۔ اب درنگ و رزی کی تفصیر معاف کیجئے اور اپنی دونوں

نگارشوں کا جواب لیجئے۔

صاحب تاریخِ انطبائع کلیاتِ خوب لکھی ہے۔ مگر ہزار حیف کہ بعد از تمام انطبائع

پہنچی اور کتاب کی رونق افزائش ہوئی۔ بندہ پرور! تم چراغِ دودمانِ مہر وفا اور منجلا خوانِ الصفا ہو۔ مجھ سے تمہیں محبتِ روحانی ہے۔ گویا یہ جملہ تمہاری زبانی ہے۔ دوست کی بھلائی کے طالب ہو۔ اس شیوے میں شریکِ غالب ہو۔ ایک خواہش میری قبول ہو، تاکہ مجھ کو رحمتِ حصول ہو۔ مبادی کا ذکر نہیں کرتا ہوں۔ واقعہ حال دل نشیں کرتا ہوں۔ جناب مولوی موبد اللہ خاں صاحب کے بزرگوں میں اور فقیر کے بزرگوں میں باہم وہ خلعت و صفوت مرغی تھی کہ وہ مقتضی اس کی ہوئی کہ ہم میں اور ان میں برادرانہ ارتباط و اختلاط باہم ہے اور ہمیشہ یوں ہی بلکہ روز افزوں رہے گا۔ خط میں خط ملفوف کرنا جانبِ حکام سے ممنوع ہے اگر یوں نہ ہوتا تو میں ان کے نام کا خط تمہارے خط میں ملفوف کر کے بھیجتا۔ ناچار اب آپ سے یہ چاہتا ہوں کہ آپ مولوی صاحب سے ملیں اور ان کو یہ خط اپنے نام کا دکھائیں، اور میری طرف سے بعد سلام میرے کلیات کی پارسل کا اُن کے پاس اور اُن کے ذریعہ عنایت سے اس مجلہ کا حضرت فلکِ رفعت نواب مختار الملک بہادر کی نظر سے گزرنا اور جو کچھ اُس کے گزرنے کے بعد واقع ہو دریافت کر کے مجھ کو مطلع فرمائیں۔

غالب

جمعہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۸۸ھ

۲۵ ستمبر ۱۸۷۳ء

(۴)

بندہ پرور!

آج تمہارا عنایت نامہ آیا، اور آج ہی میں نے اس کا جواب ڈاک میں بھجوایا اور اس خط کے ساتھ پارسل کلیات کا بھی ارسال کیا۔ دسویں بارھویں دن خط اور مہینا بیس دن میں پارسل پہنچے گا۔ خط کا جواب ضروری ارسال نہیں لیکن پارسل کی رسید ضرور لکھیے گا۔ آپ کے خط کی عبارت تو میں سمجھا لیکن مدعا مجھ پر نہ کھلا میں نے پارسل کب آپ کے پاس بھیجا اور

کب آپ کو لکھا کہ آپ یہ پارسل مؤید الدین خاں کو دے دیجیے گا۔ پارسل کا لفاظ مولوی صاحب کے نام کا اور آپ کو اس کے ارسال کی اطلاع اور آپ سے یہ خواہش کہ مولوی مؤید الدین خاں صاحب سے ملے اور میرا خط جو آپ کے نام کا ہے انھیں دکھائیے اور ان سے پارسل کا حال دریافت فرمائیے۔ آپ ولایتی بھی نہیں جو میں یہ تصور کروں کہ اردو عبارت سے استنباط مطلب اچھی طرح نہ کر سکے۔ بہر حال اب مدعا سمجھ لیجے اور مولوی صاحب سے ملنے کا ارادہ فرمائیے اور پارسل کا حال معلوم کر کے لکھیے۔

داد کا طالب غالب

۵ جمادی الاول ۱۲۸۸ھ و نوزدہم اکتوبر ۱۸۶۳ء

روز و رود نامی نامہ

(۵)

صاحب!

پہلے مطلع میں لطف نہیں۔ ہاں مضمون لطیف ہے۔ وہ فرد میں خوب آگیا ہے۔ مطلع ثانی بسبب تعقیدات کے مہمل رہ گیا۔ ”ورنہ“ کا قافیہ اور شعر میں اور طرح سے بندھ گیا۔ تیسرا شعر الفاظ بدلنے سے بہت اچھا ہو گیا۔ جو شعر بے تصرف بہ دستور رہا، اس کا ذکر کچھ ضرور نہیں۔

ساتی ابھی چھنی الخ

”چھنی“ لفظ غریب ہے نہ اہل دہلی کی زبان زد نہ گوش زد ”غربال“ کو ”چھانی“ کہتے ہیں جس کی فارسی ”پرویزن“ ہے اور جس کیڑے میں سالیات کو چھانی فارسی اس کی لائے پالا اور اردو صافی ہے۔ یہ بیاے معروف برابر نہ ہوا تھا۔ یہ قافیہ دو طرح سے درست ہوا ہے جس طرح سے چاہو رہنے دو۔ مرنے کا میرے وقت مقرر نہ ہوا تھا۔ تقریر وقت مرگ کا انکار حشو بلکہ مہمل ہے مگر ہاں تقریر کا وقت ازل کو قرار دیا جائے۔ مقطع میری

پسند نہیں ہے۔ میرے سر کی قسم اس کو نہ رکھو اور مقطع لکھ لو۔

غالب

شنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۶۳ء

(۶)

بندہ پرور!

پرسوں مولوی صاحب کا خط آیا۔ مکتب فیہ سبیل نقل یہ (یہ جگہ چھوڑ دی ہے) آج مسودہ عرضداشت کا جو آپ نے مجھ کو بھیجا تھا، پیش گاہ آقاے نامدار گزارنا اور اپنے نام کے خط کا بھی پیش کرنا مناسب جانا۔ بعد ملاحظے کے یوں ارشاد ہوا کہ "قصیدہ اور عرضداشت کی تفتیش اور تلاش کی جاوے جو دارالانشا میں ملے تو جواب لکھا جائے" یقین ہے کہ بعد گردآوری کاغذات کے اگر عرضداشت مل گئی یا قصیدہ نکل گیا تو جواب ملے گا۔

اب میں بقول صائب

درماندہ کار خودم، حیران اطوار خودم

ہر لحظہ دارد نیستی چو قرعہ رمال ہا

یوں سمجھا ہوا تھا کہ نولفافی جو علی التواتر یکے بعد دیگرے ارسال ہوئے

ہیں، متواتر دارالانشا میں پہنچے اور منشی نے چاک کر کے پھینک دیے ہوں۔ مانا کہ

یوں ہی ہوا۔ بشرط التفات مولانا میرا مطلب اس صورت میں بھی فوت نہیں ہوتا، یعنی

مولوی صاحب کہہ سکتے ہیں کہ جو نذر اس کی میری معرفت گزری ہے، اس کے قبول

ہونے کی غرض اطلاع میں وہی لکھا جائے جو قصیدہ و عرضداشت کے گزارنے کے بعد

لکھا جاتا۔ مولوی مؤید الدین صاحب جو حضرت کے مقرب اور اس حضرت میں میرے مقرب

ہیں، یہ کلمہ موجب کہہ سکتے ہیں مگر میں اُن سے نہیں کہہ سکتا کہ آیا وہ نو کاغذ دفتر سے نکل کر

پیش ہوئے یا نہیں۔

آگے اس سے جس دن دیوان کا پارسل اور خط مولانا کو بھیجا ہے اس کے دوسرے دن ایک پارسل اور ایک خط آپ کو میں نے بھیجا ہے۔ آج تک اس پارسل کی رسید میں نے نہیں پائی۔ سخت مشوش ہوں۔ اگر وہ پارسل پہنچ گیا ہے تو اس کی رسید لکھیے اور اگر نہیں پہنچا تو وہاں سے ڈاک گھر میں دریافت کیجئے اور میرے اس خط کا جواب لکھیے۔

نجات کا طالب غالب

ہاں خوب یاد آیا وہ قصیدہ بھی اس کلیات میں مطبوع ہو گیا ہے۔ صفحہ ۳۲۶ سطر ۱۲۔
دفتر سے قصیدے کا کاغذ نکلنے کی صورت میں بھی قصیدہ ممدوح کی نظر سے گزر سکتا ہے۔
صبح شنبہ ۱۶ جمادی الثانی، سال غفر
۲۸ نومبر ۱۸۶۳ء

(۷)

بندہ پرور!

تمہارے دونوں خط پہنچے۔ غالب گستاخ کو یہ قلم نہ لکھے تو یہ اور بات ہے۔ دونوں خط آپ کے اور ایک پارسل محمد نجیب خاں کا بہ تقدیم و تاخیر دوسرے روز موصول ہوئے۔ آپ کا پارسل بعد مشاہدہ آپ کو بھیجا جائے گا۔ خاں صاحب کے پارسل میں ایک کتاب ارمغان اور اوراق اصلاح بھیجے جائیں گے۔ ابا بابا "محرق قاطع" کا تمہارے پاس پہنچا ہے؛

کامے کہ خواستم ز خدا شد میسر

میں اس خرافات کا جواب کیا لکھتا ہوں مگر ہاں سخن فہم دوستوں کو غصہ آگیا۔ ایک صاحب نے فارسی عبارت میں اس کے عیوب ظاہر کیے۔ دو طالب علموں نے اردو زبان میں دو رسالے جدا جدا لکھے۔ دانا ہوا در منصف ہو۔ محرق کو دیکھ کر جانو گے کہ مولف اس کا احمق ہے اور جب

وہ احمق "دافع ہدیان" و سوالات عبد الکریم اور "لطائف غیبی" کو پڑھ کر متنبہ نہ ہوا اور محرق کو
 وھونڈ ڈالا تو معلوم ہوا کہ بے حیا بھی ہے۔ "دافع ہدیان" سوالات "لطائف غیبی" تمنوں نسخے
 ایک پارسل میں اس خط کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں۔ یقین ہے کہ بہ تقدیم و تاخیر یک دو روز نظر
 انور سے گزریں۔ فی الحال اس پارسل کی رسید بہ فور و رود لکھیے گا جب آپ کا بھیجا ہوا نسخہ
 مسٹر پیپے تو اس کی رسید رقم کی جائے گی۔ چار نسخے پارسل میں ہیں دو آپ لیجے اور دو
 محمد نجیب خاں کو دیجیے۔

دوشنبہ ۲۸ نومبر ۱۸۶۳ء

غالب

(۸)

اے عنایت بہ عنایت ہم شکل۔ آپ کا خط حاوی حل شبہات جس دن پہنچا، اس کے دوسرے
 دن جواب لکھ کر بھیج دیا۔ دو مصرعوں میں دو لفظ بدلے گئے۔ دو شعروں کے باب میں کچھ تفسیر
 درج ہوئی۔ دو تین شعروں میں تمھاری رائے مسلم رہی۔ باوجود فقدان حافظہ و استیلاے نسیان
 ایک مصرع کا بدلا ہوا لفظ یاد ہے۔

چہ غرہ غرہ پیشانی سمتِ عمر

بدل مصرع :- چہ غرہ غرہ پیشانی تگا و عمر

دوسرا تبدیل اسی قدر یاد رہ گیا ہے کہ شب گرد گراں رکاب "کچھ اسی طرح کے دو لفظ تھے"
 بے واؤ عاطفہ کچھ تقدیم و تاخیر ہو گیا ہے!

صبح شنبہ ۳ ذی الحجہ ۱۲۸۲ھ

مطابق ۲۹ اپریل ۱۸۶۵ء

غالب

(۹)

میرے شفیق، میرے شفیق!

مجھ سے بیچ و پلوچ کے ماننے والے، مجھ سے بُرے کو اچھا جاننے والے، میرے

محب، میرے محبوب، تم کو میری خبر بھی ہے؟ آگے ناتواں تھا، اب نیم جاں ہوں۔ آگے بہرا تھا۔ اب اندھا ہوا چاہتا ہوں۔ رام پور کے سفر کا رہ آور دہے، ریشہ و صنعت بصر۔ جہاں چار سطر لکھیں، انگلیاں ٹیڑھی ہو گئیں، حرف سو بھننے سے رہ گئے۔ اکہتر برس جیا، بہت جیا۔ اب زندگی برسوں کی نہیں مہینوں اور دنوں کی ہے۔

یہ بلا خط تمہارا پہنچا۔ اُس سے تمہارا مرین ہونا معلوم ہوا۔ متواتر دوسرا خط مع غزل آیا۔ غزل کو دیکھا۔ سب شعر اچھے اور لطیف۔ حافظے کا یہ حال ہے کہ غزل کی زمین یاد نہیں اتنا یاد ہے کہ ایک شعر میں کوئی لفظ بدلا گیا تھا۔ غرض کہ وہ غزل بعد مشاہدہ تم کو بھیجی گئی اور لکھا گیا کہ نوید حصولِ صحت جلد بھیجو۔ — کل ایک خط رجسٹری دار آیا۔ گویا ستارہ دُنبالے دار آیا۔ حیران کہ ماجرا کیا ہے؟ بارے کھولا اور دیکھا۔ خط نوید رفعِ مرض و حصولِ صحت سے خالی اور شکوہ ہائے بیجا سے لبریز۔ صاحب! میرے نام کا خط جہاں سے روانہ ہوا وہیں رہ جائے تو رہ جائے اور نہ دلی کے ڈاک خالے میں پہنچ کر کیا مجال ہے جو مجھ تک نہ پہنچے۔ وہاں کے ڈاک کے کارپردازوں کو اختیار ہے کہ مکتوب الیہ کو دیں یا نہ دیں۔ آپ مرزا صابر کا تذکرہ مانگتے ہیں۔ اُس کا یہ حال ہے کہ غدر سے پہلے چھپا اور غدر میں تاراج ہو گیا۔ اب ایک مجلد اس کا کہیں نظر نہیں آتا۔ بس اب مجھے اتنا لکھنا باقی ہے کہ اس خط کی رسید اور اپنی خیر و عافیت جلد لکھوں۔

جواب خط کا طالب غالب

صبح جمعہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۲۸۲ھ

۱۲ مئی ۱۸۶۶ء

(۱۰)

دوست روحانی و برادرِ ایمانی، مولوی حبیب اللہ خاں میرنشی کو فقیر غالب کا سلام۔ تم نے یوسف علی خاں کو کہاں سے ڈھونڈ نکالا اور اُن کا تخلص اور اُن کا خطاب کس سے

معلوم کیا؟ بغیر نشان محلہ کے اُن کو خط کیوں کر بھیجا اور وہ خط ان کو کیوں کر پہنچا۔

حیرت اندر حیرت است اے یارِ من

پہلے یہ تو کہو کہ "درفش کاویانی" اور وہ قطعہ جس کی پہلی بیت یہ ہے تم کو پہنچا ہے یا

نہیں؟ اگر پہنچا تو مجھ کو رسید کیوں نہ لکھی؟

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ درخصوص گفتگوئے پارس انشا کردہ است

اگر یہ پارسل پہنچ گیا ہے تو رسید لکھو، اور دیا بیچہ ثانی جدید کی داد دو اور اگر نہیں پہنچا تو مجھ کو اطلاع ہو تاکہ ایک نسخہ اور بھیجوں۔

زیستن دشوار۔ اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے تہتر وال برس شروع ہوا۔

غذا صبح کو سات بادام کا شیرہ قند کے شربت کے ساتھ، دوپہر کو شیر بھر گوشت کا گڑھا پانی۔

قریب شام، کبھی کبھی تین تلے ہوئے کباب، چھ گھڑی رات گئے۔ پانچ روپیہ بھر شراب

خانہ ساز اور اسی قدر عرق شیر۔ اعصاب کے ضعف کا یہ حال کہ اٹھ نہیں سکتا اور اگر دونوں

ہاتھ ٹیک کر چار پایہ بن کر اٹھتا ہوں تو پنڈلیاں لرزتی ہیں۔ بعد اذن بھر میں دس بارہ بار

اور اسی قدر رات بھر میں پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ حاجتی پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے۔

اٹھا اور پیشاب کیا اور بڑا رہا۔ اسباب حیات میں سے یہ بات ہے کہ شب کو بد خواب نہیں

ہوتا۔ بعد اراقہ بول بے توقف تیند آجاتی ہے۔ ایک سو باسٹھ روپے اٹھ آنے کی آمد۔

تین سو کا خرچ۔ ہر مہینے میں ایک سو چالیس کا گھٹا، کہو زندگی دشوار ہے یا نہیں؟ مردن

ناگوار بدیہی ہے۔ مرنا کیوں کر گوارا ہوگا۔ جواب خط کا طالب غالب۔

سہ شنبہ از روئے جنتری ۲۶ اور از روئے رویت ۲۵ رجب ۱۲۸۳ ھ اور ۴ دسمبر ۱۸۶۶ء

بھائی یہ خط از راہ احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں۔

(۱۱)

ہمانان بلکہ جان، مولوی منشی حبیب اللہ خاں کو غالب خستہ دل کا سلام اور نور دیدہ

سرورِ سینہ، منشی محمد میراں کو دعا اور مجھ کو فرزندِ ارجمند کے ظہور کی نوید۔ جو نگارش صاحبزادے کی طرف سے تھی۔ رسم الخط بعینہ تمھاری تھی۔ اب تم بتاؤ کہ رقعہ اسی کی طرف سے تم نے لکھا ہے یا خود اُس نے تحریر کیا ہے؟ لڑکا تمھارا تمھارے ساتھ حیدر آباد نہیں آیا۔ ظاہر اب تم نے وطن سے بلایا ہے مفصل لکھو کہ نخلِ مراد کا ثمر یہی ہے یا اس کے کوئی بھائی بہن اور بھی ہے۔ یہ اکیلا آیا ہے یا قبائل کو بھی اس کے ساتھ تم نے بلایا ہے؟ ہاں صاحب! محمد میراں یہ اسم مقتضی اس کا ہے کہ آپ قوم کے سید ہوں۔ منشا افراط پر سش و فو و محبت ہے نہ فضولی۔

یوسف علی خاں شریف عالی خاندان ہیں۔ بادشاہِ دہلی کی سرکار سے تیس روپے مہینہ پالتے تھے جہاں سلطنت گئی وہاں تنخواہ بھی گئی۔ شاعر ہیں، ریختہ کہتے ہیں۔ ہوس پیشہ ہیں مضطرب ہیں۔ ہر مدعا کے حصول کو آسان سمجھتے ہیں۔ علم اسی قدر ہے کہ لکھ پڑھ لیتے ہیں۔ ان کا باپ مراد دوست تھا۔ میں ان کو بجائے فرزند سمجھتا ہوں۔ بہ قدر اپنی دستگاہ کے کچھ مہینہ مقرر کر دیا ہے، مگر بسبب کثرتِ عیال وہ ان کو نمکتنی نہیں۔ تم ان کی درخواست کے جواب سے قطعِ نظر نہ کرو گے تو کیا کرو گے؟

صاحب! میں بعینِ عنایتِ الہی کثیر الاحباب ہوں۔ ایک دوست نے کلکتہ سے مجھے اطلاع دی کہ مولوی احمد علی مدرس مدرسہ کلکتہ نے ایک رسالہ لکھا ہے نام اُس کا "مویدِ بہا" ہے اس رسالے میں دفع کیے ہیں تیرے وہ اعتراض جو تو نے دکنی پر کیے ہیں اور تیری تحریر پر کچھ اعتراضات وارد کیے ہیں اور اہل مدرسہ اور شعراء کلکتہ نے تقریظیں اور تاریخیں بڑی دھوم کی لکھی ہیں۔ بس بھائی میں نے اتنے علم پر ایک قطع لکھ کر بھیج دیا اور کئی ورق اس دوست کو اور چار جلدیں "درفش کاویانی" علاوہ اوراقِ مذکور بھیج دیے۔ اسی زمانے میں تین چار ورق خوب یاد ہے کہ "درفش" کی جلد میں رکھ کر تم کو بھیجے ہیں۔ یا تو مجھے غلط یاد ہے یا تم نے "درفش" کو کھول کر دیکھا نہیں۔ وہ اوراق مع "درفش" زینتِ طاقِ نسیاں ہیں۔ دو ورق اس لفافے میں اپنے نزدیک مکرر بھیجتا ہوں۔ تم بھی دیکھو اور صاحبزادہ بھی دیکھے اور یہ جانے

فی الحال نظم فارسی یہی ہے اور بس۔

ہاں صاحب! اودھ اخبار میں ایک قصیدہ مولوی غلام امام کا دیکھا۔ مکالماتنگ ست
”جہاں تنگ ست“ مدح مختار الملک میں مستضمن استدعائے مسکن وسیع۔ پھر مہینا بھر بعد اسی
”اودھ اخبار“ میں یہ خبر دیکھی کہ نواب نے مسکن تو نہ بدلا مگر تیس روپے مہینا بڑھا دیا۔ اسی اخبار
میں پھر دیکھا گیا کہ ایک صاحب نے مولوی غلام امام کے کلام پر اعتراض کیا ہے اور ان کے
شاگرد وسیع تخلص نے اس کا جواب لکھا ہے۔ آپ سے اس روداد کی تفصیل اور جواب
اعتراض و معترض کے نام کا طالب ہوں۔ بسبیل استعجال۔

دوشنبہ ۱۶ شعبان ۱۲۸۳ھ

۲۴ دسمبر ۱۸۶۶ء

(۱۲)

بھائی!

میں نہیں جانتا کہ تم کو مجھ سے اتنی ارادت اور مجھ کو تم سے اتنی محبت کیوں ہے؟
ظاہر معاملہ عالم ارواح ہے۔ اسباب ظاہری کو اس میں دخل نہیں۔ تمہارے خط کا جواب
مع اوراق مسودہ روانہ ہو چکا ہے، وقت پر پہنچے گا۔ ستر بہتر اردو میں ترجمہ پیر خرف
ہے۔ میری بہتر برس کی عمر ہے۔ پس میں ”اخرت“ ہوا۔ حافظ گویا کبھی تھا ہی نہیں۔ سامعہ
باطل بہت دن سے تھا۔ رفتہ رفتہ وہ بھی حافظ کی مانند معدوم ہو گیا۔ اب مہینا بھر سے
یہ حال ہے کہ جو دوست آتے ہیں رسمی پرسش مزاج سے بڑھ کر جو بات ہوتی ہے، وہ
کاغذ پر لکھ دیتے ہیں۔ غذا مفقود ہے۔ صبح کو قند اور شیرہ بادام مقشر، دوپہر کو گوشت
کاپانی، سرشام تلے ہوئے چار کباب، سوتے وقت پانچ روپے بھر شراب اور اسی قدر
گلاب، خرف ہوں، پوچھ ہوں، عاصی ہوں، فاسق ہوں، رویا ہوں۔ یہ شعر میر تقی میر کا

میرے حسبِ حال ہے :

مشہور ہیں عالم میں مگر ہوں بھی کہیں ہم

القصد نہ درپے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

آج اس وقت کچھ افاقہ تھی۔ ایک اور خط ضروری لکھنا تھا جس کھولا تو پہلے تمہارا خط نظر پڑا۔ مکرر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ بعض مطالب کے جواب لکھے نہیں گئے۔

ناچار اب کتابتِ مجددگانہ میں لکھتا ہوں تاکہ خلعت کا حال اور میرے اور حالات تم کو معلوم ہو جائیں کہ میں قوم کا ترک سلجھتی ہوں۔ دادا میرا اور والد النہر سے شاہ عالم کے وقت میں ہندوستان میں آیا۔ سلطنتِ ضعیف ہو گئی تھی، صرف سچاس گھوڑے نقارہ نشان سے شاہ عالم کا لوکر ہوا۔ ایک پرگنہ سیر حاصل ذات کی تنخواہ اور رسالے کی تنخواہ میں پایا۔ بعد انتقال اس کے جوہاں الف الملوک کا ہنگامہ گرم تھا، وہ علاقہ نہ رہا۔ باپ میرا عبدالعزیز بیگ خاں بہادر لکھنؤ جا کر نواب آصف الدولہ کا لوکر رہا۔ بعد چند روز حیدر آباد جا کر نواب نظام علی خاں کا لوکر ہوا۔ تین سو سوار کی جمعیت سے ملازم رہا۔ کئی برس وہاں رہا۔ وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بکھڑے میں جاتی رہی۔ والد نے گھبرا کر الور کا قصد کیا، راؤ راجا بنخا اور سنگھ کا لوکر ہوا۔ وہاں کسی لڑائی میں مارا گیا۔ نصر اللہ بیگ خاں بہادر میرا چچا حقیقی مرہٹوں کی طرف سے اکبر آباد کا صوبے دار تھا اس نے مجھے پالایا۔ شہرہ میں جب جنرل ایک صاحب کا عمل ہوا صوبے داری کمشنری ہو گئی۔ اور صاحب کمشنر ایک انگریز مقرر ہوا میرے چچا کو جنرل ایک صاحب نے سواروں کی بھرتی کا حکم دیا۔ چار سو سواروں کا برگڈیر ہوا ایک ہزار سات سو روپے در ماہہ ذات کا اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر حین حیات علاوہ سال بھر مزبانی کے تھی۔ کہ بہ مرگ ناگاہ مر گیا۔ رسالہ برطرف ہو گیا۔ ملک کے عوض نقدی مقرر ہو گئی، وہ اب تک پاتا ہوں۔ پانچ برس کا تھا جو باپ مر گیا۔ آٹھ برس کا تھا جو چچا مر گیا۔ ۸۳ میں کلکتے گیا۔ نواب گورنر سے ملنے کی درخواست کی۔ دفتر دیکھا گیا میری ریاست

کا حال معلوم کیا گیا۔ ملازمت ہوئی۔ سات پارچے اور حبیفہ سر پیچ، مالالے مروارید۔ یہ تین رقم خلعت ملا! زال بعد جب دلی میں دربار ہوا، مجھ کو یہی خلعت ملتا رہا۔ بعد غدر، بہ جرم مصاحبت بہادر شاہ دربار و خلعت دونوں بند ہو گئے۔ میری بریت کی درخواست گزری۔ تحقیقات ہوتی رہی تین برس کے بعد پنڈ چھٹا۔ اب خلعت معمولی ملا۔ غرض کہ یہ خلعت ریاست کا ہے۔ عرصہ خدمت نہیں انعامی نہیں۔

معوج الذہن نہیں ہوں، غلط فہم نہیں ہوں، بدگمان نہیں ہوں، جو جس کو سمجھ لیا اس میں فرق نہیں آتا۔ دوست سے راز نہیں چھپاتا۔ کسی صاحب نے حیدر آباد سے گناہ خط ڈاک میں بھیجا۔ بند بڑی طرح کیا تھا۔ کھولتے میں سطر کٹ گئی۔ بارے مطلب ہاتھ سے نہیں جاتا۔ بھیجنے والے کی غرض یہ تھی کہ مجھ کو تم سے رنج و ملال ہو۔ قدرت خدا کی میری محبت اور بڑھ گئی اور میں نے جانا کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو۔ وہ خط بجنسہ تمہارے پاس اس خط میں ملفوف کر کے بھیجتا ہوں۔ زہنہار دستخط کو پہچان کر کاتب سے جھگڑا نہ کرنا۔ مدعا اس خط کے بھیجنے سے یہ ہے کہ تمہاری ترقی منصب اور افزونی مشاہرہ اس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی۔

صبح جمعہ دہم شوال ۱۲۸۳ھ

۱۵ فروری ۱۸۶۷ء

(۱۳)

جانِ غالب!

تم نے بہت دن سے مجھ کو یاد نہیں کیا۔ ایک خط میرا ضروری جواب طلب گیا ہوا ہے اور آمد رفت ڈاک کی مدت گزر گئی۔ اُس کا جواب تو سو کام چھوڑ کر لکھنا تھا۔ مؤید برہان میرے پاس بھی آگئی ہے اور میں اُس کی خرافات کا حال بہ قید شمار صفحہ وسط لکھ رہا ہوں۔ وہ تمہارے پاس بھیجوں گا۔ شرط مودت، بہ شرط آنکہ جاتی نہ رہی ہو اور باقی

ہو یہ ہے کہ میں ہوں یا نہ ہوں تم اس کا جواب لکھو! میرے بھیجے ہوئے اقوال جہاں جہاں
مناسب جانو درج کر دو میں اب قریب مرگ ہوں۔ غذا بالکل مفقود اور امراض مستولی۔ بہتر
برس کی عمر۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ میاں محمد میران کو دعا۔
۱۴ مارچ ۱۸۶۷ء
جواب کا طالب غالب

(۱۴)

بندہ پرور!

آپ کا مہربانی نامہ پہنچا۔ تمھاری اور صاحبزادے کی خیر و عافیت معلوم ہونے سے
دل خوش ہوا۔ جو آپ کی عبارت سے سمجھ لیا ہوں اس کا جواب لیجیے اور جو نہیں وہ مطابق
میرے التماس کے مجھے سمجھا دیجیے۔ عماد عماید شعراے قدیم میں سے ہے۔ اسی کی پان
سات بیت کی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے :-

پائے سرتا نشود راہ تو رفتن نتواں

جز بہ جاروبِ مژدہ کوے تو رفتن نتواں

پہلے مصرع میں رے مفتوح اور دوسرے مصرع میں مضموم۔ باقی اشعار میں کسفتن
وسفتن وغیرہ قافیے میں استاد دو مصرعوں میں حرکت ماقبل روی مختلف لایا۔ اگر میں
نے پچاس شعر کے قصیدے میں ایک شعر ایسا لکھا تو کیا غضب ہوا؟ آیا معترض صاحب
استناد بہ مثل و نظیر کو نہیں جانتے یا جانتے ہیں اور نہیں مانتے۔ یہ دستور میرا کالام ہوا نہیں
قدیم سے ہے۔

بندہ نواز میں نے لکھا کہ "مویدِ بہان" میرے پاس آگئی ہے اور میں اس کے
اعتراضات کے جواب بہ نشانِ صفحہ و سطر ایک تختہ کاغذ پر لکھ رہا ہوں۔ بعد اتمام
نگارش تمھارے پاس اس مراد سے بھیجوں گا کہ تم ازراہِ عنایت "موید" کا جواب لکھو۔

میری نگارش جو پسند آئے اس کو بھی جا بجا درج کر دو۔ تم نے اس درخواست کا جواب ہاں
 نا کچھ نہ لکھا۔ اب عنایت فرما کر ان تینوں باتوں کا جواب لکھیے اور ضرور لکھیے۔ میاں محمد
 میراں کو دعا۔

۱۸ مارچ ۱۸۶۷ء

(۱۵)

منشی صاحب، الطاف نشان، سعادت و اقبال تو امان منشی حبیب اللہ خاں
 کو غالب سوختہ اختر کی دعا پہنچے۔ تمہارا خط پہنچا، پڑھ کر دل خوش ہوا۔ تم میری بات پوچھتے
 ہو مگر میں کیا لکھوں؟ ہاتھ میں ریشہ، انگلیاں کہنے میں نہیں۔ ایک آنکھ کی بنیائی زایل۔
 جب کوئی دوست آجاتا ہے تو اس نے خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہوں۔ مشہور ہے یہ بات کہ
 جو کوئی کسی اپنے عزیز کی فاتحہ دلاتا ہے موتے کی روح کو اس کی بو پہنچتی ہے۔ ایسے ہی
 میں سونگھ لیتا ہوں غذا کو، پہلے مقدار غذا کی تولوں پر منحصر تھی اب ماشوں پر ہے۔ زندگی
 کی توقع آگے مہینوں پر تھی اب دنوں پر ہے۔ بھائی اس میں کچھ مبالغہ نہیں ہے۔ بالکل میرا
 یہی حال ہے۔ اِنَّا لَنَبْرُوْا اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اپنی مرگ کا طالب غالب

دوم شوال ۱۲۸۴ھ

۲۷ جنوری ۱۸۶۸ء

(۱۶)

بندہ پرور!

کل آپ کا تفقد نامہ پہنچا، آج میں پاسخ طراز ہوا جس کا غذر میں یہ نقوش
 کھینچ رہا ہوں آپ کے خط کا دوسرا ورق ہے۔ پہچان لیجے اور معلوم کیجے کہ آپ کا

مجموعہ کلام معجز نظام اور اس کے بعد سیم دو خط پہنچے۔ میں صحیفہ شریفہ کی رسید لکھ چکا ہوں،
بلکہ اسی خط میں محمد نجیب خاں کو سلام اور ارمغان کا شکر اور اوراق اشعار اصلاح طلب
کی رسید میں نے لکھ دی ہے۔ پارسل کے سزمانے سے میرا نام مٹا نہیں، پارسل تلف ہوا نہیں۔
آٹھ دس روز ہوئے ہوں گے کہ وہ مجلد اسی پارسل میں کہ اُس کو روگرداں کر لیا ہے،
بعد اداۓ محصل آپ کا نام لکھ کر روانہ کر دیا ہے۔ یقین ہے کہ بعد آپ کے خط کی روانگی
کے آپ پاس پہنچ گیا ہوگا۔

ہاں صاحب خط دیر روزہ کے ساتھ ایک خط مولوی نجف علی صاحب کے نام کا
مع اس حکم کے کہ میں اس کو مولوی صاحب پاس پہنچاؤں میں نے پایا۔ حال یہ ہے کہ مولوی
صاحب سے میری ملاقات نہیں صرف اتحاد معنوی کے اقتضا سے انھوں نے "واقع ہذاں"
لکھ کر فن سخن میں مجھ کو مدد دی ہے۔ منشی گوہر سنگھ دہلوی ایک اُن کے شاگرد اور میرے
آشنا ہیں۔ اُن کو وہ خط بجنسہ بھیج دیا۔ یقین ہے کہ وہ مولوی نجف علی صاحب کو بخوادیں گے۔
انھی کے اظہار سے دریافت ہوا ہے کہ مولوی صاحب مرشد آباد بنگالے میں ہیں۔
نواب ناظم نے ان کو نوکر رکھ لیا ہے۔ ہر شخص نے یہ قدر حال ایک ایک قدر دان پایا۔
غالب سوختہ اختر کو ہنر کی داد بھی نہ ملی:

کسم بہ خود نہ پذیرفت و دہر باز مبرد

چونامہ کہ بود نانوشتہ عنوانش

یہ شعر میرا ہے۔ ولی عہد خسرو دہلی مرزا فتح الملک بہادر مغفور کے قصیدے کا

اور دیکھو ایک رباعی میری :-

دستم بہ کلیدِ مخزنِ مے بایست

ور بود تہی بہ دانے مے بایست

یا، پیچہم بہ کس تیقنادے کار

یا خود بہ زمانہ پھول منے مے بایست

اَنَا لَبْدٌ وَاَنَا لِيَبْرُحُونُ

منشی سیل چند

(۱)

منشی صاحب سعادۃ و اقبال نشان منشی سیل چند صاحب میرمنشی سلمہ اللہ تعالیٰ۔
بعد دعاے دوام حیات و ترقی درجات معلوم فرمائیں۔ اگرچہ از روئے خطوط حضور صحت^(۱)
و عافیت حضور معلوم ہوئی ہے لیکن یہ کہیں سے نہیں سنا کہ غسل صحت کیا یا کس دن کریں گے
آپ سے یہ فقیر کا سوال ہے کہ مجھ کو لکھے کہ حضرت غسل کس دن فرمائیں گے اور اگر موافق
میری آرزو کے نہا چکے ہوں تو غسل کی تاریخ سے اطلاع دیجئے۔

۲۵ دسمبر ۱۸۶۴ء
خیر و عافیت کا طالب۔ غالب

(۲)

منشی صاحب سعادۃ و اقبال نشان منشی سیل چند صاحب میرمنشی کو خدا سلامت
رکھے۔

مادہ تاریخ غسل صحت کو تم نے غور نہیں کیا۔ ۱۸۶۶ء دہوتے ہیں۔ پھر کیا حضور

سالِ آئندہ غسلِ صحت فرمائیں گے، یہ تو جنوری سال ۱۸۶۵ء میں۔ اس تاریخ کا قطعہ
یکم کر لکھوں^(۱)۔

یہ جو میں نے قصیدہ تہنیت لکھ کر بھیجا ہے منشا اس کا یہ ہے کہ شاہ کبیر الدین صاحب
راؤم پور سے آئے اور انھوں نے کہا کہ نواب صاحب جمعے کے دن ساتویں تاریخ شعبان
کو نہائیں گے۔ اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا کہ ماہِ آئندہ یعنی رمضان^(۲) میں نہائیں گے خیر وہ
کافذ تو حضور کی نظر سے گزرے گا۔ اگر موقع پاؤ تو حضور میں یہ ماجرا عرض کر دینا کہ میں نے
بہ موجب روایت شاہ کبیر الدین کے اس کے ارسال میں جلدی کی ہے۔

غالب

۱۹ جنوری ۱۸۶۵ء

(۳)

منشی صاحب !

عجیب اتفاق ہے کہ حضور اپنے خط میں اپنے مزاج مبارک کا حال کچھ نہیں لکھتے اور
میرادھیان لگا ہوا ہے۔ خدا کے واسطے تم مفصل حال لکھو کہ کیا عارضہ باقی ہے اور صورت
کیا ہے۔ دربار بہ دستور ہوتا ہے یا نہیں۔ سوار ہوتے ہیں یا نہیں ؟

زین العابدین خاں نے جے پور سے اپنے اشعار اصلاح کے واسطے میرے پاس
بھیجے ہیں نے اصلاح دینے سے انکار کیا اور اشعار مسترد کر دیے۔ ان کا خط اور اس کی
پشت پر اس کے جواب کا مسودہ اس خط میں لپیٹ کر تم کو بھیجتا ہوں۔ پڑھ لو بلکہ اگر موقع
اور محل پاؤ تو حضور کو بھی پڑھو دو۔ والدعا

اسد اللہ خاں غالب

۱۴ مارچ ۱۸۶۵ء

(۴)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیل چند صاحب میرنشی کو فقیر غالب کی

دعا پہنچے۔ یہ خط میں نے ایک شبانہ روز کی فکر میں حضور کو لکھا ہے، مگر مسودہ جو ہر بار کچھ کا کچھ ہوتا رہا، اس سبب سے میرے پاس نہیں رہا اور خدا کی قسم! کہ میں اب بہت ناتواں ہو گیا ہوں۔ یہ خط لیٹے لیٹے صاف کیا ہے اور اس تحریر کو مجموعہ نشر میں رکھا چاہتا ہوں۔ آپ اس کی نقل کر کے مقرر مجھ کو بھیج دیجئے گا۔ بڑا احسان مجھ پر ہوگا۔

اسد اللہ

مارچ یا اپریل ۱۸۶۵ء

(۵)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیل چند! طال عمرہ

تین صاحبوں نے اطراف و جوانب سے تین قصیدے میرے پاس بھیجے ہیں۔ حیران ہوں کہ کیا کروں؟ اگر حضور میں نہ گزاروں اور اُن کو لکھوں کہ میں نے گزران دیے تو جھوٹ بولنا ہوتا ہے اور میں جھوٹ سے بیزار ہوں۔ گزارا تے ہوئے مجھے شرم آتی ہے، ادب رخصت نہیں دیتا۔ ناچار وہ تینوں قصیدے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ یہی اُن صاحبوں کو لکھوں گا کہ میں نے میر منشی کے حوالے کر دیے

سید فرزند احمد بلگرامی صغیر تخلص۔ یہ سید نور الحسن خاں بلگرامی کا پوتا اور صاحب عالم پیرزادہ مارہرہ کا نواسا ہے۔

حالی تخلص، مولوی الطاف حسین، سن پت کے رئیس، عالم، شاعر، نواب مصطفیٰ خاں کے رفیق۔ قصیدہ عربی۔

تیسرے قصیدے کے خاتمے پر شاعر کا نام و نشان مرقوم۔

۱۵ یا ۱۶ دسمبر ۱۸۶۵ء

(۶)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز تر از جان منشی سیل چند کو فقیر غالب

کی دعا پہنچے۔ کیوں صاحب؟ ہم تو تم کو اپنا فرزند سمجھیں اور تمہارا یہ حال کہ مرا ہم فرزند کی

بجائیں لائے خط لکھنا تم نے یک قلم موقوف کر دیا اور بھائی بے سکت لکھتا ہوں کہ مجھ میں
 اب دم نہیں ہے نہ طاقت باقی ہے نہ سوا اس درست ہیں۔ آج کے نواب صاحب کے خط
 میں دو جگہ غلطیاں ہوئیں مجھ سے لکھا کچھ چاہتا ہوں، لکھ کچھ جاتا ہوں۔ پس اب تو یہ نوبت
 پہنچی ہے کہ آج بچا کل مرا، کل بچا پرسوں مرا۔ اس خط کا جواب مجھ کو جلد لکھو اور اس میں
 یہ لکھو کہ احسان حسین خاں اور ان کے بھائی مظفر حسین خاں جو لکھنؤ سے آئے ہیں۔ نواب
 صاحب کی سرکار سے ان کا کیا درما ہا مقرر ہوا ہے اور تعظیم و توقیر کا کیا رنگ ہے؛ دربار میں
 جو آتے ہیں تو بیٹھتے کہاں ہیں؟

۱۱ جون ۱۸۶۷ء

اس خط کے جواب کا طالب غالب

(۷)

برخوردار نور چشم منشی سیل چند میر منشی کو بعد دعا کے یہ معلوم ہوا کہ اگلے مہینے یعنی اگست
 ۱۸۶۷ء کی انتخاب کی ہندوی جو تم نے بھیجی تھی اس کا روپیہ اب تک نہیں پٹا میں تو جس
 دن ہندوی آتی ہے اسی دن یا دوسرے دن اپنے مختار کار کے ہاتھ، کہ وہ بھی مہاجن
 ہے۔ بیچ ڈالتا ہوں۔ مگر اس مختار کار کو جس کے ہاں ہندوی آتی ہے روپیہ اس نے اب تک نہیں
 دیا۔ ۸ ستمبر کو وہ ہندوی بیچ کر روپیہ میں نے یا تھا اور آج اٹھارہ ہے۔ مختار کار کو روپیہ
 اس نے اب تک نہیں دیا۔ جس سے تم نے ہندوی لکھوائی ہے اس کو تم تاکید کرو کہ یہاں
 کے مہاجن کو روپیہ دینے کی تاکید لکھے تاکہ مختار کار کا روپیہ پٹ جاوے۔

مہر غالب

۱۸ ستمبر ۱۸۶۷ء

خلیفہ احمد علی احمد رام پوری

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی احمد علی صاحب کی خدمت میں بعد سلام مستنون
الاسلام عرض یہ ہے کہ فقیر شب کو آپ کا منتظر رہا، آپ تشریف نہ لائے۔ ناچار تقریر کو تحریر
کا پیرایہ دے کر آپ کی جناب میں بھیجتا ہوں۔ بنینِ فارسیہ کا حال بہ سبیلِ اجمال ایک دو
ورقے پر مندرج ہے۔ بہ نظر اصلاح مشاہدہ ہو۔

بعد اُس کے میری یہ عرض ہے کہ ہر چند ”سحر“ اور ”صبح“ مرادف بالمعنی ہیں اور وہ
انجامِ لیل اور آغازِ نہار ہے مگر بہ خلافتِ صبح ”سحر“ بہ طریقِ مجاز بعدِ نصفِ شب سے صبح
تک مستعمل ہے۔ طعامِ آخرِ شب کو ”سحری“ اور ”سحر گہی“ کہتے ہیں اور مرغِانِ خوشِ آواز، کہ بلب
بھی اُن میں ہے، اکثر پہر سوا پہر رات سے بولتے ہیں۔ نصفِ شب کو مرغِ سحر خواں کا ہم آواز
ہونا محلِ اعتراض نہیں ہے۔

”گوش“ کا استعمال ”انداختن“ کے ساتھ اگر شعراے ہند کے کلام میں آیا ہوتا تو ہم
اُس کی سند اہلِ زبان کے کلام سے ڈھونڈتے۔ جب وہ خود عرفی نے لکھا ہے تو ہم سند
اور کہاں سے لائیں؟ قواعدِ زبانِ فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام ہے۔ جب ہم انھیں
کے قول پر اعتراض کریں گے، تو اُس اعتراض کے واسطے قاعدہ کہاں سے لائیں گے؟

ن سب باتوں کو جانے دیجئے، اس کو ملاحظہ کیجئے کہ عرفی اکبر شاہ کے عہد میں تھا اور
 اس عہد میں قطع نظر اور اہل کمال سے ابوالفضل اور فیضی یہ دونوں شخص کیسے فاضل تھے اور پھر
 عرفی کا ممدوح حکیم ابوالفتح اُس کا وہ پایہ علم میں تھا کہ فیضی اور ابوالفضل کو بھی خیال میں نہ لاتا
 تھا۔ اگر یہ دونوں شعر عرفی کے غلط ہوتے تو یہ تینوں آدمی اُس کی دہجیاں اڑا ڈالتے۔
 حال آنکہ فیضی و ابوالفضل اُس کے دشمن تھے پس جب اُن دونوں نے باوجود عداوت اعتراض
 کیا تو اب عرفی پر کون اعتراض کر سکتا ہے؟ عرفی کی زبان سے جو نکل جائے وہ سند ہے۔ ہمارے
 واسطے وہ ایک قاعدہ محکم ہے۔ وہ مطاع ہے اور ہم اس کے مقلد اور طبع ہیں۔

غالب

سید محمد عباس علی خاں بیتاب

(۱)

قبلہ !

جس شعر پر صا د ہے وہ بہت خوب ہے۔ اور جس کو کاٹ دیا، وہ معیوب ہے اور جس پر صا د نہیں، وہ بے عیب اور تموار ! اور جس کے معنی میں مجھے تامل ہے، اُس پر نظرِ علامت اُس کی نظر۔ باقی جا بجا منشاے اصلاح اور حقیقتِ الفاظ لکھ دی ہے۔ تین جزو جس میں سات ورق سادے ہیں پہنچتے ہیں اور اجزا بھیج دیجئے۔

مرے دل کی ذرا سی پھانس — اُس کے اکھاڑا ایک ہی حلقے میں ہو در جس نے خیر کا تھا

ہو او دین نبی اصحاب رسول اللہ سے شائع
ہو او دین نبی اصحاب سے دنیا میں یوں شائع
میں تو اس کے بہرہ وہ بکنے پہ سر دھنتا رہا
اُف رے گرمی تپِ عشق کہ جل کر نکلا
کہ نکلے چوک میں سے جس طرح سے بازار چوسر کا
ناصح ناداں یہ سمجھے کچھ پشیاں ہو گیا
رگ سے جب سوختہ جاں کے ترے خنجر نکلا
دل

یہ بخت کی امداد ہے، یا یاد کی تاثیر؟ بھولے سے بھی واں ذکر ہمارا نہیں، موتا
تمہارا

پھر مجھ کو کچھ خبر نہیں، آگاہ ہے خدا پی لی تھی ایک بار جو ہاں جان کر شراب
تو

انہیں آتا ہے شرارت کا گماں بھی اُن پر دیکھنے میں تو ہے اس طرح کی بھولی صورت
طور

شکر کی جا ہے نہ اک خلق کو مارے ڈالو کیا قیامت ہوئی، گر ہو گئی اچھی صورت
خلق کے قتل سے کیا فائدہ؟ بس شکر کرو
اللہ صبح تک خم گردوں اُٹھ گیا
باقی رہی نہ بوند صبوحی کے واسطے
نیخود میں اور وہ محو خیال رقیب تھے
میں بخود

قاتل بنا ہے تیری ہی تلوار کے لیے کتنی ورنہ عاشقوں کو نہ کچھ سر کی احتیاج
قاتل لگا رکھا ہے تری تیغ (مقطع) بیتاب کو اگر چہ نہ تھی

کیا رحم کھا کے میری سفارش کچھ اس نے کی برہم جو ہے رقیب سے بھی یار کا مزاج
درماں نے تیرے گور میں پہنچا دیا مجھے اب چارہ گر بتائیں کروں کیا تر اعلیٰ
کہ

عادل ہے تو تو، شک نہیں کچھ اس میں اے خدا ڈالی ہے کس مراد پہ تو نے بناے چرخ
لیکن

آپ چل کر کہو احوالِ دل اُسے بیتاب کس کی دوا ت، قلم کیسی کہاں کا کاغذ
کیا قلم کیسی دوا ت اور کہاں کا کاغذ اُس سے

ہونی ہے جو خلق پر بس اب نہیں ہو جائے گی
فتنہ محشر ہوا قریب تری رفتار پر
صدقہ

دشمنوں کا اور فلک کا بھی میں اب مشکور ہوں
خوش اگر ہوتا ہے وہ ظالم مرے آزار پر
ممنون

آتشِ فرقت سے اک شعلہ ہے وہ دل ہی نہیں
ہاتھ رکھنا اب مرے سینے پہ دبیر دیکھ کر
کا

لکھ دیا لکھتے تو، لیکن پھر جو کچھ رحم آگیا
رو دیا اللہ نے میرا مقدر دیکھ کر
آپ سے پہلے میری سرنوشت پر بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ غالب
طبع رسالے اپنی دو بالا کیا اُسے
میری

جیتا ب کو کسی نے جو پوچھا تو بولے وہ
ہاں خاک پر پڑا تو ہے اک خستہ تن ہنوز
پوچھا

سخت جانی، تجھے اللہ کی مار! او ظالم
پھر گیا زندہ مجھے دیکھ کے دبیر مایوس
چھوڑ

خدا کرے! ترے پیکان تیر کو تو صنم
پسند آئے دل بقرار کی آغوش
ظالم

بے مرے دوست کا بھی دشمن جاں وہ ظالم
میں نے اس واسطے دشمن سے نکالا اخلاص
دوست، یعنی معشوق، دشمن یعنی رقیب۔ رقیب معشوق کا عاشق ہوتا
ہے۔ دشمن جاں نہیں ہوتا، مانا کہ وہ رقیب معشوق کا درپردہ دشمن ہے
پھر اس عاشق نے اپنے معشوق کے عدو سے اخلاص کیوں نکالا؛ خدا
جانے اس شعر کی فکر کے وقت بھرت کا خیال کدھر تھا۔ غالب

دوستی اپنی خدا کے لیے کہہ کر رکھے۔
انہیں بھاتا ہے مجھے، انا اخلص

تفاصد کی تاب کیا ہے، کہوتر کی کیا مجال
یہ گستاخی بے مزہ ہے

وے دادِ دل و گرنہ یہ دونوں ہیں بد بلا
ہاں اس میں نمک ہے

دیوانہ ہے وہ کون، جو دن کو جلانے شمع
اُس مہروش

پروانہ سال نہ کیے، مجھے شرم آتی ہے
میں بتلا ہوں آپ کا، وہ بتلائے شمع

پروانہ مجھ کو کہتے ہو تم کو حیا نہیں
دیکھو یہ چھپڑ، ہم سے وہ غیروں کے سامنے
کہ

درماں کرے گا دیکھ تو کس کس کا چارہ گر
ہیں زخم آبلے بھی تو دل پر سواے داغ
ہے زخم اور آبلہ

وہ بھی تو بھاگ نکلے، یقین ہے مجھے اگر
دوڑے مرا گلا تری شمشیر کی طرف

اب پوچھتے ہیں آپ کہ ہے تجھ پر کیا قلق؟
جب قابلِ بیان نہ اپنا رہا قلق

اتنا کسی سے وصل میں ہوگا نہ عیش بھی
جتنا کہ تیرے ہجر میں ہم نے سہا قلق

دل کو، جگر کو ٹھونکے ہی دیتا ہے ہائے عشق!
اک آگ کاش سینے میں جلتی بجائے عشق
ہوتی

کیا سختیوں سے جان دی بیتاب نے مگر
دی جان کس عذاب سے بیتاب نے مگر
ناچیز اس کو جان کے یہ تالہ سحر

پھوٹا ہوا جو پکے تو وہ ہنس کے کہتے ہیں
پک کے

کیا ہے کی تو ہی بتا دے محتسب
ہے کدھر

قیس و فرہاد کا گوشت میں کچھ نام ہوا

جھنجھلا کے بولے جاں بھی نہیں اب تمہیں عزیز
جان نہیں کیا

بیتاب کا بھی رندو، معلوم ہے پتا کچھ؟

شکوہ ہے کیا، قبول گرا اپنی دعا نہیں!

کیا بزم رفتگاں میں خموشی کا رسم ہے
کی

بھر بیٹھے بیٹھے چھڑ لگائی خدا سے ڈر
نکالی

لکھے : نامے میں اب کیوں یہ شوق حسرت وصل
کیوں شوق سجدہ در دست

نکلاتے سکودہ منہ سے کبھی جز ثنا سے عشق

اُٹا پھرا کہ جاہ سکا آسماں ملک
ادھر نہ گیا

ہاں اب ذرا ستانے کے قابل ہوا ہے دل

ڈھونڈتے پھرتے ہیں میخانے کو ہم

لیک بیتاب کی مانند تو مشہور نہیں
وہ

کہ بیٹھے اُن کو جان ہوا اک روز پیار میں

مُس کو بھی دیکھتے تھے اکثر اس انجمن میں
ہم اُس کو

اس درد کی خدا کے یہاں بھی دوا نہیں
بھی گھر میں

ہیں جمع کس قدر پہ کسی کی صدا نہیں

ظالم ابھی تو آنکھ کا آنسو تھما نہیں

ہم اپنے سر کو تو ہر دم تسلیم سمجھتے ہیں

انھیں تو وصل کا اک دم ہے ہزار برس
 ہزار سال کو ہم ایک دم سمجھتے ہیں
 ہمارے ایک دم ہزار برس
 الماس تک نہیں تیرے مرہم میں چارہ گر
 پھر کیوں میں زخم دل کو عبث بے مزہ کروں
 ہرگز نمک
 ہوا شق جلوۂ جاناں سے وہ بھی
 کیا گر ماہ نے ٹکڑے کتاں کو
 وہ بھی انگشت نبی سے
 مسیحائی نہ دیکھی ہو تو میرے
 جنانے پر لے آؤ دل ربا کو
 گرا اس کی
 بعد مژدن بھی تھی مرنے کی متناہم کو
 بھاگیا اپنے زبس قتل کا ایما ہم کو
 مری تربت پہ لاؤ
 عشق نے دم ہی پہ بیتاب بنادی آخر
 کسی صورت سے بھی کافر نے نہ چھوڑا ہم کو
 ننگِ غریانی ہو کیوں قطع نظر سوچے سے
 ستم گر
 ننگِ غریانی ہو کیوں قطع نظر سوچے سے
 یہ بھی دینا تھا بنایا تھا جو انساں مجھ کو
 وحشت
 وہ اللہ دیا خوب ہی ایماں مجھ کو
 مقتضائے بشری صبر بھی تھا اے اللہ
 میرے خالق نے دیا ہے عجب
 مگر وہ چیز ہے الفت کہ آشکار نہ ہو
 ہزار صبر کرو، لاکھ بے قرار نہ ہو
 نہیں
 بڑے ادب سے جسے فتیس نے کیا سجدہ
 کسی سے پوچھو تو اپنا ہی وہ مزار نہ ہو
 کہیں یہ حضرت بیتاب کا

بہلتے ہیں تو دو دریا بہائیں چشمِ تر دو نو
فغاں و نالہ ہیں تو ہوں مگر ہیں بے اثر دو نو
دونوں میں نون ضرور ہونا چاہیے۔ اس غزل کو نون کی ردیف میں لکھ دو۔

کیوں کہ منہ رکھے وہ میرے سینہ پر داغ پر
بوے گل سے خاطر نازک پہ جس کی بار ہو
بھی

حق تو یہ ہے خوب ہی دی غیر کو رونق، مگر
با وفا کیونکر بناتے اُس کو تم لاچار ہو
لاچار غلط محض ہے۔ ناچار بہ نون صحیح ہے۔

بکلی دل و جگر کو مگر آہ توڑ کے
سینہ سے شب جدا جو ہوا خوں میں بھر کے ہا
سینے

آواز اُس کا سن کے شب وصل مر گئے
گویا ہماری موت تھی مرغِ سحر کے ساتھ
کی

خانہ آئینہ میں ہوتی ہے کسی چاندنی
دیکھ رکھ دیتا ہے جب وہ منہ شائل آئینہ
کر رکھتا

بوسہ ملا! تو اب یہ ہوس ہے کہ عمر بھر
یونہیں ملائے رکھیے دہن کو دہن کے ساتھ
یونہی

مجموعے کا ساعط ہے اُس کا شبینہ ہار
بوے بدن ملی ہے جو بوے بدن کے ساتھ
کے گلے کا

جاں کنی ہی ہموئے اب تک اُس تو لوٹی نہیں
حشر میں ہووے گی اُس سے اک محبت اور بھی
پر

گر یہ وزاری کو جو روکا، تو سودا ہو گیا
میں نے اس شعر کو ناحق کاٹا۔ جو روکا "یہ لفظ مکروہ تھا جو کی جگہ جب"

لکھ دیجئے۔ شعر صاف اور بے عیب ہو جائے گا۔ غالب

گریہ وزاری کو جب روکا تو سودا ہو گیا ہو گئے ہم ضبط کرنے سے فضاحت اور بھی

قتل میں اپنے خدا، اب کونسی تاخیر ہے؟
نہم یہاں گردن، علم وہاں ہاتھ میں شمشیر ہے
کس لیے

ہے غزلخواں مثل ببل کہتے ہیں وہ برگِ گل
پر ہمارے سامنے تو غنچہ، تصویر ہے / نظر

باغ میں ہے فصلِ گل زنداں میں ہے یہ گلِ لہلا
ہے گریباں ہاتھ میں اور پاؤں میں زنجیر ہے

اک ذرا سی اور بھی تاخیر کرنا، اے اجل
سنتے ہیں کچھ وہاں اپنے قتل کی تدبیر ہے
ہمارے

قتل کرتے ہیں گمانِ داد خواہی پر ہمیں
سو کیہ تو تفصیر سے پہلے یہاں تعزیر ہے
ہمنشیں

گزری اپنی عمر تو کس چین سے، شکرِ خدا
دیکھیے، بیتاب، اب کیا خواہشِ تقدیر ہے
گزری اب تک عمر اپنی (۲)

قبلہ قصائد و غزلیات و رباعیات کو بہ قدر اپنی فہم و فراست کے درست
کر کے خدمت میں گزرا تا ہوں۔ چوں کہ جانتا ہوں کہ آپ اکبر آباد نہیں
گئے، اس لفافے کو آپ کے پاس رام پور کے پتے سے بھیجتا ہوں۔
توقع یہ کہ مجھ کو اپنا خادم سمجھیے اور جو خدمت میرے لائق ہو، بے کلفت
ارشاد کیجئے۔۔۔۔۔ راقم اسد اللہ خاں۔۔۔۔۔ مرقومہ ۱۵ نومبر سنہ ۱۸۶۶ء

فرماتے ہیں بالیں پہ وہ بیمار کی اپنے
کیا درد ہے؟ کیوں اس کا دوا نہیں کرتے
اگر

ہمیں کرنا تھا جو وہ کر بیٹھے ۱۵۵۲
اور تم سر اٹھاؤ گھر بیٹھے

اپنے ہاتھوں سے کر کے کام تمام
آپ بایں بنائیں
نوحہ کرنے کو چارہ گر بیٹھے
نوحہ

حال بیتاب کا نہ پوچھو کچھ
ہم تو اب اُسے صبر کر بیٹھے
اُس سے

وفادارِ ناصح، مبارک ہوں تم کو
ہمیں تو وہی بے وفا چاہیے
تمہیں

مقابل میں تیرے تو اے پند منسرا
تجھی سا کوئی بے وفا چاہیے
گو

خدا نے دیا ہے عجب دل یہ ہم کو
اب ایسا ہی اک دل ربا چاہیے
ہمیں

تصور تری زلف کا کیوں نہ ہو ہے
شبِ غمِ نزولِ بلا چاہیے
بجائیں تمہارے سب ارشاد لیکن
ذرا اور کی بھی سنا چاہیے
پر

زباں پر نام اُس کا دم بدم ناصح لو آتا ہے
خدا کے واسطے چپ رہ کلیجہ منہ کو آتا ہے
سے

نیاز و ناز میں ہے ربطِ گروند ہے تو ظاہر میں
میں پڑھتا ہوں درود اُس پر وہ صلوٰتیں سناتا ہے
درود اُس پر پڑھوں میں اور

خمش سے مری اللہ! کیا مسرور ہے دل میں!
کہے جا، ناصحِ ناداں، مجھے یہ ذکر بھاتا ہے
مشفق

(مطلع) غنیمت ہے کہ نام اُس کا زباں پر تیری آتا ہے
کہے جا، ناصحِ مشفق، مجھے یہ ذکر بھاتا ہے

کشاوہ زلف کا دستِ عدو سے ہم آفت ہے
غش آیا، جب ہوا سے نکلتا مُشکِ تارا آئی

بکھرنا

تسلی بخش ہوگی سادگی حوروں کی اے واعظ
ہمیں جب یاد یہ آراشِ رونے نگار آئی
کیا ہو

مل گئے خاک میں، لڑتے ہی ترے
بن گئی جی پہ، بگڑتے ہی ترے

ہم ملے

خدا کو تو پاتے ہیں عشقِ بتاں سے
میں وصلِ صنم مانگتا ہوں خدا سے
یہ میں ہوں کہ بت

اگر چشمِ بد ہے تو کچھ زلف کم ہے
یہ سچ ہے بچائے خدا ہر بلا سے
کیا

پاس رکھنے کا ہو، بیتاب وہ وعدہ کر لے
صحبِ غیر بھی وہ اللہ گوارا ہو جائے

کریں وہ وعدہ

کیا کہے جاتے ہو کچھ وصل کی تدبیر بتاؤ
کچھ تم عقبی میں تو ناصح رہے کام آنے سے
ناچار

کروں کیا جاں سے تنگ آکر دعا کی
کریں مرگ کی آخر
بُتو، منت ہی کروائی خدا کی

ڈرانا تھا کہ اُس کا دل دکھانا!
خندِ آہ نے ہے ہے! خطا کی

گئے وہ تو ہوا ہم کو بتا کے
خوشامد ہے یہاں کیا کیا صبا کی

کر

عیادت سے بڑھی خواہشِ مرض کی
ہمارے درد کی اچھی زہ کی
مرض کا ہو گا شوق

نہ ہنسیے قیس کی دیوانگی پر — خبر تو لیجے اپنے مبتلا کی
 نہ دو لیلے کو تم مجنوں کا طعنہ جو دیکھو صورت اپنے مبتلا کی
 زلف بکھری جو بخ یار پہ یہاں دل بکھرا — خود پریشاں ہوئے ہم اُس کو پریشاں کر کے
 زلف خود بخود بکھرتی ہے۔ ہم نے کب پریشاں کیا جواب کہیں
 اضطرابِ دل بیتاب : بُرا ہوتا سہرا — بد دماغ اُس کو کیا نالہ و افغاں کر کے

ب

آہ جس طرح موئے سب عاشق وہی اپنی بھی حقیقت ہوگی
 جس طرح آہ۔ طرح اور ہے اور طرح اور ہے فقیر طرح بہ حرکت کے
 معنی میں بہ سکون نہیں لکھتا۔

دیکھ ایمان سے کہ دے واعظ ایسی ہی حوروں کی صورت ہوگی
 (اس غزل میں مقطع سے پہلے یہ شعر اضافہ کیا ہے)

بوسہ لیتے ہی پھر آجائے گی جان کیا بوسے کی قیمت ہوگی
 بقراری سے مولے ہے کوئی اللہ سے مانگ لائے ایک ذرا صبر اپنے نام سے
 حضرت ایوب گر جیتے ہوں تو لے ہمدردی و میرے
 حشر میں اللہ کے آگے یونہی لے جاؤں گا کام لینا ہے مجھے اپنے دلِ ناکام سے
 مجھ سے یہ مصرع پڑھا نہیں گیا۔
 تو دیے جا کا لیاں دے لیں گے ہم بھی کچھ جواب
 ہوش میں آئے کبھی گر لذتِ دشنام سے

آجائیں گے جب

نچ گئے ہم ذبح کے بھی وقت اس الزام سے پنج گئے ہم ذبح کے بھی وقت اس الزام سے

بہت

دیر دیکھا، میکدہ دیکھا، حرم بھی دیکھ لیں آج آنکھ لے ہیں یہاں بھی گردشِ ایام سے
 ہم

ذکر اُسی کا ہے کچھ بھی نہ رمائے کاش، ناصح ہی دل کو بہلائے

پھر بلا میں پھنسا دیا کس نے؟ دی صدا نغش پر کہ وہ آئے

خوابِ خوش سے جگا دیا جواب اُن کا ہوا نگلہ اُلٹا

مارے خدا کہ چھوڑے یہ ایمان کی تو یہ ہے اُلفتِ مبتول سے اپنے تئیں لا کلام ہے

جبروت یہ نہیں ہے نہ لاہوت نہ ابد۔ یہ عشق ہے کچھ اور ہی اس کا مقام ہے

لاہوت ہے نہ یہ جبروت اے خدا پرست
جبروت بہ حرکت موحده اور ملکوت بہ حرکت لام صحیح ہے۔

پاکر نجات نزع سے آہِ ام کہتے ہیں ہم رہو فنا میں یہ غربت کی شام ہے

معمور ہے خدا کی عنایت سے میکدہ ساقی اگر نہیں تو نہو اے سے کام ہے

بیتاب پی، خدا نے دیے ہیں تجھے بھی ہاتھ یہ خُم ہے، یہ سبو ہے، یہ شیشہ، یہ جام ہے

(ان دونوں شعروں کے ہر مصرع پر صا د بنا کے دائیں گوشے میں لکھا ہے)

واللہ! کیا ذوق انگیز قطع ہے۔ غالب (پھر بائیں گوشے میں لکھتے ہیں)

خُم سے بھر سبو میں، سبو سے شیشے میں، شیشے سے جام میں۔ اس تقدیم و

تاخیر کا مزہ میں ہی جانتا ہوں۔ غالب

ہر روز اگر وہ ستم ایجاد کریں گے آزار تو دینے کو کبھی یاد کریں گے

ہر روز کئی بار مجھے

پر واز کی ہے گر چہ ہوس دل میں، مگر ہم
طاقت ابھی موجود ہے، لیکن
آسانی سے کیوں قتل کیا؟ حشر کو یہ تو
اس طرح مریں گے کہ ہر ایک کو عبرت
دکھ سے

ستم کی حشر میں بھی باز پرس کیا ہوگی؟
کسے مجال سخن اُسے۔ اے خدا ہوگی؟
اُس سے

خدا کے آگے ہمیں پوچھنے جائیں گے پہلے۔
میری وفور صلاحت ہی رہنما ہوگی۔
”پوچھنا اور ہے۔ پُرسیدن کا ترجمہ پوچھنا ہے۔ یہ آگہی کے واسطے لکھا
ہے۔ شعر غلطی املا کے واسطے نہیں کٹا۔ بلکہ ناقص تھا

فلک بھلے گا آنکھوں کی راہ اُس کو بھی۔
جو خون دل ترے غم میں میری غذا ہوگی۔
خون نہ گزر۔ غذا البتہ مونث ہے۔ مگر ذرا غور کیجئے، خون غذا ہوگا یا خون غذا
ہوگی۔

نہیں ٹھہرا ہے اب تک عرشِ اعظم
دعا کی تھی۔ یہ کس نے بلبلا کے
ہے

بن اُس کے خون جگر ہم پئیں یہ مے ساقی
خدا کرے تیرے بلا غم میں بھی لہو ہو جائے
کہ جام

(اس شعر پر صا د بنا کے حاشیے پر لکھا ہے) شعرا چھا، مگر بھی کالفظ بے موقع اور
بے محل ہے۔

ہوئے ہیں گر چہ تائب، پر ہوا۔ ابرو باران میں
رہے مے ساقیا، میخانے میں تیار تھوڑی سی

میں سب سمجھے ہوئے ہوں بات کا جو ڈھب تمہارا ہے
نہ چاہوں نصحا میں اُس کو، یہ مطلب تمہارا ہے
ناصحو

کہاں ہیں قیس اور فریاد اب یہ عہد ہے اپنا
کہاں ہیں لیلیٰ و شیریں زمانہ اب تمہارا ہے
دور

مڑگاں کا تیری صید نہ کسی طرح سے ہودل
اس تیر کے لیے یہی پنجیر چاہیے
ہو کس طرح سے

نیکوں کے بھی ٹھکے رہیں سر کچھ تو، دیر کی
یہ مصرع مجھ سے بڑھا نہیں گیا (عرشی)

بلا میں آپ پڑتا ہے تو نا صحیح
ترے اوپر تو کچھ آفت نہیں ہے

خدا کیوں کر ملائے دلربا سے
نہ کہنے دو کہ یہ قدرت نہیں ہے
معاذ اللہ مگر

یہی کہ کہ کے ٹالو حق شناسو
کرے جو چاہے پر عادت نہیں ہے
بہلاتا ہوں دل کو

ذرا بیتاب کو باہر تو دیکھو
تمہارے آگے گو غیرت نہیں ہے
عزت

آج پیغامبر نہ کچھ کہنا
میں بہت ہم پر وہ خفا بیٹھے
"وہ ہم پر بہت" جہاں پورا لفظ آگے یعنی پر، وہاں ادھورا لفظ کیوں لکھیے
البتہ جہاں گنجائش نہ ہو، وہاں قاعدہ کے موافق جائز ہے اور اس قاعدے کا
نام تخفیف ہے۔

یہ بھی قدرت خدا کی اے بیتاب
تم بھی اب بن کے پار سا بیٹھے

تیغ کھینچے ہوئے جس وقت وہ قاتل آئے
 کوئی ہے میرے سوا جو کہ مقابل آئے
 کون
 کیوں یک یک زمانے کا نقشہ بدل گیا
 یہ رنگ تو ہوا تھا نہ دنیا میں آشکار
 ناگاہ کیوں
 تیرے کچھ آج کل ہے وہ اس خاک دان کی
 خلدِ بریں بھی رو بردھے جس کے شرمسار
 یہ مصرع مجھ سے پڑھا نہیں گیا (عرشی) ہو
 گل نے کیا ہے شاخ کے ہر جز سے سرسبز
 اب کون سی جگہ ہے کہ نکلے جہاں سے خار
 جزو ظہور
 بیٹھے ہیں مطمئن سبھی بزمِ نشاط میں
 ہاں اک صبا تو پھرتی ہے گلشن میں بے قرار
 نسیم
 کثرت سے بسکہ جمع ہوئے شاہد ان گل
 کس کس مزے سے ہوئے آپس میں ہمکنار
 ہوتے ہیں
 دن عید ہے زمانے میں اور طاعتِ شبِ برات
 ہر سمت راگ و رنگ ہے قانون اور تار
 شب
 وہ دن ہے آج جس پہ کروں جان تک نثار
 ہے جشنِ غسلِ صحتِ نوابِ نامدار
 فدا۔ اگر یہ مطلع ہے تو چاہیے اس سے پہلے ایک شعر میں اطلاع دی جائے
 بے شک طمانچہ ملک الموت گزر ہے
 ہے تیغ اُس کی قہرِ خدا وقتِ کارزار
 تپانچہ
 ممکن نہیں جو کر سکے ممدوح کی صفت
 بیتاب اب دعا ہی پہ بہتر ہے اختصار
 شنا
 عالم کے حق میں آیتِ رحمت بنا دیا
 رکھے سلامت اُس کو زمانے میں کردگار
 آئیے

بات یہ ہے وقت پر خوب سجا ہی مجھے
فکر رسا کا بڑا مجھ پہ پلا حسان ہوا
سجھائی
نطق

دھوم سے سرکار میں جشن کا سامان ہوا
عرش سے لے فرش تک عیش کا طغیاں ہوا
ہے
ہے آج

رنگ محل کا سماں ہو نہیں سکتا بیاں
جس کی نظر پڑ گئی ششدر و حیراں ہوا
دار

کثرتِ مقیش سے مثلِ جبینِ عروس
روئے زمیں پر عجب طرح کا افشاں ہوا
طرز

بزمِ منور ہوئی مستدمِ نواب سے
جب کہ وہ رونقِ فزا جوں مہ کنعاں ہوا
جب سے کہ وہ

پہوں پر معنی مثل و مانند اب مٹروک ہے اور چوں لفظ فارسی الاصل تو آگے بھی
مٹروک رہا ہے۔

دور میں اُس کے بہ جزا بر نہ رویا کوئی
اور جو جس کے سوا کوئی نہ نالاں ہوا
بہ جزا رعد کے

مسندِ اقبال پر یوں وہ نمایاں ہوا
صفیہ گردوں پہ جوں مہر و خشاں ہوا
(میرزا صاحب نے اسے قلم زد کر کے یہ مطلع لکھا تھا۔ عرشی)

دودہ چنگیز میں جیسا کہ قلاں ہوا
ویسا ہی اس قوم میں کلب علی خان ہوا

(اس پر بیتاب نے لکھ دیا ہے قصیدہ ہذا در شانِ یوسف علی خان بہادر مرحوم بود
ازین سبب شعر ہذا نوشتنی نیست)

ہو رہی ہے عجب آراستگی کہیں
سب فرشتے اسی خدمت پہ ہوئے ہیں مامور
دنیا کی

تہ کھڑے کرتے ہیں سجادۂ طاعت جبریل
قبضِ ارواح سے معذور ہوئے عزرائیل

اک طرف ہاتھ میں رکھتے ہیں سرفیل بھی صور
موت کا غم ہی کسی کو نہیں سب ہیں مسرور
کی فکر

زیب وزینت کا اب اس دہریہ کیا کہنا ہے
کی

صانعِ گل کی جو تعلیم، ملائک کا شعور
تو

چاندنی رات کا تو ذکر ہی کیا صلّ علی
کیا ذکر ہے! اللہ! اللہ!

یلۃ القدر پہ فائق ہے شبِ تار کا نور

کو بہ کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں کر دیں کس کو زکا

تھے جو محتاج جہاں میں وہی ہیں ذی مقدر
وہ ایسے ہوئے

کوئی دعوت سے مسافر بھی نہ محروم رہا

بادشاہوں کے یہاں بھی تو نہ تھا یہ دستور
بانِ جہاں کا بھی

اس قدر کھانے کی افراط ہے اور پانی کا قحط

دیکھو جس چاہ کو، شربت سے ہے منہ تک معمور
ہے قند سے

کس سلیقے سے ہے آرائشگی ہر ہر شے کی
تھاپِ طبلوں کی جو بجتی ہے فلک پر پیہم

ہستم بزم کے آج اپنا دکھاتے ہیں شعور
لہر سارنگیوں کے سُن کے ملک ہیں مسرور
ے

حشر تک کان سے نکلے گی زنجے کی صدا

یہ خیال آپ کا اک تان ہے شورِ شور
بے

تھاپِ طبلوں پہ پڑی، آئے پر یوں کے جھمکٹ
پر یوں کے آئے جھمکٹ

شادیانے کی صدا پہنچی فلک سے بھی دور

گھونگر کے وہ جھماکے، وہ صدا زنجے کی
گھونگرؤں

اہلِ محفل کو کیا عشوہ گروں نے مسحور

حلی اس طرح سواری کہ نہ دیکھی نہ سنی رشک کھانے لگے مرقد میں امیر طنبور

یہ لفظ "طوئے" سے نہیں "تے" سے ہے اور پھر تمبور بہ وزن طنبور نہیں دراصل
تمر بہ وزن سہ در سے لکھتے ہیں تمبور اور پڑھتے ہیں تمر اور تمر ترکی میں فولاد کو کہتے
ہیں۔

شتری و فلی دماے ہیں نفیر و نوبت دف و نئے تاشہ دہل جھانج ترم ہے طنبور
لنگسٹیں تاش تمامی کی ہیں باندھے سقے ہیں ہزارے چڑھے اور عطر سے مشکیں معمور
لنگیاں

کردایں فخر قصائد چو رقم خامہ من وجد کردند چہ خاقانی و عرفی در گور
خاتمہ قصیدہ ہندی بہ شعر فارسی، خصوصاً وقتے کہ لفظ گور قافیہ باشد
مناسب نیست۔

لہ الحمد کہ اب چرخ ہوا نیک خصال ترک اس نے کیے وہ اپنے قدیمی افعال
اپنے وہ

راہ میں ٹھو کریں کھاتے ہیں پڑے لعل و گہر خذت و سنگ سے بے قدر ہیں دنیا و ریال
خذت بہ معنی ٹھیکری کے لغت فارسی اور املا اس کی ز سے ہے

ناچ گانے ہی کی ہر سمت سے آتی ہے صدا مصطفیٰ باد ہی اب برج ہے اگر کیجے خیال
بھی

ہے کسی جا پہ بھگت، ریس کہیں سانگ کہیں کہیں کنجن کہیں کتھک ہیں کہیں ہی قوال
راہ

کوئی باعث بھی تو ایسا ہی قوی ہے ورنہ اس کی عادت سے تو یہ بات تھی از بس ہی محال
البتہ

اپنے اسرار سے واقف ہے توئی اے پُر فن بھید تیرے کوئی پہچانے یہ ہے کس کی مجال
یہ کس کی آگاہ

بن پڑے صانع قدرت سے کی دو ایک نقشہ
یہی نقشے

کھینچتا اور بھی کچھ سکتیں گراہیسی اشکال
کھچ

دیکھ کر اس کی عبارت کو ظہوری ہے دنگ
بھی

لکھے ایسا نہیں یا قوت رقم خاں کی مجال

اور شجاعت کا یہ عالم ہے کہ زہرہ ہو آب

دیکھ لیں حضرت رستم اگر اس کی تمثال
لے رستم دستاں

ہو یہ حیرت میں یہیں تھا کہ زمیں پر اللہ

عرش کی سیر کا راکب کو گرا جائے خیال

کہ میں یہاں یارب

وعدہ کے ساتھ وفا ایک جز لا ینفک ہے

عہد کا نقض ہوا عہد میں اس کے ہے محال

جز لا ینفک غلط۔ جز ولا ینفک صحیح۔

بھوکے پیاسوں کے خور و نوش کے کیوں آتے نہ دن

یہ مسلم ہے کہ بعد رمضان ہے شوال

از

نصیبوں میں سوا دو گز زمیں ہے

فلک پر کوئی اڑ جائے، یہ وہ ہی

پر آخر

مگر عشاق پر بھی آفریں ہے
کو

یہ سچ تحسین کے قابل ہیں معشوق

خلوص طبع سے اب خوش رہیں ہے

جناب غالب دوراں کا بیتاب

کلام حضرت عبدالغالب دوراں لفظ نامانوس ہے

حیراں ہوں میں کہ پہلو سے کیوں سز کھل گیا

لے دل تو اس کو دیکھ کے ایسا پھسل گیا

سینے

دل پر بنی ہوئی کھتی اجل کے نہ آنے سے اب جاں پہ آہنی تو ذرا دل سنبھل گیا
 ہو

کیسا مزاد کھاتے ہیں ہم بھی، تو ٹھہر جا
 ٹھہر تو

پچھا ہا ہے وہ تیزاب کا کیوں ہوتے ہو بہم
 ہم نے دل پر داغ پہ رکھا ہے جو مر ہم
 نہیں

وہ بات کرو جتنے نہ ہوں نالہ و افعال
 جس سے

کہوں کیا؟ یوں بتانے کی نہیں ہے
 وہ بات ایسی چھپانے
 رقیبوں کے سنانے کی نہیں ہے
 پر غیروں

نہیں سچ باور آنے کی نہیں ہے
 نہ کہ مجھ سے کہ لے میری بلائیں
 پیرا الفت بھی دکھانے کی نہیں ہے
 مری

وہاں رقیبوں سے گرم صحبت، یہاں امید و فاسے وعدہ
 ہے ایک طرف ہی یہ تماشا، تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش
 یہ طرفہ تر

محبت تری اس کی نفرت بڑھی
 یہ کیسا پڑا اب دل زار بیچ
 لے

مسرور ہوں اغیار، خدا کی قدرت!
 ان سے ہوتا پیار خدا کی قدرت
 اور بیٹھے رہیں بزم میں تیری ظالم
 ہم شکلی گنہ گار، خدا کی قدرت
 چپکے

غافل نہ کر اپنی زندگی کو تو خراب
 دنیا کا یہ کارخانہ ہے مثل سراب
 زندگانی

یا الہی! یونہی وہ برسرِ بے داد رہے مرچکے ہم تو نہ غیروں کی بھی بنیاد رہے
مٹ گئے

صنف میں رگ تو کہاں، ہاتھ نہیں ہاتھ آیا کیوں نری فسد سے صیرت میں یہ فساد ہے
فسد فساد

اس کے مظلومیں پہ رحم لے نہ کیوں کر بیتاب مقتولوں
قتل کے بعد بھی خوش جیسے نہ جلاؤ رہے

جس سے

نہیں تلوار کے آنے کی بھی اب کچھ حاجت تیرے ابرو کے اشارہ نے مارا قاتل
ہے ہی

دیکھنے کو جو ہم عشاق کی محفل آئے سب پکار اٹھے کہ وہ مرشدِ کامل آئے
ہم جو کل دیکھنے، جو ہم عشاق "تقطیع" سے گر جاتا ہے۔

ہوں وہ کس جو کہیں ہوش ہوا اور غزم کروں مے کدہ لینے کو میرے کئی منزل آئے
کبھی

بد نصیبوں کی ذرا وصل کی خوبی دیکھو کہ وہ آئے بھی تو اغیار کے شامل آئے
شب

یا علی تیرے سوا کیسے وہ فریاد کرے جب کہ بیتاب پہ مولا، کوئی مشکل آئے
کس سے

نامعلوم

صاحب میں کل تمہارا مسہل سمجھ رہا تھا اس وقت میرا غالب علی
 سے معلوم ہوا کہ تم مسہل پیٹے ہوئے بیٹھ رہے ہو خدا کی
 برکت بقا حیات آخر روز میں پہر آؤنگا ۱۲
 فرہنگ جہانگیری مسترد پہنچتی ہے ہفت پیکر و ہشت
 اگر دونوں مہر تو مٹاؤں معاً اور اگر دونوں ہوں تو
 جو ہو وہ نیاز علی حامل رقعہ کو حوالہ کرو گا ۱۳

صاحب!

میں کل تمہارا مسہل سمجھے ہوئے تھا اس وقت میرا غالب علی سے معلوم ہوا کہ تم مسہل پیٹے
 ہوئے بیٹھے ہو۔ خدا کی برکت بقا حیات آخر روز میں بھی آؤں گا ۱۲
 "فرہنگ جہانگیری" مسترد پہنچتی ہے۔ "ہفت پیکر" و "ہشت بہشت" اگر دونوں ہوں تو
 دونوں معاً اور اگر دونوں نہ ہوں تو جو ہو وہ نیاز علی حامل رقعہ کو حوالے کرو۔

غالب ۱۳

مظہر علی اور عبداللہ

اسد اللہ بے گناہ جس کا تخلص غالب اور خود اہل ہند کا مغلوب ہے۔ مہتمان اخبار بلاد ہند سے عموماً عرض کرتا ہے کہ یہ فقیر کا استغاثہ از روئے اکمل الاخبار اپنے صحائف میں درج فرما کر ممنون فرمائیں :

استغاثہ غالب :

کئی ہفتے پہلے ایک خط لکھنؤ سے بسبیل ڈاک انگریزی بصریٹ بیزنک میرے نام آیا۔ راقم عبداللہ رئیس و معافی دار کہاں کا، بہ ہر حال محصول دے کر میں نے خط لیا اور پڑھا تو اس میں لکھا تھا تو نماز کیوں نہیں پڑھا کرتا۔ خبردار! نماز پڑھا کر اور نماز نہ پڑھے گا تو بعد مرنے کے بھوت بن جائے گا۔

کل پہنچنے کے دن ایک اور خط بیزنک آیا۔ سرنامے پر یہ عبارت مرقوم :
انشاء اللہ لقاۃ ہذا در شہر دہلی رسیدہ بہ ملاحظہ اقدس جناب مستطاب نواب اسد اللہ غالب مرسلہ باد۔ مرسلہ مظہر علی از مارہرہ ضلع ایٹہ، بیزنک، تاریخ ۲ رجب ۱۲۸۵ھ
روانہ شد۔ مضمون بعینہ یہی کہ نماز پڑھا کر ورنہ بعد مرنے کے بھوت ہو جاؤ گے۔
والسلام علیک۔ نام ندارد۔ فقط مرسلہ مظہر علی از مارہرہ ضلع ایٹہ بہ سرکار خور و تمام ہوا۔

اب فقیر مکتوب نگار ایسا کہتا ہے کہ پہلے خط میں 'میں نے عبداللہ کو اسم فریضی
 سمجھ لیا تھا مگر اب دوسرے خط میں اس تو صیح سے کاتب کا اسم و مقام لکھا ہوا
 ہے تو کیوں کر شک و شبہ باقی رہے۔ بس اب میں قہر درویش بر جان درویش پر عمل کر کے
 چپ ہو رہتا ہوں مگر یہ حافظ کا شعر جو اب میں لکھتا ہوں :

من اگر نیکم دگر بد تو برو خود را باش

ہر کسے آن دروڈ عاقبت کار کشت

یہ دوسرے شخص صاحب بے نام و مقام ہیں۔ اخبار میں دیکھ کر سمجھ لیں گے،

شاید وہ پہلے صاحب بھی کسی اخبار میں مشاہدہ فرمائیں۔

اکتوبر ۱۸۶۸ء

منشی نول کشور

منشی صاحب، جمیل المناقب جناب منشی نول کشور صاحب کو دولت و اقبال و جاہ و جلال روز افزوں نصیب ہو۔

چوں کہ احباب کامیابی و شاد کامی احباب سے شاد ہوتے ہیں، اس واسطے مجھے ان دنوں میں یامری اقبال سے ایک امر خوشی کا پیش آیا ہے تو آپ کی خوشی کے واسطے آپ کو لکھتا ہوں بلکہ نظر ہم دگر کے اتحاد پر تم کو تہنیت دیتا ہوں۔

آپ کو مبارک ہو کہ آخر ماہ گذشتہ کو جو حضرت فلک رفعت نواب معلی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر قلم و پنجاب دہلی میں تشریف لائے تو سہ شنبہ کے دن ۳ مارچ ۱۸۶۳ء حال کو س گمنام گوشہ نشین کو یاد فرمایا اور از راہ بندہ پروری کمال عنایت سے خلعت عطا کیا۔

سبحان اللہ، جو لوگ متعلق ہیں لفٹنٹ گورنر پنجاب سے، وہ قسموں کے کتنے اچھے ہیں جناب وزیر کے مکارم اخلاق وہ روح فزا کہ جس سے مردہ زندہ ہو جائے۔ صاحب الامناقب تاس ڈوگلز فور ساتھ صاحب بہادر سکرتار کے کلمات شفقت آمیز وہ روح آسا کہ جس کو شن کر بیمار شفا پائے..... میں... (کرم خوردہ) شادمان آیا، بلکہ بوڑھا گیا، جوان آیا۔ سچ ہے :

وزیرِ چنیں شہرِ یارے چناں

جہاں چوں نہ گیرد قرارے چناں

..... (کرم خوردہ) لفٹنٹ گورنر بہادر اور صاحب سکرتری بہادر کا کیا کہنا ہے۔ . . .

(کرم خوردہ) . . . آفتاب و ماہتاب ہیں، مگر پنڈت من پھول سنگھ صاحب میرمنشی بھی دیانت و امانت و کارپردازی و مظلوم نوازی میں انتخاب ہیں۔ یہ نہ مبالغہ ہے نہ خوشامد ہے۔ بیان واقعی ہے۔ شاعرانہ سخن سازی کو میں نے دخل نہیں دیا ہے، وہ لکھا ہے، جو سچ اور واقعی ہے۔

دوام دولت سرکار انگریزی کا طالب

رنجور ناتواں اسد اللہ خاں غالب

اوائل مارچ ۱۸۶۳ء

(۲)

جناب صاحب مہتمم اودھ اخبار زاد مجدہم

آپ کے اخبار ۱۷ ستمبر میں کالم ۶۲۱ پر خبر الوری مندرج ہے کہ مہاراجا الوریگل سے ایک شیر کوٹھی میں قید کر کر کئی روز گرسنہ کر کے جب وہ شور و شر سے باز رہا، پنجرہ آہنی میں گرفتار کر لائے۔ اے صاحب! مہاراجا صاحب تو والی ملک اور صاحب اقبال ہیں، وہ تو شیروں کو اگر چاہیں تو گو سفند سے گرفتار کرانگا دیں۔ ان کے رعبِ عدل سے جب شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے، پھر ان کو شیر کیا حقیقت ہے۔ میں اس پر ایک ذکر تجب نیز اور فسانہ حیرت انگیز گرفتاری زندہ شیر کا بے سرو سامانی میں ایک معزز شخص کا سناتا ہوں یعنی ۱۷۵۰ میں محمد مردان علی خاں صاحب نے کہ اُس وقت تحصیل دار کوہ مری دارالقرار گورنمنٹ پنجاب کے تھے اور اب ایک سرکار پنجاب میں اہل کار ہیں۔ خود ایک شیریاں جنگل کوہ مری سے زندہ یوں گرفتار کیا تھا کہ پتھروں کا ایک چھوٹا سا صندوق کے طور کا فقط اسی قدر کوٹھا بنایا کہ شیر اُس میں سما سکے اور شکار لگا دیا تھا۔ ایک شیر مردم خوار اُس میں قضا کار آ لگا۔ کئی سو آدمی خاں صاحب کے ساتھ اُس علاقے کے جمع تھے۔ ایک کو یاں پاس جانے تک کا نہ ہوا اور ان شیر دل جبری نے رستمانہ

اُس کے اوپر بیٹھ کر رستے سے پھنسا یا۔ اور پتھر اُس کے منہ سے ہٹا کر خود ایک چوٹی صندق میں گرفتار کر کر قید کر لیا۔ اُس وقت شیر کا گرج اور شور و غوغا کوسوں تک آدمیوں کے زہرے کو آب کرتا تھا اور بظن یہ کہ جس دن شیر لگا، اُسی دن اس شجاعت خداداد اور جرات سے اس کو گرفتار کیا اور وہ چار ماہ پالا۔ پھر قضا سے مر گیا۔ یہ بات طشت از بامِ اظہر من الشمس ہے۔ وہ شیر لوہے قد کا تھا۔ خانِ ممدوح سے صرف شیر کا پکڑ لانا اس لیے کچھ بعید نہ تھا کہ اُن کی شجاعت کئی وقت پر ظہور میں آچکی ہے۔ یعنی جب وہ اُنک کی حدود پر تحصیل دار وغیرہ رہے تو ملک باغی اور ملک آفریدی سے صرف جریدہ جا جا کر بہت سے خونی اشتہاری مسلح بہادرانہ پکڑ پکڑ لائے اور ہزار ہا روپیہ سرکارِ انگریزی سے انعام پایا۔ غدرِ حال میں بھی یہ خیر خواہی سرکار وہ سینہ سپر ہے کہ وہ مری کے بغاوت و فساد میں جب کہ وہ دوسری تحصیل میں تھے، کوستان میں جا کر دافعِ فساد رہے۔ غرض شجاعت اور جرات و دلیری بھی ایک بڑی نعمتِ خداداد ہے اور جلتی ہے۔ کچھ اختیاری نہیں اور امیرِ غریب پر بھی منحصر نہیں ہے! غرض خانِ ممدوح بھی اسمِ بامستی ہیں۔ اور حق بجانبِ مرد کی صفت ہی مردانگی ہے۔ فقط

راقم بندہ اسد اللہ

ستمبر ۱۸۶۲ء

میر ولایت علی کے نام

(۱)

شفیق مکرم میر ولایت علی صاحب کو خداے جہاں آفرین سلامت رکھے۔
 از روئے اودھ اخبار لکھنؤ "بوستان خیال" کا ترجمہ سہمی بڑ پرستان خیال" آپ کے مطبع
 میں آمادہ انطباع بلکہ دو جلدوں کا منطبع ہو جانا اور دونوں نسخوں کا بہ قیمت عہد ایک
 روپیہ بارہ آنے کے بشرط ارسال محصول ڈاک ہاتھ آنا معلوم۔ ٹکٹ مالیت
 دو روپیہ کے بھیجتا ہوں۔ پونے دو روپیہ قیمت کے اور چار آنے از روئے
 قیاس محصول کے (کذا) فقیر کو آج یہ حال معلوم ہوا۔ آج ہی خط مع محصول روانہ
 کیا۔ آپ سے مستدعی بلکہ متقاضی ہوں کہ اسی طرح آپ بھی عجلت کو کام فرمایا و جرن
 میرا خط پہنچے، اس کے دوسرے دن پارسل روانہ کیجے بصورت تعجیل میں شکر گزار اور صورت
 توقف میں گلہ نہج رہوں گا۔

مہر
 محمد اسد اللہ خاں
 ۱۲۳۸

۸ ذی قعدہ ۱۲۸۱ھ
 ۴ اپریل ۱۸۶۵ء

(۲)

جناب میر ولایت علی صاحب !
 واسطے اپنے جد کے - میری تقصیر معاف کیجئے اور حقیقت میں میرا گناہ نہیں :
 پیری و صندریب چنیں گفتہ اند

ستر برس کی عمر، حافظہ معدوم، نسیان مستولی۔ کل آپ کو خط لکھا۔ لفافہ کرتے وقت
 ٹکٹ پیٹنے بھول گیا۔ آج جو بکس کھولا تو ٹکٹ بکس میں پائے۔ ذلیل و خوار و خجل و شرمسار
 آج لفافہ جدید میں ملفوف کر کے بھیجتا ہوں۔ خدا کرے پہنچ جائیں۔

غالب یک رنگ

۴ ذیقعد ۱۲۸۱ھ

۵ اپریل ۱۸۶۵ء

حکیم غلام نجف خاں

(۱)

لوح صاحب پر پندرہ بیتیں ہیں تقسیم کے اسطرح رکھنا کہ پہلی ایک سیدھی سطر میں
صاحب اجنٹ کا نام مع اجزاء خط بہ خط نستعلیق لکھا جاوے اور پھر تین
پانچ بیتیں تین بار لکھی جاویں اور آخر کو یہی سطر جو میں نے اپنے نام کی مع
خطاب و قصہ لکھ کر جمع کر کے اسطرح لکھے جاوے کہ غرض البتہ بڑا
ہموگا اور تقسیم اچھی طرح کیا جاوے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور پھر نو خط
بہت اچھے رنگ پر ایک نذرہ ہے مگر نمونہ اچھا ہے تم کو سونپ دے گا
نقل کرو اور کاتب خوشنویس ہے انشاء اللہ اللہ علیہ السلام لکھو اور اب
آپ کو عہدہ تیار کر دیتے ہیں اور

پس اس کے بعد ۹ جی میٹک درسم

لوح صاحب پر پندرہ بیتیں ہیں تقسیم اس کی اسی طرح رکھنا کہ پہلے ایک سیدھی سطر
میں صاحب اجنٹ کا نام مع اجزاء خط بہ خط نستعلیق لکھا جاوے، اور پھر تین پانچ
پانچ بیتیں تین بار لکھی جاویں اور آخر کو یہی سطر جو میں نے اپنے نام کی مع خطاب و

تخلص لکھ دی ہے۔ جس طرح کہ ہے اسی طرح لکھی جاوے، کاغذ البتہ بڑا ہوگا، اور تقسیم اچھی
 طرح کیا جاوے گا۔ ان دو سطروں اور پندرہ شعر پر تو صورت بہت اچھی ہوگی۔ یہ ایک نمونہ
 ہے، مگر نمونہ اچھا ہے۔ تم کسو شخص سے اس کی نقل کرواؤ اور کاتب خوش نویس یعنی مرزا
 عباد اللہ بیگ سے لکھواؤ۔ اب آپ اس کو جلد تیار کروائیے اور..... (کرم خوردہ)
 آپ کو اب کی پانچ صہ..... میں ملے گا۔ والسلام

(۲)

نہ جائے یہ سب سلطان معنی صدر آتا ہے سلطنتہ اگرچہ من حیث القیاس
 صحیح ہے لیکن ٹکسال باہر ہے خلد اللہ ملکہ و سلطانہ لکھتے ہیں منشیان
 ایران درووم مہندس یون ہے لکھتے آئے ہیں ضحان بھی معنی ضار اور
 سب معنی ضمت سلطان ہے معنی بادشاہ اور پھر معنی سلطنت اس میں
 کہتا آمل نرو کیے مجال ہے جو اس پر منشی سلطانی ملکہ و سلطانہ
 مدت تذکرہ اگر علیہا و سلطانہ ہا بنجار تو بہتر ہے ورنہ
 خیر لوں ہے رہنے میں جو ہے جو چاہیگا تو ہم کہہ سکتے ہیں ہر جگہ
 سگورہ سلطنت معنی تانیت کے رعایت سے اور معنوں میں ہے اگر
 کاتب سگورہ ہو تو اس پر بڑا شوق مشادینا اور اللہ بنادینا
 دستور نہیں ہے بلکہ اس کا تو بواجب اور سلطانہ کو مذکور اس طرح
 ہر لفظ یہ معنی ہے جو ہے جو کافر اور بعد اس سب تقریر کہ یہ
 عرض ہے ہر معنی محسنہ کو عرض لکھ ہوئے میرزا کی آج ۱۲
 غالب ۱۲

نہ بجائی یہ نہ سمجھو "سلطان" بمعنی صدر آتا ہے "سلطنتہ" اگرچہ من حیث القیاس
 صحیح ہے لیکن ٹکسال باہر ہے "خلد اللہ ملکہ و سلطانہ" لکھتے ہیں منشیان ایران درووم و

ہندسب یوں ہی لکھتے آئے ہیں "ضمناں" بھی بمعنی "ضامن" اور بھی بمعنی "ضمانت" "سلطان" بھی بمعنی بادشاہ اور بھی بمعنی سلطنت۔ اس میں کچھ تامل نہ کرو۔ کس کی مجال ہے جو اس پر ہنس سکے۔ لیکن ملکہ و سلطانہ علامت تذکیر ہے۔ اگر "ملکہا و سلطانہا" بن جائے تو بہتر ہے، ورنہ خیر یوں ہی رہنے دو۔ ہم سے کوئی پوچھے گا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ برعایت شکوہ "سلطنت" ہم نے تانیث کی رعایت نہ کی اور سچ تو یوں ہے کہ اگر کاتب سگھر ہو تو ہمارے ہوز کا شوشہ مٹا دینا اور الف بنا دینا دشوار نہیں ہے۔ بن سکے تو بنوادو اور "سلطانہ" کو خدا کے واسطے مت بد لانا۔ یہ بلغائے عرب و عجم کا قرار داد ہے۔ بعد اس سب تقریر کے عرض ہے کہ پرسوں پنجشنبہ کو عرضی لکھی ہوئی میرے پاس آجائے۔

غالب

سید فرزند احمد صغیر بلکرامی

(۱)

مخدوم مکرم سید فرزند احمد صاحب کو سلام پہنچے۔ مجھ کو حضرت برجیس فطرت جناب حضرت صاحب عالم صاحب سے نسبت اویسی ہے۔ غائبانِ حاضر کی فہرست میں پہلے میرا نام مرقوم ہے۔ آپ کی طرزِ نگارش نظماً و نثراً درخشندگی جو ہر طبع سے خبر دیتی ہے۔ اگر آپ کی طرف سے استصلاح کا کلمہ درمیان نہ آتا تو میں فضولی نہ کرتا۔ باوجود خواہش خدمت کیوں نہ بجالاؤں میں یہ چاہتا ہوں کہ میری معلومات آپ پر مجہول نہ رہیں۔ مجموعہ ایک ورق میں کیوں کر گنجائش پائیں۔ ناگزیر جو اس نظم و نثر میں ہے، اس کو عرض کرتا ہوں۔

”بسر در آوردن“ محلِ معنی ”در آوردن“ کافی۔ ”شور در آنگین“ ”طکسال باہر“ از سر آنگین ”مناسب“ ”بر آنگیند“ ”و نہ بر خیزد“ فارسی ہند ”بر نہ خیزد“ و بر آنگیند ”قارسی عجم۔“ ”بر“ لفظ زائد اور نون مفید معنی نفی۔ لفظ زائد ماقبل کلمہ چاہیے۔ نالہ ہا کہ از دل سر بر زدہ اند ”یعنی تپہ“ غیر ذوی الروح بلکہ غیر ذوی العقول کی جمع کی خبر بہ صیغہ مفرد رسم ہے۔

”پرستان“ اصل لغت ”مخفف اس کا بہ حذف تحتانی“ ”پرستان“ ”پری استھان“ تو ہم محض، مگر یہ بھی یاد رہے کہ آدم الشرا رود کی سے مخسر المتاخرین شیخ علی حزیں

تک کسی کے کلام میں "پرستان" یا "پرستان" دیکھا نہیں۔

حضرت صاحب قبلہ کی جناب میں میرا سلام عرض کیجیے اور کہیے کہ آپ کا طوفت نامہ اور ساتھ اس کے چودھری صاحب کا مودت نامہ پہنچا، دونوں نگارشیں جواب طلب تھیں۔ کل میں نے ایک چھاپے کی کتاب کا پارسل جس کا عنوان سید فرزند احمد صاحب کے نام کا ہے ارسال کیا ہے۔ آپ بھی بہ نظر اصلاح مشاہدہ کیجیے گا۔ ہاں پیر و مرشد! فارسی کے کلیات کو بھی کبھی آپ دیکھتے ہیں یا نہیں؟ بقول انشاء اللہ خاں :

یہ مری عمر بھر کی پونجی ہے

جناب سید فرزند احمد صاحب التماس ہے کہ حضرت صاحب کو سلام و پیام پہنچا کر حضرت شاہ عالم صاحب کو اور ان کے اخوان کو اور حضرت مقبول عالم کو میرا سلام کہیے گا جناب چودھری عبدالغفور صاحب کو سلام کہ کر یہ فرمائیے گا کہ وہ اپنے غم نامدار اور استادِ عالی مقام کو میرا سلام کہیں۔ رحمتِ تبلیغ سلام و پیام۔ تقدیم خدمتِ اصلاح کا دست مزد ہے۔ والسلام
یوم النخیس ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ و
نجات کا طالب غالب

۱۲ مئی سال حال ۱۸۶۳ء

(۲)

مخدوم زادہ مرتضوی دودمان، سعادت و اقبال تو امان، مولوی سید فرزند احمد صاحب کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ میں نے جو استصلاح اشعار میں امتثال امر کیا ہے تو اس واقعہ کو یوں سمجھ لیا ہے کہ میں جناب امیر المومنین کا بوڑھا غلام ہوں۔ امیر نے اپنی اولاد میں سے ایک صاحبزادہ میرے سپرد کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تو اس کلام کو دیکھ لیا کر۔ ورنہ میں کہاں اور یہ ریاضت کہاں۔

اپنے نانا صاحب کی خدمت میں میری بندگی عرض کیجیے گا۔ اگرچہ حضرت میرے
 ہم عمر ہیں مگر ان کے ابوالآباد کا غلام ہو کر سلام کیا لکھوں۔ مجھ کو ارادت میں ان سے نسبت
 اویسی ہے اور محبت بھی بے تکلف ویسی ہے جیسی اس معنوی نسبت میں چاہیے۔
 جناب صاحبزادہ ہائے مرتضوی گھر حضرت سید عالم صاحب اور شاہ عالم صاحب
 اور مقبول عالم صاحب اور نور شید عالم صاحب کو دعا ہائے درویشانہ اور سلام ہائے
 مسنون۔ حضرت رفعت درجہات مولوی سید محمد امیر صاحب کی جناب میں بعد
 نیاز کے معروض ہے کہ خرف بہ زائے ہوز بے شک زباں دری میں سفال
 لغات عربی میں اس کا نشان پایا جاتا از روئے تعریب یا با بلسانین ہوگا۔
 ہر چند زبانِ عجم میں اشتراک نادر ہے مگر نہیں جیسا کہ بخت
 مشترک بین اللسانین ہے

غالب

(۳)

نورِ نظر، بختِ جگر، زبدۂ اولاد پیغمبر، حضرت مولوی سید فرزند احمد زاد مجدد اس
 دہش گوشہ نشین کی دعا قبول فرمائیں۔ "بوستانِ خیال" کے ترجمے کا غزم اور دو جلدوں کا منطبع ہو جانا مبارک۔

حضرت یہ آپ کا احسانِ عظیم ہے۔ مجھ پر خصوصاً اور جمیع^۱ بالغ نظر ان ہند^۲ پر عموماً۔۔۔۔۔^۳
 (کذا) جناب میر ولایت علی صاحب سے بعد ارسال قیمت و محصول دو جلدیں مانگی ہیں۔ خدا
 کرے وہ پارسل پہلے بھیجیں اور یہ رقعہ تمہارے پاس بعد۔۔۔۔۔
 ۸ ذی قعدہ ۱۲۸۱ھ
 ۴ اپریل ۱۸۶۵ء
 (مہر غالب ۱۲۷۸ھ)

(۴)

بُہ علاقہ مہر و محبت نور چشم و سرور دل اور عایتِ سیادت مخدوم و مطاع مولوی سید
 فرزند احمد طال بقاؤہ و زاد علاؤہ اس مصرع سے میرا کمون ضمیر دریافت فرمائیں۔
 بندہ شاہ شمائیم و ثنا خوان شما
 یارب وہ کون بزرگ ہیں کہ سودائی کو معافی سمجھتے ہیں۔ اہل فطرت میں میرا ذہن
 تاریخ و مہما کے ملائم نہیں پڑا ہے۔ جوانی میں ازراہ شوخی طبع گنتی کے تینا عامیانہ مہمتے
 لکھے۔ وہ مبادی کلیات فارسی میں موجود ہیں۔ تاریخیں اگر ہیں تو مادے اوروں کے اور نظم
 فقیر کی ہے۔ یہ کلام نہ بطریق کسر نفس ہے نہ یہ سبیل اغراق۔ سچ کہتا ہوں اور سچ لکھتا ہوں۔۔۔۔۔
 (کذا) اس نامہ ہر افزا کو دیکھ کر مبادی پرستانِ خیال کی عبارت یاد آئی۔ افسوس ہے
 کہ اس ہیچ میرز کے اجزائے خطابانی اس مسودے کی تسوید کے وقت تک آپ نے نہیں سنے
 تھے، ورنہ اس کے کیا معنی کہ خط میں لکھے جائیں اور کتاب میں اندراج نہ پائیں۔ محمد رضا
 برق کا خطاب معلوم تھا تو آپ نے لکھا ہے، حکایت ہے شکایت نہیں۔۔۔۔۔ (کذا) پہلی
 جلد جس کا نام "افق النیال" ہے اس کے دیکھنے کا بہت مشتاق ہوں۔ جناب میر ولایت
 علی صاحب کو تاکید رہے کہ جب اس کا چھاپا تمام ہو، بے طلب بھیج دیں اور معاً قیمت لکھ
 بھیجیں۔۔۔۔۔ اشعار گہر بار دیکھ کر دل بہت خوش ہوا۔ سب اچھے ہیں مگر جو میرے

دل میں اتر گئے ہیں، وہ تم کو لکھتا ہوں:

ہائے وہ لب ہلا کے رہ جانا
ابھی کچھ بات کر نہیں آتی
کیوں حضرت "ابھی کچھ" کی تختانی کا دبنا کیا غیر فصیح نہیں؟
کچھ ابھی بات کر نہیں آتی
کیا اس کا نعم البدل نہیں؟

ورق ہیں پوششِ مضمونِ گریہ سے بادل
لسانِ ثرا لہ ہے ہر نقطہ کتاب میں آب
کبھی ہوں گرم کبھی سرد حسبِ موقعِ وقت
صغیر آگ میں ہوں آگ اور آب میں آب

عارفانہ و موحدانہ مضمون اور بالغانہ الفاظ۔

تم سلامت رہو قیامت تک
صحت و لطف طبع روز افزا نروں

نجات کا طالب غالبؒ

شنبہ ۲۵ ذی قعدہ ۱۲۸۱ھ

۲۲ اپریل ۱۸۶۵ء

(۵)

تو رالابصار، ممتاز روزگار، ترکی وارشد مولوی سید قزند احمد طال بقاؤہ و زاد علاؤہ اس
پیر ہفتاد سالہ کی دعا پہنچے..... (کذا) آج میں نے یلٹے یلٹے حساب کیا یہ ستر و اں برس
مجھے جاتا ہے۔ ہاے:

سین عمر کے ستر، موئے شمار برس

بہت جیوں تو جیوں اور تین چار برس

نامہ محبت افزا کو دیکھ کر آنکھوں میں نور، دل میں سرور آیا اور قصہ "سروش سخن" اس کے

دوسرے دن پہنچا۔۔۔! ابھی کچھ بات کر نہیں آتی "کا جواب یا صواب پایا۔

تم سلامت رہو قیامت تک

صحت و زور طبع روز افزوں

مگر ایسی باتوں سے بچنا مناسب ہے۔ گو مجھی سے ہو۔ شاعر پابند قواعد ہیں۔ کچھ قواعد حسب

خواہش شاعر نہیں۔۔۔ (کذا) مضمون بندی کا کام ہے مگر۔۔۔! مگر قواعد شاعر نہیں کہلاتا۔

الحمد للہ تم وقوف سے خالی نہیں۔۔۔ (کذا)

قصہ دیکھا۔ آپ کے جوہر طبع کی لمعانی اور نیر فکر کی درخشانی بہت جگہ پر پسند آئی۔ اگرچہ

وہ قصہ تو بچوں کو سنانے کی کہانی ہے۔ مگر محنت کی گئی ہے۔ ہاں اگر فسانہ عجائب کا مقابلہ کیا ہے

تو کیا کہوں کہ کیا کہا ہے۔ ابھی دیکھتا ہوں۔ آئندہ اس کی کیفیت سے اطلاع دی جائے گی۔

انفاظ کی غلطی بہت پائی جاتی ہے۔ جابہ جالا چار لکھا ہے اور لاچار غلط ہے، کس لیے کہ چار لفظ

فارسی ہے اور جم فارسی اس کی دلیل ہے۔ اگرچہ لا، عربی کا حرف نفی ہے مگر فارسی کا حرف نفی

ہوتے کہ حرف "نا" ہے۔ "لا" کا لگانا کاتب کی جہالت ہے۔ یہ قصہ آپ کے خط سے نہیں

معلوم ہوتا۔ شاید کسی کاتب سے لکھوایا ہے۔ ہائے خدا کی مار کا تباہ ناہنجار پر۔ میرا دیوان اور

"پہنچ آہنگ" اور "مہر نیم روز سستی" ناس کر کے چھوڑ دیا۔ غزلیات فارسی اصلاح ہو کر جاتی ہیں۔ لو

بس! میں اب نواب ضیاء الدین خاں سے باتیں کر رہا ہوں۔ تمہارے خط کے جواب نے اتنی

دیر ان کو چپکا بٹھا رکھا اور وہ بھی تم کو سلام اشتیاق آمیز پہنچاتے ہیں۔ اور منشی صاحب

بہت بہت بندگی کہتے ہیں

نور چشم و سرور دل، فرزانہ مرتضوی گہر، مولوی سید فرزند احمد صاحب زاد مجددہ۔ اس نسبت عام سے کہ ہم اور آپ مومن ہیں۔ سلام، اور اس نسبت خاص سے کہ آپ میرے دوست روحانی کے فرزند ہیں دعا، اور اس نسبت اخص سے کہ آپ میرے خداوند کی اولاد ہیں سے ہیں بندگی۔

میں قائلِ خدا و نبی و امام ہوں

بندہ خدا کا اور علی کا غلام ہوں

آپ کے دو خطوں کا جواب سبیل ایجاز لکھا جاتا ہے؛ دہائی خدا کی مجھے ولایت کی اپیل کی تاب نہیں، نہ تم ایپیلانٹ بنو، نہ مجھے رسپانڈنٹ بناؤ۔ لکھ بیجو کہ ”صبح بہار“ کی عبارت فارسی ہے یا اردو اور مکتب فیہ اس کا کیا ہے؟

نجات کا طالب غائب

چہار شنبہ، ہفتہ ذی الحجہ، ۱۲۸۱ ہجری

۳ مئی ۱۸۶۵ء

نواب زین العابدین خاں عرف کلن میاں

بندہ پرور!

مہربانی نامہ پہنچا۔ میں تو سمجھا تھا آپ مجھ کو بھول گئے۔ بارے یاد کیا۔ جناب نواب صاحب میرے محسن اور میرے قدردان اور میری امید گاہ ہیں۔ میں اگر رام پور نہ آؤں گا تو کہاں جاؤں گا۔ یہ جو آپ کہتے ہیں کہ تجھ کو آنے میں تردد کیا ہے۔ تردد کچھ نہیں توقف ہے۔ وجہ توقف کی یہ کہ میں نے اپنے پنشن کے باب میں چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی۔ وہاں سے صاحب کمشنر شہر کے وہ درخواست حوالے ہوئی۔ صاحب کمشنر دہلی نے صاحب کلکٹر شہر سے کیفیت طلب کی ہے۔ پس اگر وہ کیفیت پنشن کی ہے تو یہاں کی کلکٹری کا دفتر اگر نہیں رہا نہ رہے۔ رینو بورڈ کے دفتر اور لفٹنٹ گورنری اگرہ اور نواب گورنر جنرل کلکٹر کے دفتر اس پنشن کی کیفیت سے خالی نہیں ہیں اور اگر میری کیفیت مطلوب ہے تو میرا بے جرم اور بری اور الگ ہونا فساد سے از روے دفتر قلعہ و اظہار مخبرین ظاہر ہے۔ بہر حال صاحب کمشنر شہر کیفیت صاحب کلکٹر سے طلب کر کر چیف کمشنر کے ساتھ پنجاب کو گئے ہیں۔ دیکھیے کیا وہیں اور بعد ملاحظہ کیفیت کیا حکم دیں؟ مگر تا صدور حکم میں یہاں سے کہیں جا نہیں سکتا۔ ہاں بعد ملنے حکم کے خواہی و نخواہ ہو خواہی مخالف مدعا، دونوں صورت میں رام پور آؤں گا، مگر حیران

ہوں کہ جب تک یہاں رہوں کھاؤں کیا اور جب چلنے کا قصد ہو تو رام پور کس طرح پہنچوں۔
 کیا خوب ہو کہ تم یہ رقعہ اپنے نام کا حضور کو یعنی حضرت نواب صاحب کو پڑھوا کر اس
 مدعاے خاص کا جواب جو وہ فرمائیں مجھ کو لکھ بھیجو لیکن تم سے یہ توقع کیوں کر پڑے۔
 کس واسطے کہ تم نے اردو دیوان کے پہنچنے نہ پہنچنے کا حال جناب عالی سے دریافت
 کر کر کب لکھا ہے جو اس بات کا جواب لکھو گے۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔
 ضروری جواب طلب۔

نگاشتہ ورواں داشتہ چہار شنبہ ۲۴ مارچ ۱۸۵۸ء
 از غالب

(۲)

نواب صاحب والا قدر عظیم الشان سلمکم اللہ تعالیٰ
 بعد سلام مسنون مشہود خاطر خاطر ہو۔ سابق آپ کا خط متضمن اردو کے استفتائے روزمرہ
 کا آیا تھا۔ اس کا جواب جو مجھے معلوم تھا لکھ بھیجا۔ اب جو دوسرا خط آیا۔ اس میں آپ نے اپنے
 اشعار بہ توقع اصلاح بھیجے ہیں۔ آپ کو معلوم رہے کہ میں خاص خدمت اصلاح اشعار
 پر جناب نواب صاحب قبلہ کا نوکر ہوں اور آپ حضور کے عزیزوں میں اور فرزندوں میں
 ہیں؛ پس میں بے حکم حضور کے آپ کی خدمت بجا نہیں لا سکتا۔ ناچار کاغذ اشعار مسترد
 بھیجتا ہوں۔ یہ امر یقین ہے کہ موجب ملال خاطر اقدس نہ ہوگا۔ بندگی بے چارگی۔ زیادہ
 اس سے کیا لکھوں کہ مدعاے ضروری الاظہار اسی قدر تھا۔ والسلام۔

راقم اسد اللہ خاں غالب

۱۴ مارچ ۱۸۶۵ء

محمد حسین خاں

(۱)

مشفق و مکرّمی جناب محمد حسین خاں صاحب کو فقیر نالاب کا سلام پہنچے۔
اسد اللہ ہر ہفتے "دبدبہ سکندری" کے معائنے سے سرور اٹھاتا ہے رام پور کے
حالات پڑھ کر نہایت خوش ہے۔ ایک رباعی آپ کو اس مراد سے بھیجتا ہوں کہ "دبدبہ
سکندری" میں جہاں رام پور کا آپ لفظ لکھتے ہیں پہلے یہ رباعی لکھ دیا کیجے اور علی الدوام
اس کا التزام رہے، یعنی ہر اخبار میں اس مقام پر یہ رباعی لکھی جایا کرے اور وہ رباعی یہ ہے:

آل کیست کہ جسم ملک راجاں باشد؟
آل کیست کہ ہمسر سلیمان باشد؟
آل کیست کہ انجمنش بغرماں باشد؟
کس نیست مگر کلب علی خاں باشد؟

اور ایک قطع اس مراد سے لکھتا ہوں کہ جہاں رام پور کی نمائش گاہ کا ذکر لکھو اس
عبارت کے خاتمے پر یہ قطع لکھ دو اور اگر یہ قطع نمائش گاہ کے ذکر کے بعد پہنچے تو اس کی

اطلاع لکھ کر لکھ دینا۔ یہ قطعہ ایک ہی بار لکھا جائے گا۔
 نمائش گہے درخورِ شانِ خویش
 بر آراست نوابِ عالی جناب
 بہ شب زہرہ و مہ قنادیلِ سقف
 بود پیشکارش بر روزِ آفتاب
 ز غالب چو پرسیدہ شد سالِ آل
 چنیں گفت آلِ رند خانہ خراب
 از آنجا کہ در بزمِ عیش و سرور
 ز بخششِ جہانی شدہ کامیاب
 چو بینی نہایت ندارد طرب
 بگو سالِ آلِ بخششِ بے حساب

۱۲۸۳ھ

”بخشش بے حساب“ کے ”۱۲۸۵“ ہوتے ہیں جب ”طرب“ کی ”ب“ کے عدد کو دور کر دیجئے تو ”۱۲۸۳“ ہوتے ہیں۔ فقط

مگر بھائی صاحب! نواب صاحب سے بغیر اجازت لیے اور کہے ہرگز نہ چھاپنا۔

ہو اب کا طالب غالب

۱۱ اپریل ۱۸۶۷ء

(۲)

خاں صاحب مشفق مکرم محمد حسین خاں صاحب کو غالب کا سلام پہنچے۔

آگے میں نے ایک خط مع ایک قطعہ اور رباعی کے بھیجا ہے، یقین ہے کہ آپ نواب

صاحب سے اجازت لے کر اس کو موافق میری خواہش کے چھاپ دیں گے!

راقم اسد اللہ خاں

۲۵ اپریل ۱۸۶۷ء

(۳)

شفیق مکرم محمد حسین خاں صاحب کو فقیر اسد اللہ خاں کا سلام۔ آپ کا مہربانی نامہ پہنچا۔ مطالب دل نشیں ہوئے۔ چوتھری عمر ہوئی۔ اگر سن تینتر چودہ برس رکھئے تو ساٹھ برس کا نیک و بد سیاہ و سفید کا تجربہ کار ہوں اور حقیقت ہر بات کی کما حقہ فوراً ذہن میں آجاتی ہے۔ واللہ باللہ شتم باللہ تمھارا خط پڑھتے ہی مجھ کو یقین آگیا، آپ بھی اس کو یقین سمجھیے گا۔ اب جو تم کو دوست صادق الولا جانا تو حقیقت لکھتا ہوں!

۱۰ مئی ۱۸۶۷ء

۵ محرم ۱۲۸۳ھ

(۴)

مشفق اور مکرم محمد حسین خاں صاحب کو غالب آزرده دل کا سلام پہنچے۔ آج بھی آپ کا ایک خط آیا۔ کئی اخبار آپ کے پھیرے۔ کئی خط آپ کے پھیرے۔ اور آپ اخبار بھیجے جاتے ہیں۔ الہی! آپ کا خط خط تھا یا کوئی جھوٹ کی پوٹ۔ بیشتر مجذوبوں کی سی بڑ۔ اور جو کچھ سمجھ میں آیا وہ غلط اور دروغ اور جھوٹ۔ یہ غلط محض ہے کہ مطبع حضور کا ہے اور تم مہتمم ہو حضور کی طرف سے، اللہ! اللہ! دیگے سنگھ کی تعریف میں کہیں سارا ایک صفحہ کہیں سارا ایک ورق سیاہ کرتے ہو اور اپنے والی ملک اور اپنے پادشاہ یعنی امیر المسالین نواب کلب علی خاں بہادر کے نام کے آگے یا نام سے پہلے کوئی دو تین لفظ تعظیم کے لکھتے ہو، بس اور اس قباحت کو نہیں سمجھتے کہ اگر یہ اخبار حضور کی طرف سے ہے تو گویا دیگے سنگھ جی کی تعریف بھی حضور کی طرف سے ہوگی۔ ہندوستانی عمل داری میں وہ ایک زمین دار اور مال گزار تھا۔ اب گورنمنٹ ہند نے اس کو جاگیر دار

مستقل کر دیا اور نواب محمد علی خاں رئیس ٹونک کا ہر اخبار میں ایک مرثیہ لکھتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ تم طرح طرح سے اطراف و جوانب کے رئیسوں سے بھیک مانگتے ہو۔ بھائی! ایک گیر و محکم گیر اگر حضور کے نوکر بھی نہیں ہو تم تو آخر رعیت تو ہو۔ یہ کیا ہے کہ اپنے پادشاہ کا ذکر سب سے پیچھے لکھتے ہو کبھی صفحے پر کبھی حاشیے پر۔ ہم نے ان باتوں سے بیزار ہو کر تمہارا اخبار موقوف کیا ہے۔ اور اب پھر تمہیں لکھتے ہیں کہ دوہائی خدا کی! میں یکم جنوری ۱۸۶۸ء سے "دبدبہ سکندری" کا خریدار نہیں ہوں۔ نہ بھیجا کرو واسطے خدا کے نہ بھیجا کرو۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں۔

مہر غالب ۲۴ شعبان ۱۲۸۵ھ

۲۵ فروری ۱۸۶۸ء

عبدالرحمن تحسین

(۱)

عبدالرحمن تحسین کا شعر تھا :

کمال سوزش پروانہ آخر
ز شمع آموخت طرز سوختن را

غالب نے یہ شعر قلم زد کر کے لکھا ہے۔

مصدر غزل بھر میں ایک جگہ قافیہ ہو۔ دوبار آئے تو ایطائے حلی ہے اور اس شعر میں ایک اور قباحت ہے کہ شمع کا جلنا مقدم ہے اور پروانے کا جلنا موخر۔ پس متاخر کیوں کر استاد ہو سکتا ہے مقدم کا۔

میں بہ ہر حال زندہ ہوں ”می گزرد“ ہر دم وردِ زباں ہے۔
زکریا خاں ہفتہ گزشتہ میں آئے تھے اور اب آئیں گے تو تمہارا سلام کہہ دوں گا۔
جب تمہارے روزگار کی صورت ہو جائے تو مجھ کو ضرور اطلاع دینا۔

غالبؒ

۲۲ دسمبر ۱۸۶۱ء

صاحب!

پہلے تم کو اصلاح دی جاتی ہے۔ اسٹامپ کے ٹکٹ بھیجنے کے باب میں برا ملا نہیں، صرف نمٹیں سے راہ ورسم مراسلت نہیں۔ دو چار خط ہر روز اطراف و جوانب سے آتے ہیں اور ان کے جواب ادھر سے جاتے ہیں ٹیکٹوں کا بھیجنا خلافت دستور و منافی ادب تھا۔ اب اگر ایسی حرکت کرو گے تو ہم آزرہ ہوں گے اور کبھی کوئی خط تمہارا نہ لیں گے۔

گندم نمائے جو فروش "و" جو فروش گندم نما "صحیح اور درست۔ سعدی لکھتا ہے :
زبے جو فروشان گندم نما

اس میں کسی طرح کا کلام نہیں۔

توجیہات زائد اسم توصیفی سہی۔ صفت در صفت سہی، ایک صفت اور ایک حال سہی۔ کلام اس میں ہے کہ تمہارے شعر میں موقع اس کا صحیح نہیں۔ یہاں تختانی توصیفی چاہیے یعنی "در بازار ما گندم نمائے و جو فروشے نیست، دکانداراں اس چار سواں ہر دو صفت ندارند"

بال مرغ بستن ورشتہ بر بال مرغ بستن و نامہ بر بال مرغ بستن و پرستن بے تکلف صحیح اور جائز۔ اس کے واسطے نظیر ڈھونڈنا اور شعر غنی پر مستمسک ہونا کیا ضرور :
مادل خوں گشتہ بیزاں گردد از غریب مال

یہ غلط محض اور محض غلط ہے۔ تفصیل سنو۔ "بنجتن" بہ باے عربی بہ عقیدہ بعضے بہ باے پارسی بہ ہر حال خشک چیزوں کے چھاننے کو کہتے ہیں۔ جیسے آٹا اور کھانڈ۔ "پالودن" بیالات کے چھاننے کو کہتے ہیں۔ جیسے پانی اور لہو اور دودھ اور شراب دل خوں گشتہ کے واسطے نہ "بنجتن" آوے نہ "پالودن" ہاں، خون دل کے واسطے "پالودن" لکھیں گے۔

”چشمِ خوں پالا و مژدہ خوں پالا مسموم ہے نہ خون پیر۔“
چهار شنبہ ۸ جنوری ۱۸۶۲ء

غالب

(۳)

صاحب! یہ شخص جامع غیاث اللغات رام پور میں ایک ملائے مکتب دار تھا، ناقل
نا عاقل اور پھر مستول عنہ، قتل کے خرافات۔ یہ جو بلید البطع لوگ ہیں، موافق اپنے قیاس
کے کچھ تیور وضع کرتے ہیں۔ سخت احمق ہیں جو ان کے اوہام کو سند جائیں۔ عبدالواسع ”فانوس
خیال“ میں لکھتا ہے کہ ”بے مراد“ صحیح اور نامراد ”غلط۔ حال آنکہ نامراد عظمائے ایران کے
کلام میں ہزار جا ہے قتل لکھتا ہے کہ ”کدہ کے ماقبل سوائے دو چار اسم کے اور اسم کا لانا جائز
نہیں۔ اسم مفرد“ پر ہمہ ”کالفاظ روا نہیں۔ حال آنکہ اساتذہ کا منطلق خلاف اس کے ہے ”بساط“
”فرش“ مترادف الٰہی ہیں جو ”بساط“ کے واسطے جائز وہ فرش کے واسطے روا۔

”پیوند“ جیسا کہ تم سوچتے ہو ”پیوستن“ کا صیغہ امر ہے۔ مانند سوز و گداز یعنی مصدر می مستعمل
اور یہ جو خوشی اور اتر باکو پیوند لکھتے ہیں۔ یعنی لغوی پیوند۔ بھی صحیح لیکن حق تحقیق یہ ہے کہ اس
مقام میں پے ترجمہ ”عصب“ اور ”وند“ بمعنی ”مانند“ یعنی عصب کے مانند
میں زندہ ہوں اور تندرست ہوں اور بوڑھا ہوں اور ضعیف ہوں اور اپنی زندگی سے
بیزار اور اپنی مغفرت سے مایوس ہوں۔

نجات کا طالب غالب

کودک

مردم

سہ شنبہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۲۷۹ھ

۱۶ جون سال حال ۱۸۶۳ء

(۴)

وشتی دارد دلم بندم بہ زلفِ چرخش

غیر از بندِ کودک

چارہ جز نہ بخیر بود آوڑہ آور را

مردم آوارہ کہاں زنجیر کہاں۔ زنجیر مردم کے سزاوار ہے :
 زندہ ام خواہی اگر از مقدس آئینہ گو
 انتظارم برتتاںد مژدہ یکبارہ را
 مخاطب کون ہے۔ پھر مژدہ یکبارہ ”بمعنی“ مژدہ ناگاہ ”یکایک اور ذبیحہ اس کا یہ
 ”آہستہ کہ“ گویا مژدہ یکبارہ بمعنی آواز بلند ہے :
 منکہ ہر دم سیر عالم از رہِ دیگر کہنم
 مذہب
 قیدِ مشرب چوں پسند افتد من آوارہ را

ہر چند از روئے لغت ”مذہب“ اور ”مشرب“ کے معنی ایک ہیں، لیکن شعرا نے فرق نکال رکھا
 ہے۔ ”مذہب“ سے ”تفہیم“ مراد اور ”مشرب“ سے ”اطلاق“ مقصود ہے۔ منہذا پہلے مصرع میں
 ”سیر“ اور ”راہ“ کا ہونا مذہب کے ساتھ مناسب اور ملائم ہے۔

غالب

(۵)

صاحب !

پہلے تو بتاؤ کہ تم گڑگانویں میں کیوں رہ گئے، نوح کیوں نہ گئے۔ دوسرے یہ بتاؤ کہ
 پانی پت جاتے وقت تین آنے کے چھٹے کھٹ مجھ کو کیوں بھیج گئے تھے۔ جواب طلب
 زخشی رود صحرا تشنگی مریم ما
 بموج ریگ مگر ز غرق شد سفینہ ما

(مرزا نے ”مگر کی جگہ“ رواں ”بنادیا ہے) باے ہونہ دو قسم پر مستعمل ہیں۔ ایک بہ اعلان اور ایک

مختفی کہ اس کو ہائے انہائے حرکت بھی کہتے ہیں۔ ہائے اصلی جیسے زرہ "اور گره" اور سیہ "اور سیہ" قس علی ہذا۔ دوسری قسم "چشمہ" و "کرشمہ" و "غمرہ" و "گوشہ" و "لرزہ" و "مثرہ" ، اور یہ قسم بے شمار ہے بلکہ الفاظ عربی میں بھی یہ مستعمل ہے "محبوبہ" ، "معشوقہ" ، "موجہ" یہ قسم بھی بہت ہے اصلی کے آگے جو تختانی آئے یا شین یا میم آئے تو زہمت "ما زہمش" ، "زرہم" ، "کلہمت" ، "کلہش" ، "کلہم" لکھتے ہیں اور باقیوں کو بھی یوں سمجھو اور ہائے مختفی "چشمہ اش" ، "کرشمہ اش" اور یہی حال تختانی اور میم کے ساتھ ہے۔ مثر بہت "محض غلط اور غلط محض" اس طرح نہ لکھے گا مگر عامی بلکہ علمی "چشمہ" و "کرشمہ" و "غمرہ" و "مثرہ" اگر مضاف واقع ہوں تو ہمزہ علامت کسرہ ہوا کرتا ہے اور اگر اس کے بعد یا توحیدی یا توصیفی آئے تو بھی ہمزہ لکھتے ہیں :

ہر کجا چشمہ بود شیریں

اور "گرہ" اور "سیہ" کو صورت اصناف میں یوں ہی چھوڑ دیں گے جس طرح اور الفاظ کو : اور در صورت توصیف و توحید "گرہ" اور "سیہ" لکھیں گے۔

غالب

(۶۱)

دردی ز جنوں تا بہ ایام دل مار بخت

صد تودہ مستی بہ دماغ و مار بخت

پہلے مصرع کے رخیخت کا فاعل کون "دردی" تو دوسرے مصرع کے رخیخت کا فاعل ہے، مگر ہاں یہ کہو گے کہ پہلے مصرع میں رخیخت لازمی ہے۔ یہ فاعل نہیں چاہتا اور دوسرے مصرع میں رخیخت متعدی اور فاعل اُس کا درد۔ اُس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ پڑھنے والوں کو بادی النظر میں متحیر کیوں رکھتے ہو "زے" کی جگہ "کاف" لکھو۔

دردی کہ جنوں توے ایا غ دل مار بخت

کو نہیں کہ حیرت زدہ شوکت آنے
گرد است ز داماں فراغ دل مار بخت
اگر "گردے" کی تختانی توحیدی ہے تو "ربخت" بر صیغہ مفعول چاہیے یعنی "ربختہ" اور
اگر توصیفی ہے تو "گردیت" کے آگے "کاف" کہاں۔ اس شعر کو خود درست کرو۔

دل بردش از سرقہ پُرفتنہ عیاں بود

گریاں شد وسیلی بسراغ دل مار بخت

دل بردش از سرقہ الخ میں اس کے معنی نہیں سمجھا اور شاید کوئی نہ سمجھے گا۔

نثر جو آخر میں لکھی ہے، کچھ نہ کھلا کہ اس میں کیا استفادہ منظور ہے اور یہ کہاں کا دستور
ہے کہ یاے معروف کے تلے دو نقطے دیے جائیں۔ معہذا یہ سوال ہے کہ "زہد ریائی" کی تختانی
کو مجہول کون کہتا ہے؟ توحید اور تنکیر اور توصیف کے لیے مجہول ہوتی ہے اور نسبتی اور مصدی
"ے" معروف ہوتی ہے۔ خدا جانتے تمہاری طبیعت تم کو کدھر لے گئی۔

یاد رہے کہ مجہول "یے" کی کوئی علامت نہیں، الف بے تے میں استاد پڑھاتا ہے کہ "ے"
کے تلے دو نقطے۔ مرکبات میں اگر وسط میں "ے" آ پڑے گی تو اس کے تلے بے شبہ دو نقطے
نقطے دے دیں گے اور آخر لفظ میں اگر آئے گی تو چاہو نقطہ دو چاہے نہ دو۔ تم کیا سمجھے اور
کس قواعد کے رسالے میں یہ قانون دیکھا ہے؟ سب سے بڑھ کر اس مصرع میں

داغ از زہد ریائے دم آبی ساقی

"ریائے" کی "یے" کو مجہول کیوں کہتے ہو؟ یہ تو نسبتی ہے، معروف ہوا چاہیے۔ لیجے کو تحریر
میں کیوں کر لاؤں اور معروف و مجہول کی حقیقت تم کو کیوں کر سمجھاؤں؟

مرا یارے است سنگین دل ستم گرسنت پیمانی

"یارے" کے لیے مجہول "سنگین" کے لیے معروف "پیمانے" کے لیے مجہول۔ "دم آبی ساقی"
و عتابی ساقی۔ یہ جو تمہاری غزل ہے، اس میں قوافی کی تختانیاں سب مجہول ہیں اور ردیف

کی تحتانی معروف۔

۱۶ مئی ۱۸۶۱ء

نجات کا طالب۔ غالب

(۷)

حضرت! میرا حال کیا پوچھتے ہو۔

پچھتاد آمد اعضا رفت از کار

اب کے رجب کی آٹھویں تاریخ سے ہفتاد م شروع ہوا، جس طرح بڑھے جیتے ہیں میں بھی جیتا ہوں۔ ظہوری کی غزل پر خوب غزل لکھی ہے۔ دوسری غزل کے بارے میں اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا کہ طالب علمانہ ردیف میں عاشقانہ مضامین اچھے درج کیے ہیں۔

غالب

(۸)

کوئین کہ بھرت زدہ شوکت آتی

گرنے است کہ از بام فراغ دل مار بخت

شعر غزل سابق اس کی درستی کے لیے ارشاد ہوا تھا، مقدور تک درست کر دیا۔

(۹)

حوادث بمعنی مصائب عظیمہ جائز۔ نثر و نظم معاً یا فرداً فرداً جب چاہو، تب بھیج دیا کرو۔

غالب

نامعلوم

خان صاحب، جمیل المناقب، عظیم الاحسان، سعادت و اقبال تو امان سلمہ اللہ تعالیٰ !
بعد اہدائے ہدیہ سلام مسنون و دعائے ترقی دولت روز افزوں، غالب خوئی جگر
کہتا ہے۔ اللہ اللہ! میرے آقا نے نامدار صاحب دلدل و ذوالفقار علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا قول حق ہے۔!

عَرَفْتُ رَبِّي بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ

آپ کا قصہ تھا کہ کانپور سے الہ آباد اور وہاں سے کلکتے جائیں، سو یہ واقعہ ہوا کہ کانپور
سے آپ پھر لکھنؤ آئیں۔ ۱۲

واللہ! احسان حسین خاں بہادر کا حال سن کر بیتاب ہو گیا۔ اتنی طاقت کہاں؟ کہ یہاں
سے علی گڑھ تک ڈاک اور وہاں سے آگرہ تک اور کانپور تک ریل اور پھر کانپور سے لکھنؤ
تک ڈاک میں پہنچوں اور اون کو دیکھوں۔ ناچار دعا پر مدار ہے۔ خالصاً للہ جلد جناب
کی صحت کی نوید بھیجے۔ ۱۳

یہ نہ جاننا کہ غالب نے اس خدمت محقر میں قصور کیا۔ کتاب فروشوں کو کہ رکھا ہے۔
مواویوں سے سوال کر چکا۔ تفہیمات شیخ دلی اللہ کا کہیں پتہ نہ لگا۔ یہ کتاب معرض انطباع میں
نہیں آئی۔ قلمی کہیں موجود نہیں۔ ۱۴

ہاے ہاے! میرا دوست نوروز علی خاں خدا بخشے اوس کو، کیسا لطیف اور خلیق
اور دانا آدمی تھا۔ میں کیوں افسوس کروں؟ کیا مجھ کو ہمیشہ یہاں رہنا ہے؟ بہ موجب
قول شیخ علی حزیں سے

مست گزائے ایم پھول موج از قضاے ہم
در کاروان ماقدے نیست استوار

آگے پیچھے سب اودھر کو چلے جاتے ہیں۔ کوئی دو دن رہ گیا، کوئی دن پیچھے چل
نہکلا۔"

نجات کا طالب۔ غالب

۱۳ فروری ۱۸۶۳ء

حکیم ظہیر الدین دہلوی

میاں ظہیر الدین !
 چنبیلی کے پھول کو فارسی میں کیا کہتے ہیں ؟ میرے خیال میں گلِ یاسمیں۔
 اس کی تاثیر کیا ہے۔ مملکت یا قابض ؟

غالب

متن کے آخذ

- ۱۔ اردوئے معلیٰ، مطبع اکمل المطابع، دہلی، ۱۸۶۹ء (اردوئے معلیٰ)
- ۲۔ غود ہندی، مطبع مجتبیٰ، میرٹھ، ۱۸۶۸ء (غود اول)
- ۳۔ غود ہندی، مطبع مجتبیٰ، میرٹھ، ۱۸۶۸ء (غود دوم)
- ۴۔ اردوئے معلیٰ، حصہ اول مع حصہ دوم، مطبع نامی، مجتبیٰ، دہلی، ۱۸۹۹ء (اردوئے معلیٰ مجتبیٰ)
- ۵۔ خطوط غالب، پہلی جلد، مرتبہ مولوی ہمیش پرشاد ہندوستانی اکیڈمی، الہ آباد، ۱۹۴۱ء (خطوط غالب)
- ۶۔ نقوش۔ لاہور، خطوط نمبر، جلد ۱
- ۷۔ تاریخ صحافت اردو، جلد ۲، حصہ ۱، دہلی
- ۸۔ غالب اور صغیر بلگرامی، مشفق خواجہ، کراچی، ۱۹۸۱ء
- ۹۔ تذکرہ جلوہ خضر، سید فرزند احمد صغیر بلگرامی، آرہ، ۱۸۸۵ء
- ۱۰۔ کاغذات مولوی ہمیش پرشاد، انجمن ترقی اردو (ہند)، نئی دہلی
- ۱۱۔ اصل خطوط بہ بنام قاضی عبدالجلیل جنون، مولوی نجف علی، مولانا عباس رفعت، مولوی نذمان احمد
- ۱۲۔ مکاتیب غالب، مولانا امتیاز علی خاں عرشی، پہلا ایڈیشن، رام پور، ۱۹۳۷ء
- ۱۲۔ مکاتیب غالب، مولانا امتیاز علی خاں عرشی، چھٹا ایڈیشن، رام پور، ۱۹۴۹ء
- ۱۳۔ غالب کی نادر تحریریں، خلیق انجم، دہلی، ۱۹۶۱ء
- ۱۴۔ نگار۔ ماہانہ، لکھنؤ، جون ۱۹۵۱ء
- ۱۵۔ اودھ اخبار، ہفت روزہ لکھنؤ، ۲۳ ستمبر ۱۸۶۲ء
- ۱۶۔ انشائے سید گل، مرتبہ سید محمد ہاشم، آرہ۔ (بحوالہ مشفق خواجہ)
- ۱۷۔ معارف، ماہانہ، اعظم گڑھ، نومبر ۱۹۲۰ء
- ۱۸۔ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، علی گڑھ، ۱۹۳۸-۳۹ء
- ۱۹۔ آجکل۔ ماہانہ، دہلی، ستمبر ۱۹۵۱ء

- ۲۰۔ نگار۔ ماہانہ، لکھنؤ، اپریل ۱۹۵۹ء
- ۲۱۔ صحیفہ سہ ماہی، لاہور، جولائی ۱۹۶۹ء
- ۲۲۔ نقوش، لاہور، مکتب نمبر، جلد ۱۔
- ۲۳۔ نامہ غالب، دہلی، ۱۸۶۵ء
- ۲۴۔ مخزن شعر، قاضی محمد نور الدین حسین، مرتبہ مولوی عبدالحق، اورنگ آباد ۱۹۳۳ء
- ۲۵۔ دیوان غالب، مطبوعہ مطبع احمدی، ۱۲۷۵ھ، دہلی، مخزن سنٹرل لائبریری، حیدر آباد۔ اس دیوان کے آخری صفحے پر غالب نے محمد حسین خاں کے نام خط لکھا ہے۔

میر غلام حسنین قدر بلگرامی

- ۱۔ بندہ پرور! آپ کے عنایت نامے کے آنے سے میں طرح کی خوشی مجھ کو حاصل ہوئی۔
(خطوط غالب، ص ۱۷۷) ۲۳ فروری ۱۸۵۷ء
- ۲۔ حضرت! میں نے چاہا کہ حکم بجالاؤں۔
(خطوط غالب، ص ۱۷۸) قبل ۱۸۵۷ء
- ۳۔ مشفق میرے! میں بعد آپ کے جانے کے دلی سے رام پور آیا اور یہاں
میں نے آپ کا دوسرا خط پایا
(خطوط غالب، ص ۱۸۸) جنوری۔ مارچ ۱۸۶۰ء
- ۴۔ سید صاحب! تمہارا مہربانی نامہ مع دو غزلوں کے پہنچا۔
(خطوط غالب، ص ۱۸۹) ۱۳ مارچ ۱۸۶۰ء
- ۵۔ سعادت و اقبال نشان میر غلام حسنین کو غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے۔
(خطوط غالب، ص ۱۸۹) ۱۸۶۱ء
- ۶۔ بندہ پرور! آپ کا خط لکھنؤ سے آیا۔
(خطوط غالب، ص ۱۹۰) ۱۸۶۱ء

۱۔ سید صاحب! سعادت و اقبال نشان میر غلام حسنین صاحب کو غالب کی دعا پہنچے۔
(خطوط غالب، ص ۱۹۰) ۲۴ مئی ۱۸۶۲ء

۲۔ سید صاحب! آپ کا خط، جس میں قبلہ و کعبہ کا مہری و دستخطی توقع ملفوف تھا پہنچا۔
(خطوط غالب، ص ۱۹۱) ۲۴ مئی ۱۸۶۲ء

۳۔ سید صاحب! آپ نے خوب کیا، مفتی میر عباس صاحب کا ہدیہ غیر کو نہ دیا۔
(خطوط غالب، ص ۱۹۲) اوائل جون ۱۸۶۲ء

۴۔ صاحب! تم سے پہلے یہ پوچھا جاتا ہے۔
(خطوط غالب، ص ۱۹۳) ۱۸۶۳ء

۵۔ میر صاحب! ماجرایہ ہے کہ میں ہمیشہ نواب گورنر جنرل بہادر کے دربار میں۔
(خطوط غالب، ص ۱۹۴) مارچ ۱۸۶۳ء

۶۔ صاحب! میں برس دن سے بیمار تھا۔
(خطوط غالب، ص ۱۹۴) ۲۲ اگست ۱۸۶۳ء

۷۔ سید صاحب! تم نے جو خط میں برنور دار کام گار مرزا عباس بیگ خان بہادر کی رعایت اور عنایت کا شکریہ ادا کیا ہے۔

(خطوط غالب، ص ۱۹۵) ۲۴ نومبر ۱۸۶۳ء

۸۔ قرۃ العین میر غلام حسنین، سلمکم اللہ تعالیٰ۔
(خطوط غالب، ص ۱۹۶) ۱۸۶۵ء

۹۔ (سوال) یار سے جھڑپ چلی جائے اسد
(خطوط غالب، ص ۱۸۰)

۱۰۔ قدر: کاٹ کر غیروں کے سر لائے جو میری نذر کو
(خطوط غالب، ص ۱۸۱)

۱۱۔ "تئیں کا لفظ متروک اور مردود۔ قبیح، غیر فصیح۔
(خطوط غالب، ص ۱۸۳)

۱۸۔ حضرت! آپ کے خط کا کاغذ باریک اور ایک طرف سے سراسر سیاہ
(خطوطِ غالب، ص ۱۸۶)

۱۹۔ حضرت! کیا فرماتے ہو؟ ہوا بھی ہو، "قضا بھی ہو"
(خطوطِ غالب، ص ۱۸۷)

۲۰۔ صاحب! واللہ، سوائے اس خط کے تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔
(خطوطِ غالب، ص ۱۹۳)

۲۱۔ سید صاحب! تم قدر اور نور چشم مرزا عباس قدر دان۔
(خطوطِ غالب، ص ۱۹۷)

۲۲۔ حضرت! فقیر نے شعر کہنے سے توبہ کی ہے۔
(خطوطِ غالب، ص ۱۹۸)

منشی جواہر سنگھ جوہر

۱۔ بر خوردار منشی جواہر سنگھ کو بعد دعاے دوام عمر و دولت معلوم ہو۔

۱۸۳۸ء

(اردوئے معلیٰ، ص ۵۶-۵۵)

۲۔ تمہارے خطوں سے تمہارا پہنچنا اور چھاپے کے مقصد کے پہنچنا اور ہیرا سنگھ کا
ادھر روانہ ہونا معلوم ہوا۔

۱۸۵۳ء

(اردوئے معلیٰ، ج ۲، ص ۶۲-۶۰)

۳۔ بر خوردار کامکار، سعادت و اقبال نشان منشی جواہر سنگھ جوہر کو بلب گڑھ
کی تحصیل داری مبارک ہو۔

۲ فروری ۱۸۶۳ء

(اردوئے معلیٰ، ص ۵۶)

شاہ فرزند علی صوفی منیری

۱۔ زبدۃ الاولاد حضرت خیر الانام قبلہ و کعبہ مجموع اہل اسلام۔

۱۸۶۶ء

(معارفِ اعظم گڑھ، نومبر ۱۹۲۰، ص ۳۹۲، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر ۴۹-۴۸، ص ۹۸-۹۷)

عزیز الدین

- ۱۔ صاحبِ اکیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ دلی کو ویسا ہی آباد بانتے ہو۔
جیسے آگے بھتی۔

(اردوئے معلیٰ ص ۱۷-۲۱۶۔ خود اول و دوم ہس۔ ۷-۱۶۹) ۱۸۵۸ء

ولایت علی خاں ولایت و عزیز صفی پوری

- ۱۔ خان صاحب غنایت منظر۔ سلامت۔ آپ کا مہربانی نامہ آیا۔

غالب کی نادر تحریریں ۱۰۲۔ نقوش مکاتیب نمبر ص ۱۰۹

- ۲۔ سخن شناس نہ مشفقاً، خطا میں جاست

غالب کی نادر تحریریں ص ۱۰۱۔ نقوش مکاتیب نمبر ص ۱۰۹
مفتی محمد عباس

- ۱۔ قبلہ! حضرت کا نوازش نامہ آیا۔ میں نے اس کو حرز باز و بنایا۔

(اردوئے معلیٰ ص ۱۸-۲۱۷۔ خود ہندی ۱۷۱-۱۷۰۔ تجلیات ص ۱۹۶-۱۹۵)

ص ۹۶-۱۹۵۔ ماہ نو (کراچی) فروری ۱۹۶۷ (۱۶ اگست ۱۸۶۲ء)

مرزا امیر الدین خاں المدعو بہ فرخ مرزا

- ۱۔ اے مردمِ حشیم جہاں بینِ غالب! پہلے القاب کے معنی سمجھ لو۔

(اردوئے معلیٰ ص ۳۵۱)

مولوی نعمان احمد

- ۱۔ جاں بر سرِ مکتوب توارِ ذوقِ فشاندن

(اصل خط)

۵ ستمبر ۱۸۶۶ء

۲۔ مولانا و بافضل اولینا فقیر میں جہاں اور عیب ہیں۔

(اصل خط) ۶ اکتوبر ۱۸۶۶ء

۳۔ حضرت! آپ کو اپنے حال پر متوجہ پا کر اور مائل تحقیق جان کر....

(اصل خط) ۱۹ اکتوبر ۱۸۶۶ء

۴۔ قبل آج خیال آیا کہ نامہ مرقومہ اکتیس اکتوبر کے بعد کوئی خط میرے حضرت کا نہیں آیا۔

(اصل خط) ۱۷ دسمبر ۱۸۶۶ء

نام معلوم

۱۔ جناب عالی! نامہ و داد پیام عز صدور لایا۔

(صحیفہ لاہور، جولائی ۱۹۶۹ء - ص ۹۲) ۹ فروری ۱۸۶۷ء

مولوی عبدالغفور نساج

۱۔ جناب مولوی صاحب قبلہ یہ درویش گوشہ نشین جو موسوم بہ اسد اللہ اور متخلص بہ غائب ہے۔

(اردوئے معلیٰ، ص ۲۰۴، عود اول و عود دوم، ص ۱۲۵) ۱۸۶۳ء

مولوی کرامت علی

۱۔ فقیر اسد اللہ جناب مخدومی مولوی کرامت علی صاحب کی خدمت میں عرض

کرتا ہے.....
(اردوئے معلیٰ مجتہائی، ص ۶۰-۵۵ حصہ دوم)

حکیم غلام رضا خاں

۱۔ نور دیدہ و سرور دل و راحت خان! اقبال نشان حکیم غلام رضا خاں کو غالب

نیم جاں کی دعا پہنچے۔

(اردوئے معلیٰ، ص ۵۳-۴۵۲) ۱۲ اکتوبر - ۲۸ دسمبر ۱۸۶۵ء

قاصنی محمد نور الدین حسین قاضی

- ۱۔ مخدوم مکرم حضرت قاصنی محمد نور الدین حسین خاں بہادر کی خدمت میں عرض ہے۔
(مخزن شعراء ص ۱۲۰-۱۱۹)

۱۴ جولائی ۱۸۶۲ء

محمد حسین خاں

- ۱۔ جناب محمد حسین خاں کو میرا سلام پہنچے۔
(اصل خط)

مرزا رحیم بیگ

- ۱۔ بخدمت مشفق، مکرم، مرزا رحیم بیگ صاحب، نور اللہ قلبیہ، بالاسرار، و عینیہ بالانوار
سخنی چند گفتمے شود۔
(نامہ غالب)

قاصی عبد الجلیل جنون بریلوی

۱۔ مخدوم مکرم و معظم جناب مولوی عبد الجلیل صاحب کی خدمت میں بعد ابلاغ....

(اصل خط، خطوط غالب، ص ص ۱۱۳-۱۱۴)

۲۔ قبلہ! آپ کو خط پہنچنے میں تردد کیوں ہوتا ہے؟

(اصل خط، خطوط غالب، ص ص ۱۱۴-۱۱۵)

۲۰ نومبر ۱۸۵۵ء

۳۔ پیر و مرشد! فقیر ہمیشہ آپ کی خدمت گزاری میں حاضر اور غیر قاصر رہا ہے۔

(اصل خط، خطوط غالب، ص ص ۱۱۶-۱۱۵)

۴۔ حضرت! کیا ارشاد ہوتا ہے؟ آگے اس سے جو آپ کے اشعار آئے تھے۔

(اصل خط، خطوط غالب، ص ۱۱۶)

۵۔ صاحب! وہ خط جس میں اشعار سید مظلوم کے تھے مجھے کو پہنچا۔

(خطوط غالب، ص ۱۱۷-عود اول و دوم، ۱۶۵)

۶۔ حضرت! بہت دنوں میں آپ نے مجھے یاد کیا۔ سال گزشتہ ان دنوں میں میں

رام پور تھا۔

(خطوط غالب، ص ۱۱۷-اردوئے معلیٰ ص ۲۱۱-عود اول و دوم ص ۱۶۸ فروری تا پرج ۱۸۶۱ء)

۷۔ جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچنے۔ عنایت نامے کے ورود نے شادماں کیا۔

(خطوط غالب، ص ۱۱۹-اردوئے معلیٰ ص ۲۱۱-عود اول و دوم ص ۱۶۷) ۳ جون ۱۸۶۱ء

۸۔ سلامت۔ یہ عہدہ آپ کو مبارک ہو۔

(خطوط غالب، ص ۱۱۹)

۹۔ جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی۔ تفقد نامہ مرقومہ ۲۱ ستمبر میں نے پایا

(اصل خط، خطوط غالب، ص ۱۲۰-۱۱۹)

۱۰۔ از اسد بندگی برسد۔

(خطوط غالب، ص ۱۲۰)

۱۱۔ اے مشفق من! "نامربوط اور تبیح" نکسال باہر...

(خطوطِ غالب، ص ۱۲۰)

۱۲۔ آدابِ عرض کرتا ہوں اور چاروں غزلیں دیکھ کر جا بہ جا تک و اصلاح کر کر بھجتا ہوں۔

(خطوطِ غالب، ص ۱۲۰)

۱۳۔ نخستہ کام" و "اندیشہ کام" دونوں لفظ "نکسال باہر"...

(اصل خط کا عکس، خطوطِ غالب، ص ۱۲۰)

۱۴۔ "ترہینا" ترجمہ "تپیدن" کا املا یوں ہے۔

(خطوطِ غالب، ص ۱۲۰)

۱۵۔ "زیرِ وں خانہ" کا لفظ خلافِ روزمرہ۔

(خطوطِ غالب، ص ۱۲۱)

۱۶۔ جناب مولوی صاحب! آپ کے دونوں خط پہنچے۔

(اردوئے معلّیٰ ص ۲۱۰، عود اول و دوم ص ۱۶۷، خطوطِ غالب)

۱۹ جون ۱۸۶۳ء

۱۷۔ جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہنچے۔

(اصل خط، خطوطِ غالب، ص ۱۱۹)

۳ نومبر ۱۸۶۳ء

۱۸۔ قبلہ! مجھے کیوں شرمندہ کیا میں اس ثنا و دعا کے قابل نہیں۔

(خطوطِ غالب، ص ۱۲۲۔ عود اول و دوم ص ۱۶۸)

۱۹۔ جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدے کی بندگی۔

(اصل خط، خطوطِ غالب، ص ۱۲۲۔ اردوئے معلّیٰ، ص ۲۰۹)

۷ جنوری ۱۸۶۳ء

(عود اول و دوم، ص ۱۶۸)

ہفتم فروری ۱۸۶۳ء

۲۰۔ پیرو مرشدِ مادہ شوال کو.... (اصل خط)

۱۹ مارچ ۱۸۶۳ء

دشمنی پر جب کہ ہم سے یار ہے (اصل خط)

۲۲۔ سہسوان کے صاحب اگر "قاطع برہان" کا جواب لکھتے ہیں۔

(خطوطِ غالب، ص ۱۲۴) ۴ اپریل ۱۸۶۴ء

۲۳۔ حضرت سلامت! میاں قدرت اللہ کا تردد بجا۔

(اصل خط، خطوطِ غالب، ص ص ۱۲۵-۱۲۴) ۸ مئی ۱۸۶۴ء

۲۴۔ قبلہ! ایک سو بیس آم پہنچے۔

(اصل خط، خطوطِ غالب، ص ۱۲۵) ۲۸ جون ۱۸۶۴ء

۲۵۔ جناب عالی! وہ غزل جو کہار لایا تھا وہاں پہنچی جہاں اب میں جانے والا ہوں۔

(اصل خط، خطوطِ غالب، ص ص ۱۲۶-۱۲۵) ۳۰ جون ۱۸۶۴ء

۲۶۔ کیا مخصوص بہر بود و باش یا رجب اس کو

(اصل خط) ۷ نومبر ۱۸۶۵ء

۲۷۔ آداب بجا لاتا ہوں۔ آپ کا نوازش نامہ پہنچا۔

(خطوطِ غالب، ص ۱۲۸۔ اردوئے معلیٰ ۲۱۳۔ عود اول و دوم، ص ۱۶۴)

۲۸۔ سبحان اللہ۔ سر آغاز فصل میں ایسے ترہے پیش اس کا پہنچنا ندید ہزار گو نہ
میمنت و شادمانی ہے۔

(خطوطِ غالب، ص ۱۲۸۔ عود اول و دوم، ص ۱۶۴)

۲۹۔ غزل کے بھیجنے میں دیر لگی۔ قصور معاف ہو۔

(خطوطِ غالب، ص ۱۲۸)

۳۰۔ جناب مولوی صاحب کو فقیر اسد اللہ کا سلام۔

(خطوطِ غالب، ص ۱۲۸)

منشی حبیب اللہ ذکا

- ۱۔ صبح سہ شنبہ ۱۳ صفر سال غفر۔ صاحب میں تم کو انخوان الصفا میں گنتا ہوں۔
(اردوئے معلیٰ مجتبیٰ (حصہ ۲) ص ۲۵-۲۴) ۳۰ جون ۱۸۶۳ء
- ۲۔ حضرت مولوی صاحب! میں برس دن سے بیمار اور تین مہینے سے صاحب فرماں ہوں۔
(اردوئے معلیٰ مجتبیٰ (حصہ ۲) ص ۲۳-۲۴) ۲۶ اگست ۱۸۶۳ء
- ۳۔ مولانا! ایک تفقد نامہ پہلے بھیجا تھا۔
(اردوئے معلیٰ مجتبیٰ، ص ۳۱-۳۲) ۲۵ ستمبر ۱۸۶۳ء
- ۴۔ بندہ پرور! آج تمہارا عنایت نامہ آیا اور آج ہی میں اس کا جواب ڈاک میں...
(اردوئے معلیٰ مجتبیٰ، ص ۳۳) ۱۹ اکتوبر ۱۸۶۳ء
- ۵۔ صاحب! پہلے مطلع میں لطف نہیں۔ ہاں، مضمون لطیف ہے۔
(اردوئے معلیٰ مجتبیٰ (حصہ ۲) ص ۲۶) ۱۲ نومبر ۱۸۶۳ء
- ۶۔ بندہ پرور! پر سول مولوی صاحب کا خط آیا۔
(نگار، اپریل ۱۹۵۹ء ص ۱۰-۹) ۲۸ نومبر ۱۹۶۳ء
- ۷۔ بندہ پرور! تمہارے دونوں خط پہنچے۔
(اردوئے معلیٰ مجتبیٰ، ص ۳۰-۲۹) ۲۸ نومبر ۱۸۶۳ء
- ۸۔ اے عنایت بہ عنایت ہم شکل۔ آپ کا خط حادی حل شبہات جس دن پہنچا۔
(اردوئے معلیٰ مجتبیٰ (حصہ ۲) ص ۳۳) ۲۹ اپریل ۱۸۶۵ء
- ۹۔ میرے مشفق، میرے شفیق مجھ سے بیچ و پوچھ کو ماننے والے۔
(اردوئے معلیٰ مجتبیٰ، ص ۳۱-۳۰) ۱۲ مئی ۱۸۶۶ء
- ۱۰۔ دوست روحانی و برادر ایمانی مولوی حبیب اللہ خاں میر منشی کو فقیر غائب

(اردوئے معنی مجتہائی، ص ۳۵-۳۴) ۲۴ دسمبر ۱۸۶۶ء

۱۱۔ جاناں بلکہ جان مولوی منشی حبیب اللہ خاں کو غالب خسہ دل کا سلام۔

(اردوئے معنی مجتہائی، ص ۳۶-۳۵) ۲۴ دسمبر ۱۸۶۶ء

۱۲۔ صبح جمعہ دہم شوال ۱۲۸۳ھ، ۱۵ فروری ۱۸۶۷ء۔ بھائی میں نہیں جانتا کہ تم کو مجھ سے اتنی

(اردوئے معنی مجتہائی، ص ۲۸-۲۷) ۱۵ فروری ۱۸۶۷ء

۱۳۔ جان غالب، تم نے بہت دن سے مجھ کو یاد نہیں کیا۔

(اردوئے معنی مجتہائی، ص ۳۳-۳۲) ۱۲ مارچ ۱۸۶۷ء

۱۴۔ بندہ پرور! آپ کا مہربانی نامہ پہنچا۔ تمھاری اور صاحبزادے کی خیر و عافیت معلوم ہونے سے دل خوش ہوا۔

(اردوئے معنی مجتہائی، حصہ ۲، ص ۴۳-۴۲) ۱۸ مارچ ۱۸۶۷ء

۱۵۔ منشی صاحب! الطاف نشان سعادت و اقبال تو امان منشی حبیب اللہ خاں....

(اردوئے معنی مجتہائی، ص ۳۲) ۲۷ جنوری ۱۸۶۸ء

۱۶۔ بندہ پرور! کل آپ کا تفتد نامہ پہنچا۔ آج میں پاسخ طراز ہوا۔

(اردوئے معنی مجتہائی، ص ۳۴-۳۳)

منشی سیل چند

۱۔ منشی صاحب! سعادت و اقبال نشان منشی سیل چند صاحب میر منشی، سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد دعا سے دوام حیات و ترقی درجات معلوم فرمائیں۔

(مکاتیب غالب (پہلا ایڈیشن) ص ۱۱۳-۱۱۲۔ مکاتیب غالب چھٹا ایڈیشن ص ۱۱۰) ۲۵ دسمبر ۱۸۶۳ء

۲۔ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان، منشی سیل چند صاحب میر منشی کو سلامت خدا رکھے۔

(مکاتیب غالب (پہلا اڈیشن) ص ۱۱۳-۱۱۴)

مکاتیب غالب (چھٹا اڈیشن ص ۱۱۰)

۱۹ جنوری ۱۸۶۵ء

۳۔ منشی صاحب! عجب اتفاق ہے کہ حضور اپنے خط میں اپنے مزاج مبارک کا حال کچھ نہیں لکھتے۔

(مکاتیب غالب (پہلا اڈیشن) ص ۱۱۴)

مکاتیب غالب (چھٹا اڈیشن) ص ۱۱۱-۱۱۰

۱۴ مارچ ۱۸۶۵ء

۴۔ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان، منشی سیل چند صاحب میر منشی کو فقیر غالب کی دنا پہنچے۔

(مکاتیب غالب (پہلا اڈیشن) ص ۱۱۵-۱۱۴)

مکاتیب غالب (چھٹا اڈیشن ص ۱۱۱)

۱۵ مارچ یا اپریل ۱۸۶۵ء

۵۔ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان، منشی سیل چند صاحب طال عمر ذاکرین صاحبوں نے اطراف و جوانب سے تین قصیدے میرے پاس بھجے ہیں۔

(مکاتیب غالب (چھٹا اڈیشن) ص ۱۱۱)

۱۵ یا ۱۶ دسمبر ۱۸۶۵ء

۶۔ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان، عزیز تر از جاں، منشی سیل چند کو فقیر غالب کی دنا پہنچے۔ کیوں صاحب! ہم تو تم کو اپنا فرزند سمجھیں۔

(مکاتیب غالب (پہلا اڈیشن) ص ۱۱۶-۱۱۵)

مکاتیب غالب (چھٹا اڈیشن) ص ۱۱۲

۱۱ جون ۱۸۶۵ء

۷۔ برنخوردار نور چشم منشی سیل چند میر منشی کو بعد دعا کے یہ معلوم ہو۔

(مکاتیب غالب (پہلا اڈیشن) ص ۱۱۶)

مکاتیب غالب (چھٹا اڈیشن) ص ۱۱۳-۱۱۲

۱۸ ستمبر ۱۸۶۵ء

خلیفہ احمد علی صاحب احمد رام پوری

۱۔ جناب مولوی صاحب مخدوم احمد علی صاحب کی خدمت میں بعد سلام مستنون اسلام عرض یہ ہے۔

(مکاتیب غالب (پہلا اڈیشن) ص ۱۱۹-۱۱۷
(مکاتیب غالب (چھٹا اڈیشن) ص ۱۱۶-۱۱۴)

سید محمد عباس علی خاں بیتاب

۱۔ قبلہ! جس شعر پر صادق ہے وہ بہت خوب ہے۔

(مکاتیب غالب (چھٹا اڈیشن) ص ۹۵-۸۸)

۲۔ قبلہ! قصائد و غزلیات و رباعیات کو بقدر اپنی فہم و فراست کے درست کر کے خدمت میں گزراں تاجوں۔

(مکاتیب غالب (چھٹا اڈیشن) ص ۱۰۸-۹۵) ۱۵ نومبر ۱۸۶۶ء

نام معلوم

۱۔ صاحب! میں کل تمہارا مسہل سمجھے ہوئے تھا۔

(کاغذات مولوی ہمیش پرشاد)

منظہر علی اور عبداللہ

۱۔ اسد اللہ بے گناہ جس کا تخلص غالب اور خود اہل بند کا مغلوب ہے۔

(تاریخ صحافت اردو جلد ۲ حصہ ۱، ص ۲۳۲) اکتوبر ۱۸۶۸ء

منشی نول کشور

- ۱۔ منشی صاحب! جمیل المناقب جناب منشی نول کشور کو دولت و اقبال و جاہ و جلال
(نگار لکھنؤ) جون ۱۹۵۱ء، ص ۲۸
- ۲۔ جناب صاحب! مہتمم اخبار زاد مجدہم۔ آپ کے اخبار ۱۷ ستمبر میں کالم ۶۲۱ پر خبر البور میں مندرج ہے۔

- (ادھ اخبار، لکھنؤ ۲۴ ستمبر ۱۸۶۳ء، ص ۳۲-۳۳)
- میر ولایت علی خاں عزیز و ولایت صفی پوری
- ۱۔ شفیق مکرم میر ولایت علی صاحب کو خداے جہاں آفریں
(انشائے سید گل، ص ۱۵-۱۴)

- ۲۔ جناب میر ولایت علی صاحب، واسطے اپنے جد کے میری تفتیش معائنہ کیجئے
- (انشائے سید گل، ص ۱۵)

حکیم غلام نجف خاں

- ۱۔ لو صاحب یہ پندرہ بیٹیں ہیں تقسیم اس کی اس طرح رکھتا۔
(اصل خط)

۱۸۵۳ء ۱۸۵۵ء

- ۲۔ نہ بھائی یہ نہ سمجھو، سلطانی یہ معنی مصدر آتا ہے۔
(اصل خط)

سید فرزند احمد صغیر بلگرامی

- ۱۔ مخدوم مکرم سید فرزند احمد صاحب کو سلام پہنچے۔

(مرقع فیض، ص ۸۲۔ جلوہ خضر جلد دوم، ص ۲۱-۲۲ غالب اور سید بلگرامی،

(ص ۸۸-۸۶) سے ان خطوط کا متن لیا گیا ہے۔ ۱۷ مئی ۱۸۶۶ء

۲۔ مخدوم زادہ مرتضوی دودمان سعادت و اقبال تو امان، مولوی سید فرزند احمد صاحب کو فیتر غالب کی دعا پہنچے۔

(انشائے سید گل ص ۱۳۔ مرقع فیض ص ۸۳-۸۲ جلوہ خضر جلد دوم، ص ۲۲۳)

ص ۸۸-۸۶ سے ان خطوط کا متن لیا گیا۔ ۲۶ مئی۔ ۲ جون ۱۸۶۴ء

۳۔ نور نظر، لخت جگر، زبدہ اولاد پیغمبر، حضرت مولوی سید فرزند احمد زاد مجیدہ۔

(مرقع فیض، ص ۸۳۔ جلوہ خضر، جلد دوم ص ۲۲۳) ۲۲ اپریل ۱۸۶۵ء

۴۔ بہ علاقہ مہر و محبت نور چشم و سرور دل اور بہ رعایت سیادت

انشائے سید گل، ص ۱۸۔ مرقع فیض، ص ۸۴-۸۲۔ جلوہ خضر جلد دوم ص ۲۲۴-۲۱۳

۲۲ اپریل ۱۸۶۵ء

۵۔ نور البصار، ممتاز روزگار زکی و ارشد مولوی سید فرزند احمد

(انشائے سید گل ص ۲۱-۲۰)

۶۔ نور چشم و سرور دل، فرزانہ مرتضوی گہر، مولوی سید فرزند احمد صاحب زاد مجیدہ۔

(مرقع فیض، ص ۸۴۔ جلوہ خضر، جلد دوم ص ۲۲۴-۲۲۵) ۳ مئی ۱۸۶۵ء

نواب زین العابدین خاں بہادر عرف کلن میاں

۱۔ بندہ پرور! بہرانی نامہ پہنچا۔ میں تو سمجھا تھا آپ مجھ کو بھول گئے۔

(مکاتیب غالب (پہلا ڈیشن) ص ۱۱۰-۱۰۹)

۲۵ مارچ ۱۸۶۵ء

مکاتیب غالب (چھٹا ڈیشن) ص ۸۷

۲۔ نواب صاحب! والا قدرِ عظیم الشان سلکم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام سنون مشہود خاطر عاظم ہو۔

(مکاتیب غالب، پہلا ڈیشن) ص ۱۱۱ - ۱۱۰ -

مکاتیب غالب، (چھٹا ڈیشن) ص ۸۶ - ۱۲ مارچ ۱۸۶۵ء

محمد حسین خاں

- ۱۔ مشفق و مکرمی جناب محمد حسین خاں صاحب کو فقیر غالب کا سلام پہنچے۔
آج کل، نئی دلی، ستمبر ۱۹۵۱ء
۱۱ اپریل ۱۸۶۴ء
- ۲۔ خاں صاحب مشفق مکرم محمد حسین خاں صاحب کو غلام کا سلام پہنچے۔
آج کل، نئی دلی، ستمبر ۱۹۵۱ء
۲۵ اپریل ۱۸۶۴ء
- ۳۔ شفیق مکرم محمد حسین خاں صاحب کو فقیر اسد اللہ خاں کا سلام
آج کل، نئی دلی، ستمبر ۱۹۵۱ء
۱۰ مئی ۱۸۶۴ء
- ۴۔ مشفق اور مکرمی محمد حسین خاں صاحب کو غالب آزرده کا سلام پہنچے۔
مکاتیب غالب (چھٹا ڈیشن)
۲۵ فروری ۱۸۶۸ء

قاسمی عبدالرحمن تحسین

- ۱۔ کمال سوزش پروانہ آخر
(کاغذات مولوی مہیش پرشاد)
۲۲ دسمبر ۱۸۶۱ء
- ۲۔ صاحب! پہلے تم کو اصلاح دی جاتی ہے۔ اسٹامپ کے ٹکٹ بھیجنے کے باب میں...
(کاغذات مولوی مہیش پرشاد)
۸ جنوری ۱۸۶۲ء
- ۳۔ صاحب! یہ شخص جامع غیاث اللغات رام پور میں ایک ملائے مکتب دار تھا۔
(کاغذات مولوی مہیش پرشاد)
۱۶ جون ۱۸۶۳ء
- ۴۔ وحشی دارد دلم بندم بہ زلفت پر خموش
(کاغذات مولوی مہیش پرشاد)

۵۔ صاحب! پہلے تو بتاؤ کہ تم گڑ گا نویں کیوں رہ گئے۔

(کاغذات مولوی ہمیش پرشاد)

۶۔ وردی زجنوں تباہ ایام دل مار بخت

(کاغذات مولوی ہمیش پرشاد)

۷۔ حضرت ہیرا حال کیا پوچھتے ہو۔

(کاغذات مولوی ہمیش پرشاد)

۸۔ کونین کہ حیرت زدہ شوکت آنی

(کاغذات مولوی ہمیش پرشاد)

۹۔ حوادث بمعنی مصائب

(کاغذات مولوی ہمیش پرشاد)

نامعلوم

۱۔ خاں صاحب! جمیل المناقب عمیم الاحسان..... اس خط کی نقل سید قدرت نقوی صاحب نے مجھے عنایت فرمائی تھی۔

حکیم ظہیر الدین دہلوی

۱۔ میاں ظہیر الدین! چنبلی کے پھول کو فارسی میں کیا کہتے ہیں؟

ہماری زبان ۱۵ اپریل ۱۹۹۰ء

حواشی

ص ۱۴۱۵

۱۔ قدّر بلگرامی کے نام خطوط کا متن ہمیشہ پر شاد سے لیا گیا ہے۔ ان خطوط کے بارے میں ہمیشہ پر شاد نے لکھا ہے: "قدّر بلگرامی کے نام کے خط پہلے مولانا حسرت کے رسالے "اردو سے معنی" علی گڑھ (دسمبر، ۱۹۰۷ء) میں چھپے۔ پھر طبع کریمی لاہور کی "مکمل اردو سے معنی" (۱۹۲۳ء) میں ضمیمے کے طور پر داخل کیے گئے، لیکن متن دونوں کا حرف بہ حرف ایک ہے۔ یہاں تک کہ جو غلطیاں علی گڑھ کے رسالے میں ہیں وہ لاہور کے نسخے میں بھی اسی طرح موجود ہیں۔ خوش قسمتی کہ ان میں سے بعض خطوط کی نقلیں ڈاکٹر صدیقی صاحب کے پاس تھیں جنہیں انہوں نے رسالہ ہندوستانی الہ آباد (جلد ۳) میں شائع کیا۔ ان سے بعض خطوں کے متن کو درست کرنے میں مدد ملی" (ص ۱)۔

ص ۱۴۱۸

- ۱۔ خطوطِ غالب کے
- ۲۔ خط پر تاریخ تحریر نہیں ہے۔ غالب نے خط میں ہر روز قلعے جانے کا ذکر کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ خط ۱۵۷۷ء سے قبل لکھا گیا تھا۔
- ۳۔ خط پر تاریخ تحریر نہیں ہے۔ خط میں غالب نے رام پور کے پہلے سفر کا ذکر کیا ہے۔ اس سفر کے لیے غالب ۱۹ جنوری ۱۸۶۷ء کو دہلی سے روانہ ہوئے تھے اور ۲۴ مارچ ۱۸۶۷ء کو دہلی واپس آئے تھے۔ اس لیے یہ خط جنوری۔ مارچ ۱۸۶۷ء میں لکھا گیا۔

ص ۱۲۲۰

۱- خط پر تاریخ تحریر نہیں۔ قدر کے نام غالب کے خط مورخہ ۳ مئی ۱۸۶۲ء سے اندازہ ہوتا ہے کہ قدر بلگرامی کو مطبع اودھ اخبار میں ملازمت مل گئی ہے۔ اس لیے یہ خط ۱۸۶۱ء یا اوّل ۱۸۶۲ء کا ہوگا۔

۲- خطوط غالب ہمیش "اٹنا" ندارد۔

۳- خط پر تاریخ تحریر نہیں۔ خط کی تاریخ کا تعین خط بنا کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ غالب اپنے فارسی کلیات نظم کا ذکر کر رہے ہیں۔

۴- سید مرتضیٰ حسین فاضل نے لکھا ہے کہ: "اودھ اخبار کے شمارہ مجریہ ۲۳ دسمبر ۱۸۶۳ء میں منشی جی (منشی نول کشور) کے سفر دہلی کا ذکر ہے اور ان لوگوں کے نام جن سے نول کشور کی ملاقات ہوئی۔ چوں کہ اس سفر میں منشی جی فارسی کلیات طباعت کے لیے لائے ہیں..... یہ سفر نومبر کے اواخر اور دسمبر کے اوائل میں ہوا تھا" (اردوئے معلّیٰ، ص ۸۰-۱۱) فاضل صاحب کو سہو ہوا ہے۔ غالب کا کلیات نظم مطبع نول کشور سے مئی یا جون ۱۸۶۳ء میں شائع بھی ہو چکا تھا، اس لیے نومبر اور دسمبر ۱۸۶۳ء کے سفر میں منشی نول کشور کا مسودہ اپنے ساتھ لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ص ۱۲۲۱

۱- تاریخ تحریر میں غالب نے ہجری اور عیسوی سنین نہیں لکھے۔ یہ ۱۲۷۸ھ اور ۱۸۶۳ء ہے۔ تقویم کی رو سے پنجم ذی القعدہ کو یکشنبہ ہے۔

ص ۱۲۲۳

۱- غالب نے تاریخ تحریر میں سنہ نہیں لکھا۔ دن، تاریخ اور مہینہ لکھا ہے۔ تقویم کی رو سے ۱۲۷۹ھ اور ۱۸۶۳ء ہے۔

۲- خطوط غالب ہمیش "گئی"۔

ص ۱۲۴۴

۱- خطوط غالب "صاحب" ندارد۔

- ۲۔ خط پر تاریخ تحریر نہیں۔ غالب کو رابرٹ مننگرمی لفٹنٹ گورنر نے ۳ مارچ ۱۸۶۳ء کو خلوت دیا تھا۔ (ملاحظہ ہو: غالب کا یوسف علی خاں نانظم کے نام خط مورخہ ۱۴ مارچ ۱۸۶۳ء) اس لیے قیاس ہوتا ہے کہ یہ خط مارچ ۱۸۶۳ء میں لکھا گیا ہوگا۔

ص ۱۴۲۵

- ۱۔ مرزا عباس بیگ کی سفارش پر قدر بلگرامی ہر دوئی ہائی اسکول میں فارسی کے استاد مقرر ہو گئے تھے

ص ۱۴۲۶

- ۱۔ خطوطِ غالب ”مزید علیہ اس پر“ ”اس پر زائد۔

ص ۱۴۲۷

- ۱۔ خط پر تاریخ تحریر نہیں۔ غالب نے جن کتابوں کا ذکر کیا ہے، ان میں ”محرِقِ قاطع“ ۱۸۶۳ء میں ”سوالاتِ عبدالکریم“ ۱۸۶۳ء-۱۸۶۵ء میں اور مولوی نجف علی کی ”واقع ہدیاء“ ۱۸۶۵ء میں شائع ہوئی تھی، اس لیے یہ خط ۱۸۶۵ء میں لکھا گیا ہوگا۔

ص ۱۴۳۰

- ۱۔ خط پر تاریخ تحریر نہیں۔ مولوی مہیش لے ۱۸۵۷ء سے پہلے کا تسلیم کرتے ہیں، لیکن انھوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ خط میں بھی کوئی بات ایسی نہیں ہے کہ جس کی بنیاد پر اسے ۱۸۵۷ء سے پہلے کا قرار دیا جاسکے۔

ص ۱۴۳۵

- ۱۔ خطوطِ غالب مہیش۔ ”سے“ تو سین میں لکھا گیا ہے۔
 ۲۔ خطوطِ غالب مہیش۔ ”باپی“ مہیش نے حاشیے میں لکھا ہے کہ ”یہ لفظ غالباً باپی ہے۔“
 ۳۔ مولوی مہیش نے اس خط کو ۱۸۵۸ء کا بتایا ہے، لیکن بغیر کسی دلیل کے یہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

ص ۱۴۳۶

- ۱۔ بہ قول مولوی مہیش ”صاحب“ سے مراد ولیم ہینڈ فورڈ، ڈائریکٹر، تعلیمات اودھ ہے۔

۲۔ بقول مولوی مہیش راجا سے مراد "مہاراجہ مان سنگھ" ہے۔

۳۔ مرزا محمد عباس سے مراد ہے۔

۴۔ مولوی مہیش کا خیال ہے کہ یہ خط ۱۸۶۷ء میں لکھا گیا، لیکن انھوں نے کوئی دلیل نہیں دی۔

ص ۱۳۳۷

۱۔ خطوطِ غالب مہیش "وے"۔

۲۔ مولوی مہیش پرشاد نے اس خط کو ۱۸۶۸ء کا بتایا ہے اور کوئی دلیل نہیں پیش کی۔

ص ۱۳۳۸

۱۔ خط پر تاریخ تحریر نہیں۔ "پنچ آہنگ" میں جوہر کے نام غالب کا ایک خط ہے جس میں

غالب نے سنگی کی فرمائش کی ہے۔ اس پر تاریخ تحریر یکم دسمبر ۱۸۳۵ء ہے۔ زیرِ نظر خط میں

بھی غالب نے سنگی کا تقاضا کیا ہے جس سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ خط دسمبر ۱۸۳۸ء یا ۱۸۳۹ء

کے اوائل میں لکھا گیا۔

ص ۱۳۳۹

۱۔ اردوئے معلیٰ مجتہائی حصہ دوم "دونو"۔

ص ۱۳۴۳

۱۔ خط پر تاریخ تحریر نہیں ہے۔ غالب نے خط میں اپنی عمر اکہتر سال بتائی ہے۔ غالب

ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ مطابق دسمبر ۱۸۶۶ء میں اکہتر سال کے ہوئے ہیں۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ یہ خط

۱۸۶۷ء میں لکھا گیا ہوگا۔

ص ۱۳۴۴

۱۔ عودِ اول "خان"۔

۲۔ اردوئے معلیٰ۔ عودِ اول "میں"۔

۳۔ عودِ دوم "لال کنوی" ۱۸۵۸ء۔

۴۔ اردوئے معلیٰ "اس کے پاس اور لکھمی کی دکان پر اس اشتہار کو بھیجا" ندارد۔

۵۔ اردوئے معلیٰ "لکھمی"۔

۶۔ اردوئے معلیٰ "جائے"

۷۔ خط پر تاریخ تحریر نہیں خط میں غالب نے دلی کی تباہی کا جو نقشہ کھینچا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ۱۸۵۷ء میں لکھا گیا ہوگا۔

ص ۱۳۸۵

۱۔ عزیز صفی پوری کے نام غالب کے صرف دو خطوط ملتے ہیں۔ یہ دونوں خط پہلی بار عزیز کی تصنیف "پنج رقعہ عزیز اللہ خاں" میں شائع ہوئے تھے۔ بعد میں غالب کی نادر تحریریں " (ص ۱۰۹-۱۰۸) میں شائع ہوئے۔

۲۔ غالب کا مطلع ہے:

سوزِ عشق تو پس از مرگ عیان است مرا
رشتہ شمع مزار از رگ جان است مرا

ص ۱۳۲۷

۱۔ یہ خط پہلی بار اردوئے معلیٰ اور عود ہندی میں شائع ہوا تھا۔ پھر مفتی محمد عباس کے سوانح تجلیات مولفہ مرزا محمد ہادی عزیز میں نقل ہوا ہے۔ تجلیات کے اختلافات کی مرتضیٰ حسین فاضل نے عود ہندی (مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۵ء) کے اور تحسین سرور نے ماہ نو، کراچی فروری ۱۹۶۷ء میں نشان دہی کی ہے۔ یہاں ان دونوں ماخذوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۲۔ تجلیات، "نہ سراسری دیکھنا چاہیے، بیشِ نظر دھرا ہے، وقتِ فرصت اکثر دیکھا جائے،

"بیاض" نہ سراسری بلکہ سراسر دیکھا جائے، بیشِ نظر دھرا ہے، وقتِ فرصت اکثر دیکھا جائے،

۳۔ عود ہندی "بات کا پچ"

۴۔ تجلیات، بیاض و دیباچے، خاکے و متن

۵۔ تجلیات "کلام کی" حذف۔

۶۔ بیاض، "جدا۔ ندارد۔

۷۔ تجلیات۔ مطابق اہل پارس کی منطق کے یہی فرقہ ایزی لایا ہوں۔

- ۸۔ عود ہندی میں مزہ ابدی "ہے جو غلط ہے۔ تجلیات اور بیاض دونوں میں "فرہ ایزدی" ہے۔
 تجلیات "منطق کے بھی فرہ ایزدی"
 ۹۔ بیاض "خدا داد ہے" عود ہندی اور تجلیات "ہے" ندارد۔
 ۱۰۔ عود ہندی "سے" حذف تجلیات اور بیاض دونوں میں "سے" موجود ہے۔ تجلیات "اپنی
 حسن و قبح" اپنی "زائد۔
 ۱۱۔ تجلیات۔ تھا بجائے "ہے"
 ۱۲۔ تجلیات، بیاض۔ "اور"
 ۱۳۔ بیاض "کی ایک نمط ہے" کی "زائد۔

ص ۱۴۴۸

- ۱۔ بیاض قطع ندارد۔
 ۲۔ تجلیات کیوں کر نام نہ ہوگا۔
 ۳۔ بیاض "گا" ندارد۔
 ۴۔ اس قطعے کے بارے میں مرتضیٰ حسین فاضل نے "عود ہندی" (مطبوعہ مجلس ترقی ادب،
 ۱۸۶۵ء، ص ۵۰۰) میں لکھا ہے کہ نواب نورالدولہ، لیٹ الملک محمد احسن خاں بہادر
 محکم جنگ معروف نواب نادر مرزا نے کتاب کا قطعہ تاریخ لکھا:

پہوں غالب شاعرِ مکرم
 استادِ سخن و رانِ عالم
 آلِ غیرتِ صائب و نظیری
 والِ رشکِ عراقی و نظہوری
 سبحانِ زماں در فصاحت
 حسانِ عصر در بلاغت
 در حضرتِ عالمِ محقق
 آلِ فاضل کا مل مدقق

کز جلد بہ علم بیش باشد
 علامہ عصر خویش باشد
 سید عباس، اسم پاکش
 وز نور مرشد جسم پاکش
 تصنیف لطیف ارمغان کرد
 تحقیق خودش درو عیاں کرد
 آمد بہ میاں چو ذکر تاریخ
 رفیق صفا بہ منکر تاریخ
 از لہجہ فکر گوہرے ناب
 شد تخریجہ "ارمغان نایاب"

۵۔ بیاض "کہنا ہے" ہے "زائد۔"

۶۔ بیاض "یہ" ندارد۔

۷۔ نواب صاحب سے مراد نواب باقر علی خاں ہے (ماہ نوکراچی، فروری ۱۹۶۰ء)

۸۔ جس شعر کی نواب صاحب نے تعریف کی ہے وہ یہ ہے :

از من بمن سلام و ہم از من بمن پیام

رنج دلی مباد، پیام و سلام ما

۹۔ غود ہندی "انصاف کا طالب، غالب" ندارد۔

۱۰۔ غود ہندی میں تاریخ تحریر نہیں ہے۔ "تجلیات" میں یہ سنہ ۱۲۸۹ء ہے، جو یقیناً سہو

کاتب ہے۔ بیاض میں ۱۲۷۹ھ ہے۔

۱۱۔ غالب نے صرن ہجری تاریخ لکھی ہے۔

ص ۱۳۵۱

۱۔ مولوی نعمان احمد کے نام غالب کے چار خط ملتے ہیں۔ غالب کے اصل خطوط لندن کی انڈیا

آفس لائبریری میں محفوظ ہیں۔ ان خطوط کی دریافت کا سہرا پروفیسر احتشام حسین مرحوم کے

سر ہے۔ انھوں نے پہلی بار یہ خطوط ”آج کل“ (دہلی، فروری ۱۹۵۲ء) میں شائع کیے تھے۔ بعد میں ”غالب کی نادر تحریریں“ اور خطوط کے دوسرے مجموعوں اور رسالوں میں نقل ہوئے خطوط کے عکس بُری حالت میں ہیں۔ بہت سے لفظ اڑ گئے ہیں۔ میں نے انڈیا آفس لائبریری لندن میں خود یہ خطوط نقل کیے تھے۔

ص ۱۳۶۰

- ۱۔ اسرارالحق نے پہلی بار صحیفہ (لاہور، جولائی ۱۹۶۹ء ص ۹۲) میں یہ خط شائع کر دیا تھا۔ اُن کا کہنا ہے کہ انھیں یہ خط ستمبر ۱۹۰۳ء کے ایک ناقص الطرفین رسالے میں ملا تھا۔ رسالے اور مکتوب الیہ کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔
- ۲۔ یعنی نواب یوسف علی خاں ناطم

ص ۱۳۶۱

- ۱۔ غالب نے سنہ نہیں لکھا، لیکن یہ سنہ ۱۸۷۰ء ہے کیوں کہ خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالب رام پور میں ہیں اور یہ غالب کا رام پور کا پہلا سفر ہے۔ اس لیے یہ سنہ ۱۸۷۰ء ہے۔ مکتوب الیہ کے بارے میں میرا ہلکا سا قیاس ہے کہ یہ خط مولانا الطاف حسین حالی کے نام ہے۔ میرے اس قیاس کی بنیاد اس خط کا آخری فقرہ ہے۔ میرا ایک اور قیاس ہے کہ اسرارالحق کو جو ناقص الطرفین رسالہ ملا تھا، وہ پانی پت سے شائع ہونے والا ”حیاتِ نو“ ہے۔ لیکن یقین کے ساتھ کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔ ”حیاتِ نو“ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: غالب کے خطوط (جلد دوم ص ص ۶۳-۹۶۳)۔

ص ۱۳۶۲

- ۱۔ دیوانِ ناطم میں یہ غزل چودہ شعر کی ہے۔ غالب نے گیارہ شعر نقل کیے ہیں۔
- ۲۔ دیوانِ ناطم میں یہ غزل دس اشعار کی ہے۔ غالب نے صرف ابتدائی تین شعر نقل کیے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ غالب نے پوری غزل لکھی ہو لیکن خط کا آخری صفحہ یا آخری حصہ ضائع ہو گیا ہو۔

ص ۱۳۶۳

- ۱۔ اردو کے معنی ”عطا ہے“ نادر

۲۔ اردوئے معلیٰ "کستخ"

۳۔ عود دوم "راوشوں"

۴۔ عود اول و دوم "ابتدا"

۵۔ اردوئے معلیٰ "و"

ص ۱۳۶۴

۱۔ اردوئے معلیٰ "شر مشار"

۲۔ اردوئے معلیٰ "اسی"

۳۔ اردوئے معلیٰ "موافق" عود اول و دوم مطابق "سوال و جواب" "و" زائد۔

۴۔ خط پر تاریخ تحریر نہیں۔ اس خط میں غالب نے اپنی عمر ایک کم ستر برس بتائی ہے۔ اس حساب سے یہ خط ۱۸۶۳ء میں لکھا گیا ہوگا۔

ص ۱۳۶۵

۱۔ غالب نے کرامت علی کے نام اردو خط میں اپنے کچھ فارسی اشعار کی شرح لکھی تھی۔ کربارام

مہجور نے اپنے تذکرے "غم نامہ جانسوز" میں یہ شرح نقل کرتے ہوئے لکھا ہے :
معنی ایس غزل حضرت مصنف علیہ الرحمۃ بقلم خود نگاشتہ بمن دادہ
لودند۔ ہو بہو بنگارش سے آید (تحریر ص ۵۰)

(غم نامہ جانسوز، حکم چند نیر، تحریر ۱۹ ص ص

۵۵ - ۴۱)

ص ۱۳۷۱

۱۔ خط پر تاریخ تحریر نہیں۔ خط میں غالب نے لکھا ہے کہ تمہیں خدا کو سوپ کر روانہ رام پور
ہوا۔ موسم اچھا تھا گرمی گزر گئی تھی، جاڑا ابھی چمکانہ تھا، غالب کے ان الفاظ سے

اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رام پور کا دوسرا سفر ہے۔ اس سفر پر غالب ۷ اکتوبر ۱۸۶۵ء
کو روانہ ہوئے تھے، اور ۱۲ اکتوبر کو غالب رام پور پہنچے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے
کہ یہ خط ۱۲ اکتوبر اور ۲۸ دسمبر ۱۸۶۵ء کے درمیان لکھا گیا۔

ص ۱۴۷۲

۱۔ مخزن شعرا میں دن اور مہینہ تو ہے، تاریخ نہیں ہے۔

ص ۱۴۷۳

۱۔ غالب نے اپنے دیوان اردو کے تیسرے ایڈیشن کے آخری صفحے کے حاشیے پر یہ خط اپنے قلم سے لکھا تھا۔ یہ دیوان سنٹرل لائبریری، حیدر آباد میں محفوظ ہے۔ اس خط سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ جس دیوان کے آخری صفحے پر یہ خط لکھا گیا ہے، غالب نے اُس کی تصحیح کی ہے، لیکن دل چاہے کہ غالب نے جس دیوان کی تصحیح کی تھی، وہ دیوان کوئی اور تھا، وہ نہیں ہے جس کے آخری صفحے پر یہ خط لکھا گیا ہے، کیونکہ اس دیوان کی تصحیح کی ہی نہیں گئی۔ غالب نے ایک مطبوعہ دیوان کے نسخے کی تصحیح کی اور سہو اخطا دوسرے نسخے پر لکھ دیا۔

ص ۱۴۷۴

۱۔ غالب کی قاطع برہان کے جواب میں پہلی کتاب سید سعادت علی کی "محقق قاطع برہان" اور دوسری کتاب مرزا رحیم بیگ کی "ساطع برہان" ہے، جو ۱۲۸۵ھ میں مطبع ہاشمی، میرٹھ سے شائع ہوئی۔ غالب نے "ساطع برہان" کے جواب میں "نامہ غالب" کے نام سے مرزا رحیم بیگ کے نام خط لکھا، جو ۱۶ صفحات کے کتابچے کی شکل میں محمد مرزا خاں کے مطبع محمدی دہلی سے اگست ۱۸۶۵ء میں شائع ہوا۔ یہاں اُسی نسخے سے یہ خط نقل کیا گیا ہے۔ قاضی عبدالودود مرحوم نے "قاطع برہان و رسائل متعلقہ" میں یہ خط شامل کیا ہے۔ چوں کہ مرحوم نے اوقات کا بہت اہتمام کیا ہے اس لیے میں نے رموز اوقات میں عام طور سے قاضی صاحب ہی کی پیروی کی ہے۔

ص ۱۴۹۰

۱۔ اصل خط "نہ"

۲۔ خط پر تاریخ تحریر درج نہیں ہے۔ مولوی مہیش کا قیاس ہے کہ یہ خط ۱۸۵۴ء میں لکھا گیا ہوگا۔ انھوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ خط میں قلمی کے مشاعروں کا ذکر ہے جس سے اتنا یقینی ہے کہ یہ خط ۱۸۵۴ء کے ناکام انقلاب سے قبل لکھا گیا تھا۔

ص ۱۴۹۵

۱۔ غالب نے ہجری اور عیسوی سنیں نہیں لکھے۔

ص ۱۴۹۶

۱۔ عود ہندی اول و دوم۔ یہ خط بہت ناقص حالت میں شائع ہوا ہے۔

۲۔ اصل خط ”طرہ“

۳۔ اصل خط میں یہاں عبارت غائب ہے۔

۴۔ خط کے عکس میں جو الفاظ نہیں ہیں، وہ مولوی ہمیش کا اضافہ ہیں۔ رستم کے بعد ”کے باپ کا نام اور وہ“ اضافہ ہمیش۔

۵۔ ”ملم ہے“ اضافہ ہمیش

۶۔ ”دوسرے“ اضافہ ہمیش۔

۷۔ ”فرومایہ“ اضافہ ہمیش۔

۸۔ غالب نے تاریخ تحریر میں دن اور تاریخ تو لکھے، سنہ نہیں لکھا۔ جنون کے نام ۸ ستمبر ۱۸۵۹ء کے خط میں غالب نے لفظ ”طرح“ پر بحث کی ہے۔ اس خط میں بھی اس لفظ کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خط بھی ۱۸۵۹ء میں لکھا گیا ہوگا۔

ص ۱۴۹۷

۱۔ عود اول ”ما“

۲۔ عود دوم ”بد“ ندارد۔

۳۔ عود اول ”قریب“

۴۔ عود دوم ”نافل“

۵۔ عود اول ”وفات“ ندارد۔

۶۔ تاریخ تحریر صرف خطوط غالب ”مرتبہ مولوی ہمیش میں ہے۔“

ص ۱۴۹۸

۱۔ ”خطوط غالب“ ”ہول اور یہیں“ ندارد۔

- ۲۔ عود دوم "لکھا تھا" تھا۔ زائد۔
- ۳۔ اردوئے معلیٰ، عود اول و دوم۔ مولوی احمد حسن عرشی ... اور کب تھے "نہ دارد"۔ یہ عبارت صرف خطوط غالب میں ہے۔
- ۴۔ اردوئے معلیٰ، عود اول و دوم "مالی" ندارد۔
- ۵۔ اردوئے معلیٰ میں یہ مصرع پورا ہے۔
- ۶۔ عود اول "نہب"۔
- ۷۔ اردوئے معلیٰ میں یہ الفاظ اور ہیں "اُس سے یہ غزل لکھوا کر بھیج دوں گا۔" اس کے بعد خط ختم ہو جاتا ہے۔ عود اول و دوم میں بھی یہ خط یہیں ختم ہو گیا ہے۔ بعد کی عبارت مولوی ہمیش کے خطوط غالب میں ہے۔

ص ۱۴۹۹

- ۱۔ عود اول و دوم اور اردوئے معلیٰ میں اس خط پر تاریخ تحریر نہیں ہے۔ مولوی ہمیش پرشاد نے ۲۲ فروری ۱۸۶۱ء درج کی ہے، لیکن یہ تاریخ تو سین میں دی گئی ہے جس کا مطلب ہے کہ اصل خط میں تاریخ نہیں ہے، یہ مولوی صاحب کا اضافہ ہے۔ انھوں نے اس تاریخ کے تعین کے دلائل پیش نہیں کیے۔
- ۲۔ خط میں غالب نے لکھا ہے کہ "سال گزشتہ ان دنوں میں میں رام پور تھا۔ مارچ ۱۸۶۱ء میں یہاں آگیا ہوں" غالب ۲۷ جنوری ۱۸۶۱ء کو رام پور پہنچے تھے اور ۲۳ مارچ ۱۸۶۱ء کو دلی پہنچ گئے۔ غالباً فروری مارچ ۱۸۶۱ء میں یہ خط لکھا گیا۔
- ۲۔ اردوئے معلیٰ، عود اول "امور" ندارد۔
- ۳۔ اردوئے معلیٰ، عود اول و دوم "و"۔
- ۴۔ عود اول و دوم "اب کے موہبی"۔
- ۵۔ تاریخ تحریر صرف "خطوط غالب" میں ہے۔
- ۶۔ یہ خط صرف خطوط غالب میں ہے۔

ص ۱۵۰۰

- ۱۔ بہ قول مولوی ہمیش "اصل خط کا جو ورق ملا اس پر اسی قدر عبارت ہے۔"

ص ۱۵۰۱

۱۔ جنون کا شعر تھا:

باعث ترک تکلف نہیں کھلتا مجھ کو
گایاں دیتے، مولے شفق من، خیر تو ہے

ص ۱۵۰۲

- ۱۔ اصل خط میں بہت سے الفاظ کاغذ کی بوسیدگی کی نذر ہو گئے ہیں۔ خطوط غالب میں یہ عبارت مکمل ہے۔ غالباً مولوی مہیش نے قیاسی تصحیح کی ہے۔
- ۲۔ اردوئے معلیٰ، عود اول و دوم "میں" ندارد۔

ص ۱۵۰۳

- ۱۔ عود اول و دوم "محل"۔
- ۲۔ تاریخ تحریر صرف "خطوط غالب" میں ہے۔

ص ۱۵۰۴

- ۱۔ اصل خط میں یہ قرات "کیا" ہے۔ یہ ہو غالب معلوم ہوتا ہے۔
- ۲۔ اصل خط کے عکس میں یہ قرات نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ عکس بنانے کے عمل میں یہ لفظ رہ گیا ہو۔ یہاں لفظ "تو" بے موقع ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ پرتھوی چند، جھنوں نے عکس تیار کیا تھا، کی کار فرمائی ہے۔

ص ۱۵۰۵

- ۱۔ اصل خط "ہوا" ندارد۔
- ۲۔ اصل خط "و" ندارد۔
- ۳۔ تاریخ تحریر صرف "خطوط غالب" میں ہے۔ مولوی مہیش نے سنہ قوسین میں دیے ہیں۔

ص ۱۵۰۸

- ۱۔ اس خط کے اصل کا عکس نقوش کے خطوط نمبر جلد ۱ میں شائع ہوا تھا۔ میرا خیال ہے کہ غزل "جنون" کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ غالب نے اس کاغذ پر اصلاح کی ہے اور خط لکھا

ہے۔

۲۔ جنون کا اصل مصرع تھا: ”صل کیا بوسہ نہیں ملتا ہمیں“ غالب نے پورا مصرع بدل دیا۔

ص ۱۵۱۰

۱۔ اصل خط ”نے“ ندارد۔ (۲) اصل خط میں یہ لفظ ”دھرنے“ ہے۔

ص ۱۵۱۱

۱۔ اصل خط ”بہ“ ندارد۔

۲۔ یہ خط پہلی بار مولوی مہیش نے ”خطوطِ غالب“ میں شائع کیا تھا۔ اس خط کے ساتھ اشعار شامل نہیں تھے۔ ”مرقعِ غالب“ میں اس خط کا عکس شائع ہوا۔ جو اس خط کے ساتھ چھاپا جا رہا ہے تو اُس میں جنون کے یہ چار شعر بھی شامل ہیں۔

۳۔ اصل خط کا عکس ”شکو“

۴۔ خط کا عکس نامکمل ہے۔ ۱۵۱۲۔ ۱۔ خط کا عکس نامکمل ہے۔

ص ۱۵۱۳

۱۔ اردوئے معلّٰی میں ”وہ غزل جو کہار..... ہو گئی“ تک کی عبارت غالب کے اُس خط کے آخر میں ہیں جس کا آغاز قبلہ ایک سو بیس آم پہنچے کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ غالب کے خطوط کے زیرِ نظر مجموعے میں اس خط کا نمبر ۲۴ ہے۔

ص ۱۵۱۴

۱۔ خطوطِ غالب میں اس کے بعد یہ عبارت اور ہے:

”کوئی دن گر زندگانی اور ہے

اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے

اس میں کوئی اشکال نہیں، جو لفظ ہیں وہی معنی ہیں۔ شاعر اپنا قصد کیوں بتائے کہ میں کیا کروں گا؟ مبہم کہتا ہے کہ کچھ کروں گا۔ خدا جانے شہر میں یا نواحِ شہر میں تکیہ بنا کر فقیر ہو کر بیٹھ رہے یا دیس پھوڑ کر پردیس چلا جائے۔

پوری کوشش کے بعد میری سمجھ میں نہیں آیا کہ جب اصل خط کے عکس میں یہ عبارت نہیں

ہے تو پھر مولوی مہیش کو کہاں سے ملی۔ مولوی صاحب ذمہ دار آدمی ہیں اپنی طرف سے
اضافہ نہیں کر سکے۔ انہوں نے اس خط میں یہ ضرور کیا ہے کہ غالب نے اپنے اشعار
کے شروع کے دو تین لفظ لکھے ہیں جبکہ مولوی مہیش نے ان الفاظ کو پورے شعر میں
بدل دیا ہے، لیکن ایک پیرا گراف کا اضافہ ہو جائے، یہ مولوی صاحب نہیں کر سکتے۔

ص ۱۵۱۶

۱۔ نقوش خطوط نمبر جلد ۱ میں یہ لفظ ”جینے“ ہے۔ حالانکہ اصل خط میں یہ لفظ صاف
”جینی“ پڑھا جاتا ہے۔ میرے خیال سے یہ کوئی طوایف تھی۔

ص ۱۵۱۷

۱۔ اصل خط ”مصرع“

۲۔ اردوے معنی ”اغلاط و اسقام“

۳۔ اردوے معنی میں خط ۲۵ بھی اسی خط کا آخری حصہ ہے، جبکہ خطوط غالب، غود اول و
دوم میں خط ۲۵ علاحدہ خط ہے۔

ص ۱۵۲۱

۱۔ غالب نے خط کے آغاز میں تاریخ تحریر صرف ”صبح سر شنبہ ۱۳ صفر سال غفر“ لکھی
ہے۔ خط میں قاطع برہان اور منشی غلام غوث خاں بے خبر کا ذکر ہے۔ غالب نے
بے خبر کے نام (اکتوبر، نومبر ۱۸۶۲ء) خط میں جو کچھ لکھا تھا، اُس سے اندازہ ہوتا
ہے کہ زیر نظر خط ۱۸۶۲ء میں لکھا گیا ہوگا۔ غالب نے ”سر شنبہ“ لکھا ہے لیکن تقویم کی
رو سے یہ ”دوشنبہ“ ہے۔

ص ۱۵۲۲

۱۔ شعر یہ ہے :

ہر یک ز گل و لال چہار رنگ برآورد

رخسار تو زیں ہر دو جدا رنگ برآورد

ص ۱۵۲۳

۱۔ اردوے معنی ”بھجوا یا“ ندارد۔

ص ۱۵۲۵

۱۔ غالب نے ہجری اور عیسوی تاریخیں اور مہینے لکھے ہیں سنین نہیں۔ یہ سنین ۱۲۸۰ء اور ۱۸۶۳ء ہونے چاہئیں۔ ہاں، تقویم کی رو سے ۵ جمادی الاول کو ۱۸ اکتوبر ہے ۱۹۰۷ء

ص ۱۵۲۶

۱۔ ذکا کا شعر یہ تھا:

ساقی ابھی چھنی کو پنجوڑیں تو نکل آئے

پانی جو سکندر کو میسر نہ ہوا تھا

ذکا کا مطلع تھا:

نافل کبھی مجھ سے وہ ستم گر نہ ہوا تھا

یعنی مجھے اندیشہ محشر نہ ہوا تھا

مطلع ثانی تھا:

لائے تجھے یاں تک مجھے باور نہ ہوا تھا

عاشق تری دلالہ پہ میں ور نہ ہوا تھا

ذکا کا شعر:

رکھ چھوڑا دہیں عالم بالا پہ قضا نے

طوبی جو ترے قد کے برابر نہ ہوا تھا

ذکا کا شعر تھا:

اچھا کیا پچھلے سے جو رخصت کی سادی

مرنے کا مرے وقت مقرر نہ ہوا تھا

مقطع غالب کی تعریف میں:

قائل ہوں میں غالب کے ذکا طرز سخن کا

ایسا کوئی دلی میں سخنور نہ ہوا تھا

۲۔ دیوان صائب کا وہ قلمی نسخہ جو حبیب اللہ ذکا کی ملک رہ چکا ہے، حیدر آباد کی میٹرو

لائبریری میں محفوظ ہے۔ مرزا حسین علی خاں مرحوم جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد کے شعبہ انگریزی میں استاد تھے، انھوں نے یہ خط نگار (اپریل ۱۹۵۹ء، ص ۱۰-۹) میں شائع کرایا تھا۔ وہیں سے میں نے غالب کی نادر تحریریں "میں اور سید مرتضیٰ حسین فاضل نے اردوے معلیٰ" جلد دوم میں نقل کیا تھا۔

۳۔ غالب نے نواب ٹمس الامرا مختار الملک میر تراز علی خاں کی مدح میں ایک قصیدہ بھیجا تھا۔ غالباً ٹریسٹھ اشعار کا وہی قصیدہ ہے جو کلیات غالب میں شامل ہے اور جس کا مطلع ہے۔

در مدح سخن چسباں نگویم
شرطست کہ داستان نگویم

ص ۱۵۲۷

۱۔ نگار (اپریل ۱۹۵۹ء) میں تاریخ تحریر نہیں دی گئی۔ ڈاکٹر ضیاء الدین شکیب نے غالب اور ذکا (ص ۲۸) میں ہجری اور عیسوی تاریخیں درج کی ہیں۔

ص ۱۵۲۸

۱۔ تقویم کی رو سے ۲۸ نومبر کو شنبہ ہے
۲۔ اردوے معلیٰ مجتبائی میں ۳ ذی الحجہ مطابق یکم مئی سال حال ہے۔ یہ سنین ۱۲۸۲ھ اور ۱۸۶۵ء میں اور عیسوی تاریخ یکم مئی نہیں ۲۹ اپریل ہے

ص ۱۵۳۲

۱۔ غالب نے تاریخ تحریر صرف ہجری میں لکھی ہے۔

ص ۱۵۳۳

۱۔ اردوے معلیٰ مجتبائی میں ۱۸۷۰ء ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے۔

ص ۱۵۳۴

۱۔ غالب کا یہ بیان درست نہیں۔ غالب نے کھلتے ہیں گورنر جنرل کے دربار میں شرکت ضرور کی تھی لیکن انھیں خلعت نہیں ملا تھا۔ اگرچہ ابھی تک کوئی ثبوت نہیں لیکن عین ممکن ہے کہ

غالب نے خلعت کی درخواست کی ہو، اگر غالب نے خلعت کے لیے درخواست کی تھی تو وہ منظور نہیں ہوئی۔

۲۔ اردوئے معلیٰ، مجتہائی میں تاریخ تحریر خط کے شروع میں ہے۔

ص ۱۵۳۵

۱۔ اردوئے معلیٰ مجتہائی "لکھو" ندارد۔

ص ۱۵۳۶

۱۔ اردوئے معلیٰ مجتہائی "سونگ" بجائے "سونگھ"۔

۲۔ غالب نے صرف ہجری تاریخ لکھی ہے۔

ص ۱۵۳۸

۱۔ نواب یوسف علی خاں ناظم بقول مولانا عرشی "اس سال ۱۲۸۶ھ" میں عارضہ سرطان میں مبتلا ہو کر مسلسل چھ ماہ تک علیل رہے۔ غالب کے خطوط میں اس بیماری کا پہلی بار ذکر نواب یوسف علی خاں ناظم کے نام ایک خط مورخہ ۸ نومبر ۱۲۸۶ھ میں آیا ہے۔

ص ۱۵۳۹

۱۔ منشی سل چند نے غالب کے خط مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۲۸۶ھ کے جواب میں جو خط لکھا تھا، اُس میں لکھا تھا "ایک مادہ تاریخ کا فدوی نے نکالا ہے، سو عرض کرتا ہوں۔ امیدوار ہوں کہ اس کے دو شعر موزوں فرما کر عنایت نامہ موسومہ فدوی کے میں عنایت فرمائیے؛

کاٹ کر سر اعدا عرض کر تو اے منشی

بندگانِ عالی کا آج غسلِ صحت ہے

اس شعر کا مصرع ثانی مادہ تاریخ ہے۔ چوں کہ اس کے اعداد ۱۲۸۶ھ ہوتے ہیں۔ اس لیے ایک عدد کا تخریج کیا گیا ہے۔ فقرہ "کاٹ کر سر اعدا" بتاتا ہے کہ اگر سر اعدا یعنی حرف الف کے عدد کو جو ایک ہے، مادہ تاریخ میں سے کم کر دیا جائے تو اعدادِ مطلوبہ ۱۲۸۵ھ حاصل ہو جائیں گے۔ چوں کہ یہ امر قاعدہ تاریخ گوئی کے عین مطابق ہے، اس لیے مرزا صاحب نے اس پر جو اعتراض کیا ہے، وہ درست نہیں۔ مولانا امتیاز علی خاں

عرشی، مکاتیب غالب (چھٹا ایڈیشن) ص ۱۹۴

۲۔ شاہ کبیر الدین سہرام کے ایک بزرگ تھے۔ بہ قول مولانا عرشی ان کے حالات کا علم نہ ہو سکا۔

۳۔ اگلا مہینہ رجب کا نہیں رمضان کا تھا۔ غالب سے سہو ہوا ہے۔
ص ۱۵۴۰

۱۔ خط پر تاریخ تحریر نہیں۔ غالب نے منشی جی سے اس خط کی نقل مانگی ہے جو نواب یوسف علی خاں ناظم کے نام غالب نے ۲۲ مارچ ۱۸۶۵ء کو لکھا تھا۔ وہ خط فارسی میں ہے اور مکاتیب غالب میں شامل ہے۔ اس لیے یہ اردو خط مارچ یا اپریل ۱۸۶۵ء میں لکھا گیا ہوگا۔

۲۔ مولانا عرشی نے یہ تینوں قصیدے مکاتیب غالب (چھٹا ایڈیشن ص ۲۰۲ - ۱۹۶) میں نقل کیے ہیں۔

ص ۱۵۴۱

۱۔ اصل "جواب" ندارد

۲۔ غالب نے تاریخ تحریر میں صرف ۱۱ جون لکھا ہے۔ احسان حسین خاں اور ان کے بھائی منظر حسین خاں ۱۸۶۵ء میں لکھنؤ سے رام پور آئے ہیں، اس لیے یہ خط ۱۸۶۵ء میں لکھا گیا۔

۳۔ اصل خط "کی" ندارد

۳۔ غالب نے خط پر تاریخ تحریر نہیں لکھی۔ مولانا عرشی نے خط کے متن سے تاریخ کا تئیں کیا ہے۔

ص ۱۵۶۵

۱۔ اس خط کا عکس مجھے کاغذاتِ مہیش پر شاد میں ملا تھا۔ اکبر علی خاں صاحب نے بھی مجھے اس کا عکس بھیجا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ انھیں دلی کے کباڑی بازار میں ایک بڑا سا لفافہ ملا تھا جس پر مہیش پر شاد لکھا ہوا تھا۔ لفافے کے اندر اس خط کا عکس تھا۔ اکبر علی خاں صاحب

نے جو خط بھیجا تھا اس میں دو لفظ اڑسے ہوئے تھے۔

ص ۱۵۶۷

۱۔ تاریخ صحافت "نگار" ندارد۔

۲۔ بہ قول مولانا امداد صابری "اکمل الاخبار" اکتوبر ۱۸۶۵ء کے شمارے میں یہ خط چھپا تھا۔

ص ۱۵۶۸

۱۔ منشی نول کشور کے نام غالب کا یہ خط اودھ اخبار (۲۳ ستمبر ۱۸۶۲ء) میں شائع ہوا تھا۔ اودھ

اخبار کا یہ شمارہ غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ یہ خط مہتمم اودھ اخبار کے نام ہے۔ ظاہر ہے یہ حیثیت منشی نول کشور کی تھی۔

۲۔ اودھ اخبار "الور کے" کے "زائد"۔

ص ۱۵۶۹

۱۔ غالب کا یہ خط اودھ اخبار کے ۲۳ ستمبر ۱۸۶۲ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا اس لیے ستمبر ۱۸۶۲ء میں لکھا گیا ہوگا۔

۲۔ منشی نول کشور کے نام غالب کا یہ خط اودھ اخبار (۲۵ مارچ ۱۸۶۳ء) میں شائع ہوا تھا، جہاں سے سید مرتضیٰ حسین فاضل صاحب نے نکار (لکھنؤ، جون ۱۹۵۱ء ص ۳۸) میں اور اردو سے معنی مرتبہ فاضل میں نقل کیا ہے۔ دونوں کے متن میں کم سے کم چھ اختلافات نسخ ہیں۔

ص ۱۵۷۰

۱۔ یہ خط اودھ اخبار کے ۲۵ مارچ ۱۸۶۳ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا، اس لیے اوائل مارچ ۱۸۶۳ء میں لکھا گیا ہوگا۔

ص ۱۵۷۱

۱۔ تاریخ تحریر میں غالب نے صرف "۸ ذی قعدہ" لکھا ہے۔ "پرستان خیال" کی طباعت ۱۲۸۱ھ میں ہوئی تھی۔ اس لیے یہ خط ۸ ذی قعدہ ۱۲۸۱ھ کو لکھا گیا ہوگا۔

ص ۱۵۷۲

۱۔ "انشائے سبب گل" میں تاریخ تحریر صرف ۹ ذی قعدہ ہے۔

ص ۱۵۴۳

- ۱۔ یہ خط مشفق خواجہ صاحب کی دریافت ہے۔
 - ۲۔ صاحب اجنٹ۔ سے مراد "طامس تھیافس شکاف" ہے، جو دلی کے ریڈیٹ ٹ تھے۔ غالب نے ان کی مدح میں پندرہ اشعار کا مدحیہ قصیدہ کہا تھا۔ قسطے کا پہلا شعر ہے:
- امین ملک و ممالک معظم الدولہ
امیر نشان و کریم ابر نوال
- قسطے کے آخری دو شعروں سے پتہ چلتا ہے کہ شکاف کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔

ص ۱۵۴۴

- ۱۔ یہ خط انجمن ترقی اردو کے سہ ماہی رسالے اردو (اپریل ۱۹۴۲ء، ص ۱۵۲-۱۵۱) میں شائع ہوا تھا۔ اسے عبدالحق کے نام بتایا گیا تھا، بعد کی تحقیق سے پتا چلا کہ یہ خط حکیم غلام نجف خاں کے نام ہے۔ غالب کے خطوط (جلد دوم) میں حکیم غلام نجف خاں کے نام غالب کے ۲۳ خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ ان دونوں خطوط کو شامل کر کے کل تعداد ۲۵ ہو گئی۔

ص ۱۵۴۶

- ۱۔ صغیر بلگرامی کے نام غالب کے چھ خط ملتے ہیں۔ خط ۱ "مرقع فیض" اور جلوہ خضر (جلد دوم) اور خط ۲ اور ۳ "انشائے سبد گل" "مرقع فیض" اور جلوہ خضر (جلد دوم) خط ۴ "جلوہ خضر" خط ۵ "انشائے سبد گل" "مرقع فیض" اور "جلوہ خضر" میں اور خط ۶ "جلوہ خضر" (جلد دوم) میں شائع ہوئے تھے۔ ان تینوں کتابوں میں شائع ہونے والے متن کی بنیاد پر مشفق خواجہ صاحب نے ان خطوط کو مرتب کر کے "غالب اور صغیر بلگرامی میں شائع کیا ہے۔" "انشائے سبد گل" کا دنیا میں ایک ہی نسخہ ہے جو مشفق خواجہ صاحب کے پیش نظر تھا اور دوسرے خواجہ صاحب نے یہ متن بہت محنت سے مرتب کیا ہے، اس لیے میں اُن کے شکریے کے ساتھ اُن کی اجازت سے خطوط غالب میں اُن کا مرتب کیا ہوا متن اور حواشی شامل کیا ہوں۔

۲۔ مرقع فیض "صاحب" ندارد۔

۳۔ مرقع فیض میں یہ خط یہیں تک نقل کیا گیا ہے۔

ص ۱۵۷۷

۱۔ جلوہ خضر میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ یہ خط "دہم ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ ہجری یوم سہ شنبہ کو مارہرہ

میں صغیر کو ملا۔ (تقویم کے مطابق عیسوی تاریخ ۱۷ مئی ۱۸۶۲ء گویا غالب نے یہ خط ۱۲ مئی

۱۸۶۲ء مطابق ۵ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ کو لکھا۔ مولانا مہر نے خطوط غالب میں اس کی تاریخ

۱۲ ذی الحجہ درج کی ہے، جو درست نہیں۔

غالب نے مذکورہ خط ارسال کرنے سے ایک روز قبل ایک مطبوعہ کتاب کا پارسل بھی صغیر

کے نام بھیجا تھا۔ یہ مطبوعہ کتاب "مثنوی ابرہ گہر" تھی، جو صغیر کو غالب کے خط سے قبل ملی۔

۲۔ مرقع فیض، جلوہ خضر "جناب" ندارد۔

۳۔ جلوہ خضر جلد دوم اور حکم دیا ہے "ندارد۔

۴۔ جلوہ خضر جلد دوم "ریاضت کہاں" تک کی عبارت نقل کر کے ۱۲ "غالب کا اضافہ

کر دیا گیا ہے۔

ص ۱۵۷۸

۱۔ مرقع فیض میں یہ خط یہیں ختم ہو جاتا ہے۔ پھر "نجات کا طالب غالب" لکھ کر یوم انیس

پنجم ذی الحجہ ۱۲۷۸ھ کے الفاظ درج کیے گئے۔ مشفق خواجہ صاحب نے اس تاریخ کے

بارے میں بالکل درست لکھا ہے کہ سنہ اور تاریخ دونوں غلط ہیں۔

"انشائے سب گنل" اور "جلوہ خضر" میں تاریخ نہیں لکھی گئی۔ مرقع فیض میں تاریخ اور سنہ

دونوں صریحاً غلط ہیں۔ یہ خط مثنوی "صبح امید" کی اصلاح کے ساتھ آیا تھا۔ مثنوی ۸ ذی الحجہ

۱۲۸۰ھ کو لکھی گئی تھی، اگر یہ دوسرے دن (۹ ذی الحجہ) ڈاک کے حوالے کی گئی ہو تو

غالب کو پوچھتے یا پانچویں روز (۱۳ یا ۱۴ ذی الحجہ) ملی ہوگی۔ تقویم کے مطابق ۱۲۸۰ھ میں ۹ ذی

۲۶ ذی الحجہ کو جمعرات کا دن پڑتا ہے۔ اس لیے یہ خط انہیں دو تاریخوں میں سے کسی

ایک میں غالب نے لکھا ہوگا۔

۶۔ جلوہ خضر، جلد دوم "نور چشم"

۷۔ مرقع فیض "حضرت" ندارد۔

۸۔ جلوہ خضر (جلد دوم) "احمد" کے بعد "صاحب" کا اضافہ۔

ص ۱۵۷۹

۱۔ جلوہ خضر اور مرقع فیض "جمع ندارد۔"

۲۔ مرقع فیض میں خط یہاں ختم ہو جاتا ہے۔

۳۔ جلوہ خضر (جلد دوم) نقطے ندارد۔

۴۔ جلوہ خضر (جلد دوم) "رقم" بجائے "رقعہ"

۵۔ تاریخ صرف ہجری میں دی گئی ہے۔

۶۔ اس خط کا ایک حصہ "نادر خطوط غالب" میں چھپا تھا۔ رسل نے یہ حصہ سید وحی احمد بلگرامی کے

"سش ص" سے نقل کیا تھا۔ بعد میں یہ خط مکمل صورت میں "مرقع فیض" سے اخذ

کر کے "آج کل" دہلی کے اگست ۱۹۵۲ء کے شمارے میں قاضی عبدالودود نے چھپوایا

تھا۔ مولانا مہر نے "نادر خطوط غالب" سے "نامکمل خط" خطوط غالب "جلد دوم (ص ۷۶)

میں شامل کیا اور ساتھ ہی "آج کل" سے مکمل خط بھی شامل کر لیا (خطوط غالب دوم ص ۷۶)

اور اس میں سے وہ عبارتیں نکال دیں جو "نادر خطوط غالب" میں آچکی تھیں۔ اس طرح

خطوط غالب "میں اس ایک خط کے دو خط بن گئے۔"

۷۔ مرقع فیض۔ یارب وہ کون شکایت نہیں "ندارد۔"

۸۔ جلوہ خضر (جلد دوم) "ذہین"

۹۔ جلوہ خضر (جلد دوم) "ملایم و مناسب"

۱۰۔ جلوہ خضر (جلد دوم) "تین" ندارد۔

۱۱۔ جلوہ خضر (جلد دوم) "لکھتے ہیں" "ہیں" زائد۔

۱۲۔ جلوہ خضر (جلد دوم) "کے میں" "ہیں" زائد۔

۱۳۔ صفیر بلگرامی نے "جلوہ خضر" جلد دوم میں اس پر حاشیہ لکھا ہے کہ "اصل حقیقت یہ ہے کہ بندہ صفیر نے حضرت غالب کو لکھا تھا کہ پٹنہ کے لوگ آپ کے معما اور چیتان کے مشتاق ہیں کہ ان لوگوں نے آپ کو معما میں کامل سنا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت غالب نے تحریر فرمائی " (ص ۲۲۲)

۱۴۔ یہاں صفیر بلگرامی نے حاشیہ لکھا ہے کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ میں نے خط جو حضرت کو بھیجا تھا اس کے القاب میں حضرت کا خطاب نجم الدولہ دبیر الملک نواب اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ بھی لکھا تھا اور "پرستان خیال" ترجمہ "بوستان خیال" میں جو شعرا کی فہرست ہے، اس میں یہ خطاب نہیں لکھا اور محمد رضا برق کا خطاب لکھا تھا۔ حضرت نے جب "پرستان خیال" کو دیکھا تو یہ شکایت مجھے لکھی۔ (جلوہ خضر جلد دوم، ص ۲۲۲)

۱۵۔ "انشائے سبگل" اور "جلوہ خضر" (جلد دوم) میں یہاں نقطے ہیں جس کا مطلب ہے کہ کچھ عبارت ترک کر دی گئی ہے۔ "مرقع فیض" میں نقطے نہیں ہیں۔

ص ۱۵۸۰

- ۱۔ جلوہ خضر (جلد دوم) "کیا ندارد۔"
- ۲۔ مرقع فیض "کیوں حضرت..... نعم البدل نہیں" ندارد۔
- ۳۔ مرقع فیض اور جلوہ خضر (جلد دوم) میں ہجری تاریخ ہے۔ ۲۵ ذی قعدہ کو تقویم کی رو سے جمعہ ہے شنبہ نہیں۔
- ۴۔ قاضی عبدالودود نے ثابت کیا ہے کہ صفیر بلگرامی کے نام غالب کا یہ خط جعلی ہے۔ آج کل ماہانہ، دہلی اگست ۱۹۵۲ء) مشفق خواجہ کو قاضی صاحب کی اس رائے سے اتفاق نہیں۔ انھوں نے جو دلائل دیے ہیں مجھے اُن سے اتفاق ہے۔
- (غالب کا یہ خط متنازع فیہ ہے) اس کی تفصیل یہ ہے کہ صفیر کے پوتے سید وصی احمد بلگرامی مرحوم نے رسالہ "ندیم" کیا، بہار نمبر ۹۲۵ء میں "سش ص" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا، اس میں انھوں نے صفیر کے خط کا ایک حصہ (ملازمت ۲.... تا....) شباب "کے بدلے" نقل کیا اور غالب کا ایک خط بھی درج کیا، لیکن اس کے بعض الفاظ

حذف کر کے متعلقہ مقامات پر نقطے لگا دیے۔ رسا ہمدانی نے غالب کا خط ”نادر خطوط غالب“ (ص ۵۸-۵۷) میں نقل کیا۔ انہوں نے یہ خط سشس ص سے اخذ کیا اور سید وحی احمد کے پیش کردہ متن سے نقطے حذف کر کے عبارت کو مسلسل کر دیا۔ نیز شروع میں مقام و تاریخ (دہلی، ۲۸ نومبر ۱۸۶۳ء) کا اور آخر میں ”نجات کا طالب“ غالب کے الفاظ کا اضافہ کر دیا۔ تفصیلی دلائل کے لیے ملاحظہ ہو: مشفق خواجہ کی غالب اور صفیر بلگرامی، کراچی، ۱۹۸۱ء، ص ۸۲-۸۸

ص ۱۵۸۲

- ۱۔ جلوۂ خضر (جلد دوم) ”رہبانڈنٹ“
- ۲۔ جلوۂ خضر (جلد دوم) ”نجات کا طالب غالب“ ندارد۔
- ۳۔ جلوۂ خضر (جلد دوم) ”چار“۔ تاریخ صرف ہجری سنہ میں دی گئی ہے۔

ص ۱۵۸۳

- ۱۔ مکاتیب غالب (پہلا ایڈیشن) ”اپنی“
- ۲۔ لارڈ لارنس سے مراد ہے۔
- ۳۔ چارلس سائڈرس سے مراد ہے۔
- ۴۔ اصل تلفظ ”ریونیو بورڈ“ ہے۔

ص ۱۵۸۴

- ۱۔ بہ قول مولانا عرشی ”لفافے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اسے لکھ تو ۲۳ تاریخ ہی کو لیا تھا، مگر ارادہ تھا کہ ۲۵ کو پوسٹ کرائیں گے۔ اس لیے ۲۵ مارچ تاریخ لکھ دی تھی۔ بعد ازاں ازراہ عجلت ۲۳ ہی کو ڈاک میں ڈلوادیا۔ اسی لیے متن میں تاریخ تحریر ۲۳ مارچ کر دی ہے۔

ص ۱۵۸۵

- ۱۔ محمد حسین خاں کے نام غالب کے تین خطوط دبذب سکندری درام پور، یکم جولائی ۱۸۸۹ء کے شمارے میں شائع ہوئے تھے جہاں سے اثر درام پوری نے آج کل (نئی دہلی، ستمبر ۱۹۷۱ء)

میں شائع کیے۔ یہاں آج کل سے نقل کیے جا رہے ہیں۔

ص ۱۵۸۶

۱۔ غالب نے محمد حسین خاں کے نام خط میں پانچ شعر کا یہ قطعہ لکھا ہے اور تین دن بعد یعنی ۱۴ اپریل کو نواب کلب علی خاں کو جو خط لکھا اس میں بھی یہ قطعہ لکھا ہے لیکن صرف تین شعر لکھے ہیں اور دو شعروں کا متن بہت مختلف ہے۔ میرا خیال ہے کہ پہلے غالب نے پانچ اشعار کا قطعہ کہا تھا۔ بعد میں دو شعر قلمزد کر دیے اور باقی تین شعروں میں سے دو شعروں میں کافی تبدیلی کر دی۔

۲۔ خط نامکمل معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ غالب نے کوئی ایسی بات لکھی ہو جسے چھاپنا مناسب نہ سمجھا گیا ہو۔

ص ۱۵۸۷

۱۔ یہ خط بھی نامکمل نقل ہوا ہے۔

۲۔ غالب نے صرف جبری تاریخ لکھی ہے۔

۳۔ غالب کا یہ خط رضا لاہوری رام پور میں محفوظ ہے۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی مرحوم نے مکاتیب غالب (چھٹا ایڈیشن) میں نقل کیا ہے۔

۴۔ اصل مسودہ "کے" ندارد۔

ص ۱۵۸۹

۱۔ مولوی ہاشم پرشاد نے غالب کے خطوط دو جلدوں میں مرتب کیے تھے۔ پہلی جلد شائع ہو گئی تھی۔

دوسری جلد مرتب تو ہو گئی تھی لیکن مولوی صاحب ابھی اس پر نظر ثانی کر رہے تھے کہ خدا کو پیارے ہو گئے۔ انجمن ترقی اردو (ہند) نے دوسری جلد کا مسودہ اور غالب سے متعلق مولوی صاحب کے تمام کاغذات حاصل کر لیے۔ افسوس ہے کہ دوسری جلد کا مسودہ تو انجمن سے غائب ہو گیا، کاغذات البتہ محفوظ ہیں لیکن بہت خستہ حالت میں۔ پانی میں بھینگنے کی وجہ سے کچھ کاغذات آپس میں چپک گئے ہیں۔ اور کچھ کی سیاہی اڑ گئی ہے۔

سہ ماہی "حیات نو" پانی پت میں قاضی عبدالرحمن تحسین پانی پتی کے کلام پر غالب کی اصلاحیں

قطوار اکتوبر ۱۹۳۳ء، جنوری ۱۹۳۴ء، اپریل ۱۹۳۴ء، جولائی ۱۹۳۴ء، اپریل ۱۹۳۵ء کے شماروں میں شائع ہوئی تھیں۔ ان اصلاحوں کے ساتھ خطوط کی وہ عبارتیں شائع ہوئیں جو غالب نے لکھی تھیں۔ مولوی مہیش پرشاد نے یہ سب اصلاحیں بصورتِ خطوط نقل کر رکھی ہیں۔ انہی کے کاغذات سے یہ خطوط نقل کیے گئے ہیں۔ میں نے "حیاتِ نو" کے فائل کی بہت تلاش کی۔ پانی پت اور ہریانہ کی بیشتر لائبریریاں کھنگال ڈالیں لیکن کہیں نہیں ملا۔ "حیاتِ نو" کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "غالب کے خطوط" جلد دوم ص ۹۶۳-۹۶۴۔ جس کاغذ پر مولوی صاحب نے یہ خط نقل کیا ہے اس کی پیشانی پر لکھا ہے (دیکھو حیاتِ نو جولائی ۱۹۳۵ء) اس کا مطلب ہے کہ یہ اس شمارے کا حوالہ ہے جس میں یہ خط شائع ہوا تھا۔

۲۔ مہیش کاغذات میں یہ خط دوبار نقل ہوا ہے۔ ایک کاغذ پر خط کے آخر میں تاریخ تحریر "۲۲ دسمبر" ہے اور دوسرے کاغذ پر یہ تاریخ ۲۲ دسمبر ۱۸۹۱ء ہے۔ یہاں ۱۸۹۱ء قوسین میں ہے۔

ص ۱۵۹۴

۱۔ مہیش کاغذات میں ایک کاغذ پر تحمین کی تیرہ اشعار پر مشتمل ایک فارسی غزل نقل کی گئی ہے۔ غزل پر غالب کی اصلاح ہے۔ اس کاغذ کے حاشیہ پر غالب کا خط نقل ہوا ہے اور کاغذ کی پیشانی پر قوسین میں "حیاتِ نو اپریل ۱۹۳۵ء" لکھا ہوا ہے۔

ص ۱۵۹۵

۱۔ مہیش کاغذات "نوہ"

ص ۱۵۹۶

۱۔ یہ خط سید قدرت صاحب نقوی کی دریافت ہے۔ انہوں نے ہی یہ خط مجھے عنایت فرمایا ہے۔ خط میں نوروز علی خاں اور احسان خاں کا ذکر آیا ہے۔ غالب نے غلام حسنین قدر بلگرامی کے نام (مورخہ ۱۴ فروری ۱۸۹۲ء) خط میں نوروز علی خاں کا اور منشی سیل چند کے نام (مورخہ ۱۱ جون ۱۸۹۲ء) خط میں احسان حسین خاں کا ذکر کیا ہے۔ پروفیسر نذیر احمد کا غالب نامہ (نئی دہلی جنوری ۱۹۹۱ء) میں اس خط پر عالمانہ مقالہ شائع ہوا۔ نذیر صاحب کو اس خط کے اصلی ہونے پر شبہ ہے۔ میرا بھی خیال ہے کہ جب تک کچھ اور شواہد نہیں ملیں اسے اصل نہیں سمجھنا چاہیے۔

۱۔ حکیم ظہیر الدین دہلوی کے نام یہ خط اکبر علی خاں عرشی زادہ نے ہماری زبان میں شائع کرایا تھا لیکن انھوں نے اپنے ماخذ کی نشان دہی نہیں کی۔

جهانِ غالب

فہرست

صفحات	مضامین	صفحات	مضامین
۱۹۹۱	اشرف علی حکیم میر	۱۹۵۳	آزاد، الگزٹڈر ہیدرلی
"	اشک، مولوی ہادی علی	۱۹۵۴	آزردہ، مفتی صدرالدین
۱۹۹۲	الگزٹڈر اسکندر	"	آشوب، امداد علی
۱۹۹۳	الہی بخش مرزا	"	آغا جان، منشی
۱۹۹۴	امام الدین خان، حکیم	۱۹۵۵	آغا سلطان
۱۹۹۵	امجد علی شاہ	"	آغا محمد حسین شیرازی
"	امداد حسین منشی	"	ابن سینا، ابوعلی الحسین بن عبداللہ
"	امواجان، مرزا	۱۹۵۶	ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت
"	امید سنگھ، رائے	"	اجرٹن، قلیپ ہنری
۱۹۹۶	امیر خسرو، ابوالحسن نام اور	۱۹۵۷	احسن اللہ خاں
	یمین الدین لقب	۱۹۵۸	احمد بخش خاں، نواب
۱۹۹۷	امیر علی، میر	۱۹۵۹	احمد حسین خاں،
"	انوار الحق، مولوی	"	احمد حسین، میر
۱۹۹۸	انوری، اوحید الدین محمد	"	احمد علی، میر
"	اہلی شیرازی، شیخ محمد	"	اڈمنسٹن جارج فریڈرک
"	ایاز	۱۹۶۰	ارشاد حسین خاں
"	بالمکند	"	اسفندیار بیگ

صفحات	مضامین	صفحات	مضامین
۱۶۷۹	حزین، شیخ جمال الدین ابوالمعالی [محمد علی	۱۶۷۸	بدر الدین خاں، خواجہ امان
۱۶۸۰	حسن علی	۱۶۷۹	بقا حکیم
"	حسن علی خاں	"	بلونت سنگھ، راجا بھرتپور
"	حکمت اللہ	۱۶۸۰	بلیک صاحب
۱۶۸۱	حمزہ خاں	"	بے صبر، منشی بال مکند
"	حیا، مرزا رحیم الدین	۱۶۸۱	بی وفادار
۱۶۸۲	خاقانی، حسان العجم افضل الدین [(بدیل - ابراہیم)	۱۶۸۲	بیدل، عبد القادر
"	خوب چند چین سکھ	"	بہاری لال، منشی
"	ذوق، محمد ابراہیم	"	بھگوان پرساد مسل خواں، منشی
"	راضی، رند، دیوان جانی بہاری لال	"	پتمبر سنگھ
۱۶۸۳	راقم، خواجہ مرزا قمر الدین عرف [خواجہ مرزا	"	ساج محل بیگم
۱۶۸۵	رام سنگھ، تھارا جا	"	تفضل حسین خاں، میر
"	راول	۱۶۸۴	تفضل حسین خاں، نواب
۱۶۸۶	رحیم بخش	"	ٹریولن، سر چارلس ایڈورڈ، بیرونٹیٹ
"	رسوا، میر احمد حسین	۱۶۸۵	جان جاکوب، جان جیکب
"	رقیہ بیگم	۱۶۸۶	جانی بیج ناتھ
"	مرزا فخر	"	جعفر علی مولوی
۱۶۸۸	روشن الدولہ، منیر الملک محمد حسین [خاں بہادر قائم جنگ	۱۶۸۷	جواں بخت، مرزا
		"	جیون لال، منشی
		۱۶۸۸	حافظ شمس الدین
		"	حامد علی خاں، نواب میر

صفحات	مضامین	صفحات	مضامین
۱۶۹۵	ضیاء الدولہ بہادر، نواب حکیم [۱۶۸۸	مولانا روم
"	سعد الدین احمد خاں	"	ریٹی گن سرولیم ہنری
"	ظفرا، ملا ظفرا سے مشہدی	۱۶۸۹	زینت محل
"	ظفرا، بہادر شاہ	"	سانڈرس، سی، بی
۱۶۹۷	ظہوری ترشیزی، نور الدین محمد	۱۶۹۰	سعدی، شیخ مصلح الدین
"	ظہیر قاریابی، ظہیر الدین	"	سلمان سادجی، ملقب بہ خواجہ
"	عارف، مرزا زین العابدین خاں	"	جمال الدین
۱۶۹۹	عباس شاہ، مرزا	۱۶۹۱	سنائی، حکیم ابوالمجد مجدد
"	عراقی ہمدانی، ابراہیم ملقب بہ ["	سید محمد نصیر عرف نواب جان
"	فخر الدین	"	شاد، گنگا پر شاد
"	عرفی، سید محمد جمال الدین لقب	۱۶۹۲	شاداں، مرزا حسین علی خاں
۱۷۰۰	عزت، مولوی غیاث الدین	"	شاہجہاں، ابوالمظفر شہاب الدین
"	عطارد اللہ خاں، نواب	۱۶۹۳	شاہ محمد اعظم
۱۷۰۱	علی اصغر خاں بہادر	"	گیلانی
"	علی بخش خاں	"	شفیع احمد
۱۷۰۲	علی حسین خاں عرف	"	شوکت بخاری، محمد
"	علی محمد بیگ، مرزا	"	شیودان سنگھ
"	غلام اللہ خاں، حکیم	۱۶۹۴	شیوجی رام برہمن
"	غلام عباس، سیف الدولہ، میر	"	صاحب سنگھ
۱۷۰۳	بڈھے صاحب	"	صائب، مرزا محمد علی
"	کالے صاحب	"	صفا کرامت علی
۱۷۰۴	فخر الدین، مولانا		

صفحات	مضامین	صفحات	مضامین
۱۴۱۱	محمود خاں، حکیم	۱۴۰۴	فرخ سیر، معین الدین
۱۴۱۲	محمود علی، حکیم	"	فردوسی
"	محمو، نواب غلام حسن خاں	۱۴۰۵	فیضی، شیخ ابوالفیض
"	مرزا عباس شاہ	"	قاسم، میر قاسم علی خاں
"	مرزا قیصر	"	قتیل، مرزا محمد حسن
۱۴۱۳	مرزا یوسف	۱۴۰۶	قدسی، حاجی محمد جان
"	مشرف علی، شیخ	"	قمر الدین عرف پیر جی
۱۴۱۴	منظہر الحق، مولوی	۱۴۰۷	قمر الدین خاں، مولوی
"	منظہر علی، مولوی	"	کلو
"	معروف، مرزا الہی بخش خاں	"	کلیان
۱۴۱۵	مغربی، محمد شیریں ملقب بہ شمس الدین	"	کلیم، ابوطالب
"	مکرم حسین، سید	۱۴۰۸	لارنس، جان لیٹرڈ میر
"	ملکہ معظمہ، کوئٹہ و کٹوریہ، قیصر ہند	"	لیک، لارڈ گیرڈ
۱۴۱۶	ممنون، میر نظام الدین	۱۴۰۹	مادھورام
"	من پھول، پنڈت	"	مائٹل، میر عالم خاں سہسوانی
۱۴۱۷	منجھلے، حکیم	"	متھرا داس
"	مومن، حکیم محمد مومن خاں	۱۴۱۰	محمد افضل
"	مہندر سنگھ	"	محمد بخش
۱۴۱۸	میاں خاں	"	محمد حسن، منشی
"	میر بادشاہ	"	محمد حسین تبریزی بن خلف التبریزی
"	میر جان، استاد	"	محمد علی بیگ
"	میر حسن	۱۴۱۱	محمد میر

صفحات	مضامین	صفحات	مضامین
۱۷۲۳	نورالدین، خواجہ	۱۷۱۹	میر، میر تقی
"	نہال چند، دیوان	"	میکلوڈ، سر ڈانلڈ فریٹل
"	نیاز علی	"	مینڈھوال
۱۷۲۴	واجد علی شاہ	۱۷۲۰	میسور، سر ولیم
"	واقف، نور العین	"	ناسخ، شیخ امام بخش
"	وجیہہ الزماں، مولوی	"	ناصر الدین، میر
۱۷۲۵	وزیر علی خاں ساماں، خواجہ محمد	۱۷۲۱	ناتقی، عطاء اللہ خاں
"	وزیر علی، میر	"	نریندر سنگھ، مہاراج
"	ہاشم علی خاں	۱۷۲۲	مرزا علی حیدر
"	ہر دیو سنگھ	"	نصیر الدین، میر
"	ہنری اسٹورٹ ریڈ	"	نظامی گنجوی
"	یوسف الدین حیدر، مظفر الدولہ	"	نظیری، محمد حسین
	ناصر الملک	۱۷۲۳	نعم بیگ، مرزا

۱۔ آزاد، الکزنڈر ہیدرلی (Alexander Heatherly) یہ "الک" یا الکھ کے نام سے مشہور تھے۔ غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح اور یوسف مرزا کے نام کے خطوط میں کیا ہے۔ آزاد کے دادا جمیز ہیدرلی ۱۷۹۵ء میں بیوی بچوں کے ساتھ ہندوستان آئے تھے۔ آزاد کے والد کا نام بھی جمیز ہیدرلی تھا۔ تیس سال تک برطانوی حکومت کے معمولی عہدوں پر فائز رہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد ۱۸۳۳ء میں تھبر کے نواب فیض محمد خاں کے ڈیڑھ سو روپے مہینے پر ملازم ہوئے۔ ان کا کام انگریزی دستاویزوں اور خط و کتابت کا ترجمہ کرنا تھا۔ ۱۶ اپریل ۱۸۵۹ء کو ان کا میرٹھ میں انتقال ہو گیا۔ جمیز نے پہلی شادی ایک انگریز خاتون اور دوسری شادی اُس مسلم خاتون سے کی تھی جس کے بطن سے آزاد پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جمیز ہیدرلی نے مسلم تہذیب کو اپنایا تھا اور اسی ماحول میں آزاد کی پرورش ہوئی۔

۲۔ آزاد ۱۸۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی زندگی کے بہت کم حالات کا ہمیں علم ہے۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں پر قدرت حاصل تھی۔ اردو کے اچھے شاعر تھے اور نواب زین العابدین عارف کے شاگرد تھے۔ ان کی عمر تیس سال کی تھی کہ ۱۸۶۱ء کو کسی نے الور میں انھیں گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ وفات کے وقت مرحوم الور کی آرٹیلری میں پکتان کے عہدے پر فائز تھے۔ یہ تقریر صرف ایک سال کے لیے ہو اتھا۔ ۱۸۶۳ء میں آزاد کے بڑے بھائی اور ایک دوست شوکت علی نے ان کا دیوان مبلغ احمدی آگرے سے شائع کرایا۔ یہ دیوان ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

ملاحظہ ہو : European and Indo European Poets of Urdu and

Persian, pp. 70-79

مزید مطالعے کے لیے : غالب کا ایک فرنگی شاگرد مولانا عبدالمجید دریا بادی، معارفِ عظم گڑھ اردو کا ایک ہند برطانوی شاعر از نثار احمد فاروقی، مشمولہ دراسات مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۷۸ء

۱۹۲۲ء۔ خم خانہ جاوید، جلد ۱ ص ۲۷۔ سخن شعرا، ص ۲۲۔ قطعہ منتخب، ص ۷۔ الگزینہ مہدی علی آزاد ناظر حسن، آجکل، دہلی، مئی ۱۹۵۷ء۔

۲۔ **آزردہ مفتی صدر الدین** : ان کا ذکر مجروح، عبدالرزاق شاگر، مولوی عزیز الدین سید احمد حسن مودودی، علانی اور کلب علی خاں کے نام کے خطوط میں آیا ہے۔ آزردہ لطف اللہ کشمیری کے صاحبزادے تھے۔ ۱۹۰۲ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ علوم عقلی و نقلی کے ماہر تھے۔ عربی اور فارسی زبان و ادب پر بھی غیر معمولی قدرت تھی۔ شعر گوئی سے بھی دل چسپی تھی اور آزردہ تخلص کرتے تھے۔ ۱۶ جولائی ۱۸۶۸ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔ پروفیسر مختار الدین احمد نے آزردہ کی چھ اسی تصنیفات کا تعارف کرایا ہے جو دست برد زمانہ کی نذر ہو گئیں، اور پانچ اسی تصنیفات کی تفصیل پیش کی ہے جو محفوظ رہ گئی ہیں۔ اُن سے ایک تذکرہ بھی منسوب ہے جسے پروفیسر مختار الدین احمد نے شائع کرا دیا ہے۔

ملاحظہ ہوں : مفتی صدر الدین آزردہ، عبدالرحمن پرواز اصلاحی۔ مفتی صدر الدین آزردہ کی کچھ نایاب و کمیاب تحریریں، مختار الدین احمد، سہ ماہی غالب نامہ، (نئی دہلی) جولائی ۱۹۸۱ء، ص ۸۰۔ ۱۰۳۔ آزردہ کے اشعار، خلیق انجم، اردو نامہ، کراچی، اپریل و جون ۱۹۶۲ء۔

۳۔ **آشوب، امداد علی** : غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ دہلی کے سادات میں سے تھے۔ میر روشن علی خاں فروغ کے صاحبزادے اور میر نظام الدین مہمون کے شاگرد تھے۔ اجداد میں کسی بزرگ کو بادشاہ وقت سے خانی کا خطاب ملا تھا۔

کہا جاتا ہے استاد کا رنگ ایسا اپنا یا کہ اُن کے کلام پر استاد کے کلام کا شبہ ہوتا تھا۔ یہ قول شنیفہ ہر مجلس مشاعرہ میں شریک ہوتے، طرح میں غزل کہتے تھے۔

ملاحظہ ہوں : گلشن بے خار، ص ۱۲۔ تذکرہ بزم سخن و طور حکیم، ص ۲۲-۲۳۔ تذکرہ جلوۂ خضر، جلد ۱ ص ۲۰۷۔ گلستان سخن جلد ۱، ص ۲۳۵۔ تذکرہ خوش معرکہ زیبا، ص ۱۷۴۔ سخن شعرا، ص ۳۲۔ گلشن ہمیشہ بہار، ص ۵۷-۵۸۔ طبقات الشعراء ہند، ص ۴۴۸۔

۴۔ **آغا جان منشی** : غالب نے میر مہدی مجروح کے نام خط میں آغا جان اور سید بدر الدین المعروف فقیر کے نام خط میں منشی آغا جان لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ایک ہی شخص ہوں اور اس کا بھی امکان ہے کہ دو الگ اشخاص ہوں۔ منشی آغا جان مفتی صدر الدین آزردہ کے سالے تھے۔ یہ محکمہ اکھنٹی میں مدتوں محرر رہے۔ بہت

مختار اور نیک دل آدمی تھے۔ ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب کے بعد دہلی سے فرار ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد درگاہ حضرت نظام الدین اولیا میں گرفتار ہوئے لیکن پھر رہا کر دیے گئے۔

ملاحظہ ہو: ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ، ص ۱۷۷-۱۷۸۔ غدر کا نتیجہ، ص ۵۵۔

۵۔ آغا سلطان: غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام صرف ایک خط میں کیا ہے۔ آغا سلطان، بخشی محمد علی خاں کے صاحبزادے تھے اور شاہ جلال الدین حیدر کے لڑکے راقم الدولہ ظہیر دہلوی کے بہنوئی تھے۔ یہ شاہی فوج میں بخشی تھے ۱۸۵۷ء میں دہلی سے فرار ہو کر مختلف مقامات پر ہوتے ہوئے رام پور پہنچے۔ یہاں طویل عرصے تک رہے۔ جب عام معافی ہو گئی تو یہ دہلی آ گئے۔ بہت محسرت اور تنگ دستی کے عالم میں وفات پائی۔

ملاحظہ ہو: داستان غدر، ص ۱۲، ص ۱۲۹۔

۶۔ آغا محمد حسین شیرازی: غالب نے ان کا ذکر علاء الدین خاں علانی اور قدربلگرامی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ آغا صاحب ایرانی النسل تھے۔ شعر گوئی کا ذوق تھا، ناخدا تخلص کرتے تھے۔ ایران کے سفیر کی حیثیت سے سات سال کلکتے میں رہے لیکن بعد میں تجارت شروع کر دی۔ صبح گلشن کی تالیف (۱۸۷۷ء) کے وقت یہ کلکتے میں تجارت کر رہے تھے۔ تجارت کے سلسلے میں چین، پنجاب اور سندھ بھی گئے۔ انھوں نے پچاس ہزار شعر کہے تھے۔ دیوان مرتب ہو گیا تھا لیکن شائع نہ ہو سکا۔ انھوں نے غالب کے نام ایک خط میں غالب کی قاطع برہان کی تعریف کی تھی۔ غالب نے اس خط کا فارسی میں جو جواب دیا تھا وہ پہنچ آہنگ میں شامل ہے۔

ملاحظہ ہوں: صبح گلشن، ص ۸۹-۸۸۔ مکملہ مقالات الشعراء، ص ۵۹۴۔

۷۔ ابن سینا، ابوعلی الحسین بن عبد اللہ: غالب نے ان کا ذکر ضیاء الدین قنبریا دہلوی اور مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام خطوط میں کیا ہے۔ اگست ۱۱۹۸ھ میں بخارا کے نواح میں افشہ نام کے ایک قریے میں ولادت ہوئی۔ چھ برس کی عمر میں والد کے ساتھ بخارا آئے۔ یہاں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ۲۱ جون ۱۲۰۳ھ کو ہمدان میں انتقال ہوا۔ وہیں مدفون ہوئے۔

ابن سینا کا شمار دنیا کے مشہور ترین سائنس دانوں میں ہوتا ہے۔ وہ ایک عظیم فلسفی، طبیب، ریاضی داں اور علم فلکیات کے ماہر تھے۔ القانون فن طب میں ان کی شہرہ آفاق تصنیف ہے جو

چھ سو سال تک مشرق اور مغرب میں فن طب کی بنیادی درسی کتاب رہی ہے۔ ۱۴۷۶ء میں روم میں یہ چار ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

ملاحظہ ہو : دائرۃ معارف اسلامیہ، جلد ۱، ص ۵۶۰-۵۷۶۔

۸۔ ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت : امام اعظمؒ کے لقب سے معروف ہیں۔ غالب نے ان کا ذکر علامہ الدین خاں علائی کے نام خط میں کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ علوم اسلامی کے بہت بڑے ماہر اور ایک فقہی مکتب کے بانی ہیں جس کے پیروکاروں کی اکثریت سنٹرل ایشیا اور ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ ۶۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا کوفہ میں کپڑا بنانے کا کارخانہ تھا۔ عباسی خلیفہ وقت منصور کی خواہش تھی کہ امام اعظم عہدہ قضا قبول کر لیں لیکن آپ کسی طرح راضی نہیں ہوئے۔ منصور نے انہیں قید کر دیا۔ ۷۲۶ء میں قید خانے ہی میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ امام اعظم کا سب سے بڑا کارنامہ یہ قول امام ابن مبارک یہ ہے کہ انھوں نے آثار و احادیث سے شرعی احکام اخذ کرنے کے لیے ایک عقلی پیمانہ دیا جسے اصول فقہ کی اصطلاح میں قیاس کہا جاتا ہے۔

ملاحظہ ہو : اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، جلد ۱، ص ۷۸۸-۷۸۳۔

۹۔ اجرٹن، فلپ ہنری (Philip Henry Egerton) : غالب نے ان کا ذکر مجروح کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ ولیم اجرٹن کے بیٹے تھے۔ ۹ اگست ۱۸۲۴ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۸۴۲ء میں ہندوستان پہنچے۔ ۱۸۵۰ء تک صوبہ شمال مغربی میں ملازم رہے۔ ۱۸۵۵ء سے ۱۸۵۹ء تک دہلی میں میجسٹریٹ رہے۔ ۱۸۵۹ء کے ناکام انقلاب کے دوران جھپٹے پر تھے۔ اکتوبر ۱۸۵۹ء میں ملازمت پر واپس آئے۔ ۱۸۵۹ء میں امرتسر اور ۱۸۶۵ء میں راولپنڈی میں کمشنر ہوئے۔ ۱۸۶۲ء میں ریٹائر ہوئے اور ۱۸۹۳ء کو انتقال ہوا۔ یکم نومبر ۱۸۵۵ء کو انگریزوں کی فتح کی خوشی میں دلی میں چراغاں کا حکم ہوا تھا۔ اس موقع پر غالب نے پندرہ شعر کا ایک فارسی قطعہ کہ کر کمشنر کو بھیجا تھا۔ اُس قطعہ کے ایک شعر میں اجرٹن کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے :

شد از سعی ہنری اجرٹن بہادر

رواں ہر طرف جو تبار چراغاں

۱۔ احسن اللہ خاں۔ احترام الدولہ عمدۃ الحکماء معتمد الملک حاذق الزماں حکیم محمد احسن اللہ خاں بہادر شاہت جنگ : غالب نے ان کا ذکر متعدد خطوط میں کیا ہے۔ دہلی کے مشہور حکیم محمد عزیز اللہ خاں کے صاحبزادے اور مومن خاں مومن کے چھوٹی زاد بھائی تھے ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء میں پیدا ہوئے حکیم احسن اللہ خاں پہلے نواب احمد بخش خاں والی فیروز پور جھڑک کے ملازم ہوئے، اُن کی وفات کے بعد نواب فیض محمد خاں والی جھڑک سے وابستہ ہو گئے۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد اکبر شاہ ثانی کے طبیب خاص مقرر ہوئے۔ جب بہادر شاہ ظفر تخت نشین ہوئے (۱۲۱۳ھ) تو انھوں نے حکیم صاحب کی خدمات حاصل کر لیں۔ اکبر شاہ ثانی نے انھیں معتمد الملک حاذق الزماں کے خطابات سے نوازا تھا اور احترام الدولہ عمدۃ الحکماء، ثابت جنگ کے خطابات بہادر شاہ ظفر نے دیے۔ چونکہ حکیم صاحب بہت بڑے عالم اور کاروبار حکومت سے واقف تھے اس لیے بہادر شاہ ظفر نے انھیں اپنا مشیر خاص بھی بنا لیا۔ حکیم صاحب دہلی کے عوام و خواص میں بہت مقبول تھے لیکن ۱۲۱۵ھ کے انقلاب میں اُن کے رول نے انقلابیوں کو اور عوام کو اُن سے متنفر کر دیا تھا۔ اُن کی ہمدردیاں انگریزوں کے ساتھ تھیں۔ انقلابیوں کو اس کا اندازہ ہو گیا تھا اس لیے ۱۸ اگست ۱۲۱۵ھ کو انقلابیوں نے اُن کی حویلی کو آگ لگا دی اور سارا ساز و سامان لوٹ لیا۔ اس کی بنیاد یہ تھی کہ چاؤڑی بازار میں انقلابیوں کے بارود کے ذخیرے کو حکیم احسن اللہ خاں کی سازش سے آگ لگا دی گئی تھی۔ جب دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو وفاداری کے باوجود وہ انگریزوں کے عتاب سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ تمام جائداد ضبط کر کے ان کی نقل و حرکت پر پابندی لگا دی گئی۔ بعد میں جائداد تو واکذار کر دی گئی لیکن نقل و حرکت پر بدستور پابندی رہی۔ پھر یہ پابندی بھی ہٹا لی گئی۔ حکیم صاحب دہلی سے بڑودہ چلے گئے اور وہیں اُن کا انتقال ہوا۔ نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر خشاں نے حکیم صاحب کا سنہ ولادت اس مصرع سے نکالا: "سن مولدش بودہ لفظ غریب" اور سن وفات اس مصرع سے: "بود سال فوتش حکیم غریب"۔

۱۲۱۲ھ

۱۲۹۰ھ حکیم صاحب ادب نواز اور صاحب علم تھے۔ انھوں نے مومن خاں مومن کا فارسی دیوان مرتب کر کے ۱۲۹۱ھ میں مطبع سلطانی، دہلی سے شائع کرایا تھا۔ اس دیوان کا دیباچہ حکیم صاحب نے خود لکھا تھا۔ میری ذاتی لائبریری میں اس کا ایک نسخہ ہے۔ اسی طرح اُن کے اہتمام میں مومن خاں کے فارسی خطوط کا مجموعہ "انشائے مومن" کے نام سے مطبع سلطانی پریس سے ۱۲۹۱ھ میں شائع ہوا۔ اس

کا دیا پچھی حکیم صاحب ہی نے لکھا۔ حکیم صاحب نے فرماں روایانِ ہند اور وزراے ہند کے حالات پر ”مرآۃ الاشباہ“ کے نام سے فارسی میں ایک کتاب بھی لکھی تھی جو غالباً چھپی نہیں۔ اس کا مخطوطہ بہ قول ڈاکٹر عبداللہ چغتائی برٹش میوزیم، لندن میں محفوظ ہے۔ اس کتاب کی اردو تلخیص ”مرآۃ الاشباہ“ ۱۸۶۵ء میں مطبع مرتضوی، دہلی سے شائع ہوئی تھی۔

حکیم صاحب غالب کے مرتبی تھے اور غالب بھی حکیم صاحب کے بہت مداح تھے۔ اگرچہ غالب نے خود بھی نہیں لکھا لیکن امکان یہی ہے کہ حکیم صاحب ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ بہادر شاہ ظفر نے غالب کو خلعت اور خطابات سے نوازا اور خاندانِ تیموریہ کی تاریخ لکھنے پر متعین کیا۔ حکیم صاحب اس تاریخ کا اردو مسودہ فراہم کرتے تھے اور غالب اُس کا فارسی میں ترجمہ کر دیا کرتے تھے۔

ملاحظہ ہوں: تاریخ عروج سلطنتِ انگلشیہ ہند ص ۶۶۴۔ بہادر شاہ کا روزنامہ، ص ۱۳۲۔ حیات جاوید، مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند، ص ۲۵۔ واقعات دارالحکومت، جلد ۳، ص ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ جلوہ صحیفہ زریں ص ۱۵۷۔ ہندوستانی اخبار نویسی ص ۲-۸ اور ۲۸۸۔ ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ، ص ۱۷۵-۱۷۶۔ سخن شعرا، ص ۱۴۔ ۱۸۵۷ء کے اخبار اور دستاویزیں ص ۳۹۳-۳۹۵ اور ۴۲۵۔ مرآۃ الاشباہ اور حکیم احسن اللہ خاں، ڈاکٹر عبداللہ چغتائی،

اردو، کراچی، جنوری، فروری، مارچ ۱۹۶۹ء ص ۱۹۱-۲۰۵ Memoirs of Hakim Ahsanullah Khan (اس کتاب کے حوالے عتیق صدیقی مرحوم نے دیے ہیں، میری نظر سے

نہیں گزری)۔ اطباۃ عہد مغلیہ، ص ۴۲-۴۳۔ آثار الصنادید، باب چوتھا ص ۳۵-۳۶

۱۱۔ احمد بخش خاں، نواب: غالب نے ان کا ذکر چودھری عبدالغفور سرور علاء الدین

احمد خاں علائی، ضیاء الدین احمد خاں تیررخشاں، نواب کلب علی خاں، مرزا شہاب الدین خاں

شائق، امین الدین احمد خاں، حکیم غلام مفتی خاں اور مرزا امیر الدین احمد خاں کے نام خطوط میں

کیا ہے۔ نواب احمد بخش خاں، مرزا عارف جان کے بیٹے اور غالب کے خسر نواب الہی بخش خاں معروف

کے بھائی تھے ۱۷۶۵ء میں انک میں پیدا ہوئے۔ پہلے گوالیار میں ملازمت کی، پھر گھوڑوں کی تجارت

شروع کر دی کچھ عرصے بعد ریاست الور میں ملازم ہو گئے اور بہت جلد بہار جہ الور کا افسر حاصل کر لیا جب ۱۸۱۷ء

میں انگریزوں نے بھرت پور پر فوج کشی کی تو یہ بھی انگریزوں کی طرف سے لڑے۔ بیس سال تک

لارڈ لیک کے ماتحت فوجی خدمات انجام دیں جس کے صلے میں انھیں فیروز پور جھڑک، سانگرس پونا ہانا، سونک سونسا، بکھور اور نگینہ جاگیر میں عطا ہوئے۔ فخر الدولہ، دلاور الملک، رستم جنگ کے خطابات سے سرفراز ہوئے۔ مہاراجا بختاور سنگھ نے پرگنہ لوہارو انعام میں دیا۔ اکتوبر ۱۸۵۶ء میں انتقال ہوا۔ مہولی میں احاطہ درگاہ قطب صاحب میں مدفون ہیں۔

ملاحظہ ہوں: اصہار الغالب - تلامذہ غالب، ۲۸۳-۲۸۴ - خاندان لوہارو کے شعرا ص ۱۳۶ - علم و عمل، ص ۳۱۸-۳۱۴ -

۱۲۔ **احمد حسین خاں**: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح اور نور الدولہ شفق کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ غیاث الدولہ عمدۃ الملک حکیم رضی الدین خاں ارسلان جنگ کے چھوٹے بھائی تھے۔ منغل نسل سے تھے۔ صاحب خدنگ خدر اور غالب نے ان کا نام احمد حسین خاں، اور عبداللطیف نے محمد حسین خاں لکھا ہے۔ (۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ) عبداللطیف کو غالباً سہوا۔ احمد حسین خاں اور ان کے بڑے بھائی حکیم رضی الدین خاں ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب میں انگریزوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

ملاحظہ ہوں: ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ، ص ۱۵۶، ص ۱۹۲-۱۹۳ - خدنگ خدر ص ۸۴ -

۱۳۔ **احمد حسین میر**: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ دہلی کے رہنے والے تھے۔ میر روشن علی خاں فروغ کے صاحبزادے اور ادا علی آشوب کے بھائی تھے۔

۱۴۔ **احمد علی میر**: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام خطوط میں اس طرح ذکر کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مجروح کے دوستوں میں تھے اور مجروح کی وجہ سے غالب کے بھی ان سے دوستانہ مراسم تھے۔

۱۵۔ **اڈمنسٹن جارج فریڈرک** (Sir George Fredrick Edmonstone): غالب نے ان کا ذکر مرزا بہر گوپال تفتہ، مرزا حاتم علی بیگ، تہر، منشی شیونرائن آرام، نواب یوسف علی ناظم اور میر مہدی مجروح کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ نیل بینجامن اڈمنسٹن کے لڑکے تھے۔ اپریل ۱۸۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۳۱ء میں صوبہ شمال مغربی میں تقرر ہوا۔ کچھ عرصے بعد ستلج کے کمشنر بنے۔ مختلف عہدوں پر

کام کر کے یکم مارچ ۱۸۵۳ء میں پنجاب کے فنانشل کمشنر ہوئے۔ ۱۸۵۵ء میں حکومت ہند کے امور خارجہ کے سکریٹری مقرر ہوئے۔ ۱۸۵۶ء کے ناکام انقلاب کے دوران یہ فارن سکریٹری تھے کچھ عرصے بعد صوبہ شمال مغربی کے لفٹننٹ گورنر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۲۴ ستمبر ۱۸۶۲ء کو انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو : Dictionary of Indian Biography, pp. 131-132

نیز نیشنل آرکائیوز آف انڈیا کی درج ذیل دستاویزیں :

Foreign Department 178-179 F.C. 14 June. 1850 Foreign Department

238-239 F.C. 19 May, 1854

۱۶۔ ارشاد حسین خاں : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ خیر آباد کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد فرید الدین احمد مہاراجا پٹیلہ کے مدار المہام تھے۔ ارشاد حسین خاں، ٹونک کے میر تقی فضل حسین خاں کے چھوٹے بھائی تھے۔ ریاست ٹونک میں ملازم تھے میر تقی فضل حسین خاں کی وفات کے بعد یہ سفارت کے عہدے پر فائز ہوئے۔

ملاحظہ ہو : ٹونک میں مرزا غالب کے احباب، سینہ نظور الحسن برکاتی، تحریک دلی، اپریل

۱۹۷۴ء ص ۷۸۔

۱۷۔ اسفندیار بیگ : غالب نے میر مہدی مجروح کے نام خط میں ان کا ذکر کیا ہے۔ "بیخ آہنگ" میں ان کے نام غالب کا خط شامل ہے۔ جس میں غالب نے الور کی دیوانی کے عہدے پر فائز ہونے پر انھیں مبارک باد دی ہے۔ یہ بریلی کے رہنے والے تھے۔ پہلے نواب شمس الدین خاں والی لوہارو کے مختار کا رہتے تھے۔ نواب شمس الدین خاں کے مقدمے میں وکیل بن کر کلکتے گئے مگر ناکام رہے۔ نواب صاحب کو بھانسی لگنے کے بعد یہ الور میں نائب دیوان ہو گئے۔ ۱۸۴۹ء میں یہ ریاست کے دیوان ہو گئے۔ الور کے دیوان نواب امین اللہ خاں عرف اموجان اور ان میں اختلافات ہو گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسفندیار بیگ نے اموجان کو رشوت کے الزام میں گرفتار کر دیا۔ کئی لاکھ روپیہ دے کر رہائی ہوئی۔

آخری عمر میں اندھے ہو گئے تھے۔ ۱۸۶۲ء میں انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو : کارنامہ راجپوتگان، ص ۳۵۳۔ کارنامہ سروری، ص ۱۴۔

۱۸۔ اشرف علی حکیم میر: غالب نے میر مہدی مجروح، میر سرفراز حسین اور منشی بنی بخش حقیر کے نام خطوط میں ان کا ذکر کیا ہے۔ دلی کے رہنے والے اور میر اسد علی کے صاحبزادے تھے ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں گرفتار ہوئے۔ یہ تو رہا ہو گئے لیکن جائیداد ضبط ہو گئی۔ غالب نے مجروح کے نام خط میں بہت خوبصورت انداز میں ان کا خاکہ کھینچا ہے۔ لکھتے ہیں: ”کل دوپہر ڈھلے ایک صاحب اجنبی سانولے سلونے، داڑھی منڈے، بڑی بڑی آنکھوں والے تشریف لائے، تمہارا خط دیا۔ صرف ملاقات کی تقریب میں تھا۔ بارے اُن سے اسم شریف پوچھا گیا، فرمایا اشرف علی، قومیت کا استفسار ہوا، معلوم ہوا سید ہیں۔ پیشہ پوچھا، حکیم نکلے۔ یعنی حکیم میر اشرف علی۔ میں اُن سے مل کر بہت خوش ہوا۔ خوب آدمی میں اور کام کے آدمی ہیں“ مجروح نے اُن کی وفات پر جو قطعہ تاریخ لکھا تھا، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۵۷ھ (۱۸۹۱ء-۱۸۹۲ء) میں بنارس میں بیٹھے میں انتقال ہوا۔ قطعہ یہ ہے:

میر اشرف علی دہلی زاد
چونکہ در غربت انتقال نمود
در بنارس زمہضہ جاہ گذاشت
شد غریب الوطن سنین و نسات

۱۳۰۸ھ

ملاحظہ ہوں: نادرات غالب حواشی ص ۱۳۹۔ منظر معانی، ص ۲۳۴۔

۱۹۔ اشک، مولوی ہادی علی: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح اور غلام حسین قدر بلگرامی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ شیخ حسین علی بجنوری کے صاحبزادے اور فتح الدولہ ترق لکھنوی کے شاگرد تھے۔ بہ قول عبدالغفور نسّاخ عربی اور فارسی میں بھی شعر خوب کہتے تھے۔ سری رام اُن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ”صنعتِ تاریخ گوئی میں اچھی ہمارت تھی۔ عربی کا خط نسخ نہایت عمدہ لکھتے تھے۔ منشی نول کشور کے مطبع میں اُن کے ہاتھ کا قرآن مجید چھپا تھا جو نہایت خوش خط اور صحیح مانا جاتا ہے۔ اکثر فارسی درسیہ کتابوں پر، جو اس مطبع میں چھپیں، حاشیہ اور شرح بھی آپ ہی لکھا کرتے تھے“ اشک ہی نے ”کلیاتِ نظم غالب“ کے اُس ادیشن کی پلیٹوں کی تصحیح کی تھی جو ۱۸۶۲ء میں مطبع نول کشور سے شائع ہوا تھا ۱۸۶۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔ قصبہ بجنور میں مولانا فخر الدین شہید کے مزار کے قریب مدفون ہوئے۔ بہ قول سری رام اُن کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔

ملاحظہ ہو: خم خانہ جاوید، جلد ۱، ص ۳۱۳۔ سخن شعرا، ص ۳۱۔ سراپا سخن، ص ۲۰۔

صبح گلشن، ص ۲۰۔

۲۰۔ الکزنڈر اسکندر (Alexander Skinner) غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ غالب، علانی اور ضیاء الدین احمد خاں نیر رخشاں کے دوستوں میں تھے۔ اور سکندر کے نام سے مشہور تھے۔ والد کا نام حمزہ اسکندر تھا۔ سکندر ۲۱ جون ۱۸۲۷ء کو ہانسی میں پیدا ہوئے۔ ان کے بھائی تھا مس اسکندر کی اولاد میں کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تھے جن میں سے بعض کی قبریں درگاہ حضرت نظام الدین اولیا میں ہیں۔

سکندر اردو میں شعر بھی کہتے تھے۔ ۶ جنوری ۱۸۸۷ء کو ان کا انتقال ہوا۔ سکندر کے دادا لفٹن کرنل ہرکولیس نے کشمیری گیٹ دہلی میں ایک گرجا گھر بنوایا تھا۔ یہ گرجا گھر آج بھی موجود ہے اسی گرجا گھر میں سکندر اور ان کے خاندان کے کچھ افراد کی قبریں ہیں۔ خود سکندر ان کی بیوی اور صاحبزادی کی قبریں اسی گرجا گھر میں ہیں۔ سکندر کی بیوی کی لوحِ قبر پر فارسی کا یہ قطعہ درج ہے :

کدبانوے اسکندر الکزنڈر آنکہ

بگزیدہ طریقی عیسوی بہرِ نجات

سردار بہو خطاب ایلِس اِنیے

صدحیف کہ از قضاے حق یافت وفات

در بست و سوم ز جنوری یکشنبہ

بجہ صد و ہشتاد و یکم از سنوات

یہ قطعہ تاریخ ضیاء الدین احمد خاں نیر رخشاں کا کہا ہوا ہے اور ان کے دیوان "جلوہ صحیفہ

زریں" میں موجود ہے۔

سکندر کی لوحِ قبر پر خود ان کے یہ چار اردو اشعار درج ہیں۔

هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ

جس نے در کی ترے گدائی کی

اُس کو خواہش نہ پا دشاہی کی

جس نے سینہ کیا نہ صاف اپنا

س نے کیا خاک پارسائی کی

کارِ نیکی سے درگزر مت کر
اس میں جو ہو رضا الہی کی
اس سے بہتر ہے اس کفرِ بتیرا
نکلے دم یاد میں الہی کی

ملاحظہ ہوں: واقعاتِ دارالحکومت، جلد ۱، ص ۲۸۴-۲۸۶۔ بارغِ دودر، تعلیقاً
ص ۱۶۶-۱۶۷۔ سبد چس، ص ۱۵۵۔ جلوۂ صحیفہ زریں، ص ۱۶۵۔

European and Indo European Poets of Urdu and Persian, pp. 95-100

۲۱۔ الہی بخش مرزا۔ ہدایت افزا خطاب اور مرزا الہی بخش نام تھا۔ غالب نے اس کا ذکر مرزا
ہرگوپال تفتہ، مجروح اور حسین مرزا کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ہندوستان کے فداروں میں اس کا نام سب سے بہتر
ہے۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں ہندوستانیوں کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ شخص بھی تھا۔ یہ بہادر شاہ ظفر کا
سمدھی تھا، اس لیے ان سے بہت قرب حاصل تھا، ایک ایک منٹ کی خبر انگریزوں کو دیتا رہا۔
مرزا فتح الملک بہادر غلام فخر الدین عرف مرزا فخر و دہلوی نے اس کی بیٹی حاتم زمانی سے
شادی کی تھی۔ اس رشتے کی وجہ سے اسے قلعے کے معاملات میں بہت دخل تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی
کوششوں سے ہی انگریزوں نے مرزا فخر و کو ولی عہد تسلیم کیا تھا۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد جنرل
بخت خاں، بہادر شاہ ظفر اور کچھ شاہزادوں کو لے کر دہلی سے لکھنؤ فرار ہو رہے تھے۔ یہ ابھی قطب
صاحب کے راستے ہی میں تھے کہ ہڈسن کی ہدایت پر الہی بخش انھیں ہمایوں کے مقبرے میں لے آیا اور
دوسرے دن گرفتار کر دیا۔ اس نے ہڈسن کو اطلاع دی تھی کہ منغل شاہزادے مرزا ابوبکر، مرزا خضر
سلطان اور مرزا منغل ہمایوں کے مقبرے میں چھپے ہوئے ہیں۔ ہڈسن انھیں گرفتار کر کے لایا اور دہلی
دروازے پر ان تینوں کو گولی مار دی۔ انگریزوں نے غداروں کے صلے کے طور پر الہی بخش کو بہت انعام و
اکرام سے نوازا۔ اسے کل خاندانِ گورگانی کا چاؤ مش مقرر کر دیا۔ حکومتِ ہند کے سکریٹری سی بیڈن
نے پنجاب گورنمنٹ کے سکریٹری آر۔ ایچ۔ ڈیویز کو ایک خط میں اس کے بارے میں لکھا تھا کہ: الہی بخش
اپنے خاندان کے تمام افراد کے ساتھ رنگو۔ دہلی سے دور کسی اور مقام پر چلا جائے۔ گورنر جنرل کانیا
ہے کہ اگر الہی بخش اس لیے رنگون جانا پسند نہ کرے کہ وہاں بہادر شاہ ظفر ہیں تو وہ کراچی یا بلوچ یا

مارٹن بون یا ٹینا سیرم چلا جائے۔ غالباً برطانوی حکومت کا خیال تھا کہ یہ شخص خطرناک ہے، جب ظفر کا نہیں ہوا تو ہمارا کیا ہو گا۔ الہی بخش ترک وطن کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس نے نہ جانے کیا عذر پیش کیا کہ ۲۳ جون ۱۸۵۶ء کو اسے دہلی میں رہنے کی اجازت دے دی گئی۔ غالب نے حسین مرزا کے نام ایک خط مورخہ ۹ نومبر ۱۸۵۹ء میں، اس واقعے کے بارے میں لکھا ہے: "مرزا الہی بخش کو حکم کراچی بندر جانے کا ہے۔ انھوں نے زمین پکڑی ہے۔ سلطان جی میں رہتے ہیں۔ عذر کر رہے ہیں۔ دیکھے یہ جبراً اٹھ جائے یا یہ خود اٹھ جائیں؟" ۲۱ مارچ ۱۸۵۷ء کو اس کا انتقال ہو گیا اور مرزا جہانگیر کے محجر میں مدفون ہوا۔

ملاحظہ ہوں: قلعہ معلیٰ کی جھلکیاں، ص ۶۲-۵۶ء کا تاریخی روزنامہ، ص ۱۷۸-۱۷۹۔ واقعات دار الحکومت جلد ۲، صفحہ ۱۶۹-۱۷۰۔ ہڈسن نے ۲۸ نومبر ۱۸۵۷ء کو جی۔ بی سائڈرس کمشنر وایجنٹ شمال مغربی صوبہ جات دہلی کو ایک خط لکھا تھا۔ اس میں بادشاہ کی گرفتاری اور اس گرفتاری میں الہی بخش کے رول پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ یہ خط نیشنل آرکائیوز، نئی دہلی میں محفوظ ہے۔ Foreign

Department-Political Secret No. 56-57 N.A.1 Foreign Pol. 44 26

August, 1859.

مرزا الہی بخش کے متعلق بہت بڑی تعداد میں دستاویزی ڈیپارٹمنٹ آف کارنوز دہلی میں محفوظ ہیں۔ جو اس کی وطن دشمنی اور غداری کی آئینہ دار ہیں۔

۲۲۔ امام الدین خاں، حکیم: غائب نے حکیم امام الدین خاں کا ذکر علامہ الدین خاں احمد علانی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ پاک پٹن کے رہنے والے اور حکیم غلام رضا خاں کے صاحبزادے تھے اکبر شاہ ثانی کے زمانے میں شاہی طبیب تھے۔ اکبر شاہ ثانی کے انتقال کے بعد بہادر شاہ ظفر کے ملازم ہو گئے۔ کچھ عرصے مبارا جا رہندھیر سنگھ، کپور تھلہ کے پاس بھی رہے۔ ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب کے بعد دہلی سے چلے گئے تھے۔ کچھ عرصے بعد واپس آئے تو مٹکانے انھیں پھر شہر سے نکال دیا اور یہ قطب صاحب میں رہنے لگے۔ یہاں سے بنارس اور پھر ٹونک چلے گئے۔ ٹونک ہی میں ۱۲۸۱ھ (۱۸۶۴ء) ۱۲۸۵ھ میں انتقال ہوا۔

حکیم کوثر چاند پوری نے اطباء عہدِ مغلیہ میں علم طب پر ان کی آٹھ تصنیفات کے نام لکھے

ہیں۔

ملاحظہ ہوں: آثار الصنادید، ص ۳۷۔ اطباء عہد مغلیہ، ص ۵۵۔ ۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ، ص ۱۷۹۔

۲۳۔ امجد علی شاہ: غالب نے ان کا ذکر نواب انوار الدولہ شفیق، حسنین مرزا، یوسف مرزا اور علاؤ الدین احمد خاں علانی کے نام کے خطوط میں کیا ہے۔ یہ شاہِ اودھ محمد علی شاہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ اوائل رمضان ۱۲۱۷ھ مطابق جنوری ۱۸۰۲ء میں ولادت ہوئی۔ ۵ ربیع الثانی ۱۲۵۶ھ ۱۶ مئی ۱۸۴۱ء کو تخت نشین ہوئے۔ ۱۳ فروری ۱۸۴۷ء کو انتقال ہوا۔ غالب نے ان کی مدح میں قصیدہ بھی لکھا تھا۔ ملاحظہ ہو: تاریخِ اودھ، جلد ۵، ص ۲۰۵۔ ۲ اور ۳۔

۲۴۔ امداد حسین، منشی: غالب نے ان کا ذکر علانی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ ان کے بارے میں اس سے زیادہ نہ معلوم ہو سکا کہ غالباً لوہارو ریاست کے ملازم تھے۔

۲۵۔ اموجان مرزا: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی بھڑوچ کے نام کے خط میں کیا ہے۔ غالب کے دیوانِ اردو کا تیسرا ڈیلیٹیشن مطبع احمدی دہلی سے شائع ہوا تھا۔ اس مطبع کے مالک محمد حسین خاں تحسین اور مہتمم مرزا اموجان تھے۔ اس سے زیادہ ان کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلا۔

۲۶۔ امید سنگھ رائے: غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوبال تفتہ، منشی شیونرائن آرام اور مرزا حاتم علی ہتر کے نام خطوط میں کیا ہے۔ رائے بہادر منشی امید سنگھ کے والد چودھری سورج بھان فارسی کے ماہر تھے اور نواب غیرت علی خاں والی کرناٹک کے عہد میں دیوان کے عہدے پر فائز تھے۔ علالت کی وجہ سے ملازمت ترک کر کے دہلی آ گئے۔ منشی امید سنگھ ۱۸۱۵ء میں کرناٹک میں پیدا ہوئے۔ فارسی اور اردو میں اچھی استعداد حاصل کی۔ دو برس دہلی کالج میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۳۲ء میں سر جارج کلرک کے دفتر انبالہ میں منشی مقرر ہوئے۔ ۱۸۴۳ء میں سفیرِ دربارِ لاہور کے سررشتہ دار ہوئے۔ کچھ عرصے بعد سکریٹری مغربی و شمالی کے دفتر میں فارسی کے ترجمان اور مترجم متعین ہوئے۔ جولائی ۱۸۴۴ء میں مہاراجا لکھنؤ جی راو ہلکر والی ریاست اندور کے اتالیق بنائے گئے۔ اس زمانے میں وہ سرکاری مدرسہ اندور کے سپرنٹنڈنٹ اور دفتر ریڈیٹنسی میں میونسٹی بھی رہے۔ ۲۵ اکتوبر ۱۸۵۵ء کو جب مہاراجا دہلی اور مختلف مقامات کے لیے روانہ ہوئے تو اس سفر کا انتظام و انصرام منشی امید سنگھ کے ہاتھ میں تھا۔ امید سنگھ نے اس سفر کا روزنامہ لکھا تھا جو ”باغِ نو بہار“

کے نام سے ۱۲۶۵ھ میں مطبع بہار راجہ ہلکر بہادر سے شائع ہوا۔ ۱۴ مارچ ۱۸۵۲ء کو جب بہار راجا نکوراد کوریاست کا نظم و نسق سپرد ہوا تو انھوں نے امید سنگھ کو دو مواضع کروتہ اور پھولان جو پرگنہ دیپال پور میں تھے۔ بطور جاگیر عطا کیے۔ اس جاگیر کی سالانہ آمدنی چھ ہزار روپے تھی۔ پانچ سو روپے ماہانہ تازندگی اور سو روپے ماہانہ پشت در پشت وظیفہ مقرر کیا۔ شیر الدولہ رائے بہادر کے خطابات سے نوازا۔ امید سنگھ جب دہلی آئے تو میونسپل کمشنر اور انریمری میجسٹریٹ مقرر ہوئے۔

۱۸۵۷ء میں انقلابیوں نے ان کا گھر بھی ٹوٹ لیا تھا۔ غالب سے ان کی ملاقات ستمبر یا اکتوبر ۱۸۵۷ء میں ہوئی۔ امید سنگھ کے مالی تعاون سے غالب کی دستبنو کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا تھا۔ منشی جی نے مطبع کو پچاس کتابوں کی قیمت پچیس روپے ادا کی تھی۔ خود دس کتابیں لیں اور باقی چالیس غالب کو دے دیں۔

۴ نومبر ۱۸۶۶ء کو اکیا ون برس کی عمر میں آگرے میں انتقال ہوا۔ منشی جی نے بھگوت گیتا کا اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ یہ ترجمہ سنسکرت متن اور حواشی کے ساتھ ۸۷ صفحات پر ۱۸۶۵ء میں شائع ہوا۔
 ملاحظہ ہوں : امید سنگھ قاضی عبدالودود، معاصر پٹنہ، جلد ۲، حصہ ۷، ص ۹۶-۹۹ دہلی کی یادگار ہستیاں، ص ۶۶-۶۹۔ مولانا امداد صابری نے دہلی کی یادگار ہستیاں میں لکھا ہے کہ منشی امید سنگھ کے لڑکے نانک چند نے اپنے خاندان کے مختصر حالات ایک کتابچے کی شکل میں ۳۱ اگست ۱۸۸۵ء کو ۳۲ صفحات پر تحریر کیے، جس سے میں نے ان کے خاندان کے حالات اخذ کیے۔“
 مولانا نے کتابچے کا نام نہیں بتایا۔ ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ جس میں ۱۷۹-۱۸۰- غدر کی صبح و شام۔ ۲۷۔ امیر خسرو، ابوالحسن نام اور کین الدین لقب : غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح، خواجہ غلام غوث خاں بے تیر، مرزا شہاب الدین احمد خاں شاقب، چودھری عبدالغفور متور، نواب اتوار الدولہ شفق، مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام خطوط میں کیا ہے۔ امیر خسرو ترک تھے اور ”ہزارہ لاجپن“ نامی ایک ترک قبیلے سے ان کا تعلق تھا۔ امیر خسرو کے والد ترک وطن کر کے ہندوستان آگئے۔ یہاں پٹیالی ضلع ایٹہ اتر پردیش میں سکونت اختیار کر لی۔ خسرو ۱۵۷۵ء میں پٹیالی میں پیدا ہوئے ابھی آٹھویں برس میں تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ فارسی، ترکی اور عربی میں مہارت رکھتے تھے۔ کھڑی بولی میں بھی شعر کہتے تھے۔ فنِ موسیقی کے ماہر تھے۔ مختلف امرا اور بادشاہوں سے متوسل رہے۔ ۱۲۵۷ء میں

انتقال ہوا۔ تذکرہ نگاروں نے ان کی تصنیفات کی تعداد ۹۹ سے ۱۹۹ تک بتائی ہے لیکن اس میں بہت مبالغہ ہے۔ اب تک اُن کی جو تصنیفات دستیاب ہوئی ہیں اُن میں پانچ دیوان ہیں: (۱) تحفۃ الصغر (۲) وسط الحیوة (۳) غرة الکمال (۴) بقیہ نقیہ (۵) نہایت الکمال خسرو تے نظامی کے انداز میں خمسہ کہا ہے۔ جس میں پانچ مثنویاں ہیں۔ (۱) مطلع الانوار (۲) شیریں خسرو (۳) محبوبوں و لیلیٰ (۴) آئینہ سکندی (۵) بہشت بہشت۔ ان کے علاوہ دوسری مثنویاں ہیں: (۱) قرآن السعیدین (۲) مفتاح الفتوح (۳) دول رانی خضر خاں (۴) نہ سپہر۔ ان کی نثری تصنیفات کے نام ہیں: (۱) اعجاز خسروی (۲) خزائن الفتوح ان کے علاوہ پانچ منظوم رسالے ہیں جو متفرقات جوہر خسروی کے نام سے

ملاحظہ ہو: کلیات غزلیات خسرو، ص ۱۵۰-۵۶

۲۸۔ امیر علی، میر: غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام ایک خط میں کیا ہے! انھوں نے غالب کی ”دستبنو“ کے پہلے اڈیشن کی کتابت کی تھی۔ یہ شاعر تھے اور تخلص امیر تھا۔ انھوں نے مرزا حاتم علی تہر کی مثنوی ”شعاع مہر“ کی بھی کتابت کی تھی اور اس کا قطعہ تاریخ بھی کہا تھا، جو مثنوی کے ساتھ شائع ہوا۔

ملاحظہ ہو: شعاع مہر، ص ۱۴۰۔

۲۹۔ انوار الحق، مولوی: غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ اور انوار الدولہ شفق کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ان کے والد محمد احسان الحق، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی دسویں پشت میں تھے۔ احسان الحق کے چار بیٹے تھے۔ انوار الحق، وحید الحق، سیف الحق ادیب مشرق الحق، انوار الحق راجپوتانے کی ریڈیڈنسی کے میونسپل تھے۔ کافی عرصے ریاست بھر پور کی وکالت بھی کی۔ صاحب علم آدمی تھے۔ مولوی ملک علی اور مفتی صدر الدین آزر دہ کے شاگرد رہے تھے۔ انھوں نے مظہر الحق کے فارسی تذکرے ”مظہر العجائب“ کے لیے چار سو شاعروں کے حالات لکھے تھے۔ مولانا امداد صابری نے ان کی دو تصنیفات کا ذکر کیا ہے: ”اقتباس الانوار“ اور ”چشتی چمن“۔

۲۶ ستمبر ۱۹۰۲ء کو دہلی میں ان کا انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہوں۔ واقعات دارالحکومت، جلد ۳، ص ۳۰۴-۳۰۵۔ تم خاں جاوید جلد ۲،

ص ۱۹۷-۱۹۸- تاریخ صحافت اردو، جلد ۳، ص ۲۷۹- دہلی کی یادگار ہستیاں، ص ۱۶۸-۱۷۱۔
 ۳۰۔ انوری، اوحید الدین محمد: غالب نے ان کا ذکر چودھری عبدالغفور سرور، مرزا رحیم بیگ، مرزا ہرگوپال تفتہ، یوسف مرزا، اور غلام حسنین قدر بلگرامی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ان کا نام "علی بن اسحق" لکھا ہے۔ ایران کے چھٹی صدی ہجری کے شعرا میں بہت ممتاز ہیں۔ انوری کے قصیدوں کو غیر معمولی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ ۱۸۳۵ء میں انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو: گنج سخن، ۳۱۷-۳۱۶۔

۳۱۔ اہلی شیرازی، شیخ محمد: غالب نے ان کا ذکر تفتہ کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے لگ بھگ شیراز میں پیدا ہوئے۔ بہت غربت اور تنگ دستی میں زندگی گزاری۔ ۱۸۹۲ء میں انتقال ہوا۔ شیراز میں خواجہ حافظ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

ملاحظہ ہو: کلیات اشعار مولانا اہلی شیرازی، ص ۱-۶۔

۳۲۔ ایاز: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح اور یوسف مرزا کے نام خطوط میں کیا ہے۔ پہلی بار ان کا ذکر مجروح کے نام ایک خط مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۸۵۹ء میں اور آخری بار مجروح ہی کے نام ایک خط میں مورخہ جون ۱۸۶۱ء میں ملتا ہے۔ اس کا امکان ہے کہ ایاز ڈھائی تین سال سے زیادہ غالب کی ملازمت میں نہ رہے ہوں۔

۳۳۔ بالملکند: غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام صرف ایک خط میں کیا ہے۔ یہ دہلی کے رہنے والے اور شیوجی رام برہمن کے صاحبزادے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب کے دوران جب غالب بالکل تنہا اور بے یار و مددگار ہو گئے تو بالملکند اور ان کے والد نے غالب کو بہت سہارا دیا۔ غالب نے ہنگامے کے ان دنوں کا ذکر کرتے ہوئے "دستبنو" میں لکھا ہے: "اس کے (شیوجی رام برہمن) کے لڑکے بالملکند، جونیک چلن اور پارسا ہے، نے اپنے باپ کی طرح میری فرماں پذیری کی" (فارسی سے ترجمہ)۔

ملاحظہ ہو: دستبنو، ص ۴۰۔

۳۴۔ بدرالدین خاں، خواجہ امان: خواجہ امان کے نام سے مشہور تھے۔ غالب نے ان کا ذکر حکیم غلام نجف خاں، علاء الدین احمد خاں علائی اور شمشاد علی بیگ رضواں کے نام خطوط میں کیا ہے۔

فرحت اللہ بیگ کا بیان ہے کہ خواجہ حاجی خاں غالب کے والد عبداللہ بیگ خاں کے سگے بھتیجے تھے مگر غالب نے لکھا ہے کہ وہ ان کے باپ عبداللہ بیگ کے سائیس تھے اور پانچ روپے ماہوار پر ملازم تھے اور حدائق الانظار کی تقریظ میں راقم کو اپنا پیارا بھتیجا بھی لکھا ہے۔ خواجہ امان ان ہی خواجہ حاجی خاں کے صاحبزادے ہیں۔ خواجہ امان ۱۸۱۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اردو کے علاوہ فارسی اور ترکی بھی جانتے تھے فن مصوری اور ستار نوازی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ شاعری میں مومن کے شاگرد تھے۔ خواجہ قمر الدین خاں راقم عرف خواجہ مرزا خاں، ان ہی کے صاحبزادے تھے۔

خواجہ امان الور کے راجا شیودان سنگھ کے آملیق اور صاحب رہے تھے۔ راجا کی وفات کے بعد اس کے ماتم میں ساری زندگی گروے کپڑے۔ ۱۳ شعبان ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) کو انتقال ہوا۔ خواجہ امان نے مہاراجا شیودان سنگھ کی فرمایش سے محمد تقی جعفری متخلص بہ خیال کی فارسی تصنیف "بوستان خیال" کی چھ جلدوں کا ترجمہ کر لیا تھا کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ باقی جلدوں کا ترجمہ ان کے صاحبزادے خواجہ قمر الدین خاں راقم نے کیا۔ یہ تمام جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی جلد حدائق الانظار اکمل المطابع دہلی سے ۱۲۹۲ھ میں چھپی تھی۔ ۱۳۱۸ء تک اس کی چھ جلدیں طبع ہو چکی تھیں۔

ملاحظہ ہو: خواجہ بدر الدین خاں عرف خواجہ امان مرحوم و مغفور، مرزا فرحت اللہ بیگ اردو۔ اورنگ آباد اپریل ۱۹۳۱ء ص ۲۲۹-۲۳۳ اس مقالے کے ساتھ خواجہ بدر الدین خاں، مومن خاں مومن اور خواجہ قمر الدین خاں راقم کی تصویریں بھی شائع کی گئی ہیں۔ ۳۵۔ بقا حکیم: غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام کے ایک خط میں کیا ہے۔ حکیم کو شر جہاد پوری نے ان کا پورا نام حکیم ذکا اللہ المعروف بہ محمد بقا خاں بتایا ہے۔ ادا دصا بری ان کا نام بقا اللہ دہلوی بتاتے ہیں۔ امکان یہی ہے کہ ان کا نام بقا اللہ تھا۔ ذکا اللہ ان کے بیٹے کا نام تھا۔ ان کے والد کا نام اسحق تھا۔ یہ خاندان آنکھوں کے امراض کا ماہر تھا۔ دہلی میں حوض قاضی پرنگی حکیم بقا آج تک موجود ہے۔

ملاحظہ ہوں: اطباء عہد مغلیہ ص ۶۳۔ دہلی کی یادگار ہستیاں۔ ص ۱۸۹

۳۶۔ بلونت سنگھ، راجا بھرت پور: غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوبال تفتہ کے نام خطوط میں کیا ہے یہ بلدیو سنگھ کے صاحبزادے تھے ۱۸۲۵ء میں مسند نشین ہوئے۔ ان کے ماموں درجن سال نے انھیں گرفتار

کر کے قید میں ڈال دیا تھا۔ ۸ جنوری ۱۸۲۶ء کو انگریزی فوج نے بھرت پور کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ دس سال کو گرفتار کر کے الہ آباد بھیج دیا اور مہاراجا بلونت سنگھ کو پھر مسند نشین کر دیا۔ بلونت سنگھ نے ۱۸۵۳ء میں وفات پائی۔

ملاحظہ ہو: ریاض الامراض ص ۸۶-۸۴

۳۷۔ بلیک صاحب (Blake) ۱۸۳۵ء میں جب جے پور کے راجا جے سنگھ کا انتقال ہوا، تو اُس وقت جھونتا رام مختار تھا۔ اُس نے راجا جے سنگھ سوم کو زہر دے دیا۔ تاکہ مہاراجا رام سنگھ گدی کا حق دار بنے اور چوں کہ رام سنگھ صرف سترہ مہینے کے تھے اِس لیے یہ مختار بنا رہے۔ گورنر جنرل کے ایجنٹ کرنل آلوں نے جے پور پہنچ کر جھونتا رام کو دائم الجس کر دیا۔ پولیٹیکل ایجنٹ چاہتے تھے کہ جھونتا رام کے طرفداروں کو برطرف کر کے راول نامی ایک شخص کو دیوان بنادیں۔ اس موقع پر کرنل آلوں اپنے اسسٹنٹ بلیک کے ساتھ راول کو دیوان کے عہدے پر فائز کر کے محل سے واپس جا رہے تھے کہ جھونتا رام کے ایک طرفدار نے کرنل آلوں کو تلوار سے زخمی کر دیا۔ بلیک نے مجرم کو گرفتار کر کے قید خانے میں بھیج دیا۔ بلیک کے کپڑوں پر کرنل آلوں کے خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے۔ جب وہ شہر پہنچا تو لوگ سمجھے کہ بلیک نے راجا رام سنگھ کو قتل کر دیا۔ سینکڑوں آدمی اس پر دوڑ پڑے۔ وہ بھاگ کر ایک مندر میں گھس گیا۔ جہاں مندر کے پہرہ داروں نے اُسے قتل کر دیا۔ اس ہنگامے میں تین چپراسیوں، ایک چتردار اور ایک قیل بان کو بھی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔

ملاحظہ ہو: کا رنامہ راجپوتگان، ص ۳۲۷

۳۸۔ بے صبر، منشی بال مکندر: غائب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام خطوط میں اس طرح کیا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بے صبر، غالب کے شاگرد تھے اور غالب نے انھیں بڑی تعداد میں خطوط لکھے تھے، مگر بے صبر کے نام غالب کے خطوط ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکے۔ ممکن ہے کہ ضائع ہو گئے ہوں۔ بے صبر ۱۸۱۵ء میں قصبہ سکندر آباد ضلع بلند شہر میں پیدا ہوئے۔ یہ بھٹناگر کا بیٹہ تھے۔ والد کا نام کا نہہ سنگھ تھا۔ سری رام اور مرزا کلب حسین خاں نادر نے والد کا نام کا نجی مل لکھا ہے جو درست نہیں۔ بے صبر فارسی اور عربی سے واقف تھے۔ ریاضی، نجوم، ہستیت، منطق، ویدانت اور تصوف میں بھی خاصی دستگاہ تھی۔ سترہ سال کی عمر میں بے صبر محکمہ پرمٹ میں ملازم ہوئے اور کچھ عرصے بعد کلکتہ کی سہارنپور سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۸۶۲ء میں پنشن لے کر

خاتہ نشین ہوئے۔ ان کے چار صاحبزادے تھے۔ کرشن چندر سروپ، برہما سروپ، ہر سروپ اور
 بیٹی سروپ۔ ہر سروپ اور بیٹی سروپ کا ان کی زندگی ہی میں انتقال ہو گیا۔ بے صبر نے ان دونوں
 کے نوچے لکھے تھے جو سراپا سخن کے نام سے فروری ۱۸۷۹ء میں شائع ہوئے۔ ۱۳ فروری ۱۸۸۵ء کو
 بے صبر کا میرٹھ میں انتقال ہو گیا۔ اب تک ان کی دس تصنیفات کا پتہ چل سکا ہے۔ (۱) دیوان اول اردو
 (۲) دیوان دوم اردو (۳) دیوان فارسی (۴) دیوان قصائد اردو (۵) مثنوی لخت جگر۔ یہ درد انگیز مثنوی
 مطبع نور شید جہاں تاب سہارن پور سے ۱۸۷۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کا ایک نسخہ انجمن ترقی اردو (ہند) کی
 لائبریری میں موجود ہے (۶) مثنوی اخگر عشق (۷) سراپا سخن فروری ۱۸۷۹ء میں شائع ہوئی۔ تین نشری
 تصانیف ہیں۔ رسالہ بدیع البدائع۔ یہ کتاب مطبع دبیر ہند، بلند شہر سے ۱۸۷۷ء میں چھپی (۹) رسالہ ادیب
 البینات (۱۰) گلستان ہند نشر گویا کل چار کتابیں شائع ہوئیں اور باقی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔
 بے صبر کا کلیات پروفیسر گوپی چند نارنگ کو دستیاب ہوا تھا۔ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی نے اردوئے معلیٰ
 دہلی (شمارہ ۱ جلد ۱، فروری ۱۹۶۶ء میں اس کلیات کا تفصیلی تعارف کرایا ہے۔

ملاحظہ ہوں: تلامذہ غالب، ص ۵۷-۵۶۔ ارمغان گوکل پرشاد، ص ۱۷۔ فشی
 بال مکنڈ بے صبر، ویریند پرشاد سکسینہ بدایونی، العلم، کراچی، جنوری تا مارچ ۱۹۶۹ء، ص ۴۸۰-۴۸۳۔ فشی بال مکنڈ
 بے صبر، ویریند پرشاد سکسینہ بدایونی، ہماری زبان علیگڑھ، ۸ دسمبر ۱۹۶۶ء، تذکرہ آثار الشعراء ہند، ص ۳۳-۳۴۔
 بہار سخن، ص ۸۶، ۸۷۔ تذکرہ نادر، ص ۴۴۔ فشی بال مکنڈ بے صبر، مختار الدین احمد ہماری
 زبان علیگڑھ، ۱۵ جون ۱۹۵۷ء مرزا غالب کے ایک شاگرد، فشی بال مکنڈ بے صبر، اکبر حیدری، نیا دور، لکھنؤ، مئی
 ۱۹۸۱ء، ص ۱۲-۱۹۔ خم خانہ جاوید، جلد ۱، ص ۶۸۲-۶۸۳۔ غالب اور بے صبر، خواجہ احمد فاروقی،
 اردوئے معلیٰ، دہلی، فروری ۱۹۶۶ء، ص ۱۱۸-۱۲۹۔ آثار ادبیہ، مختار الدین احمد، ہماری زبان علیگڑھ، ۱۵ اگست
 ۱۹۵۷ء غیر معروف شعرا، مختار الدین احمد، ہماری زبان علیگڑھ، یکم جولائی ۱۹۵۷ء۔ فشی بال مکنڈ بے صبر، قاضی
 معراج دھولپوری، اردو ادب، دسمبر ۱۹۵۷ء، ص ۹۲-۱۱۹

۳۹۔ بی وفادار: غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام خط میں کیا ہے۔ یہ غالب کی
 لازمہ تھیں۔ غالب نے بہت دل چسپ انداز میں ان کی مرقع کشی کی ہے لکھتے ہیں: "بی وفادار، جن کو تم کچھ اور
 بھائی خوب جانتے ہیں، اب تمھاری بھوکھی نے انھیں وفادار بیگ بنا دیا ہے۔ باہر نکلتی ہیں، سودا تو کیا لائیں گی

مگر خلیق اور ملن سار ہیں۔ رستہ چلتوں سے باتیں کرتی پھرتی ہیں۔ جب وہ محل سے نکلیں گی ممکن نہیں کہ اطراف نہر کی سیر نہ کریں گی۔ ممکن نہیں کہ دروازے کے سپاہیوں سے باتیں نہ کریں گی، ممکن نہیں کہ پھول نہ توڑیں اور بی بی کو لے جا کر نہ دکھائیں۔ اور نہ کہیں کہ ”یہ پھول تائی چچا کے بیٹے کی کائی کے ایں“ شرح: تمہارے چچا کے بیٹے کی کیاری کے ہیں۔

۴۰۔ **بیدل، عبدالقادر** : غالب نے اُن کا ذکر مولوی ضیا، الدین خاں ضیا، مرزا ہرگوپال تفسر، انور الدولہ شفق، چودھری عبدالغفور سرور اور غلام نجف کے نام خطوط میں کیا ہے۔ اُن کے علاوہ بھی غالب کی نظم و نثر میں بیدل کا حوالہ کسی نہ کسی طرح بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ آیا ہوگا۔ ابتدائی دور میں غالب کا بیدل سے متاثر ہونا سب کو معلوم ہے۔

بیدل (۱۶۲۵ء - ۱۶۴۲ء) میں بقول پروفیسر سید حسن بنگال کے مقام اکبر نگر عرف راج محل میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کے تھے کہ اُن کے والد مرزا عبدالخالق کا انتقال ہو گیا۔ کچھ ہی عرصے بعد والدہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ بیدل کے چچا مرزا قلندر نے اُن کی پرورش اور تربیت کی۔ بیدل نے ریاضی، لمبیعیات، رمل، جعفر اور نجوم میں دستگاہ حاصل کی تھی۔ موسیقی میں بھی مہارت تھی۔ بیدل کا سلسلہ نسب ایران کے خاندان مظفریہ کے فرماں روا شاہ منصور بادشاہ فارس و ممدوح نوابہ حافظ سے ملتا ہے۔ ان کے اسلاف ماوراء النہر سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ جوانی میں شمال ہند آئے اور شاہ عالم بن عالم گیر کے لڑکے سلطان معز الدین کے حقیقی ماموں مرزا سلیمان کے ساتھ کئی سال رہے۔ سلطان معز الدین کی وفات کے بعد اعظم شاہ بن عالمگیر کے لشکر میں ملازم ہو گئے۔ ایک دن بادشاہ کو خبر ملی کہ لشکر میں ایک شاعر بیدل نامی ہے۔ اُس نے مزاحاً کہا: ”لشکر میں جہاں جو انان پھر دل میں بیدل کا کیا کام؟“ بیدل نے جب بادشاہ کا یہ قول سنا تو فوراً دہلی چھوڑ کر مختصر اچلے گئے۔ وہاں کے حاکم محل محمد خاں نے اُن کی بہت توانع کی۔ یہ اُن کے ساتھ رہنے لگے۔ محل محمد خاں کی وفات کے بعد بھی یہ ڈیڑھ سال وہیں رہے اور پھر سیوات کے قصبہ نارنول کے حاکم شکر اللہ خاں نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ لیکن بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ بیدل شہزادہ محمد معظم کی فوج میں ملازم تھے اور پانچ صدی منصب اور داروغہ کو فستگیر کے عہدے پر مامور تھے۔ کچھ دن ملازمت کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔

۴۴ نومبر ۱۶۲۵ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔ محلہ کلکیٹریان، گڈنگھاٹ لطف علی میں اپنے مکان میں مدفون ہوئے۔ یہ

جگہ اب باغ بیدل کہلاتی ہے، اور پُرانے قلعے کے سامنے ہے۔

والی ٹونک کے زمانے میں ٹونک میں ملازم ہوئے۔ غالباً ان کے ذمے سفارت کا کام تھا۔ جب نواب وزیرالدولہ نے رائے نرجن لال کیل کو برطرف کیا تو میر فضل حسین خاں کو ۸ صفر ۱۲۵۳ھ کو باقاعدہ سفارت کے عہدے پر مامور کر دیا۔ ان کے بھائی ارشاد حسین اور دولہ کے سید رضا من حسین اور سید احمد حسین بھی ریاست ٹونک میں ملازم تھے (غالب نے ۱۲۶۱ھ میں میر فضل حسین خاں کی معرفت نواب وزیرالدولہ کی خدمت میں قصیدہ پیش کیا تھا ۱۲۶۱ھ (۱۸۵۴ء-۱۸۵۳ء) میں میر فضل حسین خاں کا انتقال ہوا غالب کو ان کی وفات کا بہت صدمہ ہوا۔ ۲۳ فروری ۱۸۵۴ء کے خط میں تفتہ کو لکھتے ہیں: ہائے ہائے میر فضل حسین خاں ہائے ہائے:

رفتی و مراخیر نہ کر دی

بر بے کسیم نظر نہ کر دی

ان کے بیٹے احمد حسین خاں کو ریاست ٹونک میں ان کی جگہ پر مقرر کیا گیا۔ افتخار حسین مضطر خیر آبادی ان کے بیٹے اور جاں نثار اختر ان کے پوتے ہیں۔ غالب نے ان کی وفات پر تیرہ اشعار پر مشتمل ایک قطعہ تاریخ و فناء بھی کہا تھا۔ اس قطعہ کا مطلع ہے:

چوں فضل حسین خاں کہ نہ بود

کس نظیرش بہ شیوہ و منہجار

ملاحظہ ہو: ٹونک میں مرزا غالب کے احباب، سید منظور الحسن برکاتی، تحریک، دہلی، اپریل ۱۹۶۲ء

ص ۷۸۔ میر فضل حسین خاں، منظور الحسن برکاتی، شاعر ممبئی، ۱۹۶۹ء، غالب نمبر، ص ۱۶۵-۱۵۹۔

۴۶۔ **فضل حسین خاں، نواب:** غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام خط میں کیا

ہے۔ یہ نواب تھل حسین خاں والی فرخ آباد کے بھتیجے اور نواب عنایت حسین خاں نصرت جنگ کے صاحبزادے تھے

(ولادت ۲۶ اکتوبر ۱۸۲۶ء) چوں کہ نواب تھل حسین خاں لا ولد تھے۔ اس لیے ۱۸۴۵ء میں ان کی وفات

پر نواب فضل حسین خاں مسند نشین ہوئے۔ ۱۸۵۶ء کے ناکام انقلاب میں انھوں نے انگریزوں کے خلاف

جنگ میں حصہ لیا تھا۔ اس لیے گرفتار کر کے مکے بھیج دیے گئے تھے ۱۸۸۶ء میں وہیں انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو: تاریخ فرخ آباد، ص ۱۴۸-۱۵۲۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علما، ۸۹ء، ٹرسٹی

ص ۷۸-۷۹

(Sir Charles Edward, Baronet
Trevelyan) : غالب

ٹرولین، سر چارلس ایڈورڈ، بیرونیٹ

نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام خط میں کیا ہے۔ یہ جارج ٹریولن کے بیٹے تھے۔ ۲ اپریل ۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۸۷۷ء میں ہندوستان آکر ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے دہلی میں اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوئے۔ محکمہ خارجہ میں انڈر سکرٹری بھی رہے۔ ۱۸۵۹ء میں مدراس کے گورنر بنے۔ یہ لارڈ میکالے کے بہنوئی تھے۔ میکالے کی کوشش تھی کہ ہندوستانیوں کا ذریعہ تعلیم ہندوستانی زبانوں کے بجائے انگریزی ہو۔ ٹریولن نے اس سلسلے میں میکالے کی بہت مدد کی۔ ۱۹ جون ۱۸۷۷ء کو انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو: Dictionary of Indian Biography, p. 428

۴۸۔ **جان جاکوب، جان جیکب** (John Jacob) : غالب نے ان کا ذکر منشی نبی بخش حقیر، مرزا حاتم علی بیگ تہر اور مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام خطوط میں کیا ہے۔ سیٹیفن لائنگ جیکب کے صاحبزادے تھے۔ ۱۱ جنوری ۱۸۱۷ء کو پیدا ہوئے۔ رام بابو سکسینہ نے ان کا سنہ ولادت ۱۸۱۷ء بتایا ہے۔ ۱۸۲۹ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی بمبئی آرٹیلری میں سپاہی کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا۔ زندگی کا بڑا حصہ سندھ میں گزارا۔ پاکستان کا شہر جیکب آباد انھیں کے نام پر ہے۔ ۱۴ اکتوبر ۱۸۷۷ء کو جب وہ غالب کے مہمان ہو کر دہلی آئے تو کلکتے کے ”احسن الاخبار“ نے ۲۰ دسمبر ۱۸۷۷ء کی اشاعت میں خبر دی کہ: ”۱۴ اکتوبر کو میجر جان جاکوب اکبر آباد سے دہلی وارد ہوئے، مرزا اسد اللہ خاں غالب نے روایت قدیم کے سبب سے مہمان نوازی اور استقبال کی رسومات کو شان و شوکت کے ساتھ انجام دیا، اور نواب ضیاء الدین خاں کے مکان میں جہاں پہلے ہی سے مہمان داری کا انتظام کیا گیا تھا، کٹھنہرایا، غالب جو اہر سنگھ جوہر کے نام ایک فارسی خط میں لکھتے ہیں: ”میجر صاحب یہاں (بلیماروں میں نواب ضیاء الدین خاں کے مکان) سے چلے گئے ہیں۔ انھوں نے کوٹھی فیض طلب خاں کرایے پر لے لی ہے وہاں رہتے ہیں۔“ اس خط میں لکھتے ہیں کہ: ”میں نے آج تک تو انھیں قلعہ کے دانہ و دام کے فریب سے بچا رکھا ہے، ان لوگوں کی روش دیکھ کر خود بھی بد دل ہو گئے ہیں۔“ ان اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ جاکوب پہلے غالب کے مہمان ہو کر نواب ضیاء الدین خاں کی کوٹھی پر ٹھہرے تھے پھر انھوں نے ایک مکان کرایے پر لے لیا۔ جاکوب غالباً قلعے میں ملازمت کے متمنی تھے، لیکن قلعے کی حالت دیکھ کر اور کچھ غالب کے سمجھانے سے وہ اپنے ارادے سے باز آ گئے۔

جاکوب کے نام غالب کے چھ فارسی خط ہیں، پانچ ”پنج آہنگ میں اور ایک ”باغِ دودر“ میں۔ ان خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ جاکوب فارسی میں شعر کہتے تھے اور غالب کے شاگرد تھے۔ انھوں نے دیوانِ حافظ

مرتب کیا تھا۔ جس کی تقریظ غالب نے لکھی تھی۔ جاکوب نے گوالیار میں مکان بنایا تو ان کی فرمائش پر غالب نے سات شعر کا ایک فارسی قطعہ تاریخ لکھ کر بھیجا۔ انھوں نے ایک کنواں بھی تعمیر کیا تھا۔ غالب نے اس کنوئیں کا بھی سات شعر کا ایک فارسی قطعہ کہا تھا۔ جاکوب کو پسند نہیں تھا کہ غالب اردو میں شعر کہیں۔ اس لیے وہ فارسی میں شعر کہنے کی غالب کو ترغیب دیتے تھے۔

جان جاکوب ترقی کرنے کرتے جنرل ہو گئے تھے۔

ڈکشنری آف انڈین بائیوگرافی میں ان کی تاریخ وفات ۵ دسمبر ۱۸۵۵ء بتائی گئی ہے، جو درست نہیں معلوم ہوتی۔ کیوں کہ غالب نے جاکوب کی وفات کا ذکر مہر کے نام اس خط میں کیا ہے جو غالب نے انھیں ۵ مارچ ۱۸۵۵ء سے پہلے لکھا تھا۔ ممکن ہے جاکوب کی وفات ۵ دسمبر ۱۸۵۴ء کو ہوئی ہو۔ پوری کوشش کے باوجود مجھے جاکوب کا فارسی کلام دستیاب نہیں ہوا۔

ملاحظہ ہو :

Dictionery of Indian Biography, p. 219. Fifty-seven, pp. 24-25

”باغِ دو در“ مرتبہ وزیر الحسن عابدی، ص ۱۳۸ European poets of Urdu and Persian, pp.

53-54. رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں کہ جاکوب ۱۸۵۴ء کے انقلابیوں سے لڑے اور انھیں کے ہاتھوں مارے

گئے۔ جان جیکب کے بارے میں تقریباً چھتیس سرکاری دستاویزی نشنل آرکائوز آف انڈیا میں محفوظ ہیں۔

یہ دستاویزی ان کے تقررات اور تنخواہ وغیرہ کے بارے میں ہیں: Foreign Deptt. Decennial

Index 1850-59 I to L

۴۹۔ جانی بیج ناتھ : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام خط میں کیا ہے۔ یہ جانی بہاری

لال رند، راضی کے بھائی تھے۔

۵۰۔ جعفر علی، مولوی : غالب نے قاری جعفر علی کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام ایک خط میں کیا ہے۔

یہ مولوی افضال علی کے صاحبزادے اور جارجہ ضلع بلند شہر کے رہنے والے تھے۔ دوم صفر ۱۲۲۶ھ کو ان

کی ولادت ہوئی۔ دہلی کالج میں تعلیم پائی۔ دہلی میں مسجد حامد علی خاں کے پیش امام تھے اور دہلی کالج میں ریاضی

تاریخ، جغرافیہ، فارسی، اردو اور فقہ پڑھاتے تھے۔ اپنے زمانے کے مشہور قاری تھے۔ بہ قول صاحب

تذکرہ بے بہا ”خوش گلو ایسے تھے کہ راہ گیر آپ کی آواز سن کر کھڑے ہو جاتے تھے“۔ بغاوت کے الزام

میں گرفتار ہوئے لیکن بے گناہ ثابت ہونے پر رہا کر دیے گئے۔ ۸۴ سال کی عمر میں ۸ ماہ ۳۱۲ھ کو انتقال ہوا۔ انھوں نے محمد حسن علی خاں اور سدید الدین خاں کی مدد سے الف لیلیٰ کا اردو میں ترجمہ کیا تھا جو ۱۸۴۲ء میں مطبع العلوم مدرسہ دہلی سے شائع ہوا۔

ملاحظہ ہوں: قدیم دہلی کالج، ص ۶۵۔ غالب اور قاری جعفر علی صنیر اصغر جارجی، ماہ نو، کراچی ص ۴۵۔ ۴۷۔ صنیر اصغر جارجی نے مولوی محمد باقر کی آثار الباقریہ، ایک اور کتاب ارشاد المؤمنین، جس کے مصنف کا نام نہیں بتایا، کے حوالے سے جعفر علی کے حالات زندگی بیان کیے ہیں۔ تذکرہ بے بہا، ص ۱۱۵۔ ۱۱۷

۵۱۔ جواں بخت مرزا: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح اور حکیم غلام بخت خاں کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ نواب زینت محل کے بطن سے بہادر شاہ ظفر کے صاحبزادے تھے۔ انھیں بھی ظفر کے ساتھ رنگون بھیجا گیا تھا۔ نظر بندی کے زمانے میں انھیں دوسروں پر مہوار پنشن ملتی تھی۔ ملازمین اور مکان مفت تھا۔ ۱۶ جون ۱۸۶۶ء کو انھیں رہا کر دیا گیا اور پنشن اضافہ کر کے تین سو روپے مہوار کر دی گئی۔ جواں بخت نے رنگون سے دس میل دور ایک باغ میں جو ان کی ملکیت تھا، رہنے کے لیے بسکڑ بنوایا تھا۔ ستمبر ۱۸۸۲ء میں جواں بخت کی طبیعت خراب ہوئی۔ تبدیلی آب و ہوا کے لیے انھیں مولین بھیج دیا گیا۔ ۱۹ ستمبر ۱۸۸۴ء کو ان کا انتقال ہو گیا اور مولین ہی میں مدفون ہوئے۔

ملاحظہ ہوں: منشیل آرکائیوز آف انڈیائی دہلی کی مندرجہ ذیل دستاویزیں:

1. Foreign Department Political B. No. 40-41 Feb 1880 N.A.I.
2. Foreign Department International B.No. 9-13 Nov 1884 N.A.I.
3. Foreign Department Political B.No. 15-17 April, 1868

جیون لال منشی: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام خط میں کیا ہے۔ ان کے والد کا نام گروہاری لال تھا۔ آباؤ اجداد منسل دربار میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ گروہاری لال اکڑ لوئی اور سر چارلس ٹرکٹ کے منشی رہے تھے۔ جیون لال نے بھی انگریزوں کی ملازمت کی۔ منشی جیون لال ۱۸۸۵ء کے ہنگامے کے دوران انگریزوں کے جاسوس بنے رہے۔

دہلی پر انگریزوں کے قبضے کے بعد حکومت نے جاسوسی کے صلے میں رائے بہادر کا خطاب اور جاگیر دی۔ انھوں نے ۱۲۵۷ء کا روزنامہ بھی لکھا تھا، جس کا اردو ترجمہ خواجہ حسن نظامی نے غدر کی صبح و شام کے نام سے کیا ہے۔ یہی وہ منشی جیون لال ہیں جنہوں نے غالب کے سکہ کہنے کی جاسوسی کی تھی ۱۲۵۷ء کی شورش کے دوران یہ دہلی ایجنسی میں میر منشی تھے۔ ناکام انقلاب کے کافی دن بعد تک اس عہدے پر کام کرتے رہے۔ اور پھر آنریری میجسٹریٹ بنادیے گئے۔ ۴ اپریل ۱۸۸۳ء کو انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہوں: غدر کے صبح و شام دہلی کی یادگار ہستیاں ص ۴۴۰-۴۴۴۔ غالب اور شاہان تیموریہ ص ۹۱، ۹۴، ۱۰۷، ۱۰۸۔ نیز ملاحظہ ہو ڈیپارٹمنٹ آف آرکائوز، دہلی کی درج ذیل دستاویز:

D.C. 18/J 11 6 1890

۵۳۔ **حافظ شمس الدین**: خواجہ حافظ کے نام سے مشہور تھے۔ غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی، مرزا ہرگوپال کفّہ، قدر بلگرامی، شہاب الدین ثاقب اور منظر علی مارہروی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ بہاء الدین کے صاحبزادے تھے۔ حافظ کی زندگی کے بارے میں بہت کم معلومات فراہم ہوئی ہیں ۱۲۷۷ھ میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ سید شریف جرجانی اور شمس الدین عبداللہ شیرازی سے تعلیم حاصل کی۔ حافظ قرآن تھے، اس لیے حافظ کہلائے جاتے تھے۔ ۱۲۹۱ھ یا ۱۲۹۲ھ میں انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو: دوستانہ سخنور، ص ۷۲-۷۴۔ لسان الغیب خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی

ص ۱-۱۲۔

۵۴۔ **حامد علی خاں، نواب میر**: یہ میر فضل علی خاں نائب شاہ اودھ کے بھانجے اور داماد تھے۔ یہ وہی میر فضل علی ہیں جنہوں نے اینگلو عربک کالج کے لیے ایک بڑی رقم کا ٹرسٹ بنایا تھا اور ان کے نام کا کتبہ اسکول میں آج بھی لگا ہوا ہے۔ میر فضل علی خاں کے انتقال پر ان کی بیٹی حاجی بیگم کو جو حامد علی خاں سے منسوب تھیں ترکے میں سے نو لاکھ روپیہ نقد اور بہت سامان ملا۔ نواب صاحب نے لکھنؤ چھوڑ کر دہلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ کچھ روپیہ شاہی خزانے میں جمع کر دیا جس سے ساڑھے چار ہزار روپے اُن کو بہ طور سود ملتا تھا، غالباً یہ سود ملنا بند ہو گیا کیوں کہ احسن الاخبار کے ۱۲۳۶ھ اور ۱۲۳۷ھ کے کئی شماروں میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ نواب حامد علی خاں نے بادشاہ سے اپنے ایک لاکھ کئی ہزار روپے کا مطالبہ کیا۔ یہ رقم واپس نہیں کی گئی۔ کیوں کہ ۲۲ ستمبر ۱۸۶۱ء کے ایک خط میں غالب نے میر مہدی مجروح

کو لکھا ہے کہ حامد علی خاں کی ایک لاکھ بیس ہزار کئی سو روپے کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی۔ ظفر سے تو اس رقم کے ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پتا نہیں برطانوی حکومت نے یہ رقم ادا کی یا نہیں۔

۱۸۵۷ء کے انقلاب کے دوران نواب صاحب بادشاہ کے مقربوں میں تھے۔ جب دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تو انھوں نے ہڈسن کو ایک لاکھ روپیہ دے کر دہلی سے پانی پت کے پاس ایک بستی برست جانے کی اجازت حاصل کر لی۔ یہ ان کا آبائی وطن تھا۔ کچھ ہی دن میں کرنال کے کلکٹر چرڈن نے دو سو سواروں کے ساتھ ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ سارا ساز و سامان لوٹ لیا اور گھر کے مردوں اور ملازموں کو گرفتار کر کے دہلی بھیج دیا حامد علی بائیس مہینے حوالات میں رہ کر فروری ۱۸۵۹ء میں ارسطو جاد اور خلیفہ محمد حسین کی کوششوں سے رہا ہوئے۔ تمام جائیداد حکومت نے ضبط کر لی اور یہ روٹیوں کو بھی محتاج ہو گئے۔

نواب حامد علی خاں کی بیوی حاجی بیگم کے کچھ مکانات دہلی کو بہتر بنانے کے لیے گرائے گئے تھے۔ ان مکانات کی زمین اور عمارت کی قیمت حکومت نے ۹۳۷۰۰ روپے طے کی تھی۔ غالباً حامد علی خاں کی وفات کے بعد ان کی بیوی حاجی بیگم کو یہ رقم ادا کی گئی

ملاحظہ ہوں: قیصر التواریخ، جلد ۲، ص ۴۶۳-۴۶۵۔ عروج سلطنت عہد سلطنت انگلشیہ ہند ص ۷۱، ۱۸۵۷ء کے اخبار اور دستاویزیں، ص ۳۹۹-۴۰۶۔ ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ، ص ۱۸۵-۱۸۷۔ غدر کے صبح و شام، ص ۶۸۔ مزید دیکھیے ڈیپارٹمنٹ آف آرکائوز، دہلی کی درج ذیل دستاویز:

L1 (18/ 46 D. C. 5/1866

۵۵۔ حزیں، شیخ جمال الدین ابو المعالی محمد علی: غالب نے ان کا ذکر صفیر بلگرامی اور چودھری عبدالغفور سرور کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ان کے والد کا نام ابو طالب تھا۔ ان کا ۱۲۱۷ھ میں ۴۹ برس کی عمر میں اصفہان میں انتقال ہوا۔ حزیں ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۰۳ھ کو اصفہان میں پیدا ہوئے۔ حزیں نے اصفہان کے عالموں سے حدیث و فقہ، علم ہیئت، تفسیر، منطق، طب اور ہندسہ جیسے علم حاصل کیے۔ حزیں کی ابتدائی زندگی پریشان حالی میں گزری اوس سال تک ایران کے مختلف شہروں میں گھومتے پھرے۔ ۱۰ رمضان ۱۲۱۷ھ کو عازم ہند ہوئے اور باقی زندگی ہندوستان ہی میں گزار دی۔ ہندوستان کے مختلف شہروں میں گھومتے رہے۔ دہلی میں عہدہ الملک امیر خاں انجام کے توسط سے محمد شاہ بادشاہ کے دربار تک رسائی ہوئی۔ محمد شاہ نے خاصی پذیرائی کی۔ دہلی سے بنگال اور پٹنہ ہوتے ہوئے

بنارس پہنچے، آخر میں فقیری اختیار کر لی۔ بنارس ہی میں ۱۸۵۸ء میں انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو: دیوانِ خزین، ص ۱-۸

۵۶۔ حسن علی: غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام خط میں کیا ہے۔ یہ سید تھے اور ان کے والد جان محمد شاہی ملازمت میں رہے تھے۔ غالب نے ان کے بارے میں علانی کو لکھا تھا کہ حسن علی ”دو سازی میں یگانہ، رکاب داری میں یکتا ہیں۔“

ملاحظہ ہو: جہانِ غالب، قاضی عبدالودود، معاصر مہینہ، حصہ ۴، ص ۲۵-۲۶

۵۷۔ حسن علی خاں: غالب نے نواب حسن علی خاں کا ذکر میر مہدی مجروح اور منشی شیونرائن آرام کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ نواب نجابت علی خاں رئیس جھجر کے بیٹے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب کے دوران یہ دہلی میں تھے اور اکثر بہادر شاہ ظفر کے دربار میں حاضر ہوتے تھے اسی قریبی زمانے میں عبدالرحمن خاں والی جھجر ہوئے وہ بہادر شاہ ظفر کی مدد کر رہے تھے۔ دہلی میں انگریزوں کے قبضے کے بعد مع اہل و عیال دہلی سے فرار ہو کر گوالیار پہنچے۔ وہاں سے دہلی پر جا کر روپوش ہو گئے۔ علی کا معظّمہ کے اشتہارِ امان کے بعد گرفتار ہوئے اور اکبر آباد لائے گئے۔ یہاں کپتان جاردن کمشنر اگرہ کی سفارش پر رہا ہو کر یکم جنوری ۱۸۵۸ء کو دہلی واپس آ گئے اور کمشنر کی اجازت سے کلاں محل میں رہنے لگے۔ ان کے صاحبزادے سعادت علی خاں بلند شہر سے گرفتار ہو کر دہلی آئے۔ دو ماہ بعد رہا ہو کر جاوہر چلے گئے۔ وہیں انتقال ہوا حسن علی خاں کا اپنے بھتیجے نواب فیض محمد خاں والی جھجر سے کچھ اختلاف ہو گیا تھا۔ برطانوی حکومت کے حکم سے انھیں ریاست سے تین ہزار روپے مایانہ ملتے تھے ۱۸۵۷ء میں یہ رقم بند ہو گئی اور حکومت سے سو روپے ماہوار کی منشن مُقرر ہو گئی۔ بہت خستہ حالی اور پریشانی کے عالم میں ان کا انتقال ہوا۔ غالب نے ۲۲ ستمبر ۱۸۶۱ء کے خط میں مجروح کو ان کے انتقال کی خبر دی ہے جس کا مطلب ہے کہ قریبی زمانے ہی میں انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہوں: قیصر التواریخ، جلد ۲، ص ۴۶۱-۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ، ص ۱۸۸۔ واقعات

دارالحکومت، جلد ۲، ص ۱۲۶۔ سرطامس ٹسکان کی ڈائری، ص ۱۰ اس ڈائری میں کئی بار اس کا ذکر کیا گیا ہے کہ جھجر کے نمائندے نے حسن علی خاں کی تنخواہ کے تین ہزار روپے پیش کیے۔ صاحبِ اجنٹ بہادر نے حسن علی خاں کے آدمی کو دلواد دیے۔ غدر کا نتیجہ، ص ۶۳

۵۸۔ حکمت اللہ: غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام خط میں صرف ایک بار کیا ہے اگرے

میں غالب کے ایک دوست میر تقی میر علی تھے۔ دہلی بھی آئے رہتے تھے۔ میر تقی میر کے دوست حکمت اللہ نے غالب کے پتے سے ان کے نام خط بھیجا تھا۔ غالب، حکمت اللہ سے آشنا نہیں تھے، کیوں کہ انھوں نے لکھا ہے کہ: "کوئی میاں حکمت اللہ ہیں۔"

حمزہ خاں: غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ مجھے ان کے حالات کہیں نہیں ملے۔ خطوط غالب سے اندازہ ہوتا ہے کہ دہلی میں علاء الدین احمد خاں علانی کے آتی تھے۔ بعد میں یہ اور چلے گئے تھے۔ وہاں ممکن ہے کہ علانی کے بچوں کو پڑھاتے ہوں۔ انھوں نے ایک دفعہ علانی کی معرفت غالب کو ترکِ شراب کی نصیحت کی اور غالباً یہ بھی کہلوایا تھا کہ شراب پینے والا مشرک ہوتا ہے۔ غالب نے علانی کے نام ایک خط میں اس نصیحت کا خاصا طویل جواب دیا تھا اور غصے میں لکھا تھا: "دریہ کے بنیوں کے لونڈوں کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا اور رسائل ابو حنیفہ کو دیکھنا اور مسائل حین و نفاس میں غوطہ مارنا اور بے اور عرفا کے کلام سے حقیقتِ حق وحدت وجود کو اپنے میں دل نشین کرنا اور بے "غالباً ان ہی حمزہ خاں کے بارے میں غالب نے علانی کو لکھا تھا: "سنا ہوں کہ حمزہ خاں کو ان دنوں علتِ مشائخ کا زور ہے اور سعدی کی اس بیت پر عمل کرتے ہیں۔"

کسانیکہ یزداں پرستی کنند

بہ آوازِ دولابِ مستی کنند

۶۰۔ **حیا، مرزا رحیم الدین:** غالب نے ان کا ذکر منشی نبی بخش حقیر، مرزا ہر گopal تفتہ اور نواب کلب علی خاں کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ان کے والد مرزا کریم الدین رسا، شاہ عالم ثانی کے پوتے تھے۔ حیا ۱۲۱۲ھ (۱۷۹۷ء) میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ شطرنج کے بہت اچھے کھلاڑی اور ستار نوازی میں کمال حاصل تھا۔ شاعری میں شاہ نصیر کے شاگرد تھے۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کی ناکامی کے بعد مستقل طور پر رام پور چلے گئے جہاں نواب کلب علی خاں نے انھیں اپنا مصاحب بنالیا۔ حیا کا ایک دیوان ۱۸۵۷ء سے پہلے شائع ہوا تھا۔ اس دیوان پر غالب اور صہبائی نے تقریریں لکھی تھیں۔ ایک دیوان اور مرتب کیا تھا۔ سمری رام نے اُن کے دو دیوان اور ایک وسوخت کا ذکر کیا ہے۔ تیسرا دیوان بھی مرتب کیا تھا جو بہ قول سمری رام ضائع ہو گیا۔ سمری رام نے لکھا ہے کہ نواب کلب علی خاں کی وفات کے آٹھ دن بعد ان کا انتقال ہوا۔ اس حساب سے اُن کا انتقال ۳۱ مارچ ۱۸۸۷ء کو ہوا ہوگا۔

ملاحظہ ہوں: نجم خاں جاوید، جلد ۲، ص ۵۱۰-۵۱۲۔ گلستانِ سخن، جلد ۱، ص ۸۰-۸۱۔

۴۱۴۔ انتخاب یادگار، ص ۱۱۸۔ ۱۲۰ قاموس المشاہیر، جلد ۱، ص ۲۶۰

۶۱۔ خاقانی، حسان العجم افضل الدین (بدیل۔ ابراہیم) : غالب نے ان کا ذکر سیاح، سرور، مولوی نعمان احمد اور فرقانی میرٹھی و تفتہ کے نام خطوط میں کیا ہے۔

فارسی کے بہت مشہور شاعر تھے۔ خاقانی تخلص تھا۔ حسان العجم اور افضل الدین ان کے لقب تھے۔ خاقانی کے والد نجیب الدین علی بڑھئی تھے اور دادا جولاہے تھے۔ اپنے چچا زاد بھائی وحید الدین منجمانی سے تعلیم پائی۔ شاعری میں ابوالعلا گنجوی کے شاگرد تھے۔ کچھ عرصے تک خاقان فخر الدین منوچہر بن فریدون شروان شاہ سے وابستہ رہے اور بادشاہ سے بہت قیمتی انعام و اکرام حاصل کیے۔ کچھ عرصے بعد بادشاہ سے کسی بات پر ناراض ہو کر کنارہ کشی اختیار کر لی اور مختلف شہروں میں گھومتے پھرتے رہے۔ ایک عرصے بعد پھر شروان شاہ کے دربار سے متصل ہو گئے۔ نہ جانے بادشاہ سے کس بات پر لگڑی کہ اس نے قید کر دیا۔ ایک سال بعد رہائی ہوئی۔ ۵۸۲ھ اور ۵۹۵ھ کے درمیان انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو : تاریخ ادبیات در ایران، جلد ۲، ص ۷۷۶۔ ۷۸۰

۶۲۔ خوب چند چین مسکھ : غالب نے ان کا ذکر علامہ الدین احمد خاں علانی کے نام خط میں کیا ہے۔ کسی بھی کتاب میں ان کا ذکر میری نظر سے نہیں گزرا۔ غالب کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ دہلی کے مہاجن تھے۔ ۶۳۔ ذوق، محمد ابراہیم : غالب نے ذوق کا ذکر منشی نبی بخش حقیر، یوسف مرزا، میر مہدی مجروح اور چودھری عبدالغفور سرور کے نام خطوط میں کیا ہے۔ خاقانی ہند، ملک الشعراء، عمدة الاساذین اور خان بہادر خطابات تھے۔ ان کے والد کا نام شیخ رمضان (یا رمضان) تھا۔ ذوق ۱۲۰۳ھ میں دلی میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنے عہد کے مروجہ علوم حاصل کیے تھے۔ شاعری میں پہلے حافظ شوق اور پھر شاہ نصیر کے شاگرد ہو گئے۔ ۲۳ صفر ۱۲۰۴ھ مطابق ۵ نومبر ۱۸۵۴ء کو انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو : ذوق، سوانح اور انتقاد، تنویر احمد علوی۔

۶۴۔ راضی زند، دیوان جانی بہاری لال : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ، منشی نبی بخش حقیر اور سید بدر الدین احمد المعروف بہ فقیر کے نام خطوط میں کیا ہے۔ پہلی بار ان کا ذکر تفتہ کے نام ایک خط مورخہ یکم فروری ۱۸۵۲ء میں اور آخری بار سید بدر الدین احمد المعروف بہ فقیر کے نام ایک خط مورخہ ۳ جنوری ۱۸۵۵ء میں آیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی وجہ سے ان دونوں کے تعلقات ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گئے تھے۔

راضی اور تفتہ میں کچھ اختلافات ہو گئے تھے۔ ممکن ہے اس کا اثر غالب اور راضی کے تعلقات پر بھی پڑا ہو۔ راضی کے والد جانی نھنی رام ناگر برہمن تھے۔ ان کے بزرگ گجرات کے رہنے والے تھے۔ بھرت پور میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ راضی غالباً ۱۸۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ اگرے اور اعظم گڑھ میں تعلیم پائی۔ عربی فارسی اور سنسکرت کے عالم تھے۔ عرصے تک فوج میں میٹرنشی رہے۔ بھرت پور دربار کی طرف سے ایجنٹ گورنر جنرل کی خدمت میں نائب وکیل رہے۔ راجپوتانہ گزٹ کے ایڈیٹر رہے۔ مہارانا شری سجن سنگھ والی میواڑ کے اتالیق رہے۔ مہاراجا اودے پور کے اتالیق بھی رہے۔

شاعری میں غالب کے شاگرد تھے۔ انھوں نے اپنے کسی دوست کی معرفت مہاراجا جے پور کی خدمت میں غالب کا دیوان پیش کیا تھا، جس پر مہاراجا نے غالب کو پانچ سو روپے دیے تھے۔

سید بدرالدین المعروف بہ فقیر کے نام غالب کے ایک خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۵۴ء کے اواخر میں راضی خاصی پریشانیوں میں گھرے ہوئے تھے، کچھ ملازمت کی پریشانی تھی، طبیعت خراب تھی اور انھیں دنوں میں جو ان داماد کا انتقال ہو گیا تھا۔ راضی کی صرف ایک بیٹی کا پتا چلتا ہے۔ انھوں نے حبشہ کے ذریعہ اپنی تمام جائداد دو بھتیجیوں جانی لکھمی لال ولد جگن لال اور جانی موتی لال ولد جھنولال کے نام کی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بیٹی کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔ راضی کی تصنیفات کی تعداد خاصی بڑی ہے (۱) یادگار راضی، ۱۶ صفحات کی اس کتاب میں راضی نے عربی قواعد بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب ۱۸۴۷ء میں مطبع مفید عام اگرے میں شائع ہوئی (۲) نگار راضی، گلستانِ سعدی کا منظوم ترجمہ، ۱۴۲ صفحات کی یہ کتاب مطبع مفید عام اگرے ۱۸۶۵ء میں طبع ہوئی (۳) تعریفِ زبانِ فارسی و انگریزی، فارسی اور انگریزی کی منظوم تعریف، ۶۴ صفحات کی یہ کتاب ۱۸۵۹ء میں مطبع اعجاز محمدی اگرے سے شائع ہوئی۔ (۴) دلآرام راضی، بوستانِ سعدی کا منظوم ترجمہ، ۱۴ صفحات کی یہ کتاب ۱۸۵۷ء میں شائع ہوئی (۵) ارژنگ راضی، انوارِ سہیلی کا منظوم ترجمہ، ۷۸ صفحات کی یہ کتاب مفید عام اگرے سے ۱۸۶۷ء میں شائع ہوئی (۵) جے پی اٹنہن کی انگریزی کتاب تاریخِ چٹوڑ کا کل مقصودِ راضی کے نام سے اردو ترجمہ، ۱۰۲ صفحات کی یہ کتاب ۱۸۸۳ء میں اعجاز محمدی پریس اگرے سے شائع ہوئی (۶) کاڈ خدا، خالق باری انداز کی اس کتاب میں انگریزی الفاظ کے اردو مترادفات منظوم کیے گئے ہیں۔ ۳۴ صفحات کی یہ کتاب فردوسی ۱۸۸۷ء میں مطبع دربار کچھ سے شائع ہوئی (۷) دستور تحریری، عربی، فارسی اور انگریزی لفظوں کی المذا پر بحث کی گئی ہے اور خوش نویسی کے اصول بیان کیے

گئے ہیں ۱۲۵ھ میں شائع ہوئی۔ سلیم جعفر نے ان کی پانچ اور کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ (۱) سیاستِ یونان یعنی سوانحِ ٹیلی میکس (۲) شادی نامہ، اس میں راجپوتانہ کے وکیلوں کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اور تین کتابیں سنسکرت قواعد پر۔ عبداللہ بشیر نے ان کے ایک مطبوعہ دیوان کا ذکر کیا ہے جو ۱۲۸ صفحات پر مشتمل تھا اور ۱۲۷ھ میں مطبع دربار کچھ بھاؤ نگر سے شائع ہوا تھا۔ ان کی تاریخ وفات کا پتا نہیں چلتا۔ کم سے کم ۱۸۸۵ء تک حیات تھے کیوں کہ اس سال انھوں نے راجپوتانہ کے ایجنٹ سی کے ایم والٹر کی خدمت میں انگریزی زبان میں ایک قصیدہ پیش کیا تھا جس میں کہا تھا کہ ان کی تہتر سال کی عمر ہے اور اٹھاون سال سے ملازمت کر رہے ہیں۔ سری رام نے ۱۹۱۱ء میں خم خانہ جاوید میں لکھا ہے کہ بیس سال پہلے انتقال کیا۔

ملاحظہ ہوں: تلامذہ غالب، ص ۱۱۰-۱۱۲۔ تذکرہ آثار الشعراء ہنود، ص ۶۳-۶۴۔ جائزہ زبانِ اردو، ص ۱۷۵۔ خم خانہ جاوید، جلد ۳، ص ۳۲۲-۳۲۶۔ دیوان جانی بہاری لال راضی بھرت پوری، معراج دھولپوری، ہماری زبان، علیگڑھ، ۸ نومبر ۱۹۶۱ء۔ دیوان جانی بہاری لال راضی، ویرنیر پرشاد سکینہ بدایونی، ہماری زبان، علیگڑھ، ۲۲ ستمبر ۱۹۶۱ء۔ دیوان جانی بہاری لال، سلیم جعفر، زمانہ کانپور، ستمبر ۱۹۳۷ء۔ ص ۱۵۳-۱۵۹۔ جائزہ زبانِ اردو، ص ۱۷۵۔ غالب اور تلامذہ غالب، تذکرہ بشیریں، اردو، کراچی، غالب نمبر ۱۹۶۹ء، ص ۲۲۸-۲۴۴۔

۶۵۔ راقم، خواجہ مرزا قمر الدین خاں عرف خواجہ مرزا: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ خواجہ بدر الدین خاں عرف خواجہ امان کے صاحبزادے تھے ۱۸۳۲ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر میں بہادر شاہ ظفر کے ملازم ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد بادشاہ نے انھیں ولی عہد مرزا فخر کے سپرد کر دیا۔ مرزا فخر کے انتقال کے بعد ان میں ہمارا جانشینودان سنگھ کے اتالیق مقرر ہوئے ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب کے بعد ریاست جے پور میں ملازم ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد دہلی واپس آ گئے۔ والد کے انتقال کے بعد حیدر آباد چلے گئے۔ تقریباً دو سال وہاں رہے اور پھر جے پور آ گئے۔ یہیں مارچ ۱۹۱۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔

انھوں نے اپنے مطبوعہ دیوان میں شاگردِ غالب ہونے کا دعویٰ کیا ہے لیکن مجھے شبہ ہے کیوں کہ کسی اور ذریعے سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔

ان کا کلیات "نغمہ اردو" کے نام سے ۱۹۱۱ء میں فضل المطابع، دہلی سے شائع ہوا تھا۔ کلیات

۲۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ”مرقع نعت“ کے نام سے تیس صفحات پر مشتمل، نعتوں کا ایک مجموعہ نظام المطابع، حیدرآباد سے شائع ہوا۔

مرزا رفیق بیگ، بغیرہ راقم نے ان کی تین اور تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ ”بعضہ سیارہ“ اس میں سیاروں کا بیان ہے۔ ”عقیدہ شریا“ عورتوں کی زبان میں ایک قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ دو جلدوں میں تھا۔ ایک جلد شائع ہو چکی تھی، شرح دیوان غالب، اس کا مسودہ غالباً ضائع ہو گیا۔

ملاحظہ ہوں: نجم خانہ جاوید، جلد ۳، ص ۳۶۱-۳۵۵۔ خواجہ قمر الدین راقم، مرزا رفیق بیگ، احوال غالب، ص ۲۹۳-۲۹۰ اردو اورنگ آباد، اپریل ۱۹۳۱ء، ص ۲۶۲-۲۶۱۔ تلامذہ غالب، ص ۱۱۶-۱۱۲

۶۶۔ رام سنگھ، مہاراجا: غالب نے تفتہ کے نام خطوط میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ راجا جے سنگھ کے صاحبزادے تھے۔ ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ راجا جے سنگھ کا ۱۸۳۵ء میں انتقال ہوا تو یہ سترہ مہینے کے تھے ان کی والدہ چند راوت کو مختار اور راول جی کو دیوان مقرر کیا گیا۔ ۱۸۵۵ء میں ریاست کے انتظامات اس کے سپرد کیے گئے۔ احترام الدین شافل نے جے پور کے محلات شاہی میں منعقد ہونے والے ایک مشاعرے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: ”اس مشاعرے میں خود مہاراجا نے شرکت کی اور خود ان ہی کی غزل سے مشاعرہ شروع ہوا۔“ ۱۸۵۵ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ظہیر دہلوی نے ”داستان غدر“ میں مہاراجا کی شخصیت اور سیرت پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔

ملاحظہ ہوں: کارنامہ راجپوتگان، ص ۳۲۷-۳۳۰۔ ریاض الامرا، ص ۵۵-۵۸۔ تذکرہ شعرائے جے پور، ص ۸-۱۰۔ داستان غدر، ص ۲۱۱-۱۶۵۔ ۶۷۔ راول، غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام خطوط میں کیا ہے۔ جب ۱۸۳۵ء میں جے پور کے راجا جے سنگھ کا انتقال ہوا، تو ان کے وارث مہاراجا رام سنگھ صرف سترہ مہینے کے تھے۔ برطانوی حکومت نے راول کو ریاست کا دیوان مقرر کر دیا۔ یہ قول نجم الغنی ”راول اپنی ذی اختیار اور فضول خرچی سے راج کو زیر بار اور مہاراجا کو غافل از کار رکھنا چاہتا تھا۔“ اس لیے ۱۸۵۵ء میں مہاراجا جانے اسے برطرف کر دیا۔

ملاحظہ ہو: کارنامہ راجپوتگان، ص ۳۲۹-۳۲۸

۶۸۔ رحیم بخش : غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام خط میں کیا ہے۔ یہ میرن صاحب کے سالے کے صاحبزادے تھے اور دہلی میں رہتے تھے۔

۶۹۔ رسوا، میر احمد حسین : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام خط میں کیا ہے۔ یہ ٹونک کے میر فضل حسین خاں کے بڑے صاحبزادے تھے میر احمد حسین اور ان کے بھائی سیدضامن حسین ٹونک کے ریڈیٹنسی میں ریاست کے سفیر کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ احمد حسین رسوا کے بیٹے، مضطر خیر آبادی اور ان کے بیٹے جاں نثار اختر ہیں۔

ملاحظہ ہوں : ٹونک میں مرزا غالب کے اجاب، سید منظور الحسن برکاتی، تحریک اپریل ۱۹۷۷ء

ص ۷۸

۷۰۔ رقیۃ بیگم : غالب نے میر مہدی مجروح کے نام خط میں لکھا ہے : ”تاج محل، مرزا قیصر مرزا جواں بخت کی سالی ولایت علی بیگ جے پوری کی زوجہ، ان سب کی الہ آباد سے رہائی ہوئی۔“ میرا خیال ہے کہ مرزا جواں بخت کی سالی اور ولایت علی بیگ جے پوری کی زوجہ سے مراد ایک ہی خاتون ہیں اور وہ ہیں رقیۃ بیگم۔ نیشنل آرکائوز آف انڈیا کی دستاویزیں جواں بخت کی سالی کا نام رقیۃ بیگم بتا رہی ہیں اور ڈیپارٹمنٹ آف کارٹوز دہلی کی ایک دستاویز میں ان کا نام رقیۃ بیگم جے پوری لکھا گیا ہے۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ غالب کی مراد ایک ہی ہے۔ یہ مصمصام الدولہ نواب احمد قلی خاں کی صاحبزادی اور مرزا جواں بخت کی بیوی زمانی بیگم کی بہن تھیں۔ شاہی قیدیوں کے ساتھ رنگون جانا چاہتی تھیں، لیکن الہ آباد پہنچ کر ارادہ بدل دیا۔ کچھ دن انھیں قید میں رکھا گیا اور پھر رہا کر دیا گیا۔

ملاحظہ ہو : نیشنل آرکائوز آف انڈیا کی درج ذیل دستاویز :

Foreign Department Political No. 52-125 10 Dec., 1858 N.A.1.

اور ڈیپارٹمنٹ آف آرکائوز دہلی کی مندرجہ ذیل دستاویز :

D.C. 5 1865 P VI (12) 48 Genl

۷۱۔ مرزا فتح الملک بہادر غلام فخر الدین عرف مرزا فخر : مرزا ہرگوپال تفتہ اور منشی نبی بخش حقیر کے نام خطوط میں ان کا ذکر کیا ہے۔ حقیر کو ان کی وفات کی اطلاع دی ہے ظفر کے سولہ بیٹے اور اکتیس بیٹیاں تھیں عمر کے اعتبار سے مرزا فخر و جوش سلمہ میں پیدا ہوئے تھے چوتھے

بیٹے تھے۔ پہلے مرزا دارا بخت دوسرے مرزا شاہ رخ اور تیسرے بیٹے کیو مرث تھے۔ ان میں سب سے پہلے کیو مرث کا انتقال ہوا پھر مرزا شاہ رخ خدا کو پیارے ہوئے اور پھر دارا بخت ولی عہد سلطنت کا ۱۱ جنوری ۱۸۴۹ء کو انتقال ہو گیا۔ اب اصولاً مرزا فخر وہی کو ولی عہد بننا چاہیے تھا لیکن ظفر نے نواب زینت محل کے لپٹن سے پیدا ہونے والے شہزادے مرزا جواں بخت کو ولی عہد بنانے کے لیے کوشش شروع کر دی۔ ولی عہدی کی سیاست میں ظفر، بیگم زینت محل، تقریباً تمام شہزادوں اور بعض امرا نے حصہ لیا۔ ظفر کا ہم نوا گروہ مرزاں جواں بخت کے لیے کوشش کر رہا تھا اور دوسرا گروہ مرزا فخر کے حق میں تھا۔ برطانوی حکومت نے مرزا فخر کو ولی عہد تسلیم کیا اور سیاست سے فائدہ اٹھا کر مرزا فخر کو سے ایک عہدے پر دستخط کرایے۔ اس عہد نامے کی اہم شرائط تھیں کہ (۱) ظفر کے انتقال کے بعد مرزا فخر و لال قلعہ نمائی کر دیں گے۔ (۲) برطانوی حکومت ایک کروڑ روپیہ لال قلعے کا معاوضہ اور ایک کروڑ روپیہ قطب صاحب میں مکانات کی تعمیر کے لیے دے گی (۳) مرزا فخر کو تمام خاندان کے ساتھ قطب صاحب میں سکونت اختیار کرنی ہوگی (۴) مرزا فخر کو تین لاکھ روپے ماہوار پنشن ملے گی (۵) پانچ ہزار افراد پشگل فوج رکھنے کا اختیار ہوگا (۶) گورنر جنرل اور لفٹنٹ گورنر کو دربار میں کرسی دینی ہوگی (۷) روساے اختیار میں مرزا فخر کا اول نمبر ہوگا۔ اس عہد نامے کا مطلب یہ تھا کہ ظفر کے بعد منغل حکومت کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔ مرزا فخر وار دو میں شعر کہتے تھے اور استاد ذوق کے شاگرد تھے۔ ذوق کی وفات کے بعد انھوں نے غالب کا تلمذ اختیار کر لیا۔ چار سو روپے سال غالب کے اور دس روپے ماہوار حسین علی خاں اور باقر علی خاں کے مقرر کر دیے۔ ۱۰ جولائی ۱۸۵۶ء کو مرزا فخر کا انتقال ہو گیا۔

ملاحظہ ہو: بہادر شاہ ظفر اور ان کی شاعری، ص ۱۰۲-۱۱۹۔ غالب اور شاہانِ تیموریہ ص ۵۲-۵۶۔ تلامذہ غالب، ص ۱۲۹-۱۳۴۔ تاریخ عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند، ص ۸-۳۰۔ قلعہ معلیٰ کی جھلکیاں، ص ۶۴-۶۹۔ ولی عہدی کے جھگڑے سے متعلق ملاحظہ ہوں نمینل آرکائیوز آف انڈیا نئی دہلی کی درج ذیل دستاویزیں:

Mutiny Papers Collective No. 200 File No. 49 N.A.I.

" " " " File No. 50 "

" " " " File No. 51 "

Foreign Department Political S. No. 254-61 N.A.I.

Foreign Department Political S. No. 65-66 N.A.I.

” ” ” S. No. 160 N.A.I.

” ” ” S. No. 162 N.A.I.

۷۲۔ روشن الدولہ، مینر الملک محمد حسین خاں بہادر قائم جنگ : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ اشرف علی خاں کے لڑکے تھے نصیر الدین حیدر نے جب منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خاں کو وزارت کے عہدے سے معزول کیا تو نومبر ۱۸۳۲ء میں روشن الدولہ کو وزیر مقرر کیا۔ بہت سازشی، بے ایمان اور رشوت خور آدمی تھے نصیر الدین حیدر کی وفات کے بعد ان کا ستارہ ڈوب گیا۔

ملاحظہ ہو : تاریخ اودھ، جلد ۴، ص ۳۸۰ - ۴۲۷۔ سوانح سلاطین اودھ، جلد ۱، ص ۳۲۲ - ۳۲۹۔ طلسم ہند ص ۴۶۲ - ۴۵۰۔ ” طلسم ہند میں روشن الدولہ کے حالات بہت تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔

۷۳۔ رومی، محمد نام، جلال الدین لقب اور مولانا رومی عرف : غالب نے ان کا ذکر علامہ الدین احمد خاں علائی کے نام خط میں کیا ہے۔ والد کا لقب بہاء الدین تھا۔ صاحب علم و فضل تھے۔ مولانا روم ۶۷۰ھ میں بلخ میں پیدا ہوئے۔ شاہ وقت محمد خوارزم شاہ سے بہار الدین کی ان بن ہو گئی اور ۶۸۰ھ میں وہ ترک وطن کر کے نیشاپور چلے گئے۔ کچھ عرصے بعد بہاء الدین بغداد پہنچ گئے۔ اور طویل عرصے تک وہیں قیام کیا۔

مولانا روم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد اور سید برہان الدین سے پائی۔ مولانا نے قونیہ شام، حلب دمشق وغیرہ کی بھی مسافرت کی تھی۔ ۵ جمادی الثانی ۷۷۰ھ کو مولانا کا قونیہ میں انتقال ہو گیا۔

ملاحظہ ہو : مولانا روم، ص ۴۱ - ۱۰۔

۷۴۔ ریٹی گن سر ولیم ہنری (Sir William Henry Rattigan) : غالب نے ان کا مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ ۲۴ ستمبر ۱۸۳۲ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ایکسٹرا اسٹنٹ کمشنر

کی حیثیت سے ملازمت شروع کی۔ وکالت کا امتحان پاس کیا۔ کچھ عرصے لاہور میں وکالت کی۔ چار دفعہ پنجاب ہائی کورٹ کے جج رہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے۔ ۱۹۱۷ء میں ہندوستان سے چلے گئے۔ انھوں نے قانون پر کافی کتابیں لکھی ہیں۔ ۴ جولائی ۱۹۵۷ء کو موٹر کار کے ایک حادثے میں انتقال ہو گیا۔

ملاحظہ ہو : Dictionary of Indian Biography, p. 351

۷۵۔ **زینت محل** : غالب نے میر مہدی مجروح اور منشی نبی بخش حقیر کے نام ایک خط میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ صہبام الدولہ نواب احمد قلی خاں کی صاحبزادی اور بہادر شاہ ظفر کی چھٹی بیوی تھیں۔ قلعہ میں زینت محل کے اقتدار کا یہ عالم تھا کہ حکومت کے تمام کارپردازوں کے نام حکم جاری کیا گیا تھا کہ جس دستاویز پر نواب زینت محل کی مہر ہوگی اُسے معتبر نہ سمجھا جائے۔ ظفر کے ساتھ ان کو بھی رنگون بھیجا گیا۔ ظفر کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ وہ نظر بند رہیں۔ پھر انھیں اس شرط پر رہا کر دیا گیا کہ وہ رنگون سے باہر نہیں جائیں گی۔ ایک سو بیس روپے ماہوار پنشن مقرر ہوئی جو بڑھتے بڑھتے پانچ سو روپے تک پہنچ گئی۔ ۱۷ جولائی ۱۸۸۵ء کو رنگون ہی میں انتقال ہوا۔ وفات کے وقت ان کی عمر پینسٹھ سال تھی۔

ملاحظہ ہو : بہادر شاہ ظفر اور ان کی شاعری، ص ۱۹۳-۱۹۱۔

نیز دیکھیے۔ نیشنل آرکائوز آف انڈیا کی مندرجہ ذیل دستاویزیں :

1. Foreign Department International B. No. 140-142 August 1886 N.A.I.

2. Foreign Department Finance B. No. 69-72 Feb. 1882 N.A.I.

3. Foreign Department Political No. 15-17 April 1868 N.A.I.

مزید دیکھیے : ڈیپارٹمنٹ آف آرکائوز دہلی کی درج ذیل دستاویزیں :

D.C. 2 1857 P VII (33)/46 Genl.

۷۶۔ **سانڈرس سی بی** (C. B. Saunders) : غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ ان کے بارے میں زیادہ تفصیلات نہیں مل سکیں۔ ۱۸۵۲ء میں یہ امرتسر میں راجہ رام دھرم پورے تھے۔ کچھ عرصے امرتسر ہی میں ڈپٹی کمشنر رہے۔ نومبر ۱۸۵۷ء میں دہلی کے عارضی کمشنر اور ایجنٹ مقرر ہوئے۔ اپریل ۱۸۵۷ء میں دہلی کے کمشنر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ بہادر شاہ ظفر کے مقدمے میں یہ سرکاری وکیل تھے۔

ملاحظہ ہوں، نیشنل آرکائوز آف انڈیا کی درج ذیل دستاویزیں :

1. Foreign Deptt. 496-507 F.C. 6 Aug., 1858

2. - do - 75-78 F.C. 25 July, 1851

۷۷۔ سعدی شیخ مصلح الدین : غالب نے ان کا ذکر نواب انور الدولہ شفق، امین الدین احمد خاں بہادر، چودھری عبدالغفور سرور، علاء الدین احمد خاں علانی، میاں داد خاں سیاح اور مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام خطوط میں کیا ہے۔ سعدی عبداللہ شیرازی کے صاحبزادے تھے ۶۸ھ اور دوسری روایت کے مطابق ۵۷ھ میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شیراز میں حاصل کر کے بغداد آ گئے اور یہاں علم ظاہری ابن جوزی سے اور علم طریقت شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ عبدالقادر گیلانی سے حاصل کیا۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں بھی پڑھا۔ سعدی نے خوارزم شاہیوں اور اتابکوں کی جنگ اور فتنہ منقول (تاریخ) کی وجہ سے تقریباً چالیس سال کا عرصہ جہاں گردی میں گزارا اور زندگی کا وسیع تجربہ حاصل کیا۔ انھوں نے ترکی، ہندوستان اور وسط ایشیا کی سیاحت بھی کی۔ آخر عمر میں شیراز پہنچ کر گوشہ نشین ہو گئے تھے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ ۶۹ھ یا ۷۰ھ میں انتقال کیا۔ سعدی کی بوتلا اور گلستاں عالمی شہرت کی تصنیفات ہیں۔ کلیات سعدی جو انواع سخن پر مشتمل ہے متعدد بار چھپی ہے۔

ملاحظہ ہو : دوہستہ سخنور، ص ۱۴۳-۱۴۵

۷۸۔ سلمان ساوجی، ملقب بہ خواجہ جمال الدین : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ خواجہ علاء الدین محمد ساوجی کے صاحبزادے تھے۔ آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں ساوہ میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمر میں سلطان ابوسعید کے وزیر غیاث الدین محمد سے وابستہ تھے پھر تقریباً چالیس سال تک ایٹکانی بادشاہوں سے توسل رہے۔ جن کی حکومت مغربی ایران اور عراق عرب میں تھی۔ ناتوانی اور ضعف چشم کی وجہ سے ملازمت ترک کر کے ساوہ میں گوشہ نشین ہو گئے۔ وہیں ۱۲ صفر سال ۷۸ھ کو انتقال کیا۔

یہ عہد صفوی سے پہلے کے فارسی شعرا میں بہترین قصیدہ گو ہیں۔ نعت اور حمد و منقبت میں سلمان نے بہترین قصیدے لکھے ہیں۔ تصانیف میں دیوان، مثنوی جمشید و نورشید (تالیف ۷۳ھ) اور فراق نامہ (۷۷ھ) ہیں۔

ملاحظہ ہو : دوہستہ سخنور، ص ۱۴۸-۱۵۰

۹۔ سنائی حکیم ابوالمجد مجدود : غالب نے ان کا ذکر چودھری عبدالغفور سرور اور مرزا ہرگوپال تفت کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ان کے والد کا نام آدم تھا بشکھ یا شکھہ میں غزنیں میں پیدا ہوئے۔ سنائی ۵۹۴ھ میں غزنیں سے بلخ آئے۔ کچھ دن کی اقامت کے بعد بلخ واپس آ گئے۔ یہاں سے خراسان چلے گئے۔ کچھ عرصے بعد اپنے وطن غزنیں واپس چلے گئے، جہاں باسٹھ سال کی عمر میں ۵۲۲ھ یا ۵۲۳ھ میں انتقال ہو گیا۔ تقریباً چار ہزار اشعار مشتمل ان کا دیوان ہے جس میں قصیدے، غزلیں، ترکیب بند و ترجیع بند قطعے اور رباعیاں ہیں۔ دیوان کے علاوہ ان کی تصنیفات میں چھ مثنویاں ہیں: (۱) مثنوی حلیۃ الحقیقۃ (۲) مثنوی سیر العباد الی المعاد (۳) مثنوی کارنامہ بلخ (۴) مثنوی طریق تحقیق (۵) مثنوی عشق نامہ (۶) مثنوی عسل نامہ۔

ملاحظہ ہو : دیوان حکیم سنائی، ص ۳۵-۳۔ تذکرۃ الشعراء، امیر دولت شاہ، ص ۹۹-۹۵۔

۸۔ سید محمد نصیر عرف نواب جان : غالب نے ان کا ذکر میر مہدی بھڑوچ اور یوسف مرزا کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ یوسف مرزا کے باپ ہیں۔ ان کی شادی نواب حسام الدین حیدر خاں (متوفی ۱۸۴۶ء) کی صاحبزادی قدسیہ بیگم عرف حسینی صاحبہ سے ہوئی تھی۔ قدسیہ بیگم ناظر حسین مرزا کی سگی بہن تھیں۔ بھڑوچ کے نام خط میں ان کا نام ناصر خاں چھپا ہے۔ یہ کتابت کی غلطی ہے اور ممکن ہے خود غالب سے سہو ہوا ہو۔ بغاوت کے الزام میں ۱۵۹۰ء میں باندے میں گرفتار ہوئے اور حبس دوام کی سزا ملی۔ بعد میں نہ جانے کن وجوہ پر سزائے موت تجویز ہوئی اور مئی ۱۵۹۰ء میں پھانسی دے دی گئی۔

ملاحظہ ہو : تلامذہ غالب، ص ۲۷۰ (مالک رام صاحب کے پیش نظر اس خاندان کے حالات کا ایک

مخطوطہ ہے)۔ ۸۱۔ شاد، گنگا پرشاد : غالب نے مرزا ہرگوپال تفت کے نام ایک خط میں ان کا ذکر کیا ہے۔ شاد اگرے کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام لالہ لال بہادر تھا۔ اگرہ ہائی کورٹ میں وکالت کرتے تھے ۱۸۶۹ء میں ان کی عمر تیس سال تھی اور انھیں شعر کہتے ہوئے اکیس سال ہو چکے تھے۔ یہ ۱۸۶۹ء میں عدالت دیوانی ضلع اگرہ میں وکیل سرکار تھے۔ لالہ سری رام اور مرتب "شعرو سخن" انھیں مرزا حاتم علی مہر کا شاگرد بتاتے ہیں۔ لیکن غالب نے تفت کے نام ۲۸ اگست ۱۸۵۰ء کے ایک خط میں لکھا ہے: "لالہ گنگا پرشاد شاد تخلص اپنے کو تمھارا شاگرد بتاتے ہیں، ممکن ہے کہ شاد پہلے تفت کے شاگرد ہوں اور بعد میں انھوں نے مہر کا تلمذ اختیار کر لیا ہو۔"

ملاحظہ ہو: شعر و سخن، ص ۶۸۔ نجم خانہ جاوید، جلد ۳، ص ۳۵۵

۸۲۔ شاداں، مرزا حسین علی خاں: فارسی میں خیالی اور اردو میں شاداں تخلص کرتے تھے۔ غالب نے ان کا ذکر متعدد خطوط میں کیا ہے۔ یہ نواب زین العابدین خاں کے صاحبزادے اور نواب غلام حسین خاں کے پوتے، مرزا باقر علی خاں کا کل کے چھوٹے بھائی تھے۔ عاتق کے دولہ کے تھے۔ باقر علی خاں کا کل اور حسین علی شاداں۔ شاداں کی پیدائش کے کچھ ہی عرصے بعد ان بچوں کی ماں کا انتقال ہو گیا تھا۔ ابھی شاداں دو برس کے تھے کہ عاتق کا بھی انتقال ہو گیا۔ غالب کی بیوی امراؤ بیگم شاداں کو اپنے پاس لے آئیں۔ غالب نے ان کی تعلیم و تربیت کی۔ فن شاعری میں بھی شاداں غالب ہی کے شاگرد تھے۔ غالب کی وفات کے بعد انہوں نے حاکمی اور مرزا قربان علی بیگ سالک سے اصابع لی۔ شاداں کی شادی ۳ مارچ ۱۸۵۷ء کو امیر علی خاں کی صاحبزادی خورشید بیگم سے ہوئی۔ شاداں کے انتقال کے بعد خورشید بیگم کا عقد ثانی مرزا سیراب بیگ چنگیزی سے ہوا۔ حسین علی خاں غالب کی وفات کے بعد اگست ۱۸۶۹ء میں ریاست رام پور میں بہ قول مولانا امتیاز علی خاں عرشی پچیس روپے ماہوار پر بہ زمرہ شعرا ملازم ہو گئے۔ سرسہی رام کا بیان ہے کہ شاداں تیس روپے ماہوار تنخواہ پر ملازم ہوئے تھے، بعد میں تنخواہ ساٹھ روپے ماہوار ہو گئی۔

مئی ۱۸۵۷ء میں ان کا ذہنی توازن خراب ہو گیا۔ رام پور سے استعفیٰ دیا اور دہلی آ گئے۔ سرسہی رام کا بیان ہے کہ یہ خیال ان کے ذہن نشین ہو گیا تھا کہ شاعر کے لیے دُعا ہونا ضروری ہے۔ یہ جنون اس حد تک بڑھا کہ کھانا پینا ترک کر دیا۔ سیپ میں پانی پیتے تھے۔ ۲۵ سال کی عمر میں، ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔ حضرت نظام الدین اولیا میں اپنی خاندانی بڑاڑ میں مدفون ہوئے۔ ان کا اردو دیوان چھپ چکا ہے۔

ملاحظہ ہو: اصہار الغالب، شجرہ ۲۷ اور شجرہ ۵۔ مکاتیب غالب چھٹا ڈیشن، ص ۱۳۱-۱۳۲

نجم خانہ جاوید، جلد ۳، ص ۳۸۸-۳۹۹۔ تلانہ غالب، ص ۱۶۱-۱۵۸۔ خاندانِ لوہارو کے شعرا، ص ۵۶-۵۰

۸۳۔ شاہجہاں، ابوالمنظر شہاب الدین: غالب نے اس کا ذکر مرزا برگوپال تفتہ کے نام خط میں کیا ہے۔ یہ جہانگیر کا تیسرا بیٹا تھا۔ ۵ جنوری ۱۵۹۲ء کو پیدا ہوا۔ فروری ۱۶۲۵ء کو تخت نشین ہوا اور یکم فروری ۱۶۶۷ء کو آگرے میں انتقال کیا۔

۸۴۔ شاہ محمد اعظم : غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام خط میں کیا ہے۔ شاہ صاحب مولانا فخر الدین کے خلیفہ تھے، ان کے جد اعلیٰ خواجہ قیام الدین المعروف خواجہ محمد عرب حسنی اچھنی تھے جنہیں شاہ جہاں نے جامع مسجد دہلی کے آثار شریف کا نگران مقرر کیا تھا۔

ملاحظہ ہو : دلی کا یادگار ہستیاں، ص ۱۳۵-۱۳۲

۸۵۔ شرف قزوینی، سید اشرف الدین قزوینی معروف بہ گیلانی : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام خط میں کیا ہے۔ سید احمد حسینی قزوینی کے صاحبزادے تھے اور قزوین میں پیدا ہوئے۔ چھ ماہ کے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ اشرف نے جوانی کا کچھ حصہ کر بلا میں اور کچھ تبریز میں گزارا۔

ملاحظہ ہو : دولت سنخو، ص ۲۲-۲۳

۸۶۔ شفیع احمد : غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام صرف ایک خط میں کیا ہے۔ یہ بظاہر مجروح کے دوستوں میں تھے اور مجروح ہی کی وجہ سے ان دونوں میں دعا سلام ہوئی تھی۔

۸۷۔ شوکت بخاری، محمد : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام خط میں کیا ہے۔ ان کے والد کا نام اسحق تھا۔ اسحق بخارا کے ایک بازار میں صراف تھے۔ ابتدائی عمر میں شوکت اپنے باپ کی دکان پر بیٹھے، لیکن بہت جلد بخارا سے بدول ہو کر ایران کے مختلف شہروں کی سیاحت میں مصروف ہو گئے۔ زندگی فقر و قناعت میں گزاری۔ کہتے ہیں کہ آدھی زندگی انھوں نے لباس کے بدلے ایک کمبل پہنا اور ان کی وفات پر اسی کمبل کا کفن بنا دیا گیا۔ اللہ میں انتقال کیا۔

ملاحظہ ہو : دولت سنخو، ص ۱۶۸-۱۷۰

۸۸۔ شیودان سنگھ : غالب نے راو راجا شیودان سنگھ کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام خط میں کیا ہے اور صرف راجا لکھا ہے۔ شیودان سنگھ الود کے راو راجا بنے سنگھ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ صاحب "ریاض الامراء" نے ان کا نام بنی سنگھ لکھا ہے۔ ۱۸۵۷ء میں بنے سنگھ کا انتقال ہوا تو یہ سند نشین ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر سترہ اور بقول صاحب "ریاض الامراء" تیرہ سال تھی۔ جب ریاست کے دیوان امویان اور ان کے عزیز و اقارب کے خلاف ہنگامہ ہوا اور کچھ لوگ مارے گئے تو اگست ۱۸۵۷ء میں الود کے نظم و ان کے لیے کپتان امپی کی سربراہی میں ایک اچھنی قائم کر کے شیودان سنگھ کو بے دخل کر دیا گیا۔ ۱۸۵۷ء دسمبر ۱۸۵۷ء میں راجا کے مانع ہونے پر ریاست کے انتظامات ان کے سپرد کر دیے گئے۔ راجا نے معقول انتظامات

کے لیکن چند سال بعد ریاست پھر ابتری کا شکار ہو گئی۔ اکتوبر ۱۸۷۸ء میں راجا کو دوبارہ بے دخل کر کے
ایجنسی قائم کر دی گئی۔ اسی حالت میں ۱۱ اکتوبر ۱۸۷۸ء کو راجا کا انتقال ہو گیا۔

ملاحظہ ہو: کارنامہ راجپوتگان، ص ۳۵۴-۳۵۶، بیاض الامراء، ص ۹۴-۹۳

۸۹۔ شیوجی رام برہمن: غائب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام صرف ایک خط میں کیا ہے۔
یہ دہلی کے رہنے والے اور غائب کے دوستوں میں تھے ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے دوران انھوں نے غائب کی
بہت مدد کی تھی۔ غائب نے ”دستبنو“ میں ہنگامے کے دنوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: ”اس نیم ویران اور
نیم آباد لوگوں میں شیوجی رام برہمن، برہمن شہزادہ جو ان خردمند ہیں اور میرے بیٹے کی طرح ہیں۔ اس درویش
دلریش کو بہت کم تنہا چھوڑتے ہیں اور اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق میری فرماں برداری اور کار سازی کرتے
ہیں۔“ (فارسی سے ترجمہ)

ملاحظہ ہو: دستبنو، ص ۴۰

۹۰۔ صاحب سنگھ: غائب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام ایک خط میں کیا ہے اور صرف اتنا
لکھا ہے کہ ”کوئی صاحب سنگھ ٹھیکہ دار الور کی سڑک کا ہے۔“

۹۱۔ صائب، مرزا محمد علی: غائب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی، غلام حسین قدر
بلگرامی، مرزا ہر گوپال تفتہ اور نواب انور الدولہ شفق کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ان کے والد مرزا عبد الرحیم
تبریز کے سوداگر تھے بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ صائب تبریز میں پیدا ہوئے اور بعض کا بیان
ہے کہ اصفہان میں ولادت ہوئی۔ البتہ یہ مسلم ہے کہ ان کی نشو و نما اصفہان میں ہوئی۔ سنہ ولادت ۱۲۰۱ھ
بتایا جاتا ہے۔ صائب کا شمار سبک مہندی کے بنیاد گزاروں میں ہوتا ہے۔ کابل میں ان کی ملاقات نواب ظفر
خاں سے ہوئی، ان کے توسل سے دہلی آئے اور تقریباً چند سال تک شاہجہاں کے دربار سے توسل رہے۔
ہندوستان سے واپسی پر شاہ عباس دوم کے دربار کے ملک الشعراء ہو گئے۔ علی نظمی نے سنہ وفات ۱۲۰۸ھ
اور ممتاز حسن نے سنہ ۱۲۶۹ھ بتایا ہے۔

ملاحظہ ہو: رویت سنخور، ص ۱۷۶-۱۷۸ — دیوان صائب بنو مرزا صائب، ص ۸۱

۹۲۔ صفا، کرامت علی: غائب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ کسی
تذکرے میں ان کا ذکر نظر سے نہیں گزرا۔ غائب کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفتہ کے شاگرد تھے انہوں نے

کے رہنے والے تھے، اور اس ضلع کے کسی مدرسے میں ملازم تھے۔

۹۳۔ ضیاء الدولہ بہادر، نواب حکیم سعد الدین احمد خاں، غالب نے ان کا ذکر علماء الدین احمد خاں علائی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ نواب رکن الدولہ کے صاحبزادے اور غالب کے حقیقی بھانجے مرزا عاشور بیگ کے سالے تھے ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں ان کی دل چسپی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ پھر بھی یہ برطانوی حکومت کے عتاب کا شکار ہوئے۔ دہلی پر انگریزوں کے قبضے کے بعد یہ پانی پت میں روپوش ہو گئے۔ دہلی میں ان کی پانچ سو روپے ماہوار کی املاک تھیں جسے حکومت نے ضبط کر لیا۔ نواب ضیاء الدولہ لکھنؤ گئے تاکہ مرزا عاشور بیگ کے بھائی مرزا عباس بیگ کی مدد سے اپنی جائداد و اگلاشت کرائیں مگر ناکامی ہوئی۔ یہ لاہور گئے اور وہاں ریٹی گن نام کے ایک وکیل کے ذریعہ حکومت سے اپنی جائداد کا مطالبہ کیا۔ وکیل کی کوششوں سے جائداد و اگلاشت ہو گئی۔ بہ قول بشیر الدین احمد شاہ (۱۸۹۲ء - ۱۸۹۳ء) میں انتقال ہوا اور حضرت نظام الدین میں مدفون ہوئے۔

واقعات دارالحکومت، جلد ۲، ص ۸۰۱۔ ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ، ص ۱۶۱۔ کا نام

سروری، ص ۳۳ - ۳۵

۹۴۔ ظفر آ، ملا طغرائے مشہدی: غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ ایرانی النسل تھے مشہد میں پیدا ہوئے۔ قسمت آزمائی نے ہندوستان آئے اور یہاں شاہجہاں کے لڑکے مراد بخش سے متوسل ہو گئے۔ آخری عمر میں کشمیر میں سکونت اختیار کر لی، وہیں انتقال ہوا اور ابو طالب حکیم کے پاس مدفون ہوئے۔

ملاحظہ ہو: سرور آزاد، ص ۱۲۲

۹۵۔ ظفر، بہادر شاہ: منشی نبی بخش حقیر، نواب انور الدولہ شفیق، پو دھری عبدالغفور سرور، حبیب اللہ ذکا، مرزا ہرگوپال تفتہ، میر مہدی مجروح، اور حکیم غلام نجف خاں کے نام خطوط میں ان کا ذکر ہے۔ یہ اکبر شاہ ثانی کے صاحبزادے تھے۔ اُن کی ولی عہدی کے زمانے میں ۲۸ شعبان ۱۱۸۹ھ عیسوی کو پیدا ہوئے۔ تاریخی نام ابو ظفر اور پورا نام ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی ہے۔ اُن کی تعلیم و تربیت اچھے طریقے سے ہوئی۔ اردو، فارسی اور پنجابی میں شعر کہتے تھے۔ خوش نویسی، شہسواری، ہندو بازی، تیر اندازی جیسے فنون کے ماہر تھے۔ بہت منکسر المزاج اور خلیق انسان تھے۔ ظفر اکبر ثانی کے سب سے بڑے

صاحبزادے تھے، نہ جانے کیوں اکبر شاہ ثانی نے اپنے تیسرے بیٹے مرزا جہانگیر کو ولی عہد بنانے کی کوشش کی لیکن برطانوی حکومت نے اکبر شاہ ثانی کو اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ پھر اکبر شاہ ثانی نے اپنے ایک اور بیٹے مرزا سلیم کے لیے کوششیں کیں مگر یہاں بھی ناکام رہے اور برطانوی حکومت نے ظفر، ہی کو ولی عہد تسلیم کیا۔ ظفر ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ مطابق ۲۹ ستمبر ۱۸۵۲ء کو تخت نشین ہوئے۔

۱۸۵۵ء کی جنگ آزادی میں مجاہدین کے ہاتھوں میں کچھ پتلی بنے رہے۔ ان کے قریب ترین رشتہ دار اور مصاحب انگریزوں کی جاسوسی کر رہے تھے۔ اگر جاسوسی کا اتنا بڑا جال نہ بچھا ہوتا تو شاید اسی عہد میں انگریز ہندوستان سے نیست و نابود ہو جاتے۔ بہر حال ۲۱ ستمبر کو نواب الہی بخش اور مولوی رجب علی کی سازشوں سے میجر ہڈسن نے ظفر اور ان کے خاندان کے کچھ افراد کو مقبرہ ہمایوں سے گرفتار کر لیا۔ ظفر کو دہلی میں ناظر حسین مرزا کے مکان میں قید کر دیا گیا۔ ۲ جنوری ۱۸۵۵ء کو مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی اور ۹ مارچ ۱۸۵۵ء کو فیصلہ سنا دیا گیا، جس میں ظفر کو مجرم قرار دیا گیا۔ ۷ اکتوبر ۱۸۵۵ء کو ظفر اور ان کے خاندان کے دوسرے افراد کو زنگون کی طرف جلا وطن کر دیا گیا۔ ۹ دسمبر ۱۸۵۵ء کو یہ قافلہ زنگون پہنچا۔ جہاں ۷ نومبر ۱۸۶۲ء کی صبح پانچ بجے ان کا انتقال ہو گیا۔

ظفر کو ذوق سے تلمذ تھا۔ ذوق کی وفات کے بعد انھوں نے غالب کو اپنا کلام دکھایا۔

ملاحظہ ہو: بہادر شاہ ظفر اور ان کی شاعری (تحقیقی مقالہ غیر مطبوعہ) 'ص ص ۱۵۲-۱۸۸۔

بہادر شاہ ظفر کی گرفتاری سے لے کر وفات کے حالات کے لیے دیکھیے: بہادر شاہ ظفر ایک تاریخی جائزہ

خلیق انجم، صبح، دہلی، شمارہ تیسرا اور چوتھا، ۱۹۶۳ء، ص ص ۶۵-۹۔

ملاحظہ ہوں: نیشنل آرکائوز آف انڈیا نئی دہلی کی درج ذیل دستاویزات:

1. Foreign Department Political No. 52-125 10th Dec. 1856 N.A.I.
2. - do - A. No. 1407 30th Dec. 1858 N.A.I.
3. - do - A. No. 1413 - do -
4. - do - A. No. 74-76 25th March, 1859 N.A.I.
5. - do - Progress No. 125 N.A.I.
6. - do - Cons. No. 325 N.A.I.

7. - do - No. 185 N.A.I.
 8. - do - No. 217-20 N.A.I.
 9. Mutiny Papers No. 101 File No. 8 N.A.I.
 10. - do - No. 102 File No. 69 N.A.I.
 11. - do - No. 102 File No. 67 N.A.I.

ظفر کے حالات کے لیے ملاحظہ ہوں قلعہ معلیٰ کی جھلیکیاں۔ تاریخ عروج انگلشیہ ص ۳۶۲-۳۸۲ اور ۶۵۹-۶۹۶۔ غدر کے صبح و شام۔ تاریخ ہندوستان، جلد ۹، بار سوم، ص ۳۲۲-۳۲۸۔ بزم آخر۔ دہلی کا آخری سانس۔ سرطاس مشکاف کی ڈائری۔ وغیرہ

۹۶۔ **ظہوری ترشیزی، نورالدین محمد:** غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں ملائی۔ چودھری عبدالغفور سرور، مرزا ہرگوپال تفتہ، غلام حسنین قدر بلگرامی، منشی ولایت علی خاں عزیز صفی پوری کے نام کے خطوط میں کیا ہے۔ ان کی ولادت ترشیز میں ہوئی۔ کچھ مدت تک خراسان، عراق اور فارس میں رہے یہاں سے ہندوستان آئے اور دکن میں رہے پھر مکہ گئے اور وہاں سے ۱۹۸ھ میں پھر ہندوستان آئے۔ ۱۹۲۵ھ میں انتقال ہوا۔ دیوان کے علاوہ ان کی سہ ستر ظہوری بھی بہت شہور ہے۔

ملاحظہ ہو: گنج سخن، ص ۷۷

۹۷۔ **ظہیر فاریابی، ظہیر الدین:** ابوالفضل کنیت تھی۔ غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ اور غلام حسنین قدر بلگرامی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ان کا نام طاہر اور والد کا نام محمد تھا، فاریاب میں پیدا ہوئے، فاریاب اور نیشاپور میں تعلیم حاصل کر کے مازندران اور آذربائیجان چلے گئے، جہاں اتنا بک قزل ارسلان سے وابستہ ہو گئے۔ عربی کے علاوہ علم نجوم اور حکمت (فلسفہ) میں بہارت حاصل تھی آخری عمر میں تبریز میں گوشہ نشینی اختیار کر لی ۱۰۵۹ھ میں انتقال کیا۔

ملاحظہ ہو: دیست سخنور، ص ۲۲-۲۲۲۔ تذکرۃ الشعراء ۱۱۴-۱۰۹

۹۸۔ **عارف، مرزا زین العابدین خاں:** غالب نے عارف کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ علاء الدین احمد خاں ملائی اور منشی نبی بخش حقیر کے نام خطوط میں کیا ہے۔ عارف صاحبزادے تھے شرف الدو نواب غلام حسین خاں بہادر بہراب جنگ کے۔ نواب فیض اللہ خاں بہادر اُن کے دادا اور نواب قاسم

جان (دیکھیے حالات نواب الہی بخش خاں معروف) اُن کے پردادا تھے۔

عارف کے والد غلام حسین خاں مسرور بھی شاعر تھے۔ مسرور کی شادی غالب کی بیوی امراؤ بیگم کی بڑی بہن بنیادی بیگم سے ہوئی تھی۔ مسرور اور بنیادی بیگم کے تعلقات اتنے خراب ہو گئے کہ دونوں نے علیحدگی اختیار کر لی۔ عارف ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۷-۱۸۱۸ء) میں پیدا ہوئے۔ ان کے ایک بھائی حیدر حسین خاں تھے۔ عارف کی تعلیم و تربیت ان کی والدہ نے کی۔ مروجہ علوم کے علاوہ عارف نے خوش نویسی میں بھی مہارت حاصل کی تھی۔ اور اس فن میں وہ میر جلال الدین کے شاگرد تھے جنہیں یاقوت رقم ثانی کہا جاتا تھا۔ غالب کی بیوی امراؤ بیگم نے انہیں گود لے لیا۔ غالب کو بھی اُن سے بہت محبت تھی۔ ۱۲۵۵ھ کے آس پاس بیمار ہوئے۔ غالب نے حقیقہ کے نام ۱۲۵۱ھ کے خط میں اُن کی بیماری کا جو حال لکھا ہے اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں تپ دق اور سرل کا مرض لاحق تھا۔ غالب لکھتے ہیں: ”بھائی اس کو (عارف کو) ناگاہ ر عاف ہوا۔ ر عاف میں ناک سے لہو آتا ہے مگر اُس کو منہ سے لہو آیا۔ ناک سے تھوڑا تھوڑا اور منہ کا کیا حال تھا گویا مشک کا دہانہ کھول دیا ہے۔ ایک ہفتے میں خدا بھوٹ نہ بلوائے آٹھ دس سیر خون بہلا، سیاہ اور بدبودار توقع جینے کی باقی نہ رہی اور سب ناامید ہو گئے۔ بارے خدا نے بچا لیا۔“ عارف کی صحت کچھ بہتر ہوئی لیکن مکمل صحت یاب نہیں ہوئے۔ آخر ۱۲۵۲ھ میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ اُن کی وفات پر غالب کو بہت صدمہ ہوا تھا۔ عارف احاطہ درگاہ حضرت نظام الدین اولیا میں نواب الہی بخش معروف کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ عارف کا شمار اردو کے اچھے شاعروں میں ہوتا ہے۔ پہلے وہ شاہ نصیر کے شاگرد ہوئے اور پھر غالب سے اصلاح لی۔ غالباً مومن سے بھی مشورہ سخن تھا۔ اولاد جسمانی میں حسین علی خاں شاداں اور باقر علی خاں کامل دو بچے تھے۔ جن کی ابتدائی پرورش غالب نے کی۔ عارف کا دیوان ابھی تک شائع نہیں ہوا۔ اس دیوان کا مخطوطہ بیگم حمیدہ سلطان کے پاس تھا جو ضائع ہو گیا۔ ایک مخطوطہ رضا لائبریری رام پور، دوہند ویونیورسٹی بنارس میں اور ایک مخطوطہ سالار جنگ میوزیم لائبریری میں ہے۔

ملاحظہ ہوں: تلامذہ غالب، ص ۲۱۸-۲۲۳۔ خاندان لوہارو کے شعراء، ص ۶۳-۸۰۔

آثار الصنادید، ص ۸۹-۹۱۔ گلہ سۂ نازنینان، ص ۲۲۲-۲۲۳۔ خم خانہ جاوید جلد ۵ ص ۵

۵۰۹-۵۱۷۔ ارمغان گوگل پر شاد، ص ۵۹۔ گلستان سخن، جلد ۲ ص ۱۹۸-۲۰۰۔ طبقات الشعراء

ہند، ص ۳۰۱-۳۰۲

۹۹۔ عباس شاہ مرزا: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام خط میں کیا ہے۔ یہ بہادر شاہ ظفر کے صاحبزادے تھے جسٹہ کے ناکام انقلاب کے بعد انھیں بھی گرفتار کر کے رنگون بھیجا گیا تھا۔ برطانوی حکومت نے شاہی قیدیوں میں سب سے پہلے ان ہی کو رہا کیا تھا۔ ۱۵ مارچ ۱۸۶۴ء کو ان کی رہائی کے احکامات جاری ہوئے۔ انھوں نے رنگون کے ایک تاجر محمد طاہر کی صاحبزادی سے شادی کر لی اور سسرال میں رہنے لگے۔ ۶ جولائی ۱۸۶۴ء کو انھیں پچیس روپے ماہوار پنشن ملنے لگی۔ انھوں نے پہلے خسر کی شرکت میں کاروبار کیا اور پھر پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہو گئے۔ غالباً رنگون ہی میں وفات پائی۔

ملاحظہ ہو:

Foreign Department Political B.No. 15-17 April 1868 N.A.I.

Foreign Department Political Desp to Secy. of State 16 Jan.

1866 No. 103

۱۰۰۔ عراقی ہمدانی، ابراہیم، ملقب بہ فخر الدین: غالب نے مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام خط میں ان کا ذکر کیا ہے۔ والد کا نام شہر یار تھا۔ ۶ شہد میں (دہکد) ہمدان کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ اچانک دنیا سے دل سو ہو گیا اور یہ قلندر روں کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ جب (غالباً ۱۸۶۱ء میں) شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور شیخ جلال تبریزی بغداد سے ہند کی طرف آ رہے تھے تو راستے میں کہیں اس گروہ سے شیخ زکریا کی ملاقات ہوئی۔ انھوں نے عراقی کی صلاحیتوں کو ملاحظہ کیا اور انھیں اپنی تربیت میں لے لیا۔ بعد میں اپنی دختر کا نکاح بھی ان سے کر دیا تھا۔ یہ شیخ کے جانشین بھی ہوئے لیکن دوسرے لوگوں کے حسد سے تنگ آ کر مکہ کو ہجرت کر گئے۔ وہاں سے ایشیائے کوچک آئے اور صدر الدین قونیوی کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ یہاں انھوں نے اپنی کتاب ”لمعات“ تصنیف کی۔ وہاں سے مصر اور پھر دمشق گئے۔ دمشق میں ۱۸۶۵ء میں انتقال ہوا۔ وہیں صالحیہ میں مدفون ہیں۔ ان کا کلیات بارہا طبع ہوا ہے اور کلام صوفیا میں بہت مقبول رہا ہے۔

ملاحظہ ہو: دولت سنخو، ص ۲۳۹-۲۴۱

۱۰۱۔ عرفی، سید محمد جمال الدین لقب: غالب نے ان کا ذکر نواب کلب علی خاں چودھری عبد الغفور سرور مرزا ہرگوپال تفتہ اور علاء الدین احمد خاں علانی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ خواجہ زین العابدین

علی کے صاحبزادے تھے۔ شیراز میں تعلیم و تربیت حاصل کر کے ہندوستان آئے۔ پہلے نقشبندی اور ابوالفتح گیلانی سے توسل رہا۔ پھر اکبر بادشاہ کے دربار سے متوسل ہو گئے۔ ۹۹۹ھ میں لاہور میں عالم جوانی میں انتقال کیا۔ انتقال کے وقت چھتیس سال عمر تھی۔ کہتے ہیں کہ عربی کو شہزادہ سلیم سے تعلق خاطر پیدا ہو گیا تھا۔ جب یہ راز کھلا تو انھیں زہر دے کر مار دیا گیا۔ ان کے قصائد اپنی شوکت بیان اور ذوق مضامین کے لیے معروف ہیں۔ نظامی کی تقلید میں ایک خمسہ بھی لکھا تھا تصوف میں ایک رسالہ "نفسیہ" ان سے منسوب کیا جاتا ہے۔

ملاحظہ ہو: دولت سخنور، ص ۲۲۲-۲۲۳۔ میخانہ حواشی، ص ۲۸

۱۰۲۔ عزت، مولوی غیاث الدین: غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ، شمس العلماء مولوی ضیاء الدین خاں دہلوی۔ نواب انور الدولہ شفق اور چودھری عبدالغفور سرور کے نام خطوط میں کیا ہے۔ مولوی صاحب کے والد مولوی جلال الدین صاحب علم و فضل تھے۔ امیر عینائی نے لکھا ہے کہ مولوی غیاث الدین کا اڑسٹھ برس کی عمر میں ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۶۸ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۸۵۲ء میں انتقال ہوا۔ اگر وفات کے وقت ان کی عمر صحیح بتائی گئی ہے تو مولوی صاحب ۱۲۸ھ (مطابق ۱۸۷۶ء) میں رام پور میں پیدا ہوئے ہوں گے۔

مولوی صاحب کو فارسی زبان اور ادب پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ علم طب کا بھی باقاعدہ مطالعہ کیا تھا۔ نواب کلب علی خاں مولوی صاحب کے شاگرد تھے اور غالباً اسی لیے سرکار رام پور سے ان کا وظیفہ مقرر تھا۔ مولوی صاحب کی تصنیفات کی تعداد خاصی ہے۔ (۱) جواہر التحقیق (قلمی) (۲) آذنامہ فارسی (قلمی) (۳) شرح گلستاں موسوم بہ بہارِ یاراں (قلمی) (۴) خلاصۃ الانشا (قلمی) (۵) قصہ شاہزادہ مہر نظیر و ملکہ ماہ منیر (تاریخی نام باغ و بہار) (قلمی) (۶) شرح سکندر نامہ (قلمی) (۷) قصہ گل و گیند اوس جلدیں (قلمی) (۸) منتخب العلوم چالیس رسالوں کا مجموعہ (قلمی) یہ سب قلمی کتابیں بقول حافظ احمد علی خاں شوق رضا لاہوری رام پور میں محفوظ ہیں۔ ان کے علاوہ شرح بدر چاچ۔ منشاات عزت، خطوط کا مجموعہ جسے مولوی صاحب کے صاحبزادے مولوی قمر الدین نے مرتب کیا۔ اس کا قلمی نسخہ بھی رضا لاہوری میں محفوظ ہے۔

ملاحظہ ہوں: یادگار انتخاب، ص ۲۲۸-۲۲۹۔ تذکرہ کلامان رام پور، ص ۳۸-۳۵

۱۰۳۔ عطاء اللہ خاں، نواب: غالب نے مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام ایک خط میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ سیف الدولہ میر غلام عباس کے والد تھے اور غالب کے دوستوں میں تھے ۱۸۵۷ء کے ناکام

انقلاب کے بعد ان کی تمام جائیداد ضبط ہو گئی تھی اور یہ اپنے صاحبزادے سیف الدولہ کے ساتھ دہلی سے دو چار کوس دور کسی گاؤں میں مقیم ہو گئے تھے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس دارو گیر میں ان کا کیا حشر ہوا۔ (دیکھیے حالات میر غلام عباس)

۱۰۴۔ علی اصغر خاں بہادر: غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علائی کے نام خط میں کیا ہے۔ یہ رام پور میں رہتے تھے اور وہیں غالب سے اُن کی ملاقات ہوئی تھی۔ بوبار و خاندان سے ان کا کوئی رشتہ نہ تھا۔ علی اصغر خاں سید جعفر علی خاں کے صاحبزادے تھے ۱۲۵۷ء کے ناکام انقلاب کے دوران نواب یوسف علی خاں نے انہیں امر ہے کا ناظم مقرر کر دیا تھا۔ اس حیثیت سے انہوں نے انقلابیوں کی کوششوں کو ناکام بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ۱۵ نومبر ۱۲۵۹ء کو فتح گڑھ میں لارڈ کیننگ، گورنر جنرل نے دربار کیا جس میں ۱۲۵۷ء میں رام پور کے بعض لوگوں کی خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں خلعت سے نوازا گیا۔ علی اصغر خاں کو پانچ ہزار روپے کی قیمت کا خلعت دیا گیا۔

ملاحظہ ہو: اخبار الصنادید، جلد ۲، ص ۶۴-۹۹ اور ۱۴۵

۱۰۵۔ علی بخش خاں: غالب نے ان کا ذکر منشی نبی بخش خاں حقیر، علاء الدین احمد خاں علائی اور میر مہدی مجروح کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ان کے نام غالب کے چار فارسی خطوط بھی ہیں جو پہنچ آہنگ میں شامل ہیں۔ پہنچ آہنگ کا دیباچہ بھی مرزا علی بخش خاں نے لکھا تھا۔ غالب نے پہنچ آہنگ کے آغاز میں لکھا ہے کہ انہوں نے آہنگ اول مرزا علی بخش خاں کی فرمائش پر لکھا تھا۔ مرزا علی بخش خاں سے غالب کے دور شے تھے۔ ایک تو یہ نواب الہی بخش خاں معروف کے صاحبزادے اور غالب کی بیوی کے بھائی تھے اور دوسرے انہوں نے غالب کی سگی بہن چھوٹی خانم کی صاحبزادی امانی خانم سے شادی کی تھی۔ غالب نے بشیقتہ کے نام ایک خط میں لکھا تھا: "برادر بجاں برابر علی بخش خاں بہادر رنجور از جے پور آمدہ و اس عبارت سے بعض حضرات کو غلط فہمی ہو گئی کہ علی بخش خاں شاعر تھے اور ان کا تخلص رنجور تھا۔ پہلی بار فہمی عبدود نے یہ غلط فہمی دور کی اور بتایا کہ "یہاں" رنجور "سے مراد بیمار" ہے۔

علی بخش خاں کو پہلے احمد بخش خاں کی ریاست سے سات سو روپے ماہوار ملتے تھے ۱۲۷۷ء میں احمد بخش خاں مر گئے اور نواب شمس الدین خاں نے یہ وظیفہ گھٹا کر پچاس روپے کر دیا۔ جب ولیم فریئر کے قتل کے الزام میں نواب شمس الدین کو پھانسی ہو گئی اور جائیداد ضبط کر لی گئی تو انگریزوں نے بھی پچاس روپے

جاری رکھے۔ غلام فخر الدین خاں جن کی غالب کے بھائی مرزا یوسف کی صاحبزادی عزیز النساء بیگم سے شادی ہوئی تھی، انھی کے صاحبزادے تھے۔ غالب نے مجروح کے نام ایک خط مورخہ یکم جنوری ۱۸۶۲ء میں علی بخش کی وفات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: "علی بخش خاں مدت سے بیمار تھے، رات کو بارہ پر دو بجے مر گئے۔"

ملاحظہ ہوں: جہان غالب، قاضی عبدالودود معاصر پٹنہ، حصہ ۴ ص ۳۱-۳۶۔ خاندانِ لوہارو کے شعرا، ص ۱۰۵۔ ذکر غالب ص ۲۸، ۴۳، ۱۲۳-۱۲۴ وغیرہ۔

۱۰۶۔ علی حسین خاں عرف اور نجم الدین احمد خاں نام تھا: غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علّائی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ نواب امین الدین احمد خاں کے صاحبزادے اور ان کی دوسری بیوی ملکہ بیگم شہزادی کے بطن سے تھے۔ گویا علّائی کے سگے بھائی تھے۔ ان کا انتقال ۲۰ جنوری ۱۸۸۲ء کو ہوا ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

۱۰۷۔ علی محمد بیگ، مرزا: غالب نے ان کا ذکر علّائی اور حکیم غلام نجف خاں کے نام خطوط میں کیا ہے۔ حکیم غلام نجف خاں کے نام غالب کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ٹونک میں تھے اور میرنشی عزیز اللہ خاں کے رشتہ داروں میں تھے۔

۱۰۸۔ غلام اللہ خاں، حکیم: غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علّائی کے نام خط میں کیا ہے۔ یہ حکیم محمود خاں کے بھائی حکیم غلام محمد خاں کے صاحبزادے اور حکیم اجمل خاں کے خسر تھے۔ حکیم غلام محمد خاں اور حکیم غلام اللہ خاں دونوں ریاست پٹیالہ سے وابستہ تھے۔

ملاحظہ ہو: حیاتِ اجمل، ص ۱۳

۱۰۹۔ غلام عباس، سیف الدولہ، میر: غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوپال تفتہ اور سجاد مرزا کے نام خطوط میں کیا ہے۔ میر غلام عباس مغل دربار سے وابستہ تھے اور وکیل شاہی تھے۔ ۱۸۵۶ء کے ناکام انقلاب کے دوران ان کی قلعے میں آمد و رفت تھی۔ نواب عطاء اللہ خاں کے اڑیکے تھے۔ دہلی پر انگریزوں کے قبضے کے بعد ان کے مکانات ترق ہو گئے تھے۔ یہ دونوں دہلی چھوڑ کر دوچار کوس دور کسی گاؤں میں مقیم ہو گئے تھے۔ نواب عطاء اللہ خاں غالب کے دوست تھے۔ (غالب کا خط یہ نام تفتہ مورخہ ستمبر ۱۸۵۸ء)

ملاحظہ ہوں: اٹھارہ سو ستاون۔ اخبار اور دستاویزیں، ص ۸۳، ۳۹۶، ۳۹۷۔

تاریخ عروج عہد سلطنت انگلشیہ ہند، ص ۴۰۹، ۱۸۵۶ء کا تاریخی روزنامہ، ص ۱۳۷۔

۱۱۰۔ غلام محی الدین خاں، عرف بڈھے صاحب : غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں غلامی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ بڈھے صاحب، نواب امیر خاں کے صاحبزادے اور نواب نظام الدین شاہ جی کے پوتے تھے۔ نظام الدین شاہ وہی ہیں جو بہار باجاسندھیا کی طرف سے دہلی کے صوبہ دار تھے اور ان کے نام سے دہلی میں شاہ جی کا پھیشہ اور شاہ جی کا تالاب موجودہ رام لیدا گراؤنڈ مشہور ہے۔ انھیں ایک ہزار روپیہ ماہوار پنشن کلکٹری سے ملتا تھا۔ تین سو روپے ماہوار ریاست بھرت پور سے بطور وظیفہ ملتا تھا۔ پانچ سو روپے ماہوار کرایے کی جائداد تھی۔

۱۱۱۔ غلام محی الدین خاں کے دوران یہ مرزا مغل کے ہاں آمد و رفت رکھتے تھے۔ اس لیے انگریزوں نے دہلی فتح کرنے کے بعد ان کی تلاش شروع کی، یہ پہلے قدم شریف میں روپوش رہے۔ پھر، علم گڑھ چلے گئے اور وہاں سے گوالیار پہنچے۔ برطانوی سرکار نے انھیں معاف کر کے ان کی جائداد و اگزار کر دی تھی۔ ۱۸۶۲ء میں انھوں نے دہلی کی تمام جائداد فروخت کر دی اور دہلی سے چلے گئے۔

ملاحظہ ہو : خدر کا نتیجہ، ص ۵۰-۴۹

۱۱۱۔ غلام نصیر الدین عرف کالے صاحب : غالب نے ان کا ذکر مولوی عزیز الدین عظیم سید احمد بن مودودی، نواب انور الدول شفق اور مرزا ہر گوپال تھتہ کے نام خطوں میں کیا ہے۔ یہ مولانا قطب الدین کے صاحبزادے اور مولانا فخر الدین کے پوتے تھے۔ بہادر شاہ ظفر اور بہت سے شہزادوں اور امرا کو ان سے بہت عقیدت تھی۔ کالے صاحب نے ایک مغل شہزادی ملکہ بیگم سے شادی کی تھی۔ اُن سے ظفر کی عقیدت کا یہ حال تھا کہ کالے صاحب کے صاحبزادے نظام الدین کی شادی ۱۶ مارچ ۱۸۴۸ء کو ہوئی اُس وقت شاہی خزانے میں روپیہ نہیں تھا، ظفر نے ایک ساہوکار سے سرکاری تمسک پر چار ہزار روپیہ قرض لے کر دیا، اور بادشاہ خود اس شادی میں شریک ہوئے۔ ۱۱ ستمبر ۱۸۴۹ء کو جب کالے صاحب کی بیوی کا انتقال ہوا تو شاہنشاہ اور بیگمات تعزیت کے لیے گئے۔ کالے صاحب نے حج بھی کیا۔ حج سے واپسی پر پاک پٹن گئے کچھ دن وہاں قیام کر کے دہلی واپس آ گئے۔ ۱۵ صفر ۱۸۶۲ء مطابق ۲ فروری ۱۸۴۸ء کو اُن کا انتقال ہوا۔

غالب کے اُن سے بہت گہرے مراسم تھے ۱۸۴۸ء میں جب قید سے رہا ہو کر آئے تو کالے صاحب انھیں اپنے گھر لے آئے۔ کالے صاحب کی وفات تک غالب اُنھی کے گھر میں رہے۔ اُن کی وفات کے بعد غالب ان کے وارثین کو غالب کا وہاں رہنا پسند نہیں تھا۔ اس لیے غالب نے مکان بدل دیا۔ اس واقعے کے

بارے میں غالب نے ۴ مارچ ۱۸۵۲ء کے ایک فارسی خط میں تفتہ کو لکھا تھا: ”بعد رحلت کالے صاحب درودیوار آل کا شانہ بامن نساخت۔“

ملاحظہ ہوں: آثار الصنادید: باب چوتھا، ص ۲۱۔ سرطاس مشکات کی ڈائری ص ۱۰۔
۲۹-۱۳۲ اور ۲۴۵- تاریخ اولیاء دہلی معروف بہ تحفہ سعید: نس ص ۹۷-۹۶۔ باغِ دودر ص ۱۶۱
۱۱۲۔ فخر الدین مولانا: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح اور سید احمد حسن مودودی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے صاحبزادے تھے ۱۱۲۶ھ میں اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت حاصل کر کے فوج میں ملازم ہو گئے۔ دن کو فوجی کاموں میں مصروف رہتے اور رات کو عبادت کرتے۔ کچھ عرصے بعد ملازمت ترک کر دی۔ دہلی آکر درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔ یہ حضرت مرزا مظہر جانجانا اور شاہ ولی اللہ کے معاصر تھے۔ غالب کے دوست غلام نصیر الدین عرف کالے صاحب، حضرت غلام قطب الدین کے صاحبزادے اور مولانا فخر الدین کے پوتے تھے۔ (دیکھیے حالات غلام نصیر الدین) مولانا فخر الدین کا ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ کو دہلی میں انتقال ہوا۔ قطب صاحب کے احاطے میں مسجد اولیا کی پشت پر مزار ہے۔
ملاحظہ ہوں: مناقب فخریہ، نواب نظام الدین خاں نظام۔ قواعد فخریہ (قلمی) عیوض علی، ملوکہ خواجہ حسن ثانی نظامی تاریخ مشائخ چشت، ص ۵۲۹-۴۶۰

۱۱۳۔ فرخ سیر معین الدین: غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علائی کے نام ایک خط میں کیا ہے، بغل بادشاہ، جہاں دارشاہ کے بیٹے تھے۔ سید برادران نے جہاں دارشاہ کو قتل کر کے فرخ سیر کو ۷ اذی قعدہ ۱۱۲۴ھ کو تخت نشین کیا تھا۔ فرخ سیر ۹۸ھ میں پیدا ہوئے۔ سید برادران کا جب فرخ سیر سے اختلاف ہوا تو انہوں نے ۱۱۳۱ھ میں فرخ سیر کو اندھا کر کے قید خانے میں ڈال دیا اور ۲ جمادی الثانی ۱۱۳۱ھ کو انہیں قتل کر دیا۔

۱۱۴۔ فردوسی، حسن ابن اسحق ابن شرف ابوالقاسم کنیت: حکیم ابوالقاسم کے نام سے مشہور تھے۔ غالب نے ان کا ذکر مرزا حاتم علی بیگ تہر، چودھری عبدالغفور سرور، میاں داد خاں سیاح اور ضیاء الدین ضیاء دہلوی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ طاہران طوس کے ایک قریے باڑ میں ۳۲۹ھ کے آس پاس پیدا ہوئے۔ فردوسی کا شاہنامہ عالمی ادب میں عظیم شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ۳۷۰ھ میں شاہنامہ لکھنا شروع کیا جو ۳۹۳ھ میں مکمل ہوا ۳۹۳ھ میں محمود غزنوی کے

دربار سے وابستہ ہوئے۔ ان کا سنہ وفات ۱۲۹۵ھ سے ۱۳۱۶ھ تک مختلف سال بتائے جاتے ہیں۔

ملاحظہ ہوں: تاریخ ادبیات در ایران، ص ۳۸۳ - ۳۵۸ - حقیقت فردوسی و شاہنا

ص ۱۰ - ۳ - مقالات محمود شیرانی، جلد ۳

۱۱۵۔ فیضی، شیخ ابوالفیض: غالب نے ان کا ذکر غلام حسنین قدر بلگرامی کے نام خطوط میں کیا ہے۔

یہ شیخ مبارک کے صاحبزادے تھے۔ ۱۲۹۵ھ میں ہندوستان کے ایک شہزادہ گور میں پیدا ہوئے۔ بہت ذہین انسان تھے۔ چودہ سال کی عمر میں عروض و بدیع، تفسیر اور لغت پر مہارت حاصل کر لی تھی۔ ۱۲۹۷ھ میں جلال الدین اکبر کے دربار میں رسائی ہوئی اور ملک الشعراء کے خطاب سے نوازے گئے۔ ۱۳۰۳ھ میں ۲۹ سال کی عمر تھی کہ لاہور میں انتقال ہو گیا۔

ملاحظہ ہو: رویت سخنور، ص ۳۱۵ - ۳۱۶

قاسم، میر قاسم علی خاں: غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ، منشی نبی بخش حقیقہ اور مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام خطوط میں کیا ہے۔ غالب نے ان کے بارے میں تفتہ کو لکھا ہے: "یہ میرے بڑے دوست ہیں۔ تفتہ کے نام غالب کے ایک اور خط سے پتا چلتا ہے کہ یہ باترے کے منصف تھے۔ بنگلستان سخن میں میر قاسم علی خاں قاسم کا ذکر ہے جو پانی پت کے منصف تھے۔ ممکن ہے کہ یہ وہی بزرگ ہوں کیوں کہ ان کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ یہ اگرے میں بھی منصف رہے تھے۔ بقول آفاق حسین آفاق "بعد میں صدر امین کے عہدے پر فائز کر دیے گئے تھے۔ مہرنے نعمت المسرت" میں ان کا ذکر اپنے قریبی دوست کی حیثیت سے کیا ہے اور انھیں امام بخش ناسخ کا شاگرد بتایا ہے۔ بعد میں یہ غالب کے شاگرد ہو گئے تھے۔ کیوں کہ غالب نے مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام خط میں انھیں بھی خط لکھا ہے، اور اس میں کہا ہے: "اشعار بعد حک و اصلاح کے پہنچتے ہیں۔ یہ رتب میری ارزش کے فوق ہے کہ میں آپ کے کلام میرا دخل و تصرف کروں۔"

ملاحظہ ہوں: بنگلستان سخن، جلد ۲ ص ۲۹۸ - نادرات غالب، حواشی ص ۱۲۲ - ارمان گوگل

پر شاد ص ۶۹ (گوگل پر شاد نے لکھا ہے: "سید قاسم علی خاں پنجابی شاعر، لکھنؤ مولد، شاگرد ناسخ" ممکن ہے

یہ ان ہی قاسم کا ذکر ہو) مرزا حاتم علی مہر - تحقیق مزید حنیف نقوی، نیادور لکھنؤ، جنوری فروری ۱۹۵۲ء

ص ۵۷ -

۱۱۷۔ قتیل، مرزا محمد حسن: غالب نے ان کا ذکر چودھری عبدالغفور سرور، مجروح، شفق، انوار

کلب علی خاں تفتہ، مولوی ضیاء الدین خاں ضیاء دہلوی وغیرہ کے خطوط میں کیا ہے۔ قاتیل کا تعلق بٹالہ ضلع گورداس پور (پنجاب) کے ایک کھنڈاری خاندان سے ہے۔ قاتیل کے والد درگا ہی مل اور دادا راجے جی مل باغیت میں پیدا ہوئے۔ قاتیل کی ولادت ۱۱۷۲ھ (۱۷۵۹ء) میں دہلی میں ہوئی۔ قاتیل نے مسلمان ہو کر اپنا نام محمد حسن رکھ لیا۔ عام طور سے قاتیل کا اصلی نام دیوالی سنگھ بتایا جاتا ہے، لیکن مالک رام صاحب کی تحقیق ہے کہ اصل نام دیوانی سنگھ تھا۔ ۳۱ جنوری ۱۸۱۵ء کو قاتیل کا لکھنؤ میں انتقال ہوا۔

مرزا قاتیل، قاضی عبدالودود، معاصر، حصہ ۴ ص ۱۸۰-۱۷۱۔ شمع انجمن، ص ۳۹۰۔ سفینہ ہندی، ص ۱۷۲۔ ہفت تماشا، مرتبہ ڈاکٹر محمد عمر، ص ۲۷-۱۱۔

فسانہ غالب، مالک رام، ص ۱۱۸-۱۲۲۔ عقد ثریا، ص ۲۶۔ قاتیل کا وطن، سید اسد علی انوری، نگار، لکھنؤ، مئی ۱۹۴۲ء، ص ۱۔ قاتیل دہلوی تھا یا فرید آبادی، مختار الدین احمد، نقوش ادب، عالیہ نمبر، لاہور، ص ۷۰-۶۱۔

۱۱۸۔ قدسی، حاجی محمد جان: غالب نے ان کا ذکر چودھری عبدالغفور سرور، مرزا ہر گوبال تفتہ، علاء الدین اسد خاں علانی اور نواب انور الدولہ شفیق کے نام خطوط میں کیا ہے۔ بقال پیشہ تھے۔ جب شاعر کی میں کچھ نام ہوا تو ہندوستان آئے۔ یہاں شاہجہاں بادشاہ نے ان کی قدر و منزلت کی اور درباری شاعروں میں شامل کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک تھیدے کے صلے میں شاہجہاں نے انہیں سونے میں تولاتھا۔ ۱۱۵۶ھ میں کشمیر میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

ملاحظہ ہو: دولت سخنور، ص ۳۲۵-۳۲۸

۱۱۹۔ قمر الدین عرف پیر جی: غالب نے ان کا ذکر شمشاد علی بیگ خاں رضوآں، علاء الدین احمد خاں علانی، یوسف مرزا اور میر مہدی مجروح کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ان کا نام قمر الدین تھا اور پیر جی کے نام سے مشہور تھے۔ شعر گوئی کا بھی ذوق تھا۔ پیر جی ہی تخلص کرتے تھے۔ عبداللہ شاہ بشیر نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ "باشندہ دہلی، مدرس دہلی" ہیں۔ سری رام کا بیان ہے کہ غالب اور سالت کے شاگرد تھے۔ کتب فروشی اور معلمی سے بسر اوقات کرتے تھے۔ ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء-۱۸۸۲ء) میں انتقال کیا۔ رضوآں کے نام غالب کے خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ دن کے لیے پیر جی الور میں بھی رہے ہیں۔

ملاحظہ ہوں: خم خانہ جاوید، جلد ۲، ص ۱۲-۱۳۔ غالب اور تلامذہ غالب۔ تذکرہ بشیر

میں، اردو، کراچی، غالب نمبر ۱۹۶۹ء، ص ۲۳۴

۱۲۰۔ قمر الدین خاں، مولوی : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوبال تفتہ، مرزا حاتم علی بیگ مہر، منشی شیونرائن آرام کے نام خطوں میں کیا ہے۔ یہ غالباً اگرے کے رہنے والے تھے۔ غالب کے خطوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ قمر الدین خاں الہ آباد میں میر منشی بھی رہے۔ ۱۸۴۳ء میں قمر الدین خاں نے اگرے سے ”اسعد الاخبار“ نامی ایک ہفت روزہ جاری کیا تھا۔ ”میسار شعرا“ کے بھی ایڈیٹر تھے۔ ممکن ہے یہ وہی قمر الدین خاں ہوں جو غالب کے دوست تھے۔

۱۲۱۔ کلو : غالب نے ان کا ذکر کم سے کم گیارہ مکتوب الیم کے نام خطوط میں کیا ہے خطوط غالب میں پہلی بار ان کا ذکر منشی نبی بخش حقیر کے نام ایک خط مورخہ ۲۱ مئی ۱۸۵۲ء میں آیا ہے۔ اور اس خط میں غالب نے ان کا ذکر اس طرح کیا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کلو اُس وقت کم سن نہیں تھے انھوں نے خاصی طویل عمر پائی تھی۔ جب تک غالب زندہ رہے اُن کی خدمت کرتے رہے۔ غالب کی وفات کے بعد نواب منیاء الدین احمد خاں کے ہاں ملازم ہو گئے اور وہیں انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو : آمیزہ غالب، ص ۹، غالبیات، چند عنوانات، ص ۱۸۔ ۵

۱۲۲۔ کلیان : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوبال تفتہ، میر مہدی مجروح اور یوسف مرزا کے نام کے خطوط میں کیا ہے۔ یہ غالب کے ملازم تھے۔ ہندو تھے، کیونکہ غالب نے مجروح کے نام ایک خط میں لکھا ہے : ”کلیان کے ہاتھ گنگا علی دو“ غالب کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ بازار سے سودا سلف لانا اور ڈاک گھر کا کام ان کے ذمے تھا۔ غالب بہت کم عرصے غالب کے ملازم رہے۔ ان کا ذکر پہلی بار مجروح کے نام ایک خط مورخہ ۳ جنوری ۱۸۵۵ء میں اور غالباً آخری بار مجروح کے نام ایک خط مورخہ مئی جون ۱۸۶۱ء میں آیا ہے۔

۱۲۳۔ کلیم، ابوطالب : غالب نے ان کا ذکر انور الدولہ شفیق، چودھری عبدالغفور مسرور اور علماء الدین احمد خاں ملائی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ہشتادہ اور ستائیس کے درمیان ہندوستان آئے اور یہاں جیجا پور کے شاہ نواز خاں شیرازی سے وابستہ ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد ایران واپس چلے گئے۔ دو سال بعد پھر ہندوستان آئے اور اس دفعہ ساری زندگی اس ملک میں گزار دی۔ شاہجہاں بادشاہ کے درباری شاعروں میں شامل ہوئے۔ بادشاہ نے ملک الشعرا کے خطاب سے نوازا تھا۔ ۱۸۴۳ء میں جب شاہجہاں بادشاہ نے تخت طاؤس پر جلوس کیا تو انھوں نے بادشاہ کی مدرج میں قصیدہ پڑھا۔ شاہجہاں نے خوش ہو کر انھیں روپوں میں ستلایا۔ جب کہ کافی کورن

پانچ ہزار پانچ سو روپے ملے۔ ۱۶۸ھ میں کشمیر میں انتقال ہوا۔ قدسی، مشہدی اور سلیم تہرانی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

ملاحظہ ہو: دولت سنخو، ص ۳۳۹-۳۴۱۔ تعلیم کی ہندوستان میں آمد، ڈاکٹر نذیر احمد، مقالات منتخبہ، جلد ۱، لاہور، ۱۹۷۷ء

۱۲۴۔ لارنس جان لیئرڈ میئر (John Laird Mair Lawrence): غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ اور منشی شیونرائن آرام کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ کرنل الگزیئر لارنس کے چھٹے بیٹے اور ہنری لارنس کے چھوٹے بھائی تھے۔ ۳۱ مارچ ۱۸۷۱ء کو یارک شائر میں پیدا ہوئے۔ ۹ فروری ۱۸۷۳ء کو کلکتہ پہنچے، اور فورٹ ولیم کالج میں ملازمت کر لی۔ اس ملازمت کے دوران انہوں نے اردو اور فارسی میں مہارت حاصل کر لی۔ حکومت سے خود درخواست کر کے دہلی آگئے اور یہاں فرسٹ اسسٹنٹ میجسٹریٹ اور دہلی کے کلکٹر مقرر ہوئے۔ ۱۸۷۴ء میں پانی پت میں پانی پت ڈویژن کے انچارج بنا کر بھیجے گئے۔ کچھ عرصہ پنجاب کے چیف کمشنر رہے۔ ۱۲ جون ۱۸۷۴ء سے ۱۲ جنوری ۱۸۷۹ء تک ہندوستان کے وائسرائے رہے۔ ۲۶ جون ۱۸۷۹ء کو لندن میں انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو: Dictionary of National Biography Vol. 32, pp. 267-273

Dictionary of Indian Biography, pp. 246-247

۱۲۵۔ لیک لارڈ گیرڈ (Gerard Lake): غالب نے ان کا ذکر منشی حبیب اللہ خاں ذکاء، یوسف مرزا اور نواب علاء الدین خاں علائی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ چارلس لیک کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ۲ جولائی ۱۸۴۴ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۳ اکتوبر ۱۸۷۱ء کو لیک ہندوستان میں برطانوی فوج کے کمانڈر ان چیف اور ہندوستان میں کونسل کے دوسرے ممبر مقرر ہوئے۔ لیک نے برطانوی فوج کی تربیت پر بہت زور دیا۔ ہندوستان میں مرہٹوں کی طاقت کو ختم کرنے میں لیک کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ گنکا اور جمنا کے درمیان کا علاقہ جسے دو آبہ کہتے ہیں اور جس پر سندھیانے قبضہ کر لیا تھا، لارڈ لیک کی کوششوں سے کمپنی بہادر کے تحت آیا۔ ۹ فروری ۱۸۷۱ء کو یہ انگلستان واپس گئے۔ ۲۰ فروری ۱۸۷۱ء کو وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

غالب کے چچا نصر اللہ بیگ خاں مرہٹوں کی طرف سے اکبر آباد کے گورنر تھے جب ۱۸۷۱ء میں لارڈ لیک نے اکبر آباد پر حملہ کیا تو بغیر کسی مزاحمت کے نصر اللہ بیگ خاں نے ہتھیار ڈال دیے اور قلعہ لارڈ لیک کے حوالے کر دیا۔ بعد کے کئی معرکوں میں نصر اللہ بیگ خاں لارڈ لیک کے ہمراہ رہے۔ لارڈ لیک نے نصر اللہ

بیگ کو انگریزی فوج میں شامل کر لیا۔ چار سو سوار کا رسالہ دار بنا کر سترہ سو روپے مہینہ تنخواہ مقرر کر دی نصر اللہ بیگ نے ہلکے کے سپاہیوں کو شکست دے کر بھرت پور کے نواح میں سونک اور سونسا دو سیر حاصل پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔ لارڈ لیک نے نصر اللہ بیگ خاں کی بہادری کے اعتراف کے طور پر ان کو یہ دونوں پرگنے حین حیات تقرری جاگیر میں دے دیے۔ ۱۸۵۷ء میں ہاتھی پر سے گر کر نصر اللہ بیگ خاں کا انتقال ہو گیا۔ لارڈ لیک نے مرحوم کے خاندان کے لیے دس ہزار روپے سالانہ کی پنشن مقرر کر دی۔ غالب کے حصے میں ساڑھے سات سو روپے سال آئے جو زندگی بھر انھیں ملتے رہے۔

ملاحظہ ہوں : Dictionary of National Biography Vol. 31, pp. 411-415

ذکر غالب، پانچواں ایڈیشن، ص ۳۲-۳۱۔ نیز دیکھیے نیشنل آرکائیوز آف انڈیا کی درج ذیل دستاویز:

Foreign Political 28 Aug. 1837

۱۲۶۔ مادھوراہم : یہ اورنگ زیب کے عہد میں لطف اللہ خاں نائب صوبہ دار لاہور کے منشی تھے کچھ عرصے شاہزادہ جہاں دار شاہ کے ملازم رہے۔

ماثر الامرا، جلد ۳، ص ۱۷۱، ۱۷۵

۱۲۷۔ مائل امیر عالم خاں سہسوانی : غالب نے ان کا ذکر تفتہ، میر غلام بابا خاں بہادر، میر ابراہیم علی خاں وفاق کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ان کے علاوہ میر مودود بخش سہسوان کے رہنے والے تھے لیکن بڑودے میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ میر ابراہیم علی خاں وفاق کے رشتہ داروں میں تھے۔ مائل کا جوانی میں انتقال ہو گیا۔

ملاحظہ ہوں : تلامذہ غالب، ص ۲۵۲۔ بزم سخن، ص ۱۰۲۔ طور کلیم، ص ۸۸

۱۲۸۔ متھرا داس : غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ دہلی کے مشہور مہاجن تھے۔ بہادر شاہ ظفر سے قربت حاصل تھی۔ بغاوت کے دوران جن مہاجنوں نے شاہی وظیفہ داروں کی تنخواہوں کی ذمہ داری لی تھی، ان میں متھرا داس بھی تھے۔ پھر بھی فوج کے افسران اُن سے مزید روپیہ جبراً وصول کرتے تھے۔ جیون لال کے روزنامے میں ۱۳ ستمبر کے واقعات میں ان کی گرفتاری کا ذکر ہے۔

ملاحظہ ہوں : ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ، ص ۲۰۲۔ دہلی کا آخری سانس۔

۱۲۹۔ محمد افضل : غالب نے ان کا ذکر مجروح اور یوسف مرزا کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ ممتاز مصوٰق تھے اور دہلی کے مصوروں کے مشہور خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ خواجہ بدرالدین خاں عرف خواجہ امان نے فنِ مصوری اُن ہی سے سیکھا تھا۔ انھوں نے غالب کی تصویر بھی کھینچی تھی۔ سرسید نے آثار الصنادید طبع اول کے لیے تاریخی عمارتوں کی تصاویر ان سے تیار کرائی تھیں جو اسی میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ مرزا فرحت اللہ بیگ نے ان کا نام محمد افضل بتایا ہے اور لکھا ہے: ”تمام عالم میں ان کے قلم کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔“ مرزا فرحت اللہ بیگ اسٹون میں محمد افضل کے چھوٹے بھائی محمد عارف کے شاگرد تھے۔

ملاحظہ ہو : احوالِ غالب، ص ۲۳۳۔ اردو۔ اوزنگ آباد، اپریل ۱۹۳۱ء، ص ۲۲۹۔
۱۳۰۔ محمد بخش : ان کا ذکر غالب کے خطوط میں صرف ایک بار آیا ہے۔ غالب نے میر مہدی مجروح کو لکھا ہے: ”اب محمد بخش اور پیر جی سے کہہ دوں گا۔ اگر کسی نے لادیا تو ایک جلد سرفراز حسین کو بھیج دوں گا۔“ پیر جی کتب فروش تھے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ محمد بخش کا بھی یہی پیشہ تھا۔

۱۳۱۔ محمد حسن، منشی : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ غالب کا بیان ہے کہ انھوں نے نصیر الدین حیدر کی مدح میں ایک قصیدہ منشی محمد حسن کو بھیجا تھا۔ روشن الدولہ کے توسط سے یہ قصیدہ نصیر الدین حیدر کی خدمت میں پیش ہوا۔ اودھ کی تاریخوں میں محمد حسن نامی صرف ایک شخص کا ذکر آیا ہے جسے روشن الدولہ سے قربت حاصل تھی۔ پورا نام مرزا محمد حسن تھا اور یہ ایک طوائف کے بطن سے روشن الدولہ کے لڑکے تھے۔ ممکن ہے غالب انھیں مرزا محمد حسن کا حوالہ دے رہے ہوں۔ روشن الدولہ نے مرزا محمد حسن کو جنرل کے عہدے پر فائز کر دیا تھا۔

۱۳۲۔ محمد حسین تبریزی بن خلف التبریزی : غالب نے ان کا ذکر میاں داد خاں سیاح، مرزا ہرگوپال تفتہ اور علاء الدین احمد خاں علائی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ برہان ان کا تخلص تھا۔ برہان قاطع کے مولف ہیں۔ ان کے حالاتِ زندگی بالکل نہیں ملتے۔ ڈاکٹر محمد معین نے ”برہان قاطع“ چار جلدوں میں تہران سے چھاپی ہے۔ انھوں نے بھی یہی لکھا ہے کہ باوجود کوشش کے ان کے حالات نہیں مل سکے۔ محمد حسین نے ۱۲۶۷ھ میں دکن میں سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں ”برہان قاطع“ مکمل کی تھی۔

۱۳۳۔ محمد علی بیگ : غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علائی کے نام ایک خط میں اس طرح کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علائی کے خاندان سے ان کا قریبی تعلق تھا۔ مرزا شمس الدین احمد خاں ناظم لوہارو

کے ایک مقالے میں مرزا محمد علی بیگ ناظم ریاست کا ذکر آیا ہے۔ ممکن ہے یہ وہی بزرگ ہوں۔

ملاحظہ ہو: فخر الدولہ نواب مرزا علاء الدین احمد خاں بہادر علانی، مرزا شمس الدین احمد خاں

اردو۔ اورنگ آباد، جولائی ۱۹۴۴ء، ص ۳۰۹ - ۳۲۸

۱۳۴۔ محمد میر: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ میر روشن علی خاں فروغ کے پوتے اور امداد علی آشوب کے صاحبزادے تھے۔ غالب مجروح کے نام خط (مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۸۶۲ء) میں ان کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”آج صبح کو اُسے دفن کر آئے۔“

۱۳۵۔ محمود خاں حکیم: غالب نے ان کا ذکر علاء الدین خاں علانی، شہاب الدین احمد شاقب اور مرزا ہرگوپال تفسر اور غلام نجف خاں کے نام خطوں میں کیا ہے۔ یہ دہلی کے حکیم صادق علی خاں کے صاحبزادے تھے۔ دہلی والے ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد جب لوگ دہلی سے فرار ہوئے تو بہت سے لوگ اپنا قیمتی سامان حکیم محمود خاں کے پاس امانت رکھ گئے تھے۔ امن ہونے پر انھوں نے اپنی اپنی امانت واپس لے لی۔ حکیم محمود خاں کے بھائی غلام محمد خاں پٹیلے سے منسلک تھے۔ خود حکیم محمود خاں ریاست جیند (JIND) سے وابستہ تھے۔ ۱۸۵۷ء میں جب انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کیا تو نابہہ، پٹیلالہ اور جیند کی فوجیں ساتھ تھیں۔ ان ریاستوں کے مہاراجاؤں نے برطانوی حکومت سے درخواست کی تھی کہ حکیم محمود خاں اور ان کے خاندان کے افراد کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اس لیے فتح دہلی کے بعد حکیم محمود خاں کے گھر پر پہرہ بٹھادیا گیا تھا۔ اس کے باوجود ۲ فروری ۱۸۵۷ء کو حکیم صاحب اور ان کے گھر میں موجود ساٹھ دیگر افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ چند روز بعد حکیم محمود خاں ان کے سگے بھائی حکیم مرتضیٰ خاں اور چچا زاد بھائی حکیم عبدالحکیم خاں کو رہا کر دیا۔ بغاوت ۱۸۵۷ء میں غالب اسی خاندان کی وجہ سے محفوظ رہے۔ ۷۲ سال کی عمر میں ۱۸۹۷ء میں حکیم محمود خاں کا انتقال ہوا۔ حالی نے ان کا مرثیہ لکھا ہے جو اس موضوع پر اعلیٰ درجے کی نظم ہے۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں انھی کے صاحبزادے تھے۔ حکیم محمود خاں کی تین تصنیفات بتائی جاتی ہیں (۱) ضیاء الابصار (۲) کارنامہ عشرت اور (۳) قانون شریعتی۔

ملاحظہ ہوں: دستنبو، ص ۲۲۔ حیاتِ اجل، ص ۱۲-۲۰۔ کلیاتِ شریعتی، جلد ۲

۱۳۶۔ محمود علی حکیم : غالب نے میر مہدی مجروح کے نام ایک خط میں محمود علی اور دوسرے خط میں حکیم محمود علی لکھا ہے۔ غالب کے خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مجروح کے دوستوں یا عزیزوں میں تھے۔ مہاراجہ الور نے ایجنٹ سے اجازت لے کر انھیں اپنی ریاست الور میں بلایا تھا۔ غالباً ان کا پیشہ حکمت تھا۔

۱۳۷۔ محو، نواب غلام حسن خاں : غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی اور میر مہدی مجروح کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ نواب غلام حسین خاں مسرور کے صاحبزادے تھے۔ مسرور کی شادی نواب الہی بخش خاں معروف کی صاحبزادی بنیادی بیگم سے ہوئی تھی۔ اس طرح غالب مسرور کے ہم زلف تھے مسرور نے دو شادیاں کی تھیں۔ دوسری بیوی کا نام سنگی بیگم تھا۔ بنیادی بیگم کے بطن سے زین العابدین خاں عارف اور غلام حیدر حسن خاں پیدا ہوئے تھے اور سنگی بیگم کے بطن سے چار لڑکے ہوئے۔ ان میں سب سے بڑے محو تھے۔ محو کے دادا نواب فیض اللہ بیگ خاں سہراب جنگ کے انتقال کے بعد برطانوی حکومت سے ان کے پس مانگان کو ایک ہزار روپیہ مہینہ اور محو کے والد مسرور کو تین سو روپے ماہوار ملتے تھے مسرور کا اکتوبر نومبر ۱۸۵۷ء میں انتقال ہوا تو یہ دونوں پنشنیں بند ہو گئیں۔ لفٹنٹ گورنر (آگرہ) کی سفارش پر جون ۱۸۵۷ء میں برطانوی حکومت نے محو کی سو روپیہ مہینے کی پنشن مقرر کر دی ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں یہ پنشن بند ہو گئی تھی۔ مجروح کے نام غالب کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ فروری ۱۸۵۹ء میں یہ پنشن جاری ہو گئی۔ محو نے ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے واقعات پر نصرت نامہ گورنمنٹ کے نام سے فارسی میں ایک کتاب لکھی تھی جس کی اردو "مختصر" "عذر کا نتیجہ" کے نام سے خواجہ حسن نظامی نے شائع کی تھی۔ محو کو شطرنج کا بہت شوق تھا۔ شاعری میں پہلے ذوق اور پھر غالب کے شاگرد ہوئے۔

ملاحظہ ہو : عذر کا نتیجہ، ص ۶۔ تلامذہ غالب، ص ۲۵۸۔ گلستانِ سخن جلد ۱، ص ۳۶۳۔ سخن شعراء، ص ۲۲۲-۲۲۳۔ خاندانِ لوہارو کے شعراء، ص ۱۱۲-۱۱۳۔ طورِ کلیم (مرتبہ) عطا کا کوئی، ص ۱۱۰۔

۱۳۸۔ مرزا عباس شاہ : دیکھیے عباس شاہ مرزا۔

۱۳۹۔ مرزا قیصر : غالب نے ان کا ذکر مجروح کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ ظفر کے چچا زاد بھائی تھے۔ انھیں حکومت نے ظفر کے ساتھ رنگون بھجئے کا فیصلہ نہیں کیا تھا، انھوں نے خود بادشاہ کے ساتھ رنگون جانے کی خواہش کی تھی لیکن سیاسی قیدیوں کا قافلہ جب الہ آباد پہنچا تو انھوں نے اپنا ارادہ بدل

دیا۔ ایک سرکاری دستاویز میں اُن کے بارے میں لکھا گیا ہے: ”بالکل بے ضرر ہیں لیکن بہت دن تک بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہے ہیں۔ اس لیے مناسب ہے کہ ان پر ذاتی نگرانی رکھی جائے یا جب تک ہندوستان میں گڑبڑ ہے اُن پر نگاہ رکھی جائے۔“

ملاحظہ ہو: نیشنل آرکائیوز آف انڈیا کی مندرجہ ذیل دستاویز:

Foreign Dept. 10 Dec. 1858 S. No. 52-125

۱۴۔ مرزا یوسف: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح اور نواب یوسف علی خاں ناظم کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ غالب کے چھوٹے بھائی تھے ۱۷۹۹ء کے آخر یا ۱۸۰۰ء کے اوائل میں پیدا ہوئے۔ سپاہی پیشہ آدمی تھے اور بہ قول نواب آغا مرزا بیگ ”افواج قاہرہ دولت آصفیہ میں نہایت مقتدر عہدے پر مرفراز تھے کسی دشمن نے ایسا جادو کیا یا ایسی دوا اکلادی کہ وہ مجنون محض ہو گئے اور تمام وقت انتقالِ جنون رہے۔“ اُس وقت مرزا یوسف کی عمر تقریباً ۲۸ سال تھی ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں وہ سرس کی لگی میں رہتے تھے۔ اُن کی بیوی اور خاندان کے دوسرے افراد جے پور میں تھے۔ ۳ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریزی فوج کے کچھ سپاہی مرزا یوسف کے گھر میں گھس گئے اور سارا ساز و سامان لوٹ کر لے گئے۔ مرزا یوسف اور اُن کے دو ملازموں (ایک بوڑھا مرد اور ایک بوڑھی عورت) کو کچھ نہ کہا۔ غالب نے دستبنوں میں لکھا ہے کہ ”پانچ دن بخار میں مبتلا رہ کر ۱۹ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو مرزا یوسف انتقال کر گئے“ لیکن معین الدین حسن خاں کا بیان ہے کہ ”مرزا یوسف حالتِ جنون میں گھر سے باہر نکل کر ٹھل رہے تھے کہ کسی نے انھیں گولی مار دی“ مرزا یوسف کو مسجد تہور خاں میں دفن کیا گیا تھا۔ اب اُن کی قبر کا پتا نہیں چلتا۔ غالب کی طرح مرزا یوسف کو بھی ساڑھے باسٹھ روپے ماہانہ پنشن ملتی تھی۔ اُن کی وفات کے بعد اُن کی بیوی لاڈو بیگم کو یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء سے بیس روپے ماہوار پنشن ملنے لگی مرزا یوسف کی صرف ایک بیٹی عزیز النساء بیگم تھیں۔ اُن کی شادی غلام فخر الدین سے ہوئی تھی۔ فخر الدین مرزا علی بخش خاں کے بیٹے اور نواب الہی بخش خاں معروف کے پوتے تھے۔

ملاحظہ ہوں: فسانہ غالب، ص ۵۱-۲۸۔ دستبنو (صد سالہ یادگار ڈائریشن) ص ۲۳ اور

ص ۲۷۔ خدنگِ غدیر، ص ۸۴۔ کارنامہ سروری، ص ۱۹۔ غالب اور شاہانِ تیموریہ، ص ۱۰۲-۱۰۱

۱۴۱۔ مشرف علی، شیخ: غالب نے ان کا ذکر مجروح کے نام صرف ایک خط میں کیا ہے۔ یہ بہ قول غالب کوچہ استاد حامد میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ میر مہدی مجروح نے شیخ مشرف علی کے ہاتھ غالب کو خط بھیجا تھا۔

۱۴۲ منظر الحق، مولوی : غالب نے ان کا ذکر تفتہ کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ ظہور علی ظہور کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ ظہور کا پیشہ درس و تدریس تھا اور سینکڑوں انگریز ان کے شاگرد تھے۔ منظر الحق نے عربی، فارسی، انگریزی، ریاضی اور علم ہدیت میں دستگاہ حاصل کی تھی۔ نظم و شعر دونوں کے مرد میدان تھے۔ انھوں نے قصیدوں اور غزلوں کے علاوہ برج بھاشا میں ہولیاں اور ٹھہریاں کثرت سے لکھیں۔ سنسکرت کی صرف و نحو پر قدرت رکھتے تھے۔ انھوں نے علم ہدیت میں کچھ کتابیں لکھی تھیں اور انگریزی کی کچھ کتابوں کا اردو میں ترجمہ بھی کیا تھا۔ ریٹا گن جو دہلی میں جج تھے منظر الحق کے شاگرد تھے۔ ان ہی کی ترغیب پر انھوں نے دو ہزار شاعروں پر مشتمل ایک تذکرہ لکھا تھا۔ ان میں سے چار سو شاعروں کے حالات انوار الحق نے لکھے تھے۔

منظر الحق پہلے ریاست جھج میں ملازم ہوئے ۱۸۶۲ء میں ریٹا گن کے منشی مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ڈپٹی کمشنر گڑگاؤں کے پاس ملازم ہو گئے۔ پاٹودی میں کچھ عرصے تحصیل دار بھی رہے۔ منصفی کا امتحان پاس کیا تو چیف کمشنر دہلی نے اپنے پاس بلا لیا۔ ۱۸۶۷ء اور ۱۸۶۸ء کے درمیان انتقال ہوا۔
ملاحظہ ہوں : تذکرہ منظر العجائب اور مرزا غالب، مسلم ضیائی، العلم، کراچی، جنوری تا مارچ ۱۹۶۹ء

ص ۳۹ - ۵۳۲ - یادداشت، قاضی عبدالودود، معاصر حصہ ۱، ص ۱۰۴ - ۹۴

۱۴۳ منظر علی، مولوی : غالب نے ان کا ذکر مجروح کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ دہلی کے رہنے والے اور میر افضل علی مرین کے خسر یا سالے تھے۔

۱۴۴ معروف، مرزا الہی بخش خاں : غالب نے ان کا ذکر علا الدین احمد خاں علائی اور تدر بلگرامی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ معروف کے والد عارف جان اپنے دو بھائیوں قاسم جان اور عالم جان کے ساتھ بلخ سے لاہور آئے تھے۔ لاہور میں کچھ دن وہاں کے حاکم معین الملک عرف میرمنو کے ملازم رہے۔ میرمنو کی وفات کے بعد چندے بنگال میں شاہ عالم کے ساتھ ایک مہم میں شریک رہے اور پھر شاہ عالم کے ساتھ ہی دہلی آ گئے۔ عارف جان کے چار لڑکے تھے۔ محمد علی خاں، نبی بخش خاں، نواب احمد بخش خاں اور نواب الہی بخش خاں معروف۔ الہی بخش خاں نے درویشی اختیار کر لی تھی۔ اردو کے اچھے شاعروں میں تھے بلکہ اس خاندان کے پہلے شاعر تھے۔ غالب کی بیوی امراؤ بیگم ان ہی کی صاحبزادی تھیں۔ معروف کی وفات ۱۲۴۲ھ میں ہوئی۔ ان کا دیوان شاہ عبدالحمید قادری بدایونی نے ۱۲۵۵ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع کیا تھا۔ معروف نے دو دیوان مرتب کیے تھے۔ ایک دیوان تو نظامی پریس سے

شائع ہو گیا۔ دوسرے دیوان کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ معروف کے دیوان کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو (ہند) کی لائبریری میں بھی ہے۔ یہ وہی دیوان ہے جو طبع ہو چکا ہے مطبوعہ دیوان میں رباعیات، قطعات اور ایک شنو سی زائد ہے۔

ملاحظہ ہوں : خاندانِ لوہارو کے شعرا، ص ۱۰۳-۱۰۹۔ نواب الہی بخش معروف، عبدالرزاق

غالب نامہ نئی دہلی، جنوری، اپریل ۱۹۷۷ء، ص ۱۲۷-۱۴۷۔ گلستانِ سخن، جلد ۲، ص ۳۷۰-۳۷۳

دیوانِ معروف (قلمی) انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی۔ بہارِ بے خزاں، ص ۱۵۷

۱۴۵۔ مغربی محمد شیریں ملقب بہ شمس الدین : غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں ملانی

کے نام مخطوط میں کیا ہے۔ یہ عزیز الدین کے صاحبزادے تھے ۱۹۷۹ء میں تبریز کے قریب ایک گاؤں نامین میں

پیدا ہوئے مگر تبریزی کہلاتے ہیں۔ زندگی کا بڑا حصہ شمال مغربی افریقہ میں گزارا۔ کہتے ہیں کہ اسی لیے مغربی تخلص

اختیار کیا۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے مسلک کے پیرو تھے ۱۹۷۸ء میں تبریز میں انتقال کیا۔ دیوان مغربی

موفیا میں بہت مقبول رہا ہے اور بار بار چھپا ہے۔

ملاحظہ ہو : روایتِ سخنور، ص ۳۹۷-۳۹۸

۱۴۶۔ میکرم حسین، سید : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام مخطوط میں کیا ہے۔ اگر

وہی بزرگ ہیں جن کا ذکر تذکرہ بے بہا (ص ۳۴۷) میں ہے تو یہ ضلع علیگڑھ کے رہنے والے تھے۔ عالم فاضل

تھے۔ کئی مذہبی کتابوں کے مصنف تھے۔ علم رجال میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ ساٹھ سال کی عمر میں ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۷ء)

۱۸۸۷ء میں انتقال کیا۔

ملاحظہ ہو : تذکرہ بے بہا، ص ۳۴۷

۱۴۷۔ ملکہ معظمہ، کوئین وکٹوریہ، قیصرِ ہند : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوپال تفتہ، نواب

یوسف علی خاں ناظم، نواب انور الدولہ شفیق، نواب کلب علی خاں، شیونرائن آرام، میر مہدی مجروح، مرزا یوسف

علی خاں عزیز، مرزا حاتم علی بیگ تہر، یوسف مرزا اور مہاراجا سردار سنگھ کے نام مخطوط میں کیا ہے۔ یہ

ایڈورڈ ڈیوک آف کینٹ کی اکلوتی صاحبزادی تھیں۔ ۲۴ مئی ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوئیں۔ ۱۰ جنوری ۱۸۷۷ء کو

کو ان کی شادی پرنس البرٹ سے ہوئی۔ ویم پہارم کی وفات کے بعد ۲۱ جون ۱۸۳۷ء کو برطانیہ اور آئرلینڈ

کی ملکہ بنائی گئیں۔ ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔

ملاحظہ ہو: مختصر حالات شاہانِ انگلستان، ص ۸۲-۸۱

Life of Her Majesty Queen Victoria, pp 3-87

۱۴۸۔ ممنون، میر نظام الدین: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ ممنون فارسی اور اردو کے مشہور شاعر میر قمر الدین منت کے صاحبزادے تھے۔ ان کا شمار بھی اپنے عہد کے بڑے شاعروں میں ہوتا تھا۔ میر قمر الدین منت سونی پت کے رہنے والے تھے ممنون دہلی میں پیدا ہوئے۔ یہیں تعلیم و تربیت حاصل کی بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ اکبر شاہ ثانی کو ممنون سے تلمذ تھا۔ بعض نے اطلاق دی ہے کہ ممنون بادشاہ کے زمرہ شعرا میں شامل تھے۔ بادشاہ نے ”فخر الشعرا“ کے لقب سے نوازا تھا۔ حکیم قدرت اللہ قاسم نے لکھا ہے کہ بادشاہ کی فرمائش پر ممنون نے ایک منظوم قصہ لکھا تھا، جسے بادشاہ نے پسند کیا۔ مدت تک کٹ قاسم کی فوج داری اور جنرل اختر لوی کے عہد میں تحصیل داری کے عہدے پر مامور رہے۔ اس کے بعد پرگنہ مگرہ کی پائے کاری کے عہدے پر مامور ہوئے۔ کافی عرصہ لکھنؤ میں رہے۔ بقول مرزا قادر بخش ساہروردی ”مدت مدید تک نواحِ اجمیر میں عہدہ صدر الصدوری پر مامور رہا“ آخری عمر میں دہلی واپس آگئے۔ ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ء میں انتقال کیا۔

ملاحظہ ہوں: صبح گلشن، ص ۲۵۴۔ گلستانِ سخن، جلد ۲، ص ۳۸۰۔ سراپا سخن، ص ۲۵۰۔ تذکرہ خوش معرکہ زیبا، ص ۴۰-۱۶۶۔ تذکرہ قطعہ منتخب، ص ۶۶-۶۵۔ سخن شعرا، ص ۵-۲۵۵۔ گلشنِ بے خار، ص ۱۸۸-۱۸۷۔ مجموعہ نغز، جلد ۲، ص ۲۱۵-۲۱۴۔ گلِ رعنا، ص ۲۸۲-۲۷۸۔

مزید ملاحظہ ہوں: مطالعہ میر نظام الدین ممنون۔ کلیاتِ ممنون (پہلی جلد، قصیدہ)

۱۴۹۔ من پھول، پنڈت: غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوپال تفتہ، خواجہ غلام غوث خاں بے خراور منشی نول کشور کے نام خطوط میں کیا ہے۔

جنوری ۱۸۶۲ء میں من پھول لفٹنٹ گورنر کے منشی تھے۔ دہلی کے رہنے والے تھے۔ گورنر پنجاب کے منشی اور پھر اکسٹر کمشنر رہے۔ ۱۸۶۵ء میں ایک سیاسی مشن وسط ایشیا میں بھیجا گیا تھا۔ پنڈت جی اُس کے سربراہ تھے۔ اس مشن میں مولوی محمد حسین آزاد اور دو افراد اور تھے مشن کا مقصد وہاں کے سیاسی حالات پر رپورٹ پیش کرنا تھا۔ ۱۸۶۶ء اور ۱۸۶۷ء کے دربارِ شہنشاہی کے موقع پر انھیں دیوان اور سی۔ آئی۔ اے کے خطابات ملے تھے۔

مولوی محمد حسین آزاد نے نصیحت کا کرن پھول "نام سے تعلیم نسواں کے لیے ایک چوٹا سا قصہ لکھا تھا۔ اس قصے کی تمہید میں محمد ابراہیم نے لکھا ہے: "اس کتاب کا مسودہ مجھے والد ماجد کے ایک بہت پرانے بستے میں ملا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ۱۸۶۳ء میں لکھا تھا۔ پنڈت من پھول صاحب اس وقت جناب لفٹ گورنر بہادر پنجاب کے میونسٹی تھے۔ پنڈت صاحب مرحوم کے قلم کی ایک یادداشت مورخہ ۱۲ جون ۱۸۶۴ء مسودے کے آخر میں لگی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسب الایامے حکام وقت تعلیم نسواں کی ترقی کی غرض سے یہ کتاب لکھوائی گئی ہے۔"

ملاحظہ ہوں: محمد حسین آزاد۔ احوال و آثار، ص ۲۸ اور ۲۱۰۔ انیسویں صدی میں وسط ایشیا کی سیاحت ص ۴۲۔ ۴۱ بحوالہ اردوئے معلیٰ، جلد ۲ مرتبہ سید مرتضیٰ حسین فاضل، ص ۶-۱۱۔ صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات، ص ۲۱۷ نصیحت کا کرن پھول، تمہید۔

۱۵۰۔ منجھلے، حکیم: غالب نے حکیم منجھلے کا ذکر علماء الدین احمد خاں علانی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ حکیم منجھلے کے دادا حکیم بقاء اللہ اور والد حکیم ذکا اللہ دہلی کے بہت مشہور حکیم تھے۔ حکیم منجھلے کا پورا نام حکیم حسام الدین اور عرف حکیم منجھلے تھا۔ انھوں نے بھی فن طب میں بڑی مہارت حاصل کی تھی۔ آنکھوں کے امراض کے خاص طور سے ماہر تھے۔

ملاحظہ ہوں: دلی کی یادگار ہستیاں، ص ۱۹۱۔ اطباء عہد منلیہ، ص ۶۳۔ ۱۵۱۔ مومن، حکیم محمد مومن خاں: غالب نے مومن کا ذکر منشی نبی بخش حقیر، میر مہدی مجتوح، بنوں بریلوی، چودھری عبدالغفور سرور اور مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام خطوط میں کیا ہے۔ مومن کے والد حکیم غلام نبی خاں طبابت کرتے تھے ۱۲۴۱ھ (۱۸۲۶ء-۱۸۲۵ء) میں ان کا انتقال ہوا۔ مومن سن ۱۲۴۱ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ مومن کو فارسی میں مہارت تھی۔ عربی پر بھی خاصی دسترس تھی۔ طب، علم نجوم و رمل کے ماہر تھے۔ موسیقی سے رکاؤ تھا۔ شاعری میں کچھ عرصے شاہ نصیر علی اصلاح لی۔ ۱۲۵۲ھ میں انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو: مومن، طب علی خاں فائق رام پوری، لاہور، ۱۹۶۱ء۔

۱۵۲۔ مہندر سنگھ: غالب نے ان کا ذکر صرف ایک بار علماء الدین احمد خاں علانی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ مہاراجا نریندر سنگھ والی پٹیا لہ کے صاحبزادے تھے۔ ۶ ستمبر ۱۸۵۲ء کو پیدا ہوئے اور جنوری ۱۸۶۲ء کو سند نشین ہوئے۔ ۲۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ ماسٹر رام چندر۔ ان ہی کے تالیق

تھے بسند نشین ہونے کے بعد مہاراجا نے ماسٹر رام چندر کو سررشتہ تعلیم پٹیا لہ کا ڈاکٹر مقرر کر دیا۔
ملاحظہ ہو : تاریخ پٹیا لہ۔

۱۵۳۔ میاں خاں : غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام خط میں اس طرح کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ علانی کے ملازم تھے۔

۱۵۴۔ میر بادشاہ : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ تفتہ کے دوستوں میں تھے۔ دہلی کے رہنے والے تھے۔ غالب کی ان سے شناسائی مرزا تفتہ کے توسط سے ہوئی تھی۔ تفتہ کے نام غالب کے خط مورخہ ۳ جنوری ۱۸۵۹ء سے اندازہ ہوتا ہے کہ میر بادشاہ اس زلزلے میں سکندر آباد میں مصنف تھے۔

۱۵۵۔ میر جان استاد : غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ غالب نے علانی کے نام ایک خط مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۸۶۱ء میں لکھا ہے کہ استاد میر جان کو اس راہ سے کہ میری پھوپھی ان کی چچی تھیں اور یہ مجھ سے عمر میں پھوپھے ہیں دعا۔ اور اس رو سے کہ دوست ہیں اور دوستی میں کمی و بیشی سن و سال کی رعایت نہیں کرتے، سلام۔ اور اس سبب سے کہ استاد کہلاتے ہیں، بندگی، اور اس نظر سے کہ یہ سید ہیں، درود، غالب کی یمن سگی پھوپھیاں تھیں جن کے نام نہیں معلوم ہو سکے۔ ممکن ہے ان میں سے کوئی پھوپھی استاد میر جان کی چچی ہوں۔ گویا غالب کا ان سے دور کا رشتہ ہوتا تھا۔ یہ غالب کے دوستوں میں تھے اور غالب کا ان سے ہنسی مذاق کا رشتہ تھا۔ میرا قیاس ہے کہ یہ علاء الدین احمد خاں علانی کے ملازموں میں تھے۔

۱۵۶۔ میر حسن : غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام خط میں کیا ہے۔ ان کا اصل نام سید حسن موسوی تھا۔ لیکن میر حسن کے نام سے مشہور تھے۔ یہ خوش نویس تھے اور دہلی میں مہابت خاں کی حویلی میں رہتے تھے۔ ممکن ہے یہ وہی بزرگ ہوں جو مجروح کے چچا تھے۔ انھوں نے غالب کا کلیاتِ نثر نقل کیا تھا، جو ۲۸ محرم ۱۲۸۵ مطابق ۱۵ جولائی ۱۸۶۸ء کو مکمل ہوا۔ اس کلیاتِ نثر میں ”پنچ آہنگ“ ”مہر نیم روز“ اور ”دستبنو“ شامل ہیں اور یہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں محفوظ ہے۔

ملاحظہ ہوں : اردو معنی (جلد ۱) مرتبہ مرتضیٰ حسین فاضل، ص ۱۱۰۔ ۹۔ ۳۰۹ اور ص ۳۲۶

دیوانِ مجروح کا دیباچہ۔

۱۵۷۔ میر تقی میر : میر تقی میر کے آس پاس اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ تقریباً ۹ برس کی عمر پائی۔ ابھی دس برس کے تھے کہ ان کے والد میر محمد علی کا انتقال ہو گیا۔ کم سنی میں انھیں تلاش معاش میں دہلی آنا پڑا۔ یہاں خواجہ محمد باسط کے توسط سے صمصام الدولہ امیر الامراٹک رسائی ہو گئی۔ جن کی سرکار سے ایک روپیہ روز میر کو ملنے لگا۔ دہلی پر نادر شاہ کے حملے کے بعد میر اپنے وطن اکبر آباد واپس چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد وہ پھر دہلی آئے اور اس دفعہ اپنے ماموں خان آرزو کے ساتھ قیام کیا۔ کچھ عرصہ بعد خان آرزو سے اُن بن ہو گئی۔ اسی زمانے میں میر پر دیوانگی کے درد پڑنے لگے۔ کچھ عرصے بعد صحت یاب ہو گئے۔ وہ رعایت خاں اور جاوید خاں نواب بہادر صفدر جنگ اور احمد شاہ بادشاہ راجا ناگرمل وغیرہ سے متوصل رہے۔ آخر میں وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر آصف الملک کی دعوت پر میر لکھنؤ چلے گئے اور وہیں ۲۱ ستمبر ۱۸۱۷ء کو اُن کا انتقال ہو گیا۔

ملاحظہ ہو : میر تقی میر، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی، علی گڑھ، ۱۹۵۴ء

۱۵۸۔ میکلوڈ، سر ڈانلڈ فریئل (Sir Donald Friell) : غالب نے ان کا ذکر منشی شیونرائٹ آرام اور میر مہدی مجروح کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ لفٹنٹ جنرل ڈکنن میکلوڈ کے صاحبزادے تھے۔ ۶ مئی ۱۸۱۷ء کو کلکتے میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۴۲ء میں انھیں انگلستان میں دادا کے پاس بھیج دیا گیا۔ ۱۰ دسمبر ۱۸۲۵ء کو کلکتہ واپس آئے اور بنگال میں سول سروس میں ملازمت کر لی۔ مختلف عہدوں سے ترقی کرتے کرتے بنارس کے میجسٹریٹ اور کلکٹر مقرر ہوئے۔ ۱۸۴۹ء میں جالندھر کے کمشنر مقرر ہوئے۔ ۱۸۵۴ء میں پنجاب کے فنانشل کمشنر مقرر ہوئے۔ ۱۸۶۵ء میں پنجاب کے لفٹنٹ گورنر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۸۷۱ء میں ریٹائر ہو کر انگلستان واپس چلے گئے۔ ۲۸ نومبر ۱۸۷۲ء کو وہیں انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو : Dictionary of National Biography, Vol. 35, pp. 212-113

۱۵۹۔ سینڈھوالال : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوپال کفّہ کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ غالب کے ایک شاگرد جانی بہاری لال رند (دیکھیے حالاتِ رند) دربار بھرت پور میں وکیل تھے۔ انھوں نے اپنا اور غالب کا دیوان راجا جے پور کو بھیجا تھا۔ سینڈھوالال نامی ایک شخص نے مہاراجا بھرت پور سے شکایت کی کہ رند نے اپنا اور غالب کا دیوان راجا جے پور کو بھیجا ہے۔ اور رند جے پور میں ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ غالب نے ۶ اکتوبر ۱۸۵۳ء کے نام خط مورخہ ۶ اپریل ۱۸۵۳ء میں لکھا ہے۔

۱۶۰۔ میور، سر ولیم (Sir Willian Muir) : غالب نے ان کا ذکر خواجہ غلام غوث خاں بخاری، منشی شیونرائن آرام، مرزا حاتم علی بیگ تہر اور نواب علاء الدین احمد خاں علانی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ میور ۲۷ اپریل ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۸۴۳ء میں بنگال سول سروس میں ان کا تقرر ہوا۔ ۱۸۵۲ء میں حکومت صوبہ شمال مغربی کے سکریٹری مقرر ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب کے دوران آگرے میں انشیل جنٹن پیارٹمنٹ کے سربراہ تھے۔ ۱۸۶۵ء سے ۱۸۷۳ء تک صوبہ شمال کے لفٹنٹ گورنر رہے۔ ۱۸۸۵ء سے ۱۹۰۲ء تک انگلینڈ میں ادنبرگ یونیورسٹی کے پرنسپل اور وائس چانسلر رہے۔ ۱۱ جولائی ۱۹۰۵ء کو انتقال ہوا۔ ولیم میور کو اسلامیات میں بہت دل چسپی تھی۔ اس موضوع پر انہوں نے کئی کتابیں لکھیں۔ سب سے زیادہ شہرت سیرت کی کتاب ”لائف آف محمد“ کو ہوئی جس کا جواب لکھنے کے لیے سر سید احمد خاں نے لندن کا سفر کیا تھا اور آخر مدلل جواب لکھ کر اردو اور انگریزی میں چھپوایا بھی تھا۔

ملاحظہ ہو : Dictionary of Indian Biography, pp. 303-304

۱۶۱۔ ناسخ، شیخ امام بخش : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوپال لختہ کے نام بعض خطوط میں کیا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ناسخ کو خدا بخش کا بیٹا، بعض نے متبنی اور بعض نے فرزند صلبی لکھا ہے۔ ناسخ کی ولادت ہفتم محرم ۱۱۸۶ھ کو فیض آباد میں ہوئی۔ سن تمیز کو پہنچے تو لکھنؤ آگئے۔ ورزش اور کسرت کا بہت شوق تھا۔ حافظ وارث علی اور مرزا مغل سے مروجہ علوم حاصل کیے۔ بیس سال کی عمر میں شعر گوئی کا آغاز کیا اور اس فن میں کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی۔ ۲۴ جمادی الاول ۱۲۵۴ھ کو ان کا انتقال ہو گیا۔

ملاحظہ ہو : ناسخ۔ تجزیہ و تنقید

۱۶۲۔ ناصر الدین، میر : غالب نے علاء الدین احمد خاں علانی کے نام ایک خط میں ان کا ذکر کیا ہے۔ میر ناصر الدین، سید ظہیر الدین حسین خاں ظہیر دہلوی مصنف ”داستانِ غدر“ کے خسر اور نواب امیر مرزا خاں کے خالو زاد بھائی تھے۔ ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب کے دوران انہوں نے عین انگریز عورتوں کو گھر میں بچھا پارکھا تھا۔ جب دہلی میں انگریزی فوج داخل ہوئی تو سپاہیوں نے اس خاندان کو تنگ کرنا شروع کیا۔ خبر مشہور ہوئی کہ جنرل صاحب نے جامع مسجد میں ڈیرا لگایا ہے۔ انگریز عورتیں میر ناصر الدین کو اپنے ساتھ لے کر جامع مسجد چلی گئیں اور یہ کہ گئیں کہ ہم جنرل صاحب سے سٹیفکٹ لے کر

ابھی آتے ہیں، پھر کوئی پریشان نہیں کرے گا۔ لیکن وہ عورتیں واپس آئیں نہ میر ناصر الدین، کیوں نہ نہ لگے
کو گولی مار دی گئی تھی۔

ملاحظہ ہو : داستانِ قدر، ۱۱۷-۱۱۶-۱۲۶ ص -

۱۶۳۔ ناعمی، عطاء اللہ خاں : غالب نے مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام خط میں ان کا ذکر کیا ہے اور
حقیر کے نام ایک خط میں لکھا ہے : ”اجی پیرو مرشد! یہ شرجس کو آپ نے خط تعبیر کیا ہے اور واقعی کہ وہ
خط ہے، مگر ”مینا بازار“ کے برابر یا آدھی ”پنچ آہنگ“ کے برابر۔ آپ اس کے کاتب کا نام عنایت اللہ خاں
لکھتے ہیں۔ کہیں سہونہ ہوا ہو۔ عطاء اللہ خاں صاحب ایک بزرگ وہاں ہیں شاید اُن کی تحریر ہو۔“
میری نظر نے ناعمی کا ذکر صرف ”ارمغانِ گوکل پر شاد“ میں گزرا ہے اور اس میں بھی صرف نام اور تخلص دیا
گیا ہے۔ ناعمی کی ایک فارسی مثنوی ”شمشیرِ عشق“ ہارڈنگ لائبریری دہلی میں محفوظ ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۷۷ھ
میں مطبع چشمہ فیض سے ۹×۶ سائز پر شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کے صفحہ ۴ پر بتایا گیا ہے کہ یہ مثنوی
شیخ محمد افضل ابن مولوی شیخ محمد لطف علی برادر شیخ محمد مومن علی خاں صدر الصدور کی فرمائش پر لکھی
گئی۔

ملاحظہ ہوں : ارمغانِ گوکل پر شاد، ص ۸۸۔ مثنوی شمشیرِ عشق۔

۱۶۴۔ نریندر سنگھ، مہاراج : غالب نے ان کا ذکر ملار الدین خاں علانی اور مرزا ہر گوپال
تفتہ کے نام خطوط میں کیا ہے۔ نریندر سنگھ پٹیالہ کے مہاراجا تھے۔ ۸ جنوری ۱۸۵۷ء کو اکیس برس کی عمر
میں مسند نشین ہوئے ۱۸۵۷ء کے انقلاب کو ناکام بنانے میں انھوں نے انگریزوں کی بہت مدد کی۔ حکیم محمود
خاں اور اس خاندان کے کچھ اور حکیم مہاراجا پٹیالہ کے ملازم تھے۔ اردو ادب پر مہاراجہ نریندر سنگھ کا
احسان یہ ہے کہ اُن کی وجہ سے ۱۸۵۷ء میں غالب کی جان بچی۔ یہ قول غالب مہاراجہ نے انگریزوں
سے یہ عہد لے لیا تھا کہ دہلی فتح ہونے کے بعد حکیموں کے اس خاندان کی حفاظت کی جائے گی۔ چنانچہ
دہلی فتح ہوتے ہی مہاراجا کے سپاہی اس محلے میں آ بیٹھے۔ چوں کہ غالب بھی اسی محلے میں رہتے تھے اس
لیے اُن کی بھی جان بچ گئی۔ غلام نجف خاں کے نام غالب کے ایک خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ مہاراجا
پٹیالہ نے غالب کو بلایا یا خود غالب نے پٹیالہ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا، لیکن بعد میں اپنا ارادہ بدل دیا۔
دہلی میں بیگم زینت محل کا مکان برطانوی سرکار نے ضبط کر لیا تھا۔ ۱۸۵۷ء میں مہاراجہ پٹیالہ کی خدمات

کے صلے میں بہت کچھ دیا گیا۔ یہ مکان بھی ہمارا جا کو دیا گیا تھا۔ ۱۳ نومبر ۱۸۶۲ء کو ہمارا بچہ کا انتقال ہو گیا۔

ملاحظہ ہو: تاریخِ پٹیلہ۔

۱۶۵۔ نصیر الدین حیدر، مرزا۔ عرف مرزا علی حیدر: غالب نے ان کا ذکر مرزا برگوپال تفتہ اور علار الدین احمد خاں علانی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ غازی الدین حیدر شاہ اودھ کے صاحبزادے تھے۔ ۹ ستمبر ۱۸۳۳ء کو صبح دولت المخطاب بہ نواب ممتاز محل کے بطن سے پیدا ہوئے۔ پچیس سال کی عمر میں ۲ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو مسند نشین ہوئے۔ ۸ جولائی ۱۸۳۷ء کو انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو: تاریخِ اودھ، جلد ۴، ص ۲۱۱-۲۱۲ اور ص ۲۱۳۔

۱۶۶۔ نصیر الدین، میر: غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام خطوں میں کیا ہے۔ اُن کے بارے میں خود غالب نے لکھا ہے کہ: ”میر نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ محمد اعظم صاحب کے۔ وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا۔“ یہ مجروح کے دوستوں میں تھے۔

۱۶۷۔ نظامی گنجوی، حکیم جمال الدین ابو محمد الیاس بن یوسف بن زکی بن مؤید: غالب نے ان کا ذکر تفتہ اور قدربلگرامی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ۱۲۵ھ کے آس پاس گنجه میں پیدا ہوئے۔ ساری زندگی گنجه ہی میں رہے۔ ایک بار اتابک قزل ارسلان کی فرمائش پر تبریز کا سفر کیا تھا۔ اپنے زمانے کے مروجہ علوم طب، نجوم، ادب، بلاغت وغیرہ میں مہارت حاصل کی۔ آذربائیجان اور شروان کے حکمرانوں سے ان کا ربط تھا۔ ان کا ایک دیوان بھی تھا لیکن اب اس کا صرف ایک حصہ ملتا ہے۔ مگر ان کی شہرت خمسہ نظامی کی وجہ سے ہوئی۔ یہ مثنویاں اتنی مشہور ہوئیں کہ ان کا جواب جاتی، وحشی، خواہو اور امیر خسرو نے بھی لکھا۔ خمسہ میں ۲۸ ہزار اشعار ہیں اور یہ مخزن الاسرار، لیلیٰ و مجنوں، خسرو شیریں، ہفت پیکر یا ہرام نامہ اور اسکندر نامہ کے نام سے معروف ہیں۔ ۶۱۱ھ یا ۶۱۲ھ میں انتقال ہوا۔ گنجه میں مدفون ہیں۔

ملاحظہ ہو: تاریخِ ادبیات در ایران، جلد ۲، ص ۷۸۔ مقالات حافظ محمود شیرانی

جلد ۴، ص ۲۲۱-۳۶۷۔ تذکرۃ الشعراء، ص ۱۳۱-۱۳۸

۱۶۸۔ نظیری، محمد حسین: غالب نے ان کا ذکر علاد الدین احمد خاں علانی، مرزا برگوپال تفتہ اور چودھری عبدالغفور متروور کے نام خطوط میں کیا ہے۔ نیشاپور میں ولادت ہوئی۔ ان کے خاندان کے

افراد تجارت کرتے تھے۔ نظیری نے آغاز جوانی میں شعر گوئی کا آغاز کیا اور بہت جلد پورے ایران میں مشہور ہو گئے۔ کچھ دن کاشان اور آذربائیجان میں رہ کر ہندوستان آئے۔ یہاں عبدالرحیم خانسار، اکبر اور جہانگیر نے اُن کی بہت توقیر کی۔ جہانگیر نے ایک غزل کے صلے میں بہت بڑی جاگیر انعام میں دی۔ ۱۰۲۱ھ میں احمد آباد (گجرات) میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔ دیوان ہندوستان میں بہت مقبول رہا ہے۔ اور متعدد بار چھپا ہے۔

ملاحظہ ہو : دولت سخنور، ص ۴۴۰-۴۴۲۔

۱۶۹۔ نعیم بیگ، مرزا : غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں ملانی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ مرزا کریم بیگ کے صاحبزادے تھے۔ غالباً لوہارو کے رہنے والے تھے دسمبر ۱۸۶۵ء میں جب غالب رام پور میں تھے تو یہ بھی وہیں تھے۔

۱۷۰۔ نور الدین، خواجہ : غالب نے میر مہدی مجروح کے نام ایک خط مورخہ ۲۶ جولائی ۱۸۶۱ء میں لکھا ہے : ”پرسوں خواجہ مرزا ولد خواجہ امان مع اپنی بی بی بچوں کے دلی میں آیا کل رات کو اس کا نو برس کا بیٹا ہیضہ کر کے مر گیا۔“ اس بچے کا نام خواجہ نور الدین تھا۔ خواجہ مرزا سے مراد خواجہ قمر الدین خاں ہے۔ غالب کے خط کے مطابق اس بچے کا انتقال ۲۴ جولائی ۱۸۶۱ء کو ہوا۔

ملاحظہ ہو : خواجہ امان مرحوم، فرحت اللہ بیگ، اردو۔ اورنگ آباد اپریل ۱۹۳۱ء ص ۲۶۱

۱۷۱۔ ہنال چند دیوان : غالب نے ان کا ذکر مجروح کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ پٹیلے کے مہاراج نریندر سنگھ کے اہل کاروں میں تھے۔ جب ۱۸۵۷ء میں دھول پور میں انقلابیوں نے ہنگامہ کیا تو دو ہزار فوج اور دو توپوں کے ساتھ دیوان ہنال چند اور دیوان جگدیش سنگھ کو ہنگامہ منسرو کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کو ناکام بنانے کے صلے میں انھیں مہاراج نے خلعت دی تھی۔ انھیں اور سردار گھمنڈ سنگھ کو پرگنہ نارنول میں تقریباً نو ہزار روپے کی آمدنی کے گیارہ گاؤں بھی بطور جاگیر دیے تھے۔ غالب نے انھیں دیوان لکھا ہے، جبکہ تاریخ پٹیاں میں ہر جگہ اُن کا ذکر اہل کار کی حیثیت سے آیا ہے۔

ملاحظہ ہو : تاریخ پٹیاں، ص ۳۵۰-۳۸۷-۳۱۸

۱۷۲۔ نیاز علی : غالب نے ان کا ذکر علاء الدین احمد خاں ملانی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ غالب کے ایک ملازم مداری خاں تھے۔ ان کا انتقال ہو گیا تو غالب نے اُن کے بیوی بچوں کو اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ نیاز علی ان ہی مداری کا بیٹا تھا۔ غالب نے ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ء کے ایک خط میں رام پور

سے علانی کو لکھا تھا کہ: "کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس ہیں" اس کا مطلب ہے کہ ۱۸۶۵ء میں نیاز علی اتنے کم عمر تھے کہ غالب نے انھیں لڑکا لکھا۔

۱۷۳۔ **واجد علی شاہ**: غالب نے ان کا ذکر یوسف مرزا، علاء الدین احمد خاں علانی اور چودھری عبدالغفور سرور کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ شاہ اودھ امجد علی شاہ کے صاحبزادے تھے۔ ۱۷۳۸ء مطابق ۲۰ جولائی ۱۸۲۳ء کو ولادت ہوئی۔ ۱۳ فروری ۱۸۴۴ء کو تخت نشین ہوئے۔ تخت نشینی کے بعد انھوں نے حکومت کے نظم و نسق میں دلچسپی لینے شروع کی۔ فوج کی تربیت پر زور دیا۔ برطانوی رینڈیڈنٹ کو یہ باتیں پسند نہیں آئیں۔ مجبوراً عیش و عشرت میں ڈوب گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت بد انتظامی کا شکار ہو گئی۔ فروری ۱۸۵۶ء میں کمپنی بہادر نے واجد علی شاہ کو بے دخل کر کے اودھ پر قبضہ کر لیا اور پندرہ لاکھ روپے سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ واجد علی شاہ بے بس اور مجبور تھے۔ ۳ مارچ ۱۸۵۶ء کو کلکتے کے لیے روانہ ہو گئے۔ ۲۱ ستمبر ۱۸۵۷ء کو وہیں انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو: تاریخ اودھ، جلد ۵، ص ۲۶-۲۷-۲۸۲-۲۸۱

۱۷۴۔ **واقف، نور العین**: غالب نے ان کا ذکر مرزا بہر گوپال تفتہ، چودھری عبدالغفور سرور اور خواجہ غلام غوث خاں بے خبر کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ قاضی امانت اللہ کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ اس خاندان کے افراد محمد شاہی عہد تک پر گنہ بٹالہ کے قاضی رہے۔ خوش گو نے لکھا ہے کہ "جب واقف کے اشعار کی شہرت دارالخلافہ پہنچی تو میں ان سے ملاقات کے لیے خود بٹالہ پہنچا۔ ڈیڑھ سال تک ان کے دیوان خانے میں قیام کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب نادر شاہ نے دہلی پر حملہ کیا تھا۔ بہ قول خوش گو، میر محمد مصحوم کے شاگرد تھے اور بہ قول بھگوان داس ہندی، واقف خود کہتے تھے کہ انھیں پندرہ بن خوش گو اور آفری لاہوری سے تلمذ رہا ہے۔ مصحفی نے ۱۱۹۹ھ میں لکھا ہے کہ واقف کی عمر تقریباً سو سال ہو گئی۔

ملاحظہ ہوں: تذکرہ شعراے پنجاب، ص ۳۸۸-۳۸۲۔ تذکرہ مردم دیدہ، ص ۱۱۶۔

۱۱۴۔ تذکرہ ہندی، ص ۳۳-۳۴۔ عقد شریاض، ص ۶۰۔

۱۷۵۔ **وجیہ الزماں، مولوی**: غالب نے ان کا ذکر مرزا بہر گوپال تفتہ کے نام خط میں کیا ہے۔ ان کے والد کا نام شیخ منعم الزماں خاں تھا۔ قصبہ فرخ آباد عرف چلاواں ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ فارسی اور عربی میں بہارت رکھتے تھے۔ اگرہ بانی کورٹ میں بہت عرصے تک سررشتہ دار رہے۔ نواب

سید محمد سعید خاں کے زمانے میں ریاست رام پور کی طرف سے پالیٹیکل ایجنٹ کے سفیر مقرر ہوئے۔ ۱۸۵۵ء کے
 ناکام انقلاب میں انگریزوں کی مدد کرنے کے صلے میں ۱۵ نومبر ۱۸۵۹ء کو دو ہزار روپے کا خلعت ملا۔ ان کے بھائی
 اور بھتیجے بغاوت کے جرم میں مانوڈ تھے، مگر ان کی وجہ سے اُن کی جاں بخشی ہوئی۔ ۴۴ برس کی عمر میں ۸ جولائی
 ۱۸۷۲ء کو رام پور میں انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو : تذکرہ کاملان رام پور، ص ۳۹۴ - اخبار الصنادید، جلد ۲، ص ۱۰۹

۱۷۶۔ وزیر علی خاں ساہاں، خواجہ محمد : غالب نے ان کا ذکر علانی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔
 یہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی اولاد میں سے تھے۔ ریاست رام پور میں داروغہ توشہ خانہ تھے۔ یکم مئی ۱۸۷۳ء
 کو انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو : اخبار الصنادید، جلد ۲، ص ۱۴۱

۱۷۷۔ وزیر علی، میر : غالب نے میر مہدی مجروح کے نام ایک خط میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ بہرام پور
 میں رہتے تھے اور میر احمد حسین میکیش کے رشتہ داروں میں تھے۔

۱۷۸۔ ہاشم علی خاں : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوبال تفتہ کے نام خط میں صرف ایک بار کیا ہے۔ غالب
 نے لکھا ہے کہ : ”رند نے لکھا ہے کہ میرا اصلاح شدہ کلام اگر سے میں ہاشم علی خاں کو بھیج دوں۔ ہاشم علی
 خاں کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ میرا قیاس ہے کہ وہ کوئی غیر معروف آدمی تھے۔“

۱۷۹۔ ہر دیو سنگھ : غالب نے ان کا ذکر تفتہ کے نام خطوط میں کیا ہے۔ غالب نے مہاراجا
 بینکھٹ باشی والی جے پور کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے اپنا دیوان اردو دیوان جانی بہاری لال
 راضی کو بھیجا تھا۔ راضی نے ہر دیو سنگھ کے توسط سے یہ دیوان جے پور بھیجا۔

۱۸۰۔ ہنری اسٹورٹ ریڈ : غالب نے ان کا ذکر مرزا ہر گوبال تفتہ اور منشی شیونرائن آرام کے نام
 خطوط میں کیا ہے۔ یہ ممالک مغربی کے مدرسوں کے ناظم تھے۔ ایک دفعہ غالب کی اُن سے ملاقات بھی
 ہوئی تھی۔

ریڈ نے غالب سے فرمائش کی تھی کہ وہ طالب علموں کے لیے قصوں اور حکایتوں پر مشتمل ایک
 اردو نثر کی کتاب لکھیں۔

۱۸۱۔ یوسف الدین حیدر، مظفر الدولہ ناصر الملک : غالب نے ان کا ذکر یوسف مرزا

اور مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ نواب حسام الدین حیدر خاں کے بڑے صاحبزادے اور ناظر حسین مرزا کے بھائی تھے۔ غالب کے شاگرد یوسف مرزا ان کے سگے بھانجے تھے۔ مظفر الدولہ اور ناظر حسین مرزا ہنگامہ بغاوت کے بعد دہلی سے فرار ہو گئے تھے۔ مظفر الدولہ الور سے گرفتار کر کے گوڑ گاؤں لائے گئے اور وہیں گوڑ گاؤں کے کلکٹر نوٹ کے حکم سے انھیں گولی مار دی گئی۔

ملاحظہ ہو : نذر کا نتیجہ، ص ۴۹-۵۰

کتابیں اور اخبار

۱۸۲- اسعد الاخبار : غالب نے اس اخبار کا ذکر مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ ۱۸۴۹ء میں اس کے ایڈیٹر قمر الدین خاں تھے۔ یہ وہی قمر الدین خاں ہیں جو معیار شعرا کے بھی ایڈیٹر تھے۔ اس سال تعداد اشاعت ۲۰ تھی اور یہ مطبع اسعد الاخبار میں چھپتا تھا۔ ۱۸۵۱ء میں اس کی تعداد اشاعت ۱۲۵ ہو گئی۔ ۱۸۵۲ء میں صرف ۱۷، ۱۸۵۳ء میں ۴۴، ۱۸۵۴ء میں ۴۶ ہو گئی۔ ۱۸۵۴ء کو یہ اخبار جاری ہوا تھا۔

قمر الدین خاں اس کے مالک اور ایڈیٹر تھے۔ اس میں عموماً مذہبی مضامین شائع ہوتے تھے۔ ۱۸۴۹ء کی ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق یہ اخبار نہیں بلکہ رسالہ تھا۔ اس میں قابل ذکر مسلمانوں کے حالات ہوتے اور ایک صفحے میں روزمرہ کی خبریں ۱۸۵۱ء کی ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق ۱۸۵۱ء میں یہ اخبار بند ہو گیا تھا۔

یہ ہفت روزہ اخبار تھا، اور ہر دو شنبہ کو شائع ہوتا تھا۔ اس کی قیمت ۸ آنے اور محصول ڈاک بذمہ خریدار تھی۔

ملاحظہ ہو : تاریخ صحافت اردو، امداد صابری، جلد ۱، دہلی، ۱۹۵۳ء، ص ۲۲۱۔

۲۲۲- دوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات، ص ۳۹، ۴۱، ۴۳، ۴۵، ۴۷ وغیرہ۔

۱۸۳- آفتاب عالم تاب : یہ ہفت روزہ اخبار تھا، جس کا ذکر غالب نے مرزا ہر گوپال تفتہ اور مرزا حاتم علی بیگ تہر کے نام خطوط میں کیا ہے۔ بگا رساں دتاسی نے اس کے ایڈیٹر کا نام کنیش لال اور مولانا امداد صابری نے کنیشی لال بتایا ہے۔ اس اخبار کے مالک امداد علی سید اعظم علی تھے۔ مولانا

اعداد صابری لکھتے ہیں کہ اس کا اجرا ۱۸۶۱ء میں ہوا۔ یہ درست نہیں کیوں کہ ۱۸۵۸ء کی سرکاری رپورٹ میں اس اخبار کا ذکر موجود ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق ۱۸۵۸ء میں اس کی تعداد اشاعت ۳۳۱ تھی۔ ان میں سے ۵۱ کی خریدار گورنمنٹ تھی۔ ۲۴ یورپین، ۸۱ مسلمان اور ۱۷۵ ہندو خریدار تھے۔ اس اخبار کا ہندی اڈیشن "سورج پرکاش" کے نام سے شائع ہوتا تھا اور اس کی تعداد اشاعت ۴۹ تھی۔

"آفتاب عالم تاب" میں ایک یا ڈیڑھ صفحے پر بہادر شاہ ظفر کے حالات ہوتے تھے۔
 ملاحظہ ہوں: خطبات گارساں دتاسی، ص ۳۰۶۔ صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات میں
 ۲۲۹-۲۳۰۔ تاریخ صحافت اردو، جلد ۲، حصہ ۱، ص ۱۷۹

۱۸۴۔ انجیل: غالب نے انجیل کا ذکر علاء الدین خاں علانی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔
 انجیل کے دو حصے ہیں (۱) توریت جسے عہد متیق بھی کہا جاتا ہے اور (۲) انجیل جسے عہد جدید کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ توریت حضرت موسیٰ پر اور انجیل حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی اس لیے توریت میں شریعت موسوی اور انجیل میں شریعت عیسوی کا ذکر ہے۔

۱۸۵۔ اوستا: غالب نے اس کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام خط میں کیا ہے۔ یہ زرتشتیوں کی مذہبی کتاب ہے۔ "اوستائی" نام کی ایک زبان ایران کے شمال میں رائج تھی اور زیادہ تر مذہبی پیشواؤں اور مذہبی کتابوں کی زبان تھی۔ سکندر کے حملے اور پھر سلوک کی حکومت کے سو سالہ دور نے ان کتابوں اور اوستائی زبان کو تقریباً ناپید کر دیا۔ بعد کے عہد میں "اوستا" کو کچا کر کے مرتب کیا گیا۔ ہمارے عہد میں یہی "اوستا" ملتی ہے، اگرچہ ہر عہد میں اس میں بھی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ قدیم "اوستا" بہت ضخیم تھی۔ ہمارے عہد کی اوستا میں پانچ کتابیں ہیں۔ یسنا - دیسپرو - وندیاد - یشت اور خروہ اوستا۔

ملاحظہ ہو: "تاریخ ادبیات ایران" (اردو ترجمہ) ص ۳۰-۲۹

۱۸۶۔ برہان قاطع: غالب نے اس لغت کا متعدد خطوط میں ذکر کیا ہے۔ اس کے مؤلف محمد حسین تبریزی ہیں، جنہیں غالب محمد حسین دکنی کہتے ہیں۔ محمد حسین نے یہ لغت ۱۲۶۲ھ میں دکن میں ماریف کی تھی۔ ڈاکٹر محمد معین نے برہان قاطع مرتب کر کے چار جلدوں میں تہران سے شائع کر دی ہے

۱۸۷۔ بوستان خیال: غالب نے اس کا ذکر میر مہدی مجروح، خواجہ غلام غوث خاں بے قبر نے

نام مخطوط میں کیا ہے۔ یہ محمد تقی جعفری متخلص بہ خیال کی فارسی تفسیٹ ہے۔ خواجہ بدرالدین خاں عرف خواجہ امان نے الور کے مہاراجا شیووان سنگھ کی فرمائش سے اس کا چھ جلدوں میں ترجمہ کر لیا تھا کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ باقی جلدوں کا ترجمہ اُن کے صاحبزادے خواجہ قمرالدین خاں راقم نے کیا۔ یہ تمام جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی جلد حدائق الانظار، امل المطالب، دہلی سے ۱۲۹۶ھ میں چھپی تھی۔ اس پر غالب نے تقریظ لکھی ہے۔

۱۸۸۔ بہارِ عجم : غالب نے بہارِ عجم کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ "بہارِ عجم کا فارسی کی مشہور ترین نعتوں میں شمار ہوتا ہے۔ ٹیک چند بہار نے اس لغت کی ایف پر بیس سال صرف کیے تھے۔ وہ لکھا مسودے میں ترمیم و اضافے اور قطع و برید کرتے رہے۔ اس طرح سات بار مسودہ صاف کیا۔ آٹھویں بار بھی وہ مسودہ صاف کرنا چاہتے تھے لیکن بڑھاپے کی کمزوری کی وجہ سے نہ کر سکے۔

رازیدانی مرحوم نے لکھا ہے کہ بہار کے انتقال کے وقت اُن کے ایک عزیز شاگرد رائے اندرمن موجود تھے۔ بہار نے "بہارِ عجم" اور "نوادیر المصاדר" کے مسودے، کچھ اور کتابیں رائے اندرمن کو دے دیں۔ بہار کے انتقال کے بعد شاگرد رشید اندرمن نے "بہارِ عجم" کا انتخاب کیا اور دیباچہ لکھ کر اپنے نام سے کتاب شائع کر دی۔ اس لغت کو خاصی شہرت حاصل ہوئی۔ رائے اندرمن نے "بہارِ عجم" کا مہل نسخہ اپنے ایک شاگرد پرچ لال کو دے دیا۔ پرچ لال نے مہل مسودہ ٹیک چند بہار کے نام سے شائع کر دیا تفصیل پرچ لال کے پوتے دولت رام کا یہ تھا کہ "بہارِ عجم" میں لکھی ہے۔

"بہارِ عجم" دو جلدوں میں پہلی بار ۲ جنوری ۱۸۶۲ء کو محب العلوم پریس دہلی سے شائع ہوئی۔

لاحظہ ہو : بہارِ عجم کے مخطوطے پر خان آرزو کے حواشی، رازیدانی، نکار رام پور، جنوری ۱۹۶۳ء، ص ۱۹-۱۴

۱۸۹۔ پازندہ : غالب نے اس کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام خط میں کیا ہے۔ "زندہ" اور "پازندہ" دونوں زردشتیوں کی مذہبی کتاب "اوستا" کی تفسیر ہیں۔ ان دونوں تفسیروں کا مواد ایک ہی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ "زندہ" پہلوی خط میں لکھی جاتی ہے جب کہ "پازندہ" اوستائی خط میں لکھی جاتی ہے۔ ان دونوں میں میں ایک اور فرق یہ ہے کہ "پازندہ" میں پہلوی کے وہ ارامی الفاظ نہیں ہیں جو صرف لکھے جاتے ہیں لیکن تلفظ میں جن کے ہم معنی ایرانی الفاظ آتے ہیں۔

ملاحظہ ہو : غالب بحیثیت محقق، قاضی عبدالودود علیگڑھ میگزین، غالب نمبر ۲۹-۱۹۴۸ء

ص ۱۷۳

۱۹۰۔ **پنج آہنگ** : غالب نے اس کا ذکر مرزا ہر گوپال تفتہ، حکیم محب علی، صغیر بگرامی، منشی شوناز ان آرام اور صاحب عالم کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ پانچ آہنگوں پر مشتمل ہے۔ آہنگ اول میں القاب و آداب وغیرہ کا ذکر ہے۔ آہنگ دوم میں مصادر، مصطلحات اور لغات فارسی سے بحث ہے۔ آہنگ سوم میں دیوان غالب (فارسی) سے ایسے اشعار منتخب کیے گئے ہیں جو مکتوب نگاروں میں کام آسکتے ہیں۔ آہنگ چہارم میں خطب کتب و تقاریر اور متفرق عبارتیں شامل ہیں۔ آہنگ پنجم میں غالب کے فارسی خطوط شامل ہیں۔

”پنج آہنگ کا پہلا ایڈیشن مطبع سلطانی سے ۴ اگست ۱۹۴۵ء کو شائع ہوا۔ یہ ایڈیشن ۴۹۳ صفحات پر مشتمل ہے۔“

دوسرا ایڈیشن مطبع دارالاسلام سے اپریل ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا۔ اس ایڈیشن کے ۴۴۴ صفحات ہیں۔ غالب نے دوسرے ایڈیشن میں چوتھے اور پانچویں آہنگ میں ترمیم اور اضافے کیے ہیں۔ ”پنج آہنگ“ کا پہلا ایڈیشن غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی کی لائبریری میں اور دوسرا ایڈیشن انجمن ترقی اردو (ہند) کی لائبریری میں محفوظ ہے۔

۱۹۱۔ **تاریخ ابوالفدا** : غالب نے اس کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ اصل تصنیف عربی میں ہے۔ اس کے مصنف ابوالفدا اسماعیل بن علی بن محمود طقب : الملک الموحید ہیں۔ یہ دمشق میں پیدا ہوئے۔ جوان ہو کر صلیبی جنگوں میں شریک رہے، پھر الملک الناصر کے متوکل ہونے اور انھیں قتل کا علاقہ جاگیر میں دیا گیا فرقہ، طب، حکمت، ہیئت، نجوم، تاریخ جغرافیہ میں کامل دستگاہ تھی۔ تاریخ میں ایک کتاب تالیف کی جو چھ جلدوں میں ہے اس کا نام المختصر فی تاریخ البشر ہے۔ مگر یہ تاریخ ابوالفدا کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کی چھ جلدیں ہیں۔ تیسری جلد کا اردو ترجمہ مولوی محمد امیر نے اور باقی پانچ جلدوں کا ترجمہ مولوی کریم الدین نے کیا اردو میں یہ جلدوں میں ۱۹۴۵ء میں مطبع العلوم مدرسہ دہلی سے شائع ہوئی پہلی جلد خلافت خاندان امویہ سے اندلس میں خلافت خلیفہ مستضیٰ باللہ عباسی تک اور دوسری جلد شروع ۵۹۳ھ سے ۶۲۹ھ تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں جلدیں ہارڈنگ لائبریری دہلی میں محفوظ ہیں۔ اس لائبریری میں ایک اور کتاب ناقص الاول ہے جس پر کسی نے مکملہ ابوالفدا لکھا ہوا ہے۔ ممکن ہے بعد میں اس کی تیسری جلد بھی شائع

ہوئی ہولہقات الشعراے ہند میں خود کریم الدین نے صرف دو جلدوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ابوالفدا نے ۷۷۷ھ میں انتقال کیا۔

۱۹۲۔ **تفہیمِ گلستاں** : یہ مرزا ہرگوپال تفتہ کی تصنیف ہے۔ اس کی تفصیل تفتہ کے حالات میں بیان کر دی گئی ہے۔

۱۹۳۔ **توریت** : غالب نے اس کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ توریت کی تفصیل کے لیے دیکھیے: انجیل۔

۱۹۴۔ **چار شربت** : غالب نے اس کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام خط میں کیا ہے۔ یہ مرزا محمد حسین قتیل کی تصنیف ہے۔ اس میں قواعد فارسی، مصطلحات زبان دانی اور محاورہ اہل فارس سے بحث کی گئی ہے۔

چار شربت کی تالیف کا زمانہ غالباً ۱۲۲۵ھ ہے۔ محمدی پریس لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۹۵۔ **داستانِ امیر حمزہ** : غالب نے اس داستان کا ذکر میر ہمدی بخروج اور نواب کلب علی خاں کے نام خطوط میں کیا ہے۔ غالب نے کلب علی خاں کو لکھا ہے کہ داستانِ حمزہ قصہ موضوعی ہے۔ شاہ عباس کے عہد میں ایران کے صاحبِ طبعوں نے اس کو تالیف کیا ہے۔ ہندوستان میں امیر حمزہ کی داستان اس کو کہتے ہیں اور ایران میں رموزِ حمزہ اس کا نام ہے۔ دوسو کئی برس اس کی تالیف کو ہوئے۔ "غالب کو غلط فہمی ہوئی، کیونکہ شاہ عباس کی ولادت ۱۶۳۳ء میں ہوئی اور ابوالفضل نے ۱۵۹۶ء میں "آئینِ اکبری" تصنیف کی تھی۔ ابوالفضل نے دربارِ اکبری میں خطاطی اور مصوری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "داستانِ امیر حمزہ بارہ جلدوں میں تقسیم کی گئی اور اس کتاب میں ایک ہزار چار سو حیرت انگیز تصویریں بنائی گئیں، جن سے ناظرین استعجاب میں مبتلا ہو گئے۔ ابوالفضل کے اس بیان سے پتا چلتا ہے کہ شاہ عباس ثانی کی ولادت سے ۳۷ سال قبل اکبر نے اس داستان کا ایک مصور نسخہ تیار کرایا تھا۔ یہ داستان شاہ عباس کی ولادت سے قبل وجود میں آ چکی تھی۔ اس کا ایک اور ثبوت "زبدۃ الرموز" ہے۔ یہ داستان فارسی میں ہے اور اس کا ایک مخطوطہ خدائش لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہے۔ "زبدۃ الرموز" کے مصنف حاجی قصہ خواں ہمدانی نے دیباچے میں لکھا ہے کہ ۱۶۱۳ء میں جب وہ عراق سے حیدر آباد آئے تو اپنے ساتھ "رموزِ حمزہ" کے کئی نسخے لائے۔ انھوں نے ایک نسخہ سلطان عبدالعزیز شاہ والی گولکنڈہ کی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان نے اس داستان کا خلاصہ تیار کرانے کا حکم دیا، چنانچہ حاجی قصہ خواں ہمدانی نے "زبدۃ الرموز" کے نام سے یہ خلاصہ تیار کیا۔ یہ

واقعہ بھی شاہ عباس کی ولادت سے بیس سال قبل کا ہے۔ اردو میں اس قصے کو بنیاد بنا کر بہت ضخیم داستان کہی گئی۔ اس داستان کے لکھنے والے مختلف زمانوں میں مختلف لوگ تھے۔ اردو میں یہ داستان قلمی نسخوں کی شکل میں بھی کچھ لائبریریوں میں محفوظ ہے۔ غالباً پہلی بار خلیل علی خاں اشک کہ اردو ترجمہ کلکتے سے ۱۸۵۵ء میں شائع ہوا۔ ۱۸۵۵ء میں نواب مرزا امان علی خاں بہادر غالب لکھنوی کا ترجمہ کلکتے سے چھپا۔ مولوی عبداللہ بلگرامی نے غالب لکھنوی کے ترجمے پر نظر ثانی کر کے ۱۸۸۰ء میں اسے نول کشور لکھنؤ سے شائع کیا۔ پھر سید تصدق حسین نے اس پر نظر ثانی کر کے ۱۸۸۵ء میں نول کشور لکھنؤ ہی سے شائع کرایا۔ اس داستان کے بیشتر حصے اردو ہی میں تصنیف کیے گئے۔ اس کی پوری تفصیل ڈاکٹر گیان چند نے ”اردو کی نثری داستانیں“ میں بیان کی ہے۔

ملاحظہ ہو: اردو کی نثری داستانیں، ص ۵۲۶۔ ۴۷۰۔ مکاتیب غالب، چھٹا ایڈیشن، ص ۱۵۲۔ آئین اکبری (اردو ترجمہ) جلد ۱ ص ۸۴۔ خطبات کارساں داسی، ص ۱۵۱۔
۱۹۶۔ درفش کاویانی: غالب نے اپنی اس تالیف کا ذکر میر مہدی مجروح، میر غلام بابا خاں، میاں داؤد خاں سیاح، منشی حبیب اللہ خاں ذکا، ابو محمد شاہ فرزند علی صوفی منیری، محمد حسن صدر الصدور اور مولوی نعمان احمد کے نام خطوط میں کیا ہے۔

یہ دراصل قاطع برہان کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ ”درفش کاویانی اکمل المطابع، دہلی سے میر فخر الدین کے اہتمام میں ۱۸۶۵ء میں شائع ہوئی۔ ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے سرورق پر ”قاطع برہان“ اور ”درفش کاویانی“ لکھا ہوا ہے۔ غالب نے اس ایڈیشن میں کچھ اضافے کیے ہیں۔

۱۹۷۔ دساتیر: غالب نے اس کا ذکر علاء الدین احمد خاں علانی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ ”دساتیر“ پہلی بار دو جلدوں میں ۱۸۱۵ء میں بمبئی میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے مرتب اور ناشر ملا فیروز تھے۔ فیروز کا بیان ہے کہ اس کتاب کی زبان کا عہد حاضر کی کسی مشہور زبان سے یا اوستائی و پہلوی و سری سے کچھ مناسبت نہیں رکھتی۔ عہد خسرو پرویز میں ساسان پنجم نے اس کا ترجمہ فارسی میں کیا تھا۔

بعد میں یہ ثابت ہو گیا کہ یہ جعلی کتاب ہے۔ اس میں جو تعلیمات ہیں، ان کا زردشت مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ تعلیمات ہندو اور بودھ دھرم اور افلاطونی مذہب سے قریب ہیں۔ عین ممکن ہے کہ اس کے مصنف آذرکیوان ہوں جو ایران کے رہنے والے تھے۔ آخری عمر میں ہندوستان آ گئے اور ۱۲۷۵ھ میں

پٹنہ میں اُن کا انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو : کچھ دستاویز کے بارے میں۔ قاضی عبدالودود، جنرل خدابخش لاہوری، پٹنہ،

شمارہ ۲۰، ۱۹۸۲ء، ص ۶۸-۶۱

۱۹۸- **دستبنو** : اس کا ذکر غالب کے متعدد خطوط میں آیا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب سے خود کو بری الذمہ ثابت کرنے کے لیے روزنامے کی شکل میں غالب نے یہ کتاب لکھی تھی۔ اس کا پہلا ایڈیشن نومبر ۱۸۵۷ء میں مطبع مفید خلعت، آگرہ سے شائع ہوا تھا۔ دوسرا ایڈیشن مطبع لٹریچر سوسائٹی روہیل کھنڈ، بریلی سے ۱۸۶۵ء میں چھپا۔ اس میں کچھ الفاظ بدلے گئے اور ترتیب میں بھی کچھ ترمیم کی گئی۔ جنوری ۱۸۶۷ء میں جب مطبع نول کشور لکھنؤ سے ”کلیات نثر غالب“ شائع ہوا تو اس میں دستبنو بھی شامل تھی۔ اس کلیات میں ”دستبنو“ کے مشکل الفاظ کی فرہنگ بھی دی گئی ہے۔ ۱۹۶۹ء میں صد سالہ یادگار غالب کمیٹی نے ”دستبنو“ کا ایک ری پرنٹ شائع کیا۔

اردوئے معلیٰ (دہلی، جلد دوم، شمارہ ۳، ۲) میں ”دستبنو“ کا اردو ترجمہ شائع ہوا۔ مخمور سعیدی

نے بھی ”دستبنو“ کا اردو ترجمہ کیا جو تحریک (دہلی، اپریل، مئی ۱۹۶۱ء) میں شائع ہوا۔

۱۹۹- **دیوان غالب** (اردو۔ دوسرا ایڈیشن) : غالب نے اپنے اس دیوان کا ذکر قاضی عبدالجلیل

جنوں کے نام خط میں کیا ہے۔ غالب کے دیوان اردو کا پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۸۷۱ء میں مطبع سید الاخبار، دہلی سے شائع ہوا تھا۔ ۱۰۴ صفحات پر مشتمل اس دیوان میں ۱۰۹۵ اشعار ہیں۔

دیوان کا دوسرا ایڈیشن نور الدین احمد لکھنوی کے زیر اہتمام مئی ۱۸۷۴ء میں مطبع دارالسلام

دہلی سے شائع ہوا۔ ۹۸ صفحات پر مشتمل اور ۱۰ x ۱۰ سائز پر ہے۔ اس میں کل ۱۱۱۱ اشعار ہیں نیز خوشاں کی لکھی ہوئی تقریظ اس میں شامل ہے۔

۲۰۰- **دیوان غالب** (اردو۔ تیسرا ایڈیشن) غالب نے اپنے اس دیوان کا ذکر میر مہدی مجروح،

بدر الدین احمد المعروف بہ فقیر اور محمد حسین خاں کے نام خطوط میں کیا ہے۔ یہ دیوان مطبع احمدی دہلی

سے امواجان کے زیر اہتمام ۲۹ جولائی ۱۸۶۱ء کو شائع ہوا۔ ۸۸ صفحات پر مشتمل یہ دیوان ۶ x ۱۰

کے سائز پر ہے۔ اس میں ۱۷۹۶ اشعار ہیں۔ غالب نے اس دیوان کی طباعت کے بارے میں مجروح کو لکھا تھا:

دیوان اردو چھپ چکا۔ ہاے لکھنؤ کے چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا، اس کو آسمان پر چڑھا دیا۔ حسن

خط سے الفاظ کو چمکا دیا۔ دتی پر اور اس کے پانی پر اور اس کے چھاپے پر لعنت! صاحب دیوان کو اس طرح یاد کرنا جیسے کوئی کتے کو آواز دے۔ ہر کاپی دیکھتا رہا ہوں، کاپی نگار اور تھا، متوسط، جو کاپی میرے پاس لایا کرتا تھا، وہ اور تھا۔ اب جو دیوان چھپ چکے، حق التصنیف ایک مجھ کو ملا۔ غور کرتا ہوں تو وہ الفاظ غلط جوں کے توں ہیں، یعنی کاپی نگار نے نہ بنائے۔ ناچار غلط نامہ لکھا، وہ چھپا، "نیر رخشاں کی لکھی ہوئی تقریظ" اس دیوان میں بھی شامل ہے۔

۲۰۱۔ دیوانِ غالب (اردو۔ چوتھا ایڈیشن) : غالب نے اپنے اس دیوان کا ذکر بدرالدین احمد المعروف بہ فقیر کے نام ایک خط میں کیا ہے۔

یہ دیوان مئی جون ۱۸۶۲ء میں مطبع نظامی کانپور سے شائع ہوا۔ اس میں ۱۸۰۲ اشعار ہیں۔ کل صفحات ۱۰۴ ہیں۔ "نیر رخشاں کی تقریظ اس ایڈیشن میں شامل نہیں کی گئی۔

۲۰۲۔ دیوانِ غالب (اردو۔ پانچواں ایڈیشن) غالب نے اپنے اس اردو دیوان کا ذکر منشی شیونرائن آرام کے نام خطوط میں کیا ہے۔

یہ ایڈیشن ۱۸۶۳ء میں ۹ ۱/۴ × ۱۰ ۱/۴ سائز پر مطبع مفید غلات سے شائع ہوا۔ ۱۴۶ صفحات پر مشتمل اس دیوان میں ۱۷۹۵ اشعار ہیں۔

۲۰۳۔ زبدۃ الاخبار : غالب نے اس فارسی اخبار کا ذکر مرزا ہرگوپال آفندہ کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ ہفت روزہ غالباً ۱۸۳۳ء میں آگرے سے جاری ہوا تھا۔ منشی واجد علی خاں اس کے مالک اور ایڈیٹر تھے۔ واجد علی خاں فارسی دانی کے لیے بہت مشہور تھے۔ بیشتر خریدار یہ اخبار صرف ان کی فارسی تحریریں پڑھنے کے لیے خریدتے تھے۔ ۱۸۵۲ء تک منشی واجد علی خاں ہی اس کے ایڈیٹر اور ہتھم تھے، لیکن اسی سال اس اخبار کا اہتمام شیخ کریم اللہ کو سونپ دیا گیا۔ ۱۸۵۳ء میں یہ اخبار بند ہو گیا۔

ملاحظہ ہو: صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات، ص ۵۷-۵۶۔ ہندوستانی

اخبار نویسی، ص ۲۳۷-۲۳۶

۲۰۴۔ ترپور : غالب نے اس کا ذکر علاء الدین احمد خاں غلائی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ قرآن شریف میں لفظ "ترپور" ایک بار ایسی الہامی تحریروں کے مفہوم میں آیا ہے، جس میں انسانی کارنامے

بیان کیے گئے ہیں اور ایک بار کہا گیا ہے کہ ”زبور“ الہامی کتاب ہے، جو حضرت داؤدؑ پر اتری تھی۔ اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر اس نام کی کوئی الہامی کتاب تھی تو وہ ناپید ہو چکی ہے۔ بعد میں کسی نے قرآن شریف ”کو نمونہ بنا کر زبور“ لکھی ہے۔ ”زبور“ کا قدیم ترین دستیاب نسخہ ۶۶۶ھ کا لکھا ہوا ہے۔

۲۰۵۔ ثرند : غالب نے اس کا ذکر علاء الدین احمد خاں علائی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ زردشتیوں کی مذہبی کتاب ”اوستا“ ہے۔ ”ثرند“ اوستا کی پہلوی تفسیر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے یہ غامض ضخیم تھی، لیکن اس کا بڑا حصہ دست بردِ زمانہ کی نذر ہو گیا۔

۲۰۶۔ سنبلستان : مرزا ہرگوپال تفتہ کی تصنیف ہے۔ تفتہ نے سعدی کی ”بوستان“ کا منظوم جواب لکھا تھا۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مرزا ہرگوپال تفتہ کے حالات، ”مکتوب الیہم“ کے عنوان کے تحت۔

۲۰۷۔ شاہنامہ فردوسی : غالب نے مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام ایک خط میں ”شاہنامہ فردوسی“ کا ذکر کیا ہے۔ شاہنامے کا شمار دنیا کے عظیم ترین ادبی شہ پاروں میں ہوتا ہے۔ فردوسی سے تقریباً دو ہزار سال قبل ایک کتاب ”دفتر پاستان“ یا ”نامہ خسرواں“ یا ”دفتر پہلوی بروے شاہنامہ“ کے نام سے تصنیف ہوئی تھی۔ یہ دراصل ایران کے بادشاہوں کی تاریخ تھی۔ بعد میں اس کتاب کا اصل نسخہ دست بردِ زمانہ کی نذر ہو گیا لیکن اس کے اجزاء، علیحدہ علیحدہ داستانوں کی صورت میں موبدوں کے پاس محفوظ تھے۔ ابو منصور عبدالرزاق کے حکم سے ابو منصور المعمری نے ان داستانوں کو ۳۲۶ھ میں دوبارہ مرتب کیا۔ یہی کتاب شاہنامہ کا ماخذ ہے۔ اگرچہ فردوسی نے دوسرے ذرائع سے بھی بعض داستانیں نقل کی ہیں۔ شاہنامہ ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے ۳۶۵ھ میں فردوسی نے شاہنامے کا ایک چھوٹا سا حصہ ”داستان بیژن“ نظم کیا تھا ۳۹۲ھ میں شاہنامے کی تکمیل ہوئی اور غالباً سات سال تک یعنی ۳۹۸ھ تک فردوسی، شاہنامے کی تصحیح اور ترتیب میں مصروف رہا۔ عام طور پر مشہور ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے فردوسی سے شاہنامہ فردوسی لکھنے کی فرمائش کی اور ہر شعر کا معاوضہ ایک دینار (سونے کا سکہ) طے کیا۔ جب شاہنامہ مکمل ہوا تو محمود کی نیت بدل گئی اور اس نے بعض درباریوں کے بہکانے سے ساٹھ ہزار سونے کے دینار دینے کے بجائے چاندی کے دینار دے دیے۔ جس وقت یہ دینار فردوسی کو پہنچے، وہ حمام میں تھا۔ اس نے بیس ہزار دینار حامی کو دے دیے۔ بیس ہزار فقاعی کو اور بیس ہزار انعام لانے والے کو۔ چوں کہ فردوسی جانتا تھا کہ اس حرکت

کی وجہ سے وہ بادشاہ کا معتبوب ہوگا، اس لیے وہ روپوش ہو گیا۔ حافظ محمود شیرانی کا خیال ہے کہ یہ محض داستان طرازی ہے حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمود نے فردوسی سے شاہنامے کی فرمائش ہرگز نہیں کی۔ سلطان محمود کی تخت نشینی کے وقت فردوسی کو شاہنامے کی تصنیف میں بیس سال گزر چکے تھے۔ سلطان کی تاج پوشی کے وقت فردوسی غزنی آیا۔ یہاں چھ سال رہ کر اس نے شاہنامہ مکمل کیا۔ ابتدا میں سلطان محمود اس پر مہربان تھا، لیکن فردوسی درباری امرا کی آپسی سازشوں کا شکار ہو کر سلطان کی سرپرستی سے بالکل محروم ہو گیا۔ اس لیے اُس نے برہنہ پرونیس شیروانی، سلطان محمود کی بہو لکھی۔

ملاحظہ ہو: فردوسی پر چار مقالے، ص ۶۶-۱

۲۰۸۔ صادق الاخبار، دہلی: اس اخبار کا ذکر غالب نے مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ اس نام سے دہلی سے سبھی اخبار جاری ہوئے تھے۔ مولانا امداد صابری کے پاس ۲۲ جنوری ۱۸۴۵ء کا ایک شمارہ ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اخبار ۱۸۴۴ء میں جاری ہوا تھا۔ احسن الاخبار کا ۲۲ اکتوبر ۱۸۴۶ء کا شمارہ جناب عبدالرزاق قریشی کی نظر سے گزرا تھا۔ اُن کا بیان ہے کہ اس شمارے میں شکایت لکھا گیا ہے کہ ”صادق الاخبار“ کے اڈیٹر نے رفتہ رفتہ اپنے اخبار کو اردو زبان کا اخبار بنا دیا ہے ۱۸۴۶ء میں اس اخبار کے اڈیٹر شیخ امداد حسین تھے۔ میرا قیاس ہے کہ اس اخبار کا کچھ حصہ اردو میں ہوتا تھا۔ کیوں کہ ۳ ستمبر ۱۸۴۶ء کو اسسٹنٹ سکریٹری حکومت صوبہ شمالی و مغربی، اے سکسپیر نے لکھا ہے کہ ”صادق الاخبار“ فارسی کا اخبار ہے اور دہلی سے شائع ہوتا ہے۔ یہ اخبار مطبع دارالسلام سے شائع ہوتا تھا۔ اس مطبع کے بارے میں صاحب اختر شہنشاہی کا بیان ہے کہ یہ مطبع محلہ توضع قاضی دہلی میں تھا۔ اس کے مالک عنایت حسین اور بہتم نور الدین احمد تھے۔ ۱۸۴۹ء کے سرکاری گوشوارے میں اس اخبار کے اڈیٹر کا نام عنایت حسین بتایا گیا ہے۔ ۱۸۵۰ء سے ۱۸۵۳ء تک کے گوشواروں کے مطابق اس اخبار کے اڈیٹر نور الدین احمد تھے۔ ۱۸۵۳ء میں اس کے اڈیٹر محمد حسین ہو گئے۔ گارساں دتاسی کی اطلاع کے مطابق یہ اخبار ۱۸۵۵ء تک جاری تھا۔ ۱۸۵۰ء کی سرکاری رپورٹ کے مطابق ۱۸۴۹ء میں مطبع مصطفائی کو لکھنؤ سے دہلی منتقل کیا گیا۔ اس مطبع کے مالک محمد مصطفیٰ خاں تھے۔ ۱۸۵۳ء کے گوشوارے (صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات، ص ۸) اور گارساں دتاسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال مطبع مصطفائی سے اردو میں ”صادق الاخبار“ جاری ہوا۔ میرا خیال ہے کہ ۱۸۵۴ء اور ۱۸۵۵ء کے دوران یہ دونوں اخبار بند ہو گئے۔ جنوری ۱۸۵۴ء کے پہلے ہفتے میں ایک اور ”صادق الاخبار“

کا اجرا عمل میں آیا۔ اس کے مالک اور مہتمم سید جمیل الدین خاں تھے۔ یہ اخبار چوڑی والاں، دہلی سے شائع ہوتا تھا۔ ہفتہ وار ہوتا تھا۔ یہ اردو ہفتہ وار ہر دو شنبے کو شائع ہوتا، چار صفحات پر مشتمل ہوتا۔ اس کی قیمت ایک روپیہ ماہوار، پانچ روپے ششماہی اور نو روپے سالانہ تھی۔ یہ انگریز دشمن اخبار تھا۔ ۱۸۵۵ء میں باغیوں کی عرصہ افزائی کرنے کے جرم میں اس کے ایڈیٹر جمیل الدین خاں کو تین سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ ایک اور صادق الاخبار "غالباً جنوری ۱۸۵۶ء میں جاری ہوا۔ اس کے ایڈیٹر شیخ خدا بخش تھے۔

ملاحظہ ہوں: اختر شہنشاہی ص ۱۱۷ - ۱۱۶ - صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات

ص ۳۸ - ہندوستانی اخبار نویسی، ص ۲۸۶ - ۲۸۳ - خطبات گارساں دتاسی، ص ۱۸۵ - اٹھارہ سو

ستاؤن کے اخبار اور دستاویز، ص ۱۲، ۱۵، ۱۶ وغیرہ۔ اب سے آدھی صدی پہلے کے اردو اخبار،

برج موہن دتاتریہ کسفی، اردو (اورنگ آباد) اپریل ۱۸۳۵ء، ص ۱۸۵ - تالیخ صحافت اردو، ص ۲۴۲ - ۲۴۲

۲۰۹ - غیاث اللغات: مولوی غیاث الدین عزت کی "غیاث اللغات کا ذکر غالب نے مرزا

ہر گوپال تفتہ، منشی نبی بخش حقیر، نواب انور الدولہ سعد الدین خاں شفیق، بیہودہ سری عبد الغفور سرور اور

شمس العلماء مولوی ضیاء الدین دہلوی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ مولوی صاحب نے فارسی کی یہ لغت چودہ

سال کی محنت سے ۱۲۴۲ھ (مطابق ۱۸۲۵ء - ۱۸۲۶ء) میں مکمل کی۔ ابھی اس کا مسودہ تیار ہی ہوا تھا کہ بعض

لوگوں نے اس کی نقلیں لے لیں اور مولوی صاحب کو نظر ثانی کا موقع نہیں دیا۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۲۶۵ھ

مطابق ۱۸۷۸ء - ۱۸۷۹ء میں مطبع میر حسن رضوی لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس لغت کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ

اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ پہلے ایڈیشن کے بارے میں یہ اطلاع تذکرہ کا ملان رام پور

ص ۳۰۷ میں دی گئی ہے۔ میرے پیش نظر جو نسخہ ہے، وہ ۵۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۸۹۵ء میں منشی کلاب سنگھ

نے لکھنؤ سے چھاپا ہے۔ اس کے حاشیے پر خان آرزو کی "چراغ ہدایت" بھی چھاپی گئی ہے۔ ۱۹۲۲ء میں مطبع

نول کشور نے غیاث اللغات کا ایک ایڈیشن اور شائع ہوا تھا۔ اس کے دو کالم تھے۔ پہلے کالم میں

"غیاث اللغات" اور دوسرے کالم میں حسین المدنی کی منتخب اللغات "شائع کی گئی ہے۔ پوری لغت

۸۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۹۰۰ صفحے سے خان آرزو کی "چراغ ہدایت شروع ہوتی ہے۔

۲۱۰ - کلیات شرق فارسی (قلمی): غالب نے اس کلیات کا ذکر میر مہدی مجروح کے نام ایک خط

(مورخہ ۲۲ اگست ۱۸۶۳ء) میں کیا ہے۔ یہ کلیات نشر ڈاکٹر اظہر علی کے پاس تھا۔ انھوں نے پنجاب پبلک لائبریری

لاہور کو دے دیا۔ اس کلیات میں "پنج آہنگ"، "مہر نیمروز" اور "دستبنو" شامل ہیں۔ کتاب کے آخر میں اطلاع دی گئی ہے کہ: "اس رسالہ بہ قرۃ العین میرسر فرار حسین فرستادہ آمد" اس کا مطلب ہے کہ یہ کلیات غالب میرسر فرار حسین کے لیے لکھوایا گیا تھا۔

ملاحظہ ہو: غالب اور انقلاب ستاون، ص ۷۳-۷۴

۲۱۱۔ کلیات نظم فارسی (غالب) دوسرا ڈیشن: غالب نے اس کا ذکر حفیظ بلگرامی، میر مہدی مجروح اور حکیم مجب علی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ غالب کے کلیات نظم فارسی کا پہلا ڈیشن ۱۸۴۵ء میں مطبع دارالسلام دہلی سے شائع ہوا تھا۔ یہ ۵۰۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں کل ۶۶۹۲ اشعار ہیں۔ کلیات نظم فارسی کا دوسرا ڈیشن مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۶۳ء میں شائع ہوا۔ یہ ۵۶۲ صفحات اور ۱۰۴۲۸ اشعار پر مشتمل ہے۔

۲۱۲۔ گرو گرنتھ صاحب: غالب نے اس کا ذکر علامہ الدین احمد خاں علانی کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ یہ سکھوں کی مقدس کتاب ہے، جسے سکھوں کے پانچویں گرو ارجن جی نے ۱۶۸۹ء میں لکھا۔ گرو گوبند سنگھ نے اس تالیف کو مکمل کیا تھا۔ گرو گرنتھ صاحب پوری منظوم ہے۔ اس میں سات سکھ گروؤں کا بیان کردہ کلام مختلف راگوں کے شبہ وں اور شلوکوں میں ملتا ہے۔ پندرہ ہندو اور مسلمان بزرگوں کا بیان کردہ کلام بھی اس میں شامل ہے۔ اس کلام کو بھگت بانی "کہا جاتا ہے۔

ملاحظہ ہو: گرو گرنتھ اور اردو، ص ۱۶-۱۰

۲۱۳۔ محرق قاطع: اس کا ذکر علامہ الدین احمد خاں علانی، منشی حبیب اللہ ذکا، خواجہ غلام غوث خاں بے خبر اور مولوی نعمان احمد کے نام خطوط میں کیا ہے۔ اس کے مصنف دفتر رینڈیڈنٹ راجپوتانہ کے میر منشی سید سعادت علی ہیں۔ ۹۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب مطبع احمدی دہلی سے ۱۸۴۵ء میں شائع ہوئی۔ غالب کی قاطع برہان کے جواب میں یہ پہلی کتاب ہے۔ غالب نے علانی کے نام ایک خط میں اس کتاب کا نام طنزاً "تپ محرق" لکھا ہے۔

۲۱۴۔ قاطع برہان: غالب نے اپنی اس تالیف کا ذکر متعدد خطوط میں کیا ہے۔ یہ مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۶۲ء میں شائع ہوئی۔ ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں ایک صفحہ غلط نامے کا ہے۔

۲۱۵۔ مصطلحات الشعرا: غالب نے اس کا ذکر علامہ الدین احمد خاں علانی کے نام ۲۰ مارچ ۱۸۶۱ء کے خط میں اس طرح کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان دنوں یہ کتاب غالب کے زیر مطالعہ تھی۔ اس

کے مصنف وارسہ مل سیالکوٹی ہیں۔

کتاب کے آغاز میں وارسہ نے لکھا ہے کہ جب میں فقہا کے دواوین کا مطالعہ کر رہا تھا تو بہت سے محاورے غریب فارسی "نظر پڑے۔ ان میں بڑی تعداد ایسے محاوروں کی تھی جو لغتوں میں نہیں ملے۔ میں نے ایران کی زبان دانوں سے رجوع کیا اور انہوں نے جو مطالب بیان کیے، وہ طالب علموں کی سہولت کے لیے اس کتاب میں مرتب کر دیے۔ وارسہ کا کہنا ہے کہ یہ ان کی پندرہ سال کی محنت ہے۔ میرے پیش نظر جو مطبوعہ نسخہ ہے اس کے سرورق پر "مصطلحات وارسہ" المعروف "بمصطلحات الشعراء" لکھا ہوا ہے۔ اسے قطب الدین احمد نے مطبع نامی لکھنؤ سے رجب ۱۳۵۵ھ میں شائع کیا ہے۔

۲۱۶ منظر العجائب : غالب نے اس تذکرے کا ذکر مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام خطوط میں کیا ہے۔ تذکرے کی تفصیلات بیان کی ہیں، نام نہیں لکھا۔ سابق جج دہلی ریشی گن کی فرمائش پر مولوی ظہور علی ٹھٹور کے صاحبزادے مولوی مظہر الحق نے یہ تذکرہ ترتیب دیا تھا۔ تقریباً دو ہزار فارسی شاعروں کے حالات پر مشتمل یہ تذکرہ ۱۸۶۲ء کے آس پاس مکمل ہوا۔ تذکرے کے لیے مولوی انوار الحق نے چار سو اور غالب نے کم سے کم سولہ شاعروں کے حالات لکھے تھے۔ اس زمانے کے اخباروں میں تذکرے کی طباعت کا جو اشتہار دیا گیا تھا اس میں اس کی قیمت تین روپے بتائی گئی تھی۔ غالب مولانا نظامی اور مولوی ظہور علی ٹھٹور نے اس کی تقارینظ اور تواریخ لکھی تھیں۔ غالب کی فارسی میں لکھی تقریظ اُن کے فارسی کلیات نشر میں موجود ہے۔ افسوس ہے کہ یہ تذکرہ شائع نہ ہو سکا اور اس کا مسودہ بھی ضائع ہو گیا۔ ریشی گن نے اس تذکرے کے چھ سو شاعروں کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ وہ بھی غالباً طباعت سے محروم رہا۔

ملاحظہ ہوں : تذکرہ مظہر العجائب اور مرزا غالب، مسلم نیٹائی، العلم، کراچی، جنوری تا مارچ ۱۹۶۹ء

ص ۵۳۲ - ۵۳۹ - اردو اور رنگ آباد، جولائی ۱۹۲۸ء

۱۱۷ - مہر نیم روز : غالب نے اپنی اس تالیف کا ذکر متعدد خطوط میں کیا ہے۔ ۴ جولائی ۱۸۵۷ء کو بہادر شاہ ظفر نے غالب کو خاندان تیموریہ کی تاریخ لکھنے پر مقرر کیا۔ اس تاریخ کا نام "پر توستان" رکھا گیا۔ یہ دو حصوں میں لکھی جانی تھی۔ پہلے حصے کا نام "مہر نیم روز" اور دوسرے حصے کا نام "ماہ نیم ماہ" تجویز کیا گیا اس تاریخ کا "دوسودہ حکیم حسن اللہ خاں غالب کو فراہم کرتے تھے" اور غالب فارسی میں ترجمہ کر دیتے۔ اگست ۱۸۵۷ء میں پہلا حصہ مکمل ہو گیا۔ کچھ ہی دن بعد "مہر نیم روز" فخر المطابع، دہلی سے شائع ہوئی۔ ۱۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

۲۱۸۔ وید : غالب نے ویدوں کا ذکر علاء الدین احمد خاں علائی کے نام ایک خط میں کیا ہے اور انہیں "چار بید" لکھا ہے۔ یہ ہندوؤں کی مقدس کتاب ہے۔ اس کے چار حصے ہیں (۱) رگ وید (۲) اتھرو وید (۳) سام وید اور (۴) یجرو وید۔

جنوبی روس اور وسط ایشیا کے جن قبیلوں نے ترک وطن کر کے یورپ و ایشیاے کوچک اور ایران کی طرف ہجرت کی، انہیں آریہ کہا جاتا ہے۔ جو لوگ ایران کی طرف آئے تھے، اُن میں سے کچھ نے ایران میں سکونت اختیار کر لی اور کچھ نے ہندوستان کی راہ لی۔ ہندوستان میں آریاؤں کی آمد کا زمانہ پندرہ سو سے لے کر ایک ہزار قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔ انہی آریاؤں نے چاروں وید تصنیف کیے تھے۔ پہلا رگ وید ہے، اس میں ۱۰۱۷ مقدس گیت ہیں جو دس حصوں میں مرتب کیے گئے ہیں۔ ان گیتوں میں آریائی دیوتاؤں سے خطاب کیا گیا ہے۔ یہ چاروں وید خاصی طویل مدت اور مختلف اوقات میں لکھے گئے۔

کتابیات

فارسی مطبوعات

- ۱۔ امیر دولت شاہ، مرتبہ اڈورڈ جی براؤن، لندن، ۱۹۱۷ء
- ۲۔ اہمکی شیرازی، کلیات اشعار مولانا ابلی شیرازی مرتبہ حامد ربانی کتاب خانہ سنائی، ۱۳۲۲ھ
- ۳۔ آزرودہ، مفتی صدیق الدین، کتاب کلام مرتبہ پروفیسر مختار الدین، کراچی، ۱۹۷۳ء
- ۴۔ حزین، محمد علی، دیوان حزین، مرتبہ والد داغستانی، لاہور، اکتوبر ۱۹۷۱ء
- ۵۔ حسام الدین راشدی (مرتب) مکملہ مقالات الشعرا، کراچی، ۱۹۵۶ء
- ۶۔ خسرو، کلیات غزلیات خسرو، مرتبہ اقبال صلاح الدین، تجوید نظر سید وزیر الحسن مابدی لاہور، جلد ۱، لاہور، ۱۹۷۲ء
- ۷۔ خواجہ عبدالرشید، تذکرہ شعراء پنجاب، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۶۷ء
- ۸۔ سرور، میر محمد خاں بہادر، عمدہ منتخبہ، دہلی، ۱۹۶۱ء
- ۹۔ سنائی حکیم، دیوان حکیم سنائی، بہ کوشش مظاہر مصفا، موسسہ مطبوعاتی امیر کبیر، ۱۳۳۶ھ
- ۱۰۔ شاہ نواز خاں، آثار الامراء (جلد ۳) کلکتہ، ۱۸۹۱ء
- ۱۱۔ شیفہ، نواب مصطفیٰ خاں، گلشن بے خار، مطبع نامی نول کشور، ۱۸۷۴ء
- ۱۲۔ صائب، دیوان صائب بخط مرزا صائب، مقدمہ نگار ممتاز حسن، کراچی، ۱۹۷۱ء
- ۱۳۔ صفا، ذبیح اللہ، گنج سخن، جلد ۱، باب دوم، تہران، اسفند ۱۳۳۹ھ
- ۱۴۔ صفا، ذبیح اللہ، گنج سخن، جلد ۳، تہران، سہ اشاعت ندارد

- ۱۵۔ تنقہ، ذبیح اللہ، تاریخ ادبیات در ایران، تہران، ۱۳۵۲ھ
- ۱۶۔ عزت، مولانا غیاث الدین، غیاث اللغات، مع چراغ ہدایت، لکھنؤ ۱۹۹۵ء
- ۱۷۔ علی نظمی، دولیت سخنور، تبریز، ۱۲۹۶ھ
- ۱۸۔ علی حسن خاں، سید، طور کلیم، اگرہ ۱۲۹۸ھ
- ۱۹۔ علی حسن خاں، سید، صبح گلشن، بھوپال، ۱۲۹۵ھ
- ۲۰۔ عیوض علی، قواعد فخریہ (قلمی) مملوکہ خواجہ حسن ثانی نظامی
- ۲۱۔ غالب، اسد اللہ خاں، کلیات نظم فارسی، دہلی، ۱۸۴۵ء
- ۲۲۔ غالب، اسد اللہ خاں، پنج آہنگ، مطبع سلطانی دہلی، ۱۸۴۹ء
- ۲۳۔ غالب، اسد اللہ خاں، پنج آہنگ، مطبع دار السلام، دہلی، ۱۸۵۳ء
- ۲۴۔ غالب، اسد اللہ خاں، مہر نیمروز، فخر المطابع، دہلی، ۱۸۵۴ء
- ۲۵۔ غالب، اسد اللہ خاں، دستبنو، اگرہ، ۱۸۵۸ء
- ۲۶۔ غالب، اسد اللہ خاں، کلیات نظم فارسی، لکھنؤ ۱۸۶۳ء
- ۲۷۔ غالب، اسد اللہ خاں، درفش کاویانی، دہلی، ۱۸۶۵ء
- ۲۸۔ غالب، اسد اللہ خاں، سبد چیں، مرتبہ مالک رام، دہلی، ۱۹۳۸ء
- ۲۹۔ غالب، اسد اللہ خاں، باغ دودر، مرتبہ وزیر الحسن عابدی، لاہور، ۱۹۶۸ء
- ۳۰۔ غالب، اسد اللہ خاں، پنج آہنگ (آہنگ پنجم اردو ترجمہ) محمد عمر مہاجر، کراچی، ۱۹۶۹ء
- ۳۱۔ غالب، اسد اللہ خاں، دستبنو، صد سالہ یادگار کمیٹی، دہلی، ۱۹۶۹ء
- ۳۲۔ قاسم، حکیم قدرت اللہ، مجموعہ نغز، مرتبہ محمود شیرانی، لاہور، ۱۹۳۳ء
- ۳۳۔ قتیل، مرزا محمد حسن، ہفت تماشا، مرتبہ ڈاکٹر محمد عمر، دہلی، ۱۹۶۸ء
- ۳۴۔ کلیم، نور الحسن خاں، بزم سخن، اگرہ، ۱۲۹۵ھ
- ۳۵۔ محمد صدیق حسن خاں، شمع انجمن، بھوپال، ۱۲۹۳ھ
- ۳۶۔ مصحفی، غلام بہدانی، عقد شریا، مرتبہ عبدالحق، اوزنگ آباد، ۱۹۳۴ء
- ۳۷۔ ملا عبد النبی فخر الزمانی، میخانہ مرتبہ محمد شفیع، لاہور، ۱۹۲۶ء

- ۳۸۔ نصر اللہ خاں خوشنکی، گلشن ہمیشہ بہار، مرتبہ اسلم فرخی، کراچی، ۱۹۶۷ء
 ۳۹۔ نظام، نواب غازی الدین خاں، مناقب فخریہ، دہلی، ۱۳۱۵ھ
 ۴۰۔ وراثتہ مل سیالکوٹی، مصطلحات الشعراء، لکھنؤ، ۱۳۰۵ھ
 ۴۱۔ ہندی، بھگوان داس، تذکرہ ہندی، مرتبہ شاہ محمد عطاء الرحمن کاکوی، پٹنہ، ۱۹۵۱ء

اردو مطبوعات

- ۴۲۔ ابوالفضل، آئین اکبری، مترجمہ مولوی محمد فدا علی طالب، جلد ۱، حصہ ۱، حیدر آباد، ۱۹۳۸ء
 ۴۳۔ احمد سعید، مولوی، تاریخ اولیاء دہلی، معروف بہ تحفہ سعید دہلی، ۱۹ ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ
 ۴۴۔ اختر الدولہ حاجی محمد اشرف، اختر شہنشاہی، لکھنؤ، ۱۸۸۸ء
 ۴۵۔ اسلم پرویز، ڈاکٹر، بہادر شاہ ظفر، دہلی، ۱۹۸۸ء
 ۴۶۔ آغا مرزا بیگ، نواب، کارنامہ سروری، علی گڑھ، ۱۹۳۳ء
 ۴۷۔ امداد صابری، دہلی کی یادگار ہستیاں، دہلی، ۱۹۷۲ء
 ۴۸۔ امداد صابری، تاریخ صحافت اردو، جلد ۱، دہلی، ۱۹۵۳ء
 ۴۹۔ امداد صابری، تاریخ صحافت اردو، جلد ۲
 ۵۰۔ امیر، منشی امیر احمد، یادگار انتخاب، رام پور، ۱۲۹۷ھ
 ۵۱۔ انتظام اللہ شہبانی، ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء، دہلی، تاریخ اشاعت ندارد
 ۵۲۔ آزاد، مولانا محمد حسین، نصیحت کا کرن پھول، لاہور، ۱۹۰۷ء
 ۵۳۔ آزاد، مولانا محمد حسین، آب حیات، سرفراز پریس، لکھنؤ
 ۵۴۔ باطن، قطب الدین، گلستان بے خزاں، لکھنؤ، ۱۹۸۲ء
 ۵۵۔ بشاش، منشی دیبی پرشاد، تذکرہ آثار الشعراء ہنود، دہلی، ۱۸۵۵ء
 ۵۶۔ بشیر الدین احمد، واقعات دار الحکومت، دہلی، ۱۹۱۹ء (جلد اول، دوم، سوم)
 ۵۷۔ بے خبر، خواجہ غلام غوث خاں، فغان بے خبر، الہ آباد، ۱۸۹۱ء
 ۵۸۔ پیبلی کیشنز ڈویرن، آئینہ غالب، دہلی، ۱۹۶۳ء

- ۵۹۔ پریشان، محمد نیاز علی، شعر و سخن، اگرہ ۱۲۸۶ھ
- ۶۰۔ تحسین، عطا حسین، نو طرز مرصع، مرتبہ سید نور الحسن ہاشمی، الہ آباد، ۱۹۵۵ء
- ۶۱۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر ذوق۔ سوانح اور لاہور،
- ۶۲۔ حالی، الطاف حسین، یادگار غالب، کانپور، ۱۸۹۶ء
- ۶۳۔ حالی، الطاف حسین، کلیاتِ نثرِ حالی، جلد ۲، مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، لاہور، ۱۹۶۸ء
- ۶۴۔ حالی، الطاف حسین، حیاتِ جاوید، ترقی اردو بورڈ، نئی دہلی، ۱۹۴۹ء
- ۶۵۔ حمیدہ سلطان احمد، خاندانِ لوہارو کے شعرا، نئی دہلی، ۱۹۸۱ء
- ۶۶۔ خلیفہ سید محمد حسن، تاریخِ پٹیالہ، امرتسر، ۱۸۷۵ء
- ۶۷۔ خلیق احمد نظامی، پروفیسر، تاریخِ مشائخِ چشت، دلی، ۱۹۸۰ء
- ۶۸۔ خلیق انجم، غالب اور شایانِ تیموریہ، دہلی ۱۹۷۳ء
- ۶۹۔ خواجہ احمد فاروقی، میر تقی میر، علی گڑھ، ۱۹۵۲ء
- ۷۰۔ خواجہ بدرالدین عرف خواجہ امان، حدائق الانظار، دہلی، ۱۲۹۲ھ
- ۷۱۔ رحمن علی خاں۔ ریاض الامراء، لکھنؤ، ۱۸۶۷ء
- ۷۲۔ رسا، گوگل پرشاد، ارمغانِ گوگل پرشاد، مرتبہ ڈاکٹر فرمان فتحپوری، کراچی، ۱۹۷۵ء
- ۷۳۔ رضا، کالی داس گپتا، غالبیات۔ چند عنوانات، بمبئی، ۱۹۸۲ء
- ۷۴۔ سحر، احمد حسین، تذکرہ بہارِ بے خزاں، مرتبہ حفیظ عباسی، دہلی ۱۹۶۹ء
- ۷۵۔ سری رام، نجم خانہ جاوید، جلد ۱، دہلی، ۱۹۰۵ء
- ۷۶۔ سری رام، نجم خانہ جاوید، جلد ۲، دہلی، ۱۹۰۸ء
- ۷۷۔ سری رام، نجم خانہ جاوید، جلد ۳، دہلی، ۱۹۰۸ء
- ۷۸۔ سری رام، نجم خانہ جاوید، جلد ۴، دہلی، ۱۹۲۶ء
- ۷۹۔ سری رام، نجم خانہ جاوید، مرتبہ پنڈت برج موہن دتا تریہ کسینی، دہلی، ۱۹۳۰ء
- ۸۰۔ سید احمد خاں، آثار الصنادید، لکھنؤ، ۱۸۹۵ء
- ۸۱۔ سید احمد دہلوی، فرہنگِ آصفیہ، جلد ۴، ترقی اردو بورڈ، نئی دہلی، ۱۹۷۳ء

- ۸۲۔ شاعری، احترام الدین، تذکرہ شعراء جے پور، علی گڑھ، ۱۹۵۸ء
- ۸۳۔ شایاں، منشی طوطا رام، ظلم منہ، لکھنؤ، ۱۸۷۴ء
- ۸۴۔ شبلی نعمانی، مولانا رام، لاہور، سنہ اشاعت ندارد۔
- ۸۵۔ شبیبہ الحسن، ڈاکٹر ناسخ۔ تجزیہ و تقدیر، لکھنؤ، ۱۹۷۵ء
- ۸۶۔ شفیق، ڈاکٹر رضا زادہ، تاریخ ادبیات ایران (اردو ترجمہ) مترجمہ سید مبارز الدین رفعت، دہلی، ۱۹۵۵ء
- ۸۷۔ شوق، احمد علی خاں، تذکرہ کمالان رام پور، رام پور، ۱۹۲۹ء
- ۸۸۔ شیا م جس رائے، لالہ، مختصر حالات شاہان انگلستان، لکھنؤ، ۱۹۱۱ء
- ۸۹۔ صابر دہلوی، مرزا قادر بخش، خلیل الرحمن داؤدی، جلد اول، لاہور، ۱۹۶۶ء (جلد اول و دوم)
- ۹۰۔ صفیر بلگرامی، تذکرہ جلوہ خضر، پٹنہ، ۱۸۸۵ء (جلد اول و دوم)
- ۹۱۔ طامس ٹکات، سر طامس ٹکات کی ڈائری (خواجہ حسن نظامی سے کسی نے اردو میں ترجمہ کرایا) دہلی، ۱۹۵۰ء
- ۹۲۔ ظہیر دہلوی، راقم الدولہ داستان غدر، لاہور، سنہ اشاعت ندارد۔
- ۹۳۔ عباد اللہ گیلانی، گرو گرنٹھ صاحب اور اردو، لاہور، ۱۹۶۶ء
- ۹۴۔ عبدالحی، سید نکل رعنا، اعظم گڑھ، ۱۳۶۲ھ
- ۹۵۔ عبد الرحمن پرواز اصلاحی، صدر الدین آزادہ، دہلی، ۱۹۷۷ء
- ۹۶۔ عبد القادر خاں، علم و عمل، مرتبہ محمد ایوب قادری، کراچی، ۱۹۶۰ء
- ۹۷۔ عبد اللطیف، ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ، مرتبہ خلیق احمد نظامی، دہلی، ۱۹۵۸ء
- ۹۸۔ عرش تیموری، قلعہ معلیٰ کی جھلکیاں، دہلی، ۱۹۳۷ء
- ۹۹۔ غالب اسد اللہ خاں، عود ہندی، مطبع مجتہبی، میرٹھ، ۲۷ اکتوبر ۱۸۶۸ء
- ۱۰۰۔ غالب اسد اللہ خاں، اردو سے معلیٰ، اکمل المطابع، دہلی، ۶ مارچ ۱۸۶۹ء
- ۱۰۱۔ غالب اسد اللہ خاں، اردو سے معلیٰ، مطبع اردو کانسٹیٹ، کلکتہ، ۱۸۸۳ء
- ۱۰۲۔ غالب اسد اللہ خاں، اردو سے معلیٰ (حصہ اول و دوم) مطبع نامی مجتہبی، دہلی، اپریل ۱۸۹۹ء
- ۱۰۳۔ غالب اسد اللہ خاں، اردو سے معلیٰ، مطبع فاروقی، دہلی، ۱۹۱۰ء

۱۰۴۔ غالب اسد اللہ خاں، مکمل اردوئے معلیٰ (مشتمل بر دو حصہ) مطبع مجیدی کانپور ۱۹۲۲ء

۱۰۵۔ غالب اسد اللہ خاں، عود ہندی، رام نرائن لال، الہ آباد، ۱۹۲۸ء

۱۰۶۔ غالب اسد اللہ خاں، مکاتیب غالب مرتبہ مولانا امتیاز علی خاں عرشی، رام پور، ۱۹۳۷ء

۱۰۷۔ غالب اسد اللہ خاں، خطوط غالب، مرتبہ ہیش پرشاد، الہ آباد، ۱۹۴۱ء

۱۰۸۔ غالب اسد اللہ خاں، مکاتیب غالب مرتبہ مولانا امتیاز علی خاں عرشی (چھٹا ادیشن) رام پور، ۱۹۴۹ء

۱۰۹۔ غالب اسد اللہ خاں، نادرات غالب، مرتبہ آفاق حسین آفاق، کراچی، ۱۹۴۹ء

۱۱۰۔ غالب اسد اللہ خاں، خطوط غالب، مرتبہ غلام رسول تہر، لاہور، ۱۹۵۱ء

۱۱۱۔ غالب اسد اللہ خاں، غالب کی نادر تحریریں، مرتبہ خلیق انجم، دہلی، ۱۹۶۱ء

۱۱۲۔ غالب اسد اللہ خاں، خطوط غالب، مرتبہ ہیش پرشاد، نظر ثانی مالک رام علی گڑھ، ۱۹۶۲ء

۱۱۳۔ غالب اسد اللہ خاں، عود ہندی، مرتبہ سید مرتضیٰ حسین فاضل، لاہور، ۱۹۶۷ء

۱۱۴۔ غالب اسد اللہ خاں، اردوئے معلیٰ، مرتبہ سید مرتضیٰ حسین فاضل، (تین جلدیں) لاہور، ۱۹۶۹ء

۱۱۵۔ غالب اسد اللہ خاں، انتخاب غالب، مرتبہ مولوی ضیاء الدین خاں، (فوٹو سٹیٹ) غالب نسطی

ٹیوٹ لائبریری، نئی دہلی

۱۱۶۔ فائق رام پوری، کلب علی خاں، مومن، لاہور، ۱۹۶۱ء

۱۱۷۔ قاضی محمد عبدالغفار، حیاتِ اجل، علی گڑھ

۱۱۸۔ کریم الدین، نگارستان، دہلی، ۱۸۴۵ء

(ب) کریم الدین، تذکرہ طبقات الشعراء ہند، دہلی، ۱۸۴۷ء

۱۱۹۔ کمال الدین حیدر، سید سوانح سلاطین اودھ، لکھنؤ، ۱۸۹۶ء

۱۲۰۔ کمال الدین حیدر، سید، قیصر التواریخ (جلد ۲)، لکھنؤ، ۱۹۰۷ء

۱۲۱۔ کوثر چاند پوری، اطباء عہدِ معلیہ، کراچی، ۱۹۵۵ء

۱۲۲۔ نگارسان دتاسی، خطبات نگارسان دتاسی (اردو ترجمہ) اورنگ آباد، ۱۹۳۵ء

۱۲۳۔ گیان چند، اردو کی نثری داستانیں، کراچی، ۱۹۶۹ء

۱۲۴۔ مالک رام، تلامذہ غالب، نکودر، ۱۹۵۷ء

۱۲۵۔ مالک رام، ذکر غالب، دہلی، ۱۹۷۶ء

- ۱۲۶ - مالک رام، قدیم دلی کالج، طبع دوم، ۱۹۷۶ء
- ۱۲۷ - مالک رام، فسانہ غالب، نئی دہلی، ۱۹۷۷ء
- ۱۲۸ - مجروح، میر مہدی، منظر معانی، دہلی، ۱۸۹۹ء
- ۱۲۹ - محمد اسماعیل پانی پتی، شیخ، کلیات نثر خانی جلد ۲، لاہور، ۱۹۶۸ء
- ۱۳۰ - محمد اکبر الدین صدیقی (مرتب) کلیات نمون، حیدر آباد، ۱۹۷۲ء
- ۱۳۱ - محمد صادق، محمد حسین آزاد، احوال و آثار، لاہور، ۱۹۷۶ء
- ۱۳۲ - محمد ذکار اللہ، تاریخ غریب عہد سلطنت انگلشیہ ہند، دہلی، ۱۹۰۴ء
- ۱۳۳ - محمد علی حسن خاں، سید، آثار صدیقی، لکھنؤ، ۱۹۲۳ء
- ۱۳۴ - محسن، میر محسن علی، سرپاسخن، لکھنؤ، ۱۸۶۱ء
- ۱۳۵ - محمود شیرانی، فردوسی پر چار مقالے، دہلی، ۱۹۴۲ء
- ۱۳۶ - محمد عبدالسلام، افکار رومی، دہلی، ۱۹۸۱ء
- ۱۳۷ - محمد عتیق صدیقی، ہندوستانی اخبار نویسی، علی گڑھ، ۱۹۵۷ء
- ۱۳۸ - محمد عتیق صدیقی، صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات، علی گڑھ، ۱۹۶۲ء
- ۱۳۹ - محمد عتیق صدیقی (مرتب)، ۱۸۵۷ء، اخبار اور دستاویزیں، دہلی، ۱۹۶۶ء
- ۱۴۰ - مختار الدین احمد (مرتب) احوال غالب، علی گڑھ، ۱۹۵۴ء
- ۱۴۱ - مرزا محمد عسکری، ادبی خطوط غالب، لکھنؤ، ۱۹۲۹ء
- ۱۴۲ - معروف نواب الہی بخش خاں، دیوان معروف (قلمی) انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی
- ۱۴۳ - معین الدین حسن، خدیگ ندر، مرتبہ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی، دہلی، ۱۹۷۲ء
- ۱۴۴ - معین الرحمن سید، غالب اور انقلاب ستاون، لاہور، ۱۹۷۴ء
- ۱۴۵ - منشا، ڈاکٹر منشا الرحمن خاں، مطالعہ میر نظام الدین نمون دہلوی، ناگپور، سنہ اشاعت ندارد
- ۱۴۶ - میر امن دہلوی، باغ و بہار، کلکتہ، ۱۹۰۳ء
- ۱۴۷ - نادر، مرزا کلب حسین خاں، تذکرہ نادر، مرتبہ سید مسعود حسن رضوی، ادیب، لکھنؤ، ۱۹۵۷ء
- ۱۴۸ - ناصر الدین احمد خاں، عرف خسرو مرزا، اصہار الغالب، دہلی، ۱۹۶۹ء

- ۱۴۹۔ ناصر سعادت خاں، تذکرہ خوش معرکہ زیبا، مرتبہ مشفق خواجہ، لاہور، ۱۹۴۰ء
- ۱۵۰۔ نامی، عطاء اللہ خاں، مثنوی شمشیر عشق، مطبع چشمہ فیض، ۱۳۷۶ھ
- ۱۵۱۔ نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر دراسات، دہلی، ۱۹۷۰ء
- ۱۵۲۔ نجم الغنی، تاریخ اودھ، لکھنؤ، ۱۹۱۹ء جلد ۵-۱
- ۱۵۳۔ نجم الغنی، تاریخ راجگان ہند، لکھنؤ، ۱۹۲۴ء
- ۱۵۴۔ نجم الغنی، اخبار الضارید، جلد ۲، لکھنؤ، ۱۹۱۸ء
- ۱۵۵۔ نساخ، عبدالغفور، سخن شعرا، لکھنؤ، ۱۹۷۳ء
- ۱۵۶۔ نساخ، عبدالغفور، تذکرہ قطعہ منتخب، مرتبہ انصار اللہ نظر کراچی، ۱۹۷۴ء
- ۱۵۷۔ نور الحسن، ڈاکٹر، فارسی ادب، یہ عہدہ اورنگ زیب، دہلی، ۱۹۶۹ء
- ۱۵۸۔ نظامی، بدایونی، قاموس المشاہیر، جلد اول، بدایوں، ۱۹۲۴ء
- ۱۵۹۔ نیر رخشاں، جلوہ صحیفہ زریں، مرتبہ مرزا سعید الدین احمد خاں، دہلی، ۱۹۱۶ء

مقالے

- ۱۶۰۔ اطہر شہر سید (مرتب) مرزا عبدالقادر بیدل کا مولد و نسب، پروفیسر سید حسن، مرزا عبدالقادر بیدل، پٹنہ، ۱۹۸۲ء
- ۱۶۱۔ اکبر حیدری، مرزا غالب کے ایک شاگرد، منشی بال کوند بے صبر، نیادور، لکھنؤ، مئی ۱۹۸۱ء
- ۱۶۳۔ حنیف نقوی، ڈاکٹر، مرزا حاتم علی مہر تحقیق مزید، نیادور، لکھنؤ، جنوری، فروری ۱۹۸۲ء
- ۱۶۳۔ خلیق انجم، بہادر شاہ ظفر۔ ایک تاریخی جائزہ، صبح، دہلی شمارہ میسر اور چوتھا، ۱۹۶۳ء
- ۱۶۵۔ خلیق انجم، آرزوہ کے اشعار، اردو نامہ کراچی، اپریل و جون ۱۹۶۴ء
- ۱۶۶۔ خواجہ احمد فاروقی، پروفیسر، غالب اور بے صبر، اردوئے معلیٰ، دہلی، فروری ۱۹۶۰ء
- ۱۶۷۔ رازی ودانی، بہار عجم کے مخطوطے پر خان آرزو کے حواشی، نگار رام پور، جنوری ۱۹۶۳ء
- ۱۶۸۔ سلیم جعفر، دیوان جانی بہاری لال، کانپور، ستمبر ۱۹۳۷ء

۱۶۹- شمس الدین احمد خاں، فخر الدولہ نواب مرزا علاء الدین احمد خاں بہادر علانی، اردو اورنگ آباد، جولائی ۱۹۴۲ء

۱۷۰- صغیر اصغر، غالب اور قاری جعفر علی، جارچوی، ماہ نو، کراچی

۱۷۱- عبداللہ چغتائی، ڈاکٹر، مرآۃ الاشباہ اور حکیم احسن اللہ خاں، اردو، کراچی، جنوری تا مارچ ۱۹۶۹ء

۱۷۲- عبدالماجد دریابادی، مولانا، غالب کا ایک فرنگی شاگرد، معارف اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۲۲ء

۱۷۳- فرحت اللہ بیگ، مرزا، خواجہ بدرالدین خاں، عرف خواجہ امان مرحوم و مغفور، اردو اورنگ آباد اپریل ۱۹۳۱ء

۱۷۴- قاضی عبدالودود، امید سنگھ، معاصر، پٹنہ، جلد ۲، حصہ ۷

۱۷۵- قاضی عبدالودود، یادداشت، معاصر، حصہ ۱۷

۱۷۶- قاضی عبدالودود، جہان غالب، معاصر، پٹنہ، حصہ ۳

۱۷۷- قاضی عبدالودود، کچھ دساتیر کے بارے میں، جنرل خدابخش لائبریری، پٹنہ، شمارہ ۲۰، ۱۹۸۲ء

۱۷۸- قاضی عبدالودود، غالب بہ حیثیت محقق، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر ۴۹-۱۹۴۸ء

۱۷۹- قاضی معراج دھولپوری، منشی بال کنند بے صبر، اردو ادب، دسمبر ۱۹۵۷ء

۱۸۰- قاضی معراج دھولپوری، دیوان جانی بہاری لال راضی بھر، تنویری، ہماری زبان، علی گڑھ، ۸ نومبر ۱۹۶۱ء

۱۸۱- کیفی، برنج موہن دتا، تاریخ، اب سے آدھی صدی پہلے کے اردو اخبار، اردو اورنگ آباد، اپریل ۱۹۳۵ء

۱۸۲- محمد اسماعیل پانی پتی، شیخ، میر مہدی مجروح، ماہ نو، کراچی، جنوری فروری ۱۹۶۹ء

۱۸۳- مختار الدین احمد، منشی بال کنند بے صبر، ہماری زبان، علی گڑھ، ۱۵ جون ۱۹۵۷ء

۱۸۴- مختار الدین احمد، پروفیسر، غیر معروف شعرا، ہماری زبان، علی گڑھ، یکم جولائی ۱۹۵۷ء

۱۸۵- مختار الدین احمد، پروفیسر، آرزو کی کچھ نایاب و کمیاب تحریریں،

غالب نامہ، نئی دہلی، جولائی ۱۹۸۱ء، ۸۰-۱۰۳

۱۸۶- مختار الدین احمد، آثار ادبیہ، ہماری زبان، علی گڑھ، ۱۵ اگست ۱۹۵۷ء

۱۸۷- مسلم ضیائی، تذکرہ منظر العجائب اور مرزا غالب، العلم، کراچی، جنوری تا مارچ ۱۹۶۹ء

۱۸۸- منظور الحسن برکاتی، سید، میر تقی میر حسین خاں، شاعر، بمبئی، ۱۹۶۹ء

- ۱۸۹ - منظور احسن برکاتی، سید ٹونک میں مرزا غالب کے احباب، تحریک دہلی، اپریل ۱۹۷۴ء
- ۱۹۰ - ناظر حسین، انگلینڈ میں ڈیڑھ سو سال، آج کل نئی دہلی، مئی ۱۹۵۷ء
- ۱۹۱ - نذیر احمد، ڈاکٹر، تعلیم کی ہندوستان میں آمد، مقالات منتخبہ، جلد ۱، لاہور، ۱۹۷۷ء
- ۱۹۲ - ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی، منشی بال مکند بے نصیر بدایونی، ہماری زبان، علی گڑھ، ۸ دسمبر ۱۹۶۱ء
- ۱۹۳ - ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی، دیوان جانی بہاری لال راضی، ہماری زبان، علی گڑھ، ۲۲ ستمبر ۱۹۶۱ء
- ۱۹۴ - ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی، منشی بال مکند بے نصیر، العلم، کراچی، جنوری تا مارچ ۱۹۶۹ء
- ۱۹۵ - غالب اور تلامذہ غالب، تذکرہ بشیر میں اردو، کراچی، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء
- ۱۹۶ - دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱، لاہور، ۱۹۶۴ء

اشارہ اشخاص

ابن :- ۷۶۳، ۵۴۴، ۲۱۰	احمد شاہ ابدالی
ابراہیم علی خاں، میر	دیکھیے
دیکھیے	احمد شاہ درانی
وفا، میر ابراہیم علی خاں	احمد شاہ درانی :- ۱۳۲، ۱۲۸
ابوالفتح، حکیم :- ۱۵۴۳	احمد علی، میر :- ۳۹۱، ۳۹۲، ۵۱۱، ۵۲۳
ابوالفضل، شیخ :- ۱۵۴۳، ۱۴۷۶، ۴۹۷	احمد مرزا :- ۲۱۶
ابو محمد خان بہادر سید :- ۵۰	ادیب :- ۳۹
اجرٹن :- ۵۰۶، ۵۰۳، ۴۹۴	اڈمنسٹرن :- ۲۹۹، ۱۱۸۷
اجمل خاں، محمد :- ۳۶	ارسطو :- ۳۳۶
احسن مارہروی، مولانا :- ۶۲	ارشاد حسین، میر :- ۲۶۳
احمد حسن، مولوی :- ۱۴۹۶	اسد خاں نواب :- ۱۰۴۱، ۱۰۴۲
احمد حسن قنوجی، مولوی :- ۹۵، ۳۴	اسرار الحق، شاہ :- ۹۸۸، ۹۹۳، ۹۹۶
دیکھیے	اسفندیار بیگ :- ۵۴۰
عرشی، سید احمد حسن قنوجی	اسکر، کرنل الگزیئر :- ۴۲۷
احمد حسین، میر :- ۵۳۶، ۲۶۳	اسلم پرویز، ڈاکٹر :- ۱۰
احمد رام پوری، خلیفہ :- ۱۴۱۱، ۹۷، ۴۱	اسمعیل خاں، خواجہ :- ۹۹۷
۱۵۳۰-۱۵۳۱	اسد علی، میر :- ۷۶۹
احمد سعید :- ۱۱	اسیر، مرزا جلال :- ۲۳۴، ۲۳۱، ۲۴۲

آغا سلطان :- ۱۶۴ - ۱۶۵ - ۳۸۴	۳۲ - ۳۵ - ۴۳ - ۸۱ - ۹۳ - ۱۴۶
آغا عبدالرزاق شیرازی :- ۵۵۶	۱۸۸ - ۲۸۶ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰
آغا محمد اشرف دہلوی :- ۵۰	۲۹۴ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۲
آغا محمد حسین شیرازی :- ۴۲۷	۳۱۱ - ۳۱۳ - ۵۴۸ - ۱۱۷۶ - ۱۴۱۱
آغا محمد حسین :- ۱۴۲۶ - ۱۴۲۷	آزاد - مولانا ابوالکلام :- ۱۳۱
آفاق دہلوی، آفاق حسین :- ۱۷ - ۵۱	آزاد بخت :- ۱۰۶
۱۴۰۸ - ۱۴۰۹	آزاد بگرامی :- ۱۴۱۵
بابو صاحب :-	آزاد، مولانا محمد حسین :- ۷۷ - ۷۸ - ۷۹
دیکھیے	۱۰۸
رند، جانی بانکے لال	آزاد، مولانا محمد نعیم الحق :- ۹۵ - ۱۴۱۱
بادشاہ	آزردہ (شاگرد غالب) :- ۱۰۱۴
دیکھیے	آزردہ، مفتی محمد صدر الدین :- ۲۱۹ - ۳۸۳
بہادر شاہ ظفر	۴۰۹ - ۵۱۵ - ۵۲۵ - ۵۳۹ - ۱۰۳۰
بادشاہ دہلوی، میر	۱۲۵۷ - ۱۴۴۴
دیکھیے	آشوب، ماسٹر پیارے لال :- ۱۶ - ۳۵
میر بادشاہ	۳۷ - ۹۴ - ۱۴۱۱
بال مکند :- ۱۵۶ - ۲۷۶	آشوب، میر امجد علی :- ۵۳۶
بارن :- ۱۲۶	آصف الدولہ، نواب :- ۱۵۳۳
بدر الدین (مہر کن) :- ۹۸۳ - ۹۹۹	آغا صاحب :- ۷۹
بدری ناتھ پنڈت :- ۳۵۶	آغا جان :- ۵۲۳
بڈھے صاحب :- ۱۶۵ - ۳۸۴	آغا جان ہنشی :- ۱۰۴۳
براؤننگ رابرٹ :- ۱۲۶	آغا جان، حکیم :- ۱۴۴۱
برج موہن عرف بابو :- ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۷۶	آغا جانی، مرزا :- ۷۷۳

- برق، محمد رضا: ۱۵۷۹
- برکات حسن: ۱۰۲۲
- برناڈش، جارج: ۱۲۶
- برنی، منظر حسین: ۱۴۱۰
- بشیر الدین، شہزادہ
- دیکھیے
- توفیق، شہزادہ بشیر الدین
- بلگرامی، عبداللطیف: ۴۰ - ۹۷ - ۱۵۱
- ۱۴۱۳ - ۱۸۵
- بلغ، امانت علی خاں: ۱۲۳
- بلیک صاحب: ۴۹۸
- بنیادی بیگم: ۱۱۶۳
- بوعلی سینا: ۳۳۶ - ۳۵۷ - ۱۲۱۸
- بہادر بیگ: ۱۴۴۴
- بہار آبادی: ۱۱ - ۱۴۱۰
- بہار، ٹیک چند: ۱۲۳۴
- بہاری لال، منشی: ۴۰۳ - ۱۰۱۵
- بھگوان پرشاد، منشی: ۲۸۹
- بھیروں ناتھ، لالہ: ۴۹۶
- بی وفادار: ۱۹۶ - ۳۹۹
- بیٹاب رامپوری، سید محمد عباس علی خاں:
- ۹۵ - ۱۴۱۱
- بیدار، ڈاکٹر عابد رضا: ۱۰
- بیدل، مرزا عبدالقادر: ۳۰۵ - ۳۰۶
- بیربر (بیربل): ۴۹۷
- بے خبر، خواجہ غلام غوث خاں: ۲۵ - ۳۰
- ۳۴ - ۸۰ - ۹۳ - ۱۳۰ - ۱۴۱ - ۱۴۸ - ۱۵۰
- ۱۶۱ - ۱۸۰ - ۱۸۶ - ۱۸۷ - ۲۷۴ - ۳۰۰
- ۱۰۱ - ۱۱۲۲ - ۱۴۱۱ - ۱۵۰۴ - ۱۵۲۰
- بے قبر، مال کند: ۳۰۱ - ۳۰۴ - ۳۱۹
- ۳۲۰ - ۳۲۴ - ۳۳۸
- بیگ، مرزا اسد: ۳۸۳
- بیگ اسفندیار: ۵۴۰
- بیگ ولایت علی: ۵۰۰
- بیگ مرزا حسن علی: ۱۱۷۰
- بیگ محمد علی: ۱۵۹ - ۳۷۱
- بیگ مرزا قربان: ۴۹۴
- بیگ علی محمد: ۳۸۱
- بیگ مرزا حنیف: ۱۵۱۹
- بیگ مرزا عیاد اللہ: ۱۵۷۴
- بیگ مرزا عباس: ۹۶ - ۱۴۱۲ - ۱۴۱۸
- ۱۴۲۲ - ۱۴۲۳ - ۱۴۲۵
- بیگ مرزا عبدالقادر: ۴۱۴
- بیگ عبداللہ (والد غالب): ۱۵۳۳
- بیگ مرزا محمد رضا: ۱۵۱۹
- بیگ مرزا علی محمد: ۴۱۴

بیگ، مرزا علی جان :- ۱۵۱۹

بیگ، مرزا محمد علی :- ۱۵۱۹

بیگ، مرزا نعیم ابن مرزا کریم بیگ :- ۴۲۰۔

۴۲۳

بیگ، منشی اقبال حسین :- ۵۰

بیگ، نصر اللہ :- ۱۵۳۳

بیگ، مرزا وقار علی :- ۱۵۱۹

بیگم صاحبہ

دیکھیے

فتح النساء بیگم

پتھر سنگھ (ابن تفتہ) :- ۲۲۴۔ ۱۱۶۵

پر تقویٰ چندر :- ۱۰۔ ۶۳۔ ۱۴۰۹

پریڈنٹ فرانس :- ۱۲۶

پیارے لال ماسٹر

دیکھیے

آشوب، پیارے لال

پیر جی قمر الدین

دیکھیے

قمر الدین پیر جی

تاباں، ڈاکٹر محمد ایوب :- ۱۴۱۰

تبارک علی نقشبندی، ڈاکٹر :- ۱۴۱۰

تاج محل (بہادر شاہ ظفر کی حرم) :- ۵۰۰

تبریزی، مولانا محمد حسین :- ۱۳۹

تحسین، عبدالرحمن :- ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۱

تحسین، میر محمد عطا حسین خاں :- ۱۰۴

تراب علی :- ۱۴۴۴

ترو لین :- ۴۰۹

تشنہ، یوگندر بہل :- ۱۱

تفتہ، مرزا ہر گوپال :- ۱۰۔ ۱۶۔ ۲۴۔ ۲۵۔

۳۲۔ ۳۴۔ ۳۳۔ ۳۷۔ ۳۹۔ ۵۸۔

۷۲۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۵۔

۸۷۔ ۸۸۔ ۹۳۔ ۱۱۰۔ ۱۱۶۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔

۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۴۵۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۵۔

۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۶۲۔ ۱۶۴۔ ۱۶۸۔

۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۳۔ ۱۷۵۔

۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔

۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۲۰۵۔

۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۷۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔

۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۵۲۔ ۲۶۱۔

۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۷۰۔

۲۷۸۔ ۲۸۱۔ ۲۸۳۔ ۲۸۵۔ ۲۸۷۔

۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۲۔ ۲۹۵۔ ۲۹۹۔

۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۱۔ ۳۱۴۔ ۳۱۷۔

۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۶۔

۳۲۷۔ ۳۳۷۔ ۳۴۱۔ ۳۴۸۔

۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۲۔ ۳۵۹۔

- ۳۶۰ - ۴۹۸ - ۱۰۲۲ - ۱۰۴۱ - ۱۰۴۷ - جعفر زٹلی :- ۱۴۷۷
- ۱۱۱۰ - ۱۱۶۳ - ۱۱۷۰ - ۱۱۷۲ - ۱۱۷۵ - جعفر علی ہولوی :- ۵۱۸
- ۱۱۷۶ - ۱۱۷۷ - ۱۴۱۱ - جعفر علی نواب میر :- ۱۰۳۱
- توفیق شہزادہ بشیر الدین :- ۱۶ - ۳۴ - ۳۷ - ۴۷ - جگل کشور لال :- ۹۷
- ۹۴ - ۱۵۰ - ۱۴۱۱ - ۱۴۵۴ - جلال الدین :- ۱۲۳
- تھورو، ایچ ڈی :- ۱۳۳ - جلا لائے طباطبائی :- ۱۹۵ - ۴۲۰ - ۱۲۳۱ - ۱۴۷۶
- ٹیپو سلطان :- ۱۴۵۴ - جمشید (بادشاہ) :- ۱۸۹ - ۵۴۵
- ثاقب مرزا شہاب الدین احمد خاں :- ۱۰ - جنون بریلوی، قاضی عبد الجلیل :- ۲۶ - ۳۴ - ۴۳ - ۹۴ - ۳۶۴ - ۳۷۸ - ۳۷۹
- ۳۸۳ - ۳۸۸ - ۴۰۳ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۵ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۳۴ - ۴۳ - ۷۱ - ۸۷ - ۹۳ - ۱۵۱
- ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۵ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۲۱۳ - ۴۱۱ - ۴۴۴ - ۱۴۹۰
- ۷۵۷ - ۱۰۴۵ - ۱۲۴۱ - ۱۴۱۱ - ۱۴۷۲ - جواں بخت، مرزا :- ۵۰۰
- شریاسعید :- ۱۱ - ۱۴۱۰ - جوزفین (نپولین کی محبوبہ) :- ۱۲۵
- شمر :- ۱۲ - جوہر منشی جواہر سنگھ :- ۱۶ - ۳۵ - ۳۷
- جامی، مولانا نور الدین :- ۱۳۶ - ۱۴۲ - ۴۳ - ۸۸ - ۹۴ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۴۲۱ - ۱۴۱۱
- ۱۰۰۳ - ۱۵۲۰ - جہانگیر بادشاہ :- ۱۴۸۱
- جان جاکوب :- ۲۳۶ - جین، ڈاکٹر گیان چند :- ۶۲
- جان جاناں مرزا منظر :- ۱۳۲ - جینا بیگم (باقر علی خاں کاسل کی صاحبزادی) :- ۷۵۷
- جانسن :- ۱۳۱ - جانی بیج ناتھ :- ۲۵۵
- جانی جی - جیون لال منشی :- ۵۰۵
- دیکھیے - چارلس لیمب :- ۱۳۶
- رند جانی بانکے لال - چٹا جان :- ۲۲۷

- چٹھا، سی۔ ایس۔ ۱۔ ۱۱
- چھٹا، سی۔ ۱۔ ۱۱۸ - ۱۳۳۹
- چھوٹے خاں فرخ آبادی۔ ۱۲۳
- چھوٹے صاحب۔ ۵۶۰
- چھوٹی بیگم۔ ۱۳۳۳
- چیمسٹر فیلڈ۔ ۱۳۱
- حاتم (داستانی کردار)۔ ۲۶۰
- حافظ جی
- دیکھیے
- نظام الدین
- حافظ مومو
- دیکھیے
- محمد بخش
- حافظ، خواجہ شمس الدین۔ ۲۳۶ - ۲۳۳
- ۲۸۴ - ۳۵۷ - ۳۷۰ - ۳۸۱ - ۳۹۷
- ۳۹۸ - ۱۳۲۳ - ۱۵۶۷
- حافظ صاحب (غالباً مولوی حافظ عزیز الدین)۔
- ۹۹۷ - ۱۰۰۳
- حانی، مولانا الطاف حسین۔ ۱۰۹ - ۷۷ - ۱۰۹
- ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۳۱ - ۱۵۴۱
- حزین، محمد علی۔ ۲۵۰ - ۱۵۷۶
- حضرت سوبانی۔ ۱۶ - ۴۰
- حسن جہاں بیگم (حسین علی شاہاں کی بیوی)۔
- ۱۲۴۹
- حسین علی، خلیفہ۔ ۱۳۹۸
- حسین مرزا، نواب ذوالفقار الدین حیدر۔
- ۳۵ - ۵۲ - ۸۲ - ۹۴ - ۱۱۵ - ۱۸۰
- ۲۱۶ - ۲۲۰ - ۵۰۴ - ۱۰۴۴
- حسین، میر سرفراز۔ ۲۱۶
- حسین، میر مہدی۔ ۴۲۷
- حسین، میر مہدی
- دیکھیے
- مہر و ج، میر مہدی
- حضور والا
- دیکھیے
- بہادر شاہ ظفر
- حقیر منشی نبی بخش۔ ۳۲ - ۵۱ - ۵۲ - ۷۹ - ۸۰
- ۸۱ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۸ - ۹۳ - ۱۱۶
- ۱۱۹ - ۱۵۸ - ۱۶۰ - ۱۷۷ - ۲۰۴ - ۲۱۱
- ۲۲۲ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۳۷ - ۲۳۸
- ۲۳۹ - ۲۵۴ - ۲۵۷ - ۲۶۰ - ۲۶۵
- ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۷۰ - ۲۷۲ - ۲۷۳
- ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۸۱ - ۲۸۴
- ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۹
- ۳۰۰ - ۳۰۲ - ۳۰۴ - ۳۱۱ - ۳۱۳
- ۳۲۵ - ۴۰۸ - ۱۰۴۶ - ۱۴۱۱

- حکمت اللہ :- ۲۵۶
- حیات، مرزا رحیم الدین بہادر :- ۱۲۳۷-۲۳۶
- حیدر خاں :- ۱۴۱۱
- حیدر سید بشر الدین :- ۵۰
- حیدر سید فرخ :- ۵۰
- خان الہی بخش
- دیکھیے
- معروف الہی بخش خاں
- خاقانی افضل الدین :- ۱۸۸-۱۸۱
- ۳۲۷-۳۵۸-۵۵۲-۱۴۷۶
- ۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۵-۱۴۸۷
- ۱۵۶۱
- خان، احترام الدولہ حکیم احسن اللہ :- ۱۲۰-۱۲
- ۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۳۱۶
- ۳۴۶-۳۸۲-۹۷۱-۱۰۰۲-۱۱۶۷
- ۱۴۳۸-۱۴۳۶
- خان احسان حسین :- ۱۵۴۰
- خان، احمد بخش :- ۵۵۷-۱۴۴۹
- خان، احمد حسن قنوجی :- ۹۵
- خان، احمد حسین :- ۹۸۹-۵۲۵
- خان، اشرف حسین :- ۵۵۱
- خان، اکبر علی :- ۱۲۴۹-۱۲۵۰
- خان، اللہ یار :- ۱۴۹۳
- خان، امجد حسین :- ۳۹۴
- خان، امجد علی :- ۱۲۳
- خان، ارتضیٰ میر :- ۲۱۶-۷۶۸-۷۷۰
- خان، امیر الدین احمد (فرخ مرزا) :- ۹۶
- خان، ایم - حبیب :- ۱۱-۱۴۱۰
- خان، امین الدین احمد :- ۳۵-۹۴-۱۶۹
- ۲۲۴-۳۶۵-۳۸۲-۳۸۸-۳۹۰
- ۳۹۷-۴۰۴-۴۹۸-۱۴۱۱-۱۴۴۹
- خان، امین الرحمن :- ۱۱۷۱
- خان، باقر علی :- ۱۴۴۸
- خان، بخش محمد علی :- ۱۶۴-۳۸۴
- خان، بندو علی عرف مرزا امیر :- ۹۶-۱۴۱۱
- خان، تجمل حسین :- ۱۲۳
- خان، تفضل حسین (ٹونک والے) :- ۲۲۳
- ۲۶۳
- خان، تفضل حسین (ابن غلام علی خاں) :- ۳۴
- خان، تفضل حسین (الور والے) :- ۷۵۷
- خان، تفضل حسین :- ۹۶-۱۴۱۱
- خان، تفضل حسین :- ۷۷۷
- خان، تہور :- ۴۰۰
- خان، حامد علی :- ۵۳۲
- خان، حسام الدین حسین :- ۱۰۳۴
- خان، حسن علی :- ۱۶۴-۱۶۵

خان حسن علی (نواب فیض محمد خاں کے بھائی)۔

خان سراج الدین علی۔ ۵۴۸

۵۳۲

خان سعد الدین۔ ۱۴۱۲

خان حکیم امام الدین۔ ۱۲۳-۳۸۲

خان سعد اللہ وکیل۔ ۲۵۵-۲۵۳

خان حکیم رضی الدین۔ ۲۱۶-۷۷۶-۹۸۹

خان سعید الدین۔ ۱۲۲۱

خان حکیم غلام رضا۔ ۳۳-۳۴-۳۵

خان سلمان احمد۔ ۱۴۵۹

۳۶-۹۶-۱۰۳۹-۱۴۱۲

خان سید احمد۔ ۷۷-۱۰۸-۲۱۳-۱۰۴۳

خان حکیم غلام مرتضیٰ۔ ۹۶-۱۴۱۲

خان سید رحمت علی۔ ۳۷

خان حکیم غلام نجف۔ ۳۴-۳۳-۸۵

خان سید محمد۔ ۱۰۸

۹۳-۲۲۱-۲۲۲-۳۸۲-۱۴۱۲

خان شرف الدین حسین۔ ۱۰۳۴

خان ضیاء الدین

۱۴۴۴

دیکھیے

خان حکیم محمد حسن۔ ۲۶۷

ضیاء مولوی ضیاء الدین

خان حکیم محمود۔ ۳۴۵-۳۸۲-۳۸۲

خان طالع یار۔ ۹۸۹

خان حکیم مرتضیٰ۔ ۲۵

خان ظہیر الدین احمد۔ ۲۵-۳۵-۷۷

خان حمزہ۔ ۳۹۶-۴۲۸-۱۴۱۲

۱۴۱۲-۱۰۴۰

خان حمید۔ ۷۷۰

خان عطاء اللہ۔ ۲۹۱

خان حیدر حسن۔ ۱۰۴۳-۱۰۴۴

خان علی اصغر۔ ۴۲۳

خان خواجہ بدر الدین۔ ۲۵-۳۷-۱۰۷

خان دلاور۔ ۵۲۵

خان علی بخش۔ ۱۳۵-۱۵۶-۲۲۶-۴۰۹

خان رشید حسن۔ ۱۰-۶۳-۱۴۰۹-۱۴۱۰

۴۱۳-۵۰۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵

خان زین العابدین۔ ۴۱-۴۳-۹۵

خان علی حسن۔ ۱۱۹۴

۱۴۱۲-۱۵۳۹

خان علی حسین۔ ۳۶۷-۳۸۱-۳۸۲

خان سخاوت حسین۔ ۹۶

۴۰۶-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۵-۴۱۹

خان، غلام اللہ :- ۳۶۷	خان، محمد اجمال :- ۳۶
خان، غلام بابا نواب میر :- ۳۴-۵۵	خان، محمد حسن بہادر :- ۱۲۲۱
۸۰-۸۸-۹۴-۱۰۵-۱۷۷-۱۰۵	خان، محمد حسن :- ۱۲۴۶
۱۰۱۶	خان، محمد حسین :- ۹۴-۹۷-۵۳۱
خان، غلام حسن :- ۳۸۷-۳۹۴	۵۵۷-۵۶۳
۳۹۵-۵۰۳-۵۲۵-۱۰۴۳	خان، محمد سعید :- ۱۱۳
خان، غلام حسین :- ۵۲۵	خان، محی الدین :- ۱۰۴۵
خان، غلام علی :- ۷۶۷	خان، مرتضیٰ :- ۲۱۶-۷۷۰
خان، فتح اللہ بیگ :- ۱۴۴۴	خان، مرزا یوسف
خان، غلام فخر الدین :- ۴۹۴-۵۳۲	دیکھیے
خان، فیض محمد :- ۵۳۲	مرزا یوسف
خان، قاسم علی، میر :- ۲۵۶-۲۶۰-۲۷۹	خان، عطاء اللہ :- ۲۹۱
۳۰۲-۳۱۶-۳۴۶-۱۱۷۵	خان، قدرت اللہ بیگ :- ۵۵۷
خان، قمر الدین :- ۲۷۰-۲۷۲-۲۷۳	خان، مرزا اورنگ :- ۹۸۰
۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۸۱-۲۸۲	حکمت اللہ :- ۲۵۶
۲۲۵-۷۷۳-۱۴۷۳	خان، محمد علی :- ۱۶۴
خان، کاظم علی :- ۱۰-۲۲-۳۸-۱۴۸	خان، محمد علی :- ۵۸-۱۲۰۸-۱۵۸۸
۱۴۱۰	خان، محمد قلی :- ۷۶۷
خان، کلب علی، نواب :- ۴۱-۹۳	خان، محمد مردان علی :- ۱۵۶۸-۱۵۶۹
۱۴۳-۱۴۶-۱۵۰-۱۷۵-۱۷۶	خان، محمد میر :- ۱۰۴۱
۱۹۵-۲۲۱-۳۵۴-۱۰۲۸-۱۰۳۱	خان، محمد نجیب :- ۱۵۲۸
۱۱۸۷-۱۴۱۳-۱۴۷۱-۱۵۱۷	خان، مرزا علی بخش :- ۱۵۲
۱۵۸۷-۱۵۸۷	خان، مرزا علی حسین :- ۴۰۴

- خان، نور الدین :- ۱۳۱۳
 خان، نور الحسن :- ۱۵۴۱
 خان، نوروز علی :- ۱۳۱۷-۱۳۱۸
 خان، وزیر :- ۳۹۳
 خان، وزیر علی :- ۴۱۹
 خان، وزیر محمد (رئیس ٹونک) :- ۱۲۰۸
 خان، ولایت حسین (غالب کے دوست)
 سراج الدین علی خان کے چچا :- ۵۴۹
 خان، ہاشم علی :- ۲۳۹
 خان، یوسف حسین، ڈاکٹر :- ۱۳۵
 خان، یوسف علی :- ۱۵۶-۱۵۸-۲۰۸-
 ۱۵۳۱-۱۵۲۹-۴۰۱
 خسرو (امیر خسرو) :- ۱۳۲-۳۵۲-۵۰۳-۱۰۰۳
 خلیق انجم :- ۵۳-۱۴۰۸
 خلیل و فوقی، محمد ابراہیم :- ۹۶-۱۳۱۱
 خواجہ امان :- ۵۳۰
 خواجہ امان
 دیکھیے
 خواجہ بدر الدین خان :- ۳۷
 خواجہ بخش :- ۲۰۴-۷۶۹
 خواجہ مرزا :- ۵۳۰
 خوب چند چین سکھ :- ۲۰۰
 خلیفہ شاہ محمد :- ۹۸۹
 خورشید عالم :- ۱۰۲۱-۱۵۷۸
 خان، مرزا محمد حسین :- ۵۵۷
 خان، مرزا معین الدین حسین :- ۵۵۷
 خان، مسعود حسین :- ۶۲
 خان، مظفر حسین :- ۱۵۴۰
 خان، مغل علی :- ۹۸۹-۹۹۰
 خان، ممتاز علی :- ۲۳-۲۵-۲۸-۳۰-
 ۳۱-۳۲
 خان، ممتاز علی :- ۱۲۲۱
 خان، موسوی :- ۳۵۲-۳۵۴
 خان، مؤید الدین :- ۱۵۲۵، ۷۶۷-۱۵۲۶
 خان، مہابت علی :- ۱۰۰۸
 خان، مہدی حسن :- ۱۰۰۲
 خان، مہدی حسین بہادر :- ۱۰۰۳
 خان، میر جعفر علی :- ۱۰۰۵
 خان، مہدی علی :- ۱۲۲۶-۱۲۲۸
 خان، نادر حسین، منشی :- ۹۸۱-۹۸۴-۹۸۷-
 ۹۹۱-۹۹۳-۹۹۴-۱۰۰۳-۱۰۰۴
 خان، نجف :- ۴۱۷-۴۲۴
 خان، نجف علی :- ۹۵
 خان، انجم الدین حیدر :- ۳۴-۱۰۴۰
 خان، نصر اللہ :- ۱۴۹۸
 خان، نظام علی :- ۱۵۳۳
 خان، نصیر :- ۵۰۹

زاغ، نواب مرزا :- ۲۲۵ - ۱۱۸۳ -

۱۲۱۱ - ۱۲۲۲ - ۱۲۳۳ - ۱۲۵۷ -

۱۲۵۸ - ۱۲۶۰

درباری مل (یہ نام مثال کے طور پر لیا گیا ہے) :-

۲۰۰

درباری مل :- ۳۹۶

درد، خواجہ میر :- ۱۰۱ - ۱۰۳ - ۵۰۹ - ۱۰۲۳ -

درد، ہیر سنگھ :- ۱۶ - ۳۵ - ۳۷ -

۵۷ - ۹۱ - ۹۵ - ۱۵۸ - ۲۰۸ - ۳۰۱ -

۵۴۰ - ۱۳۱۱ - ۱۳۳۸ - ۱۳۳۹ -

درویش حسن، مولوی :- ۱۳۹۳

دیگے سنگھ :- ۱۵۸۷

دلاور خاں :- ۵۲۵

دین محمد :- ۲۰۶ - ۷۵۹

ڈکرودر :- ۳۳۶ - ۳۳۷ -

ڈلہوزی، لارڈ :- ۱۱۸۷

ڈورینڈ کرنل :- ۷۶۵ - ۷۶۶ -

ڈی سیوین :- ۱۳۶

ذکار اللہ :- ۷۷

ذکار، منشی محمد حبیب اللہ :- ۱۶ - ۳۳ -

۳۷ - ۵۷ - ۷۷ - ۹۳ - ۱۹۲ - ۱۳۱۲ -

ذوالفقار خاں، نواب :- ۱۰۳۱

ذوق، محمد ابراہیم :- ۷۸ - ۱۹۱ - ۲۱۹ - ۵۲۵ -

راجا جے پور :- ۲۵۲ - ۲۵۵ - ۲۵۶ -

راجا الود :- ۵۴۱

راجا بھرت پور :- ۲۵۲

راز، راج نرائن :- ۱۱ -

راشد محمد عبدالرزاق :- ۲۴

رام جی داس گودام والے :- ۱۶۸ - ۵۲۳ -

رام چندر ماسٹر :- ۱۰۹ - ۱۱۰ - ۱۱۱ -

رامیشتر دیال، پنڈت :- ۴۹

راول جی :- ۲۵۲

رانی جے پور :- ۲۵۵

رانی بھرت پور :- ۲۵۲

راؤ راجا :- ۵۲۸

راؤ راجا بنٹا اور سنگھ :- ۱۵۲۲

راول جی :- ۲۵۳ - ۲۵۵

رائے امراف سنگھ :- ۲۰۳ - ۲۰۵ -

رائے امید سنگھ :- ۲۱ - ۲۸۳ - ۲۸۶ -

۲۸۷ - ۲۸۹ - ۲۹۲ - ۲۹۶ - ۳۰۲ -

۳۰۸ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۵ -

۳۹۸

رحیم الدین :- ۹۹۴

رحیم بخش :- ۵۱۶

رحیم بیگ، مرزا :- ۲۵ - ۹۶ - ۱۸۸ -

۵۶۵ - ۵۶۶ - ۱۳۱۲ -

رستم (پہلوان) ۱- ۱۴۹۶

رشید الدین فضل اللہ: ۱۳۶

رشید راقم، شیخ: ۱۲۳۴

رضا شاہ: ۷۹

رضا، کافی داس گپتا: ۱۰-۱۱

رضوان، مرزا شمشاد علی بیگ: ۳۵-۹۵

۱۵۸-۲۸۰-۲۸۱-۳۸۵-۳۹۴

۳۹۵-۴۰۰-۱۴۱۲

رضی الدین نیشاپوری: ۲۸۳

رعنا، مردان علی خاں: ۲۵-۳۴-۹۵

۱۴۱۲

رفعت شروانی، مولانا محمد عباس: ۱۴۱۲

رفعت سروش: ۱۴۱۰

رمز، مرزا غلام فخر الدین عرف مرزا فخر: ۲۶۵-۱

۱۱۷۳-۱۴۳۸-۱۵۳۷

رند جانی بانکے لال: ۵۸-۲۳۹

۲۴۰-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۸-۲۴۹

۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵

۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰

۲۶۳-۲۶۴-۲۶۶-۱۰۴۱

۱۰۴۲-۱۰۹۵

رودکی، جعفر بن محمد: ۱۵۷۶

روشن الدولہ: ۳۲۷-۳۲۸-۹۹۰

رومی، مولانا: ۱۳۳-۳۷۰

ریٹی گن: ۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹

ریڈ، ہنری اسٹوارٹ: ۳۱-۳۰۴-۱۰۴۶

زکریا خاں: ۱۵۸۹

زکی، نواب سید محمد زکریا خاں رضوی: ۱

۹۶-۹۷-۱۴۱۳

زکینہ بیگم: ۱۱۶۴-۱۱۶۶-۱۱۷۱-۱۱۷۲

۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵

زمرد شاہ: ۱۲۱۲

زید بن ثابت حضرت: ۱۳۵

زیدی، اکمل بشیر حسین: ۴۱

زیدی، معین: ۱۲

زینت محل بیگم، نواب: ۱۱۵-۵۰۰-۱۱۷۱

ساعر نظامی: ۱۱

سالک، مرزا قربان علی بیگ خاں: ۳۴-۱

۳۵-۳۶-۹۵-۱۹۹-۲۲۱-۳۸۰

۳۸۵-۴۰۰-۴۹۴-۵۳۷-۱۴۱۲

سانڈرس، چارلس: ۲۲۷-۵۰۵

سجاد مرزا، سید: ۹۵-۱۴۱۲

سجاد: ۲۱۶-۱

سجاد ظہیر: ۱۲۶

سقاوت حسین، منشی: ۹۶-۱۲۸-۱۰۷۳

سراج الدین احمد مولوی: ۱۱۳-۵۴۸

۱۸۹-۱۹۰-۱۹۳-۱۰۱۷-۱۰۲۰-۱۰۲۱-	سردار خاں :- ۵۲۵
۱۸۱۲-۱۰۲۶-۱۰۲۸-۱۸۱۲-	سردار سنگھ، مہاراجا والی بیکانیر :- ۹۶-
۱۰۷-۲۵-۳۷-۱۰۷-	۱۸۱۲
۱۳۰-۲۷۸-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-	سرسید
۱۳۸-۱۲۸-۱-	دیکھیے
۱۲۷۵-۱۲۷۴-۱-منشی علی سعادت	خان سید احمد
۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-	سرفراز حسین، میر :- ۹۵-۳۴-۲۶-
۱۲۲-۲۸۶-۳۲۶-۳۳۰-۳۵۷-	۱۵۱-۱۵۳-۱۵۶-۱۷۸-۱۹۲-۱۹۸-
۱۰۰۳-۵۶۲-۵۵۴-۲۲۸-	۲۱۶-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۷-
۱۳۵-۱۳۵-۱۳۵-۱۳۵-۱۳۵-	۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-
۱۸۹-۱۸۹-۱۸۹-۱۸۹-۱۸۹-	۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-
۱۲۲۰-۱۲۲۰-۱۲۲۰-۱۲۲۰-۱۲۲۰-	۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۵-
۲۳۷-۲۳۷-۲۳۷-۲۳۷-۲۳۷-	۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۱-
۱۲۵۰-۱۲۵۰-۱۲۵۰-۱۲۵۰-۱۲۵۰-	۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۸-
۱۲۲۴-۳۲۸-۳۲۸-۳۲۸-۳۲۸-	۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-
۳۰۶-۳۰۶-۳۰۶-۳۰۶-۳۰۶-	۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۹-
۱۸۶-۱۰۳-۱۰۱-۱۰۱-۱۰۱-	۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-
۲۶۰-۲۶۰-۲۶۰-۲۶۰-۲۶۰-	۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۱-
۳۴-۱۶-۱۶-۱۶-۱۶-	۱۸۱۲
۱۲۸-۱۲۰-۹۳-۸۶-۸۴-۲۷-	سُورہ آل احمد :- ۱۱۲
۵۵۰-۵۴۷-۲۲۲-۱۹۱-۱۷۶-۱۵۱-	سُورہ چودھری عبدالغفور :- ۲۴-۲۵-۲۴-
۵۶۱-۵۶۰-۵۵۷-۵۵۵-۵۵۳-	۸۱-۸۸-۹۳-۱۳۸-۱۳۸-
۱۰۰-۱۰۰-۱۰۰-۱۰۰-۱۰۰-	۱۷۷-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۶-

دیکھیے

شائق، سید شاہ عالم مارہروی

شائق، سید شاہ عالم ۱۔ ۲۵-۳۴-

۵۵-۵۶-۹۴-۱۰۲۱-۱۰۲۲-

۱۰۲۵-۱۰۲۸-۱۱۱۶-۱۵۳۳-۱۵۷۷-

۱۵۷۸-۱۴۱۲

شاہ ولی اللہ ۱-۱۳۲-۱۳۴

شبلی، علامہ ۱-۱۲۵-۱۲۶

شرف، قزوینی ۱-۳۳۰-۳۳۱

شروانی، نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمن

خاں ۱-۵۰

شفیق نواب محمد سعد الدین خاں بہادر ۱-۱۶-

۲۵-۲۷-۳۵-۴۳-۴۹-۵۰-

۸۰-۸۷-۸۹-۹۳-۱۱۵-۱۴۲-

۱۴۷-۱۴۸-۱۵۰-۱۷۴-۱۸۵-۱۹۰-

۲۱۱-۲۷۹-۲۸۵-۲۹۲-۱۰۰۴-

۱۰۰۵-۱۴۱۲

شفیع احمد ۱-۴۹۴

شمیم احمد ۱-۱۱

شمیم جہاں ۱-۱۴۱۰

شوکت سبزواری ۱-۶۲

۱۰۱۱-۱۰۱۳-۱۴۱۲-۱۴۷۸

سیالکوٹی مل ۱-۱۲۳۴

سید انور ۱-۷۶۳

سید محمد ۱-۱۰۴۳

سید محمد عباس ۱-۲۶-۳۴-۹۶

سید عالم ۱-۱۰۲۱-۱۵۷۸

سیل چند منشی ۱-۴۱-۸۲-۸۳-

۹۴-۱۲۵۲-۱۴۱۲

سیما ۱-۱۲

شاد، لالہ گنگا پرشاد ۱-۳۰۴

شاد آں، مرزا حسین علی خاں ۱-۴۲۰-۵۰۹-

۷۸۰-۷۸۴-۱۱۶۴-۱۱۷۰-۱۱۷۲-۱۱۷۶-

۱۲۰۰-۱۲۲۳-۱۲۲۹-۱۲۴۸-۱۲۴۹-

۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۵-۱۲۵۷-

۱۲۵۸-۱۲۵۹

شاکر، مولوی محمد عبد الرزاق ۱-۲۶-۳۴-

۸۶-۸۸-۹۴-۱۴۱۲

شاہ امیر سید ۱-۱۰۲۰

شاہد ماہلی ۱-۱۲-۱۴۱۰

شاہ جہاں (بادشاہ) ۱-۳۲۸-۱۲۵۰-

۱۴۵۵-۱۴۸۱

شاہ عالم مارہروی

صائب ۱- ۱۲۲- ۲۲۲- ۳۲۸- ۳۵۲-

۳۵۴- ۳۸۶- ۳۹۵- ۱۰۰۳- ۱۲۲۲-

۱۲۳۰

صدیقی، ڈاکٹر عبدالستار ۱- ۱۵- ۱۶- ۲۲-

۴۴- ۵۰- ۵۳- ۶۲

صفا میر کرامت علی ۱- ۳۰۸

صفیہ اختر ۱- ۱۲۶

صفیر بلگرامی، سید صفیر احمد ۱- ۳۷- ۹۴-

۱۰۲۲- ۱۰۲۷- ۱۲۱۲

صمد، کبیر الدین احمد ۱- ۳۶

صوفی منیری، شاہ فرزند علی ۱- ۹۶- ۱۹۱-

۱۲۱۲

صہبائی، مولوی امام بخش ۱- ۱۰۰۴- ۱۲۳۴-

۱۲۸۱

ضامن مراد آبادی، ضامن علی خاں ۱- ۱۱

ضیاء الدولہ ۱- ۱۶۵- ۳۸۴

ضیاء، مولوی ضیاء الدین خاں ۱- ۲۴- ۵۶-

۸۷- ۸۸- ۹۱- ۹۵- ۱۲۲- ۱۲۱۲

ظاہر وحید ۱- ۱۲۳۱- ۱۲۱۶

طوسی، خواجہ نصیر الدین ۱- ۱۰۱۷

طغرا ۱- ۳۵۱

نظ. انصاری، ڈاکٹر ۱- ۱۰- ۱۱۱- ۱۱۲

ظفر، ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ۱- ۳۷-

شوکت بخاری، محمد اسحاق ۱- ۳۲۷

شہباز حسین ۱- ۱۱

شہنشاہ ایڈورڈ ۱- ۱۲۶

شہید، مولوی امام غلام ۱- ۱۵۲۲- ۱۵۳۲

شہید سی ۱- ۱۰۳۴

شیرازی، آغا عبدالرزاق ۱- ۵۵۶

شیرانی، پروفیسر حافظ محمود ۱- ۵۰- ۷۱

شیر محمد، سرخوش ۱- ۴۰

شیخ چلی ۱- ۵۱۳

شیفہ، نواب محمد مصطفیٰ خاں ۱- ۲۵- ۵۸-

۹۶- ۱۸۷- ۲۳۶- ۳۰۹- ۳۱۸-

۳۲۴- ۳۲۶- ۳۳۴- ۳۴۶- ۳۴۷-

۳۵۴- ۵۰۱- ۵۱۵- ۵۳۷- ۵۳۸-

۵۶۲- ۱۰۲۲- ۱۲۲۱- ۱۲۱۲-

۱۵۴۱

شیورام برہمن ۱- ۱۵۶- ۲۷۶

صابر مرزا قادر بخش ۱- ۱۵۲۹

صاحب سنگھ ٹھیکے دار ۱- ۵۴۰

صاحب، سید شیرزاں خاں ۱- ۱۰۴۹

صاحب، سید صاحب عالم مارہروی ۱- ۲۵-

۳۴- ۹۴- ۱۸۹- ۱۹۳- ۱۰۲۲- ۱۰۲۶-

۱۰۲۸- ۱۲۱۲- ۱۵۴۱

عبدالرحمن: ۳۱۷	۴۲ - ۱۱۵ - ۱۶۴ - ۲۰۴ - ۲۱۳ - ۲۱۵
عبدالجلیل: ۱۴۱۵	۲۱۶ - ۲۶۵ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۳۸۴
عبدالحق مولوی: ۵۰ - ۱۴۱۲	۴۹۸ - ۵۰۰ - ۵۱۹ - ۵۲۳ - ۵۳۸
عبدالرزاق: ۱۰۹	۵۴۹ - ۹۸۰ - ۹۹۲ - ۱۱۷۱ - ۱۱۷۳
عبدالسلام سید: ۳۹	۱۱۷۵ - ۱۲۲۶ - ۱۵۳۱
عبدالسلام (منشی نبی بخش حقیر کے پوتے):	ظہوری: ۲۳۴ - ۲۳۷ - ۲۴۱ - ۲۴۹
۱۱۷۴ - ۱۱۷۶ - ۱۱۷۷	۱۱۹۶ - ۱۴۱۶ - ۱۴۴۵
عبدالرشید: ۱۴۷۷	ظہیر فاریابی: ۲۳۷ - ۳۵۹ - ۱۴۱۶
عبدالصمد (بقول غالب ان کے استاد): ۱۲۲۴	عابد حسین، ڈاکٹر: ۶۲
عبدالغفران میر: ۱۰۲۱	عارف، مرزا زین العابدین خاں: ۲۴۵
عبدالغفار قاضی: ۱۳۱	۳۱۸ - ۱۱۶۴ - ۱۱۷۳
عبدالکریم: ۱۴۰ - ۵۵۵	عالم خاں میر
عبدالاحد محمد: ۳۶ - ۳۸	دیکھیے
عبداللطیف: ۳۴ - ۵۱ - ۹۱ - ۹۵	مائمل، عالم علی خاں
۱۱۶ - ۲۲۳ - ۲۶۰ - ۲۷۳ - ۲۷۸ - ۲۸۹	عالی، جمیل الدین: ۱۴۱۰
۲۹۰ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۱۰۴۶ - ۱۰۴۷	عباس بیگ مرزا: ۹۶ - ۱۴۱۲ - ۱۴۳۶
۱۱۶۴ - ۱۱۶۵ - ۱۲۶۶ - ۱۱۷۷ - ۱۱۷۸	عباس شاہ، مرزا: ۵۰۰
۱۱۷۳ - ۱۱۷۴ - ۱۱۷۵ - ۱۱۷۶ - ۱۴۱۲	عبداللہ: ۱۵۶۶ - ۱۵۶۷
عبدالودود، قاضی: ۱۰ - ۴۶ - ۶۳	عبداللہ: ۹۷
۱۱۷ - ۱۲۲ - ۱۴۰۹	عبداللہ خاں بہادر (صدر الصدور میرٹھ): ۱۱۳
عراقی: ۲۹۵	عبداللہ بن ابی بن خلف: ۱۳۵
عرشی، امتیاز علی خاں: ۹ - ۱۰ - ۱۷	عبد بن ابی رافع، حضرت: ۱۳۵
۲۱ - ۳۴ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۵۱	عبدالرحمن چغتائی، محمد: ۱۱۲

۳۸۲ - ۳۰۰ - ۳۰۷ - ۳۱۰ -

۳۱۴ - ۳۱۸ - ۳۲۶ - ۳۲۷ -

۱۴۱۲

عماد : ۱۵۳۵

عموجان جان، مرزا : ۵۳۱

غنايت حسين، مير : ۷۶۸

غالب علي، مير : ۱۵۶۵

غلام بابا خان، بهادر، نواب، مير : ۵۵۰-۳۳۰

۸۰ - ۸۸ - ۹۴ - ۱۰۵ - ۱۷۷ - ۵۵۰

۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲

۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۷

غلام بسمل الله، منشي : ۱۴۱۲-۹۷-۲۶

غلام حسين : ۱۱۷۴

غلام عباس، مير : ۲۹۱

غنيمت : ۲۹۸-۹۸۹

غياث الدين رام پوري : ۲۹۶-۱۰۱۹

فاروقی، پروفیسر نثار احمد : ۱۰-۱۴۰۹

فاضل، مولانا سید مرتضیٰ حسین : ۲۸-۵۴

۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۱۴۰۹

فائق، قاضی محمد نور الدین حسین : ۹۶-۵۶۸

فائق رضوی، قاضی محمد : ۱۴۱۳

فتح النساء، بیگم : ۲۲۵-۲۲۶-۱۱۸۳

۱۱۸۴ - ۱۱۸۵

۵۵ - ۶۲ - ۱۱۳ - ۱۴۰۸ - ۱۴۰۹ - ۱۴۱۰

عرشی، موگوی احمد حسن قنوجی : ۳۴-۹۵

۱۴۹۸ - ۱۴۱۲

عرفی، مولانا جمال الدین : ۳۳۷-۳۵۲

۳۵۸ - ۱۴۷۴ - ۱۴۷۹ - ۱۴۸۰ - ۱۵۴۲

۱۵۴۳ - ۱۵۶۱

عزیز و صادق، مولوی عزیز الدین : ۲۶-

۳۴ - ۹۶ - ۹۷ - ۱۴۱۲

عزیز صفی پوری، محمد ولایت علی خاں : ۹۵-

عزیز یوسف علی خاں : ۲۵ - ۲۵ - ۲۳-

۹۴ - ۱۵۸ - ۲۰۸ - ۴۰۵ - ۴۱۴

۵۴۰ - ۷۵۱ - ۷۶۲ - ۱۴۱۲

عسکری، مولانا : ۱۴۲ - ۱۰۰۳

عظمیٰ فیضی : ۱۲۵ - ۱۲۶

عظیم النساء، بیگم : ۵۱۳

عظیم الدین : ۵۴۷

علا الدین، مولانا : ۲۳۵

علائی، نواب علا الدین احمد خاں : ۱۰-

۲۵ - ۲۳ - ۴۷ - ۴۹ - ۸۶ - ۸۷

۸۸ - ۹۳ - ۱۴۷ - ۱۴۸ - ۱۴۹ - ۱۵۹

۱۶۲ - ۱۶۴ - ۱۶۵ - ۱۶۹ - ۱۷۸

۱۸۲ - ۱۹۵ - ۱۹۶ - ۲۰۰ - ۲۰۵

۲۰۶ - ۲۰۸ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۶۳

فخر الدین، سید :- ۳۶

فخر الدین، مولوی :- ۴۹۹-۱۰۳۳

فخر الدین، میر :- ۵۶۷-۱۰۱۵-۱۰۳۹

فرخ حیدر، سید :- ۵۰

فرخ مرزا، مرزا امیر الدین احمد خاں :- ۳۵-۹۶

۴۱۹-۴۲۴-۴۲۷-۱۴۱۳

فرخ سیر :- ۱۰۴۲

فردوسی، حکیم ابوالقاسم :- ۵۵۲

فرزند احمد سید :- ۱۵۷۷-۱۵۸۰

۱۵۸۲-۱۵۸۹

قرقانی، سید :- ۹۶-۱۴۱۳

قرمان فتح پوری، میر :- ۶۲-۱۴۰۹

فضل احمد مولوی :- ۱۰۲۰

فضل اللہ خاں :- ۵۳۹

فضل حق، مولوی :- ۵۵۵

فضل حق، محمد :- ۱۴۸۶

فیض اللہ، قاضی :- ۲۱۶

فیضی :- ۳۵۲-۱۴۲۹-۱۴۷۶-۱۸۴۳

قاضی عبدالغفار

دیکھیے

عبدالغفار قاضی

قاضی عبدالودود

دیکھیے

عبدالودود، قاضی

قتیل، مرزا محمد حسن :- ۲۰۸-۲۳۷-۲۸۶

۳۳۶-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۹۷

۱۵۲۲-۱۵۹۱

قدسی، حاجی محمد جان :- ۱۴۲-۳۲۸

۳۸۱-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۹-۵۰۰

۹۷۹-۱۰۱۹-۱۴۷۶

قدرت اللہ :- ۱۵۱۰

قدر بلگرامی، سید غلام حسین :- ۱۶-۴۰

۴۳-۸۷-۹۳-۱۸۴-۲۱۴-۱۹۰

۱۴۱۳

قدوائی، پروفیسر صدیق الرحمن :- ۱۰

قربان علی، میر :- ۷۶۳

قریشی، محمد شفیع :- ۱۱-۱۴۱۰

قطب الدین، شاہ :- ۱۴۷۷

قلق، مولانا میراجد علی :- ۱۴۲-۴۸۱

۴۸۴-۴۸۶-۴۹۰-۴۹۲-۴۹۳

۴۹۴-۴۹۶-۱۰۰۳-۱۰۰۴

تلندر علی، میر :- ۷۶۹

قمر الدین، (پیر جی) :- ۱۵۸-۲۰۵-۴۰۰

۵۳۷-۵۳۸

کار لائل تھامس :- ۱۳۶

کار لائل، مسٹر جین :- ۱۳۶

- کاشف، بدرالدین سید المعروف بہ فقیر۔
۱۱۶-۱۱۵-۹۴-۸۶-۸۱-۴۳-۳۴
۱۴۱۳
کاظم علی، میر۔ ۷۶۹
کاظم دین، میر۔ ۴۹۶
کالے صاحب :- ۲۹۰-۲۴۹-۲۴۴
۱۴۴۴
کالے، حکیم۔ ۱۴۹۳
کاتل، باقر علی خاں :- ۴۲۰-۹۴-۳۵
۱۱۶۶-۱۱۴۶-۵۳۳-۵۰۹-۴۲۷
۱۱۷۷-۱۲۵۰-۱۴۱۳-۱۴۷۲
کبیر الدین، شاہ :- ۱۵۳۹
کراست علی، مولوی :- ۱۶-۳۷-۹۶
۱۴۱۳-۵۵۶
کرمل، برن :- ۵۰۳
کشفی :- ۱۴۱۹
کشن لال، دیوان :- ۵۰۳
کشتوم :- ۱۱۶۶-۱۱۴۴
کٹن بیاں :- ۹۵
کلو :- ۴۲۰-۴۹۳-۵۲۷-۵۳۳
۷۷۳-۵۵۸
کلیان :- ۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۳
۷۷۳-۵۲۷-۵۱۲
- کلیم، ابوطالب :- ۱۴۲-۳۹۵-۱۰۰۳
۱۴۲۴
کلیم اللہ جہان آبادی، شیخ :- ۱۰۲۳
کنزرو، پنڈت گوپی ناتھ :- ۵۰
کنور صاحب (صاحب زادہ راجا جے پور) :-
۲۵۶
کیٹس :- ۱۲۶
کولڈ اسٹریم :- ۱۴۰۸
کینخرو :- ۵۴۵
کیفقی دہلوی، پنڈت برج موہن دتاریہ :- ۱۹
کیسن :- ۳۰
کیول رام، منشی :- ۳۷
کینگ، لارڈ :- ۱۱۸۵-۹۸۸-۳۳۹
گل کرسٹ، جان :- ۱۰۷-۱۰۵
گنیش داس، لالہ :- ۴۹۶
لارنس، جان :- ۲۷۱
لطیف احمد بلگرامی
دیکھیے
بلگرامی، لطیف احمد
نکمی :- ۱۴۴۴
لیک، لارڈ :- ۱۱۱۶-۷۷۰-۴۲۷-۴۱۳
۱۵۳۳
مادام دبیری :- ۱۲۶

مادھورام :- ۹۷۹	محمد ابراہیم خلیل منشی :- ۱۰۱۳
مالک رام :- ۱۰-۲۴-۵۳-۵۴	محمد افضل (فوٹو گرافر) :- ۲۹۳-۵۲۷۵۲۱
ہامون الرشید :- ۱۳۵	محمد اکرام، شیخ :- ۱۱-۱۱۱-۱۱۲
ماتل، عالم علی خاں :- ۱۰۰۷-۱۰۱۳	محمد اعظم شاہ :- ۴۹۹
۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۲۳-۱۰۳۵	محمد امیر :- ۹۷
متھرا داس :- ۲۰۰-۳۹۶	محمد باقر، مولوی :- ۱۰۸
مجتہد العصر	محمد بخش، حافظ :- ۲۰۳-۲۰۴-۵۳۷
دیکھیے	۷۶۹-۹۸۹
سرفراز حسین، میر	محمد تقی، منشی :- ۱۰۴۳
نجروح، میر مہدی حسین :- ۱۶-۲۵-۲۶	محمد رضا :- ۱۱-۱۴۱۰
۳۳-۳۴-۳۶-۴۳-۵۱-۸۶	محمد حسن، منشی :- ۳۲۷-۳۲۸
۹۳-۱۲۸-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۲	محمد حسن، مولوی :- ۴۱
۱۵۳-۱۵۴-۱۵۷-۱۵۹-۱۶۴	محمد حسین، حکیم :- ۲۹۶
۱۷۰-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۲-۱۸۶	محمد ذکی، میر :- ۱۲۳۶
۱۸۷-۱۸۹-۱۹۶-۲۰۵-۲۰۶	محمد عباس، سید :- ۲۶
۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۵	محمد عبدالاحد :- ۳۸
۲۱۶-۲۱۹-۲۹۱-۲۹۴-۵۰۱	محمد عسکری، مرزا :- ۴۰
۵-۵۰-۵۱۰-۵۱۵-۵۱۷-۵۲۵	محمد عظیم شاہ :- ۵۱۳
۵۲۶-۵۲۸-۵۳۴-۵۳۶-۵۴۲	محمد علی، میر :- ۱۰۲۷
۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۷۶۱	محمد حسن :- ۹۵
۷۶۲-۷۶۳-۱۴۱۳	محمد حسن، مولوی :- ۵۵
محب علی، حکیم :- ۹۷-۱۸۷	محمد معظّم، سید :- ۳۹
حسن الدین، شیخ :- ۱۶۸	محمد میر :- ۵۲۶

- محمد میران ۱- ۱۵۳۱-۱۵۳۶
 محمود علی، حکیم ۱- ۵۲۸
 محمود علی، میر ۱- ۴۹۷
 محمود مرزا ۱- ۹۶-۷۶
 محی الدولہ ۱- ۱۵۲۲-۱۵۲۳
 مختار الدین احمد ڈاکٹر ۱- ۵۶
 مختار الملک ۱- ۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵
 مدد بخش، مفتی سخاوت حسین انصاری ۱- ۱۴۱۳
 مرزا جان، حکیم ۱- ۱۴۴۱-۱۵۱۹
 مرزا حیدر ۱- ۷۷۳
 مرزا قیصر ۱- ۵۰۰-۵۰۱
 مرزا گوہر ۱- ۲۱۸
 مرزا یوسف ۱- ۱۹۴-۲۰۴-۳۳۷
 ۳۶۴-۴۹۱-۱۱۸۹
 مرفی صاحب ۱- ۱۰۲۴
 مروان بن حکم ۱- ۱۳۵
 مسعود حسین، ڈاکٹر ۱- ۶۲
 مسلم ابن عقیل ۱- ۴۱۷
 مشتاق بہاری لال ۱- ۳۵-۶۳-۸۱
 ۹۵-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۲۰۹-۱۴۱۳
 مصطفیٰ، میر بہدانی ۱- ۱۰۱-۱۹۴
 مصطفیٰ خان ابن اعظم الدولہ ۱- ۲۱۶
 مصطفیٰ خان، حاجی ۱- ۱۰۳۱
 مظفر الدولہ ۱- ۲۱۶-۳۲۷-۷۸
 مظفر، مرزا ۱- ۷۹
 مظہر الحق، مولوی ۱- ۳۴۷-۳۴۸
 مظہر علی ۱- ۹۷-۴۹۳-۴۹۴-۵۰۱
 ۵۲۸-۱۵۶۶
 معروف، نواب الہی بخش خاں ۱- ۱۶۳
 ۲۰۰-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۹-۴۰۶
 ۱۴۳۵
 معین الرحمن، ڈاکٹر ۱- ۱۱۲-۱۱۶
 منّا جمعدار ۱- ۵۰۳
 مغربی ۱- ۳۸۸-۳۹۰-۳۹۵
 مغل، ایم۔ بی۔ ۱- ۱۱
 مقبول عالم، سید ۱- ۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۵۷۷
 ۱۵۷۸
 مکرم حسین، میر ۱- ۲۷۸-۲۸۰-۲۹۱
 مکندال، منشی ۱- ۱۰۳۸
 ملکہ انگلستان
 دیکھیے
 ملکہ مغطرہ
 ملکہ مغطرہ ۱- ۱۲۸-۱۶۸-۲۱۵-۲۸۶
 ۲۸۸-۳۰۵-۵۰۵-۵۲۶-۷۸
 ۹۸۸-۱۱۷۶-۱۱۸۱-۱۱۸۷
 ممنون، نظام الدین ۱- ۲۱۹-۵۲۵

۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ -	موا حافظ
۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۰۴ - ۳۱۴ - ۱۰۳۷ -	دیکھیے
۱۰۷۶ - ۱۴۱۳	محمد بخش، حافظ
مہر، مولوی غلام رسول: ۹ - ۱۲ - ۱۷ -	من پھول سنگھ: ۲۷۱ - ۱۵۷۰
۵۳ - ۵۴ - ۵۸ - ۱۲۰ - ۱۴۰۹	مناجان: ۲۲۷
مہیش پرشاد، مولوی: ۹ - ۱۶ - ۱۷ -	من بجا ون لال: ۱۰۳۸
۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ -	منتظر (شاگرد مصحفی): ۱۹۴
۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۳ -	منٹگمری: ۷۶۴ - ۱۴۲۴
۵۴ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۱۴۰۹	منجھلے حکیم: ۳۸۲
مہندر سنگھ (راجا چٹیا ل): ۵۴۰ -	منیر، محمد منیر: ۳۹
میاں انجو: ۱۲۳۴	مودودی، احمد حسن حکیم سید: ۲۴ - ۹۴
میاں خاں: ۳۹۳ - ۳۹۴	۱۰۰۷ - ۱۰۱۳ - ۱۰۱۵ - ۱۴۱۱
میتھیو آرنلڈ: ۱۳۱	مومن خاں: ۲۱۹ - ۳۳۷ - ۵۲۵
میر احمد: ۵۲۲	مومن علی، شیخ: ۲۱۱
میرامن: ۱۰۷ - ۱۰۵ -	موسنی: ۱۲
میر بادشاہ دہلوی: ۳۰۳ - ۳۰۸ - ۳۱۳ -	مہاراجا الود: ۱۵۶۸
۳۱۵ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۳۶	مہاراجا جے پور: ۲۵۴
میر جان، استاد: ۲۰۶ - ۳۷۸ - ۳۷۹ -	مہر علی، حکیم: ۱۱۷۱
۳۸۰ - ۳۸۳ - ۳۹۲ - ۴۱۴ - ۴۱۸ -	مہر، مرزا حاتم علی بیگ: ۲۱ - ۲۵ - ۳۴ -
میر چھوٹم: ۹۸۹	۴۳ - ۵۸ - ۹۳ - ۱۵۳ - ۱۵۷ - ۱۵۸ -
میر حسن: ۱۶۳ - ۳۹۸ - ۵۲۳	۱۸۰ - ۱۸۲ - ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۰۳ - ۲۲۷ -
میر عباس، مفتی: ۱۴۱۳ - ۱۴۲۱ - ۱۴۲۲ -	۲۲۸ - ۲۷۸ - ۲۸۰ - ۲۸۱ - ۲۸۵ -
میر، میر تقی: ۱۰۱ - ۱۰۳ - ۱۳۲ - ۱۹۲ -	۲۹۳ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۶ -

ناسخ، شیخ امام بخش :- ۳۲۸ - ۳۲۷ - ۳۲۶

۱۴۶۵ - ۱۴۶۳ - ۱۴۳۵

ناصر الدین، میرا :- ۳۸۴ - ۲۱۶

ناطق :- ۱۴۳۰

ناظر حسین، مرزا :- ۳۸۴

ناظر جی :- ۷۶۹ - ۷۶۸

ناظم، نواب یوسف علی خاں :- ۴۲ - ۴۱

۴۳ - ۸۵ - ۹۳ - ۱۲۳ - ۱۵۰ - ۱۷۳

۲۲۵ - ۲۲۶ - ۳۲۱ - ۳۳۸ - ۳۴۳

۳۴۸ - ۳۴۹ - ۳۷۶ - ۵۲۷

۵۳۸ - ۵۴۳ - ۱۲۰۶ - ۱۲۰۷ - ۱۲۲۸

۱۴۱۳ - ۱۴۶۰ - ۱۴۶۱ - ۱۵۲۷

۵۳۸ - ۱۵۳۹ - ۱۵۵۹ - ۱۵۸۳

۱۵۸۴

ناتھی، عطاء اللہ خاں :- ۲۶۱

نخف علی، مولوی :- ۱۴۲۶ - ۱۴۵۷

۱۴۷۸ - ۱۵۳۷

نذیر احمد، پروفیسر :- ۱۰ - ۶۲

نذیر احمد، ڈپٹی :- ۷۷ - ۱۸۱

نریندر سنگھ، راجا :- (والی پٹیالہ) :- ۲۶۷

۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰

نساخ، عبد الغفور خاں :- ۳۴ - ۹۶

۵۵۶ - ۱۴۱۳ - ۱۵۷۷

۳۴۴ - ۵۰۹ - ۱۴۳۶ - ۱۵۳۲

نیرن، میر افضل علی :- ۳۵ - ۵۱ - ۹۶

۱۵۶ - ۱۵۹ - ۱۸۷ - ۲۰۸ - ۲۰۹ - ۲۱۰

۲۱۶ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۷ - ۲۹۹

۵۰۰ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۵ - ۵۰۶

۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۲

۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷

۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳

۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸

۵۲۹ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵

۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰

۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴

۵۴۵ - ۵۴۶ - ۷۶۲ - ۷۶۹

۱۱۹۴ - ۱۱۹۵

نیکش، میر احمد حسین :- ۳۵ - ۴۳ - ۹۵

۲۰۶ - ۲۱۶ - ۲۵۶ - ۲۹۲ - ۵۰۹ - ۵۱۰

۵۳۶ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۱۴۱۳

میکوڈ :- ۵۰۶

مینامرزا پوری، احمد حسین :- ۱۴۱۳ - ۹۵

میڈھولال کاستھ :- ۲۵۴

میور صاحب :- ۲۲۷ - ۴۱۳

نادر شاہ :- ۱۳۲ - ۵۳۵

نارنگ، پروفیسر گوپی چند :- ۱۰ - ۶۲

- نشاط، بابوہر گوہر سہائے: ۲۵-۹۵۔
 ۲۳۹-۲۶۹-۱۴۱۳-۱۵۳۷
 نصیر الدین حیدر: ۳۲۷-۳۲۸-۳۶۸۔
 نصیر الدین اسید (میر): ۱۶۳-۱۶۵۔
 ۴۹۳-۴۹۴-۴۹۷-۴۹۹-۵۰۰۔
 ۵۰۲-۵۰۳-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۸۔
 ۵۱۰-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۵-۵۱۶۔
 ۵۱۷-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲۔
 ۵۲۳-۵۲۵-۵۲۷-۵۲۹-۵۳۲۔
 ۷۶۳
 نصیر الدین (ابن نبی بخش حقیر): ۱۱۶۶۔
 ۱۱۶۸-۱۱۷۱-۱۱۷۳
 نظام الدین، صاحب زادہ: ۹۸۹۔
 ۹۹۰-۹۹۶
 نظامی نیشاپوری، شیخ: ۲۵۲-۱۴۱۷
 نظیر علی، محمد حسین: ۲۶۱-۳۳۵-۳۵۷۔
 ۴۱۵-۴۱۶
 نعمان احمد: ۹۴-۱۴۱۳-۱۴۵۲
 نور الدین، حکیم: ۱۱۷۱
 نونہ رائے: ۷۷۰
 نوشیرواں: ۱۰۶
 نول کشور منشی: ۳۵-۹۱-۹۵۔
 ۱۵۷-۳۴۹-۳۵۴-۳۵۷-۱۰۴۵۔
 ۱۴۱۳-۱۴۲۱-۱۴۱۹-۱۴۲۲
 نہال چند: ۵۴۰
 نہرو پٹت جواہر لعل: ۱۳۱
 نیاز علی: ۳۲۰-۱۵۶۵
 نیاز علی، میر: ۱۰۲۷
 نیپولین: ۱۲۵-۱۲۶
 نیرو خشاں، نواب ضیاء الدین احمد خاں: ۳۳۔
 ۹۷-۱۱۵-۱۶۹-۱۹۵-۳۲۳-۳۲۹۔
 ۳۳۳-۳۳۶-۳۴۷-۳۶۵-۳۷۸۔
 ۳۸۳-۳۸۷-۴۱۱-۴۱۲-۴۲۰۔
 ۴۲۳-۴۹۵-۵۵۷-۵۶۳-۹۹۱۔
 ۹۹۲-۱۰۲۰-۱۰۲۲-۱۰۴۲-۱۰۴۵۔
 ۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۵۰-۱۴۱۳۔
 ۱۴۴۴-۱۵۸۱۔
 واجد علی شاہ: ۱۲۶-۳۶۸-۵۳۹۔
 ۷۷۷
 واضح، ارادت خاں: ۱۴۴۵
 واقف، نور العین: ۲۸۶-۳۵۱-۱۰۱۹۔
 والیسر: ۱۳۶
 والدہ علانی: ۲۹۷
 والدہ غالب: ۲۰۰-۳۹۶
 والدہ قریش سیر: ۴۲۴
 والدہ مجروح: ۴۹۱
 والدہ میرن: ۵۱۲

ہردیوسنگھ، منشی، ۲۵۴-۲۵۵۔

۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹

ہشتیار، کیول رام، ۱۶-۵۷۔

۹۶-۱۴۱۳

ہنری ہشتم، ۱۲۶

ہومر، ۱۲۹-۱۳۳

ہلاکو خاں، ۱۳۵

ہیروڈوٹس، ۱۳۳

ہوشنگ، ۵۴۵

ہملٹن، ۷۶۱

ہولکر، ۲۲۷

وجیہ الزماں، ۳۱۹

وزیر الدین، شیخ، ۱۱۷۰

وزیر علی، میر، ۴۹۲

وضیع، ۱۵۳۲

وقاوتی، نواب میرا برہیم علی خاں،

۳۴-۹۴-۱۰۰۷-۱۰۳۲-۱۰۳۳

۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۴۱۳

وکر، ہیوگو، ۱۲۶

ولایت، عزیز، ولایت علی خاں، ۹۵

۱۴۱۴-۱۵۷۹

ولیم کوپر، ۱۲۸-۱۳۶

یوسف مرزا، نواب، ۳۵-۴۳-۹۴

۱۱۶-۱۵۱-۱۵۶-۱۵۷-۲۰۳-۲۰۴

۲۱۶-۲۲۵-۵۰۴-۵۰۷-۵۰۹

۷۶۰-۱۴۱۳-۱۴۲۰

یوسف الدین حیدر سید، ۲۴-۲۰۴

یادی علی، مولوی، ۵۳۳-۱۴۲۱-۱۴۲۲

ہارڈنگ، لارڈ، ۱۱۸۷

ہانسوی، عبدالواسع، ۳۲۶-۱۰۱۸

۱۵۹۱-۱۰۱۹

ہارنگٹن، ۷۶۵

ہاشمی، مولانا، ۱۴۲-۱۰۰۳

ہدلی، الگزینڈر، ۵۲۴-۵۲۸-۵۳۰

ملکوں شہروں عمارتوں اور محلوں وغیرہ کے ناموں کا اشاریہ

۲۵۸-۲۶۰-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۲۲	آبوپہاڑ:- ۲۲۴-۲۲۵-۲۵۴-۲۵۷
اجیری دروازہ:- ۵۲۱	آزادپور کا باغ:- ۳۷۰
اردو بازار:- ۲۱۹-۵۰۰-۵۲۱-۵۲۲	آغاز پور:- ۴۱۹
۵۲۵-۵۳۵	آگرہ:- ۲۰۰-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰
استنبول:- ۱۰۶	۲۴۹-۲۵۳-۲۵۵-۲۶۴-۲۷۰
اصفہان:- ۳۸۶	۲۷۷-۲۸۲-۲۹۸-۳۰۰-۳۰۱
اعظم گڑھ:- ۱۶۴۹	۳۰۲-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۵۷
اکبر آباد	۳۶۶-۳۹۶-۴۰۴-۴۱۳-۴۹۸
دیکھیے	۵۴۱-۵۵۶-۷۷۷-۷۸۰-۷۸۲
آگرہ	۸۰۱-۸۰۴-۹۹۸-۱۰۰۹-۱۰۴۴
الور:- ۱۴۳-۲۰۰-۳۹۶-۴۱۹	۱۰۶۸-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۵
۵۲۴-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۶-۵۳۹	۱۰۸۶-۱۰۹۳-۱۰۹۵-۱۰۹۸
۵۴۰-۵۴۱-۵۴۳-۷۵۷-۷۶۱	۱۱۰۴-۱۱۱۰-۱۱۱۳-۱۱۳۹
۷۶۹-۷۷۱-۷۸۰-۷۸۱-۸۰۸	۱۱۴۳-۱۱۵۶-۱۱۷۱-۱۲۲۴
۱۰۴۴-۱۵۳۳-۱۵۶۸	۱۲۳۶-۱۲۴۷-۱۴۵۹-۱۵۱۹
الآباد:- ۲۷۴-۲۷۷-۲۸۱-۳۲۱	۱۵۳۳-۱۵۸۳
۵۰۰-۵۰۸-۵۳۰-۵۴۱-۸۴۳	اٹلی:- ۱۲۵
اٹلی کا محلہ:- ۲۴۹-۲۶۴-۱۲۳۸	اجیری:- ۲۳۹-۲۴۴-۲۵۲-۲۵۳

انبالہ :- ۶۸ - ۳۳۹ - ۳۳۰ - ۵۴۱ -

۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۵ - ۱۰۸۶ -

۱۱۹۷ - ۱۱۹۸ - ۱۴۲۳ - ۱۴۲۴ -

اندور :- ۳۰۲ -

پانی پت :- ۵۰۶ -

انگلستان (انگلینڈ) :- ۳۶۳ - ۱۰۰۵ -

اودے پور :- ۵۰ -

اودھ :- ۱۴۳ - ۲۱۴ -

اوزنگ آباد :- ۵۵۷ -

ایٹہ :- ۱۵۶۶ -

ایران :- ۷۴۸ - ۷۸۹ - ۸۰۳ - ۸۱۷ -

۸۳۷ - ۱۵۷۴ -

باندہ :- ۱۴۳ - ۱۱۳۲ - ۱۱۴۳ -

بدایوں :- ۱۰۸۸ - ۱۱۱۵ -

بریلی :- ۴۱۹ - ۷۸۷ - ۱۱۳۴ - ۱۱۳۹ -

۱۱۸۹ -

بڑودہ :- ۷۸۵ - ۱۰۰۷ - ۱۰۳۴ -

بڑشاہ بولا :- ۲۱۸ - ۵۱۳ -

بساون کی گلی :- ۳۱۳ -

بغداد :- ۵۴۸ -

باغیچہ مرزا گوہر :- ۵۰۴ -

بلتھ گڑھ :- ۱۶۵ - ۳۸۴ - ۵۱۵ -

۱۴۴۰ - ۱۴۴۱ -

بلگرام :- ۱۴۱۸ - ۱۴۲۰ - ۱۴۲۲ -

بلند شہر :- ۳۱۲ - ۳۱۴ -

بلبی ماران (بلبی ماروں کا محلہ) :- ۲۴۴ - ۲۴۹ -

۲۶۴ - ۲۶۷ - ۳۱۰ - ۳۲۴ - ۳۶۷ -

۴۹۴ - ۵۰۰ - ۱۴۲۸ - ۱۴۹۳ -

بمبئی :- ۳۰۹ - ۵۵۸ - ۱۰۰۹ -

بندرا بن :- ۳۱۳ -

بنارس :- ۱۱۸ - ۵۴۱ - ۵۵۰ - ۵۵۲ -

۷۶۷ -

بنگالہ :- ۵۵۲ - ۸۰۴ - ۱۵۳۷ -

بہادر گڑھ :- ۱۶۵ - ۳۸۴ - ۵۱۵ -

بہرام پور :- ۴۹۲ -

بگیم کا باغ :- ۵۰۰ - ۱۲۳۸ -

بیکانیر :- ۱۴۳ - ۳۷۹ -

بھرت پور :- ۱۴۳ - ۲۳۹ - ۲۵۲ -

۲۵۸ - ۲۶۰ - ۳۸۴ - ۱۰۴۲ - ۱۰۹۵ -

۱۱۳۴ -

پانی پت :- ۵۰۰ - ۵۰۶ - ۵۱۱ - ۵۲۵ -

۵۴۴ - ۷۶۲ - ۷۶۹ - ۱۴۰۹ - ۱۵۵۲ -

پٹودی :- ۵۱۵ - ۷۶۹ - ۷۷۳ -

پٹیالہ :- ۵۴۰ - ۷۵۶ -

پنجاب :- ۱۹۲ - ۳۴۹ - ۵۰۶ - ۷۸۰ -

۱۰۷۱ - ۱۰۸۵ -

- پنجابی کٹرہ :- ۵۲۴-۲۱۸
 پشاور :- ۳۴۹
 پھانک حبش خاں :- ۵۲۳
 پھانک میر خیراتی :- ۱۴۴۴
 تاج گنج (آگرہ) :- ۳۱۳
 تالڑا :- ۸۰۷
 ترکی :- ۱۵۶۱
 تہران
 دیکھیے
 طہران
 ٹونک :- ۳۸۲-۷۸۰-۷۸۸-۹۸۹-۱۵۸۸
 جامع مسجد (دلی) :- ۵۱۳-۲۱۸-۲۱۷
 ۵۱۴-۵۱۵-۵۱۸-۵۲۴-۵۳۹-۵۵۷
 چادرہ :- ۷۸۰
 جگراؤں :- ۷۸۰
 جنا کا پل :- ۵۱۴
 جیند :- ۵۲۲
 بورس صاحب کی کوکھٹی :- ۳۱۳
 جون پور :- ۱۱۱۵
 جہانگیر آباد :- ۵۳۸-۵۰۱
 جھمھر :- ۱۶۵-۳۸۴-۵۱۵
 جے پور :- ۱۴۳-۱۷۰-۲۴۶-۲۵۱
 ۲۵۳-۲۵۷-۲۹۷-۲۹۸-۵۲۳
 ۵۳۷-۵۴۱-۷۸۰-۷۹۲-۹۹۹
 ۱۱۲۱-۱۱۲۴-۱۱۲۹-۱۱۳۰
 چاندنی چوک :- ۵۱۴
 چاؤڑی :- ۵۲۱
 چتلی قبر :- ۵۱۵-۵۳۹
 حصار :- ۵۱۵
 حکیم محمد حسن خاں کی حویلی :- ۳۶۷
 حکیموں کی گلی :- ۳۱۳
 حویلی خاں دوراں خاں :- ۵۲۱
 حویلی جرنیل کی بیوی :- ۵۲۴-۲۱۸
 حویلی شعبان بیگ :- ۳۸۴-۱۶۴
 حویلی کٹھیا والی (آگرہ) :- ۱۰۵۵
 حویلی کروڑا والی :- ۳۶۷
 حویلی میر خیراتی :- ۵۳۴-۳۹۴
 حیدر آباد :- ۱۴۳-۵۵۷-۸۲۳
 ۱۱۰۳-۱۵۳۴
 خاص بازار :- ۵۲۱
 دارالبقا :- ۵۱۳-۲۱۸
 دریہ :- ۳۹۶-۵۲۱-۱۴۴۴
 دسوں کا کوچہ :- ۳۱۰-۳۱۱
 دشت خفیاقی :- ۹۹۵

۱۴۰۸-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۳۰-	دکن:- ۵۵۷
۱۴۳۱-۱۴۴۱-۱۴۴۴-۱۴۵۷-	دو جانہ:- ۱۶۹-۵۱۵
۱۴۹۸-۱۵۳۴-۱۵۶۶-۱۵۶۹-	دئی:- ۱۵-۱۶-۱۰۸-۱۲۷-۱۲۸-
۱۵۸۳	۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-
دھونی وارڈ:- ۲۱۸-۵۲۴	۲۰۲-۲۰۵-۲۰۹-۲۱۷-۲۱۹-۲۲۴-
دھول پور:- ۲۷۷-۷۸	۲۵۷-۲۵۸-۲۶۰-۲۶۳-۲۶۷-
راج گھاٹ:- ۲۱۷-۲۱۸-۵۲۴	۲۶۸-۲۸۷-۲۸۹-۳۰۱-۳۰۳-
راجمان سنگھ کی حویلی (لکھنؤ):- ۳۴۹	۳۰۹-۳۱۵-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-
راجپوتانہ:- ۱۰۹۵	۳۲۴-۳۲۹-۳۵۹-۳۶۹-۳۸۳-
راجستھان:- ۵۴۱	۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-
رام پور:- ۱۷-۴۱-۱۱۳-۱۴۳-۱۷۶-	۴۲۰-۴۲۳-۴۹۴-۴۹۸-۵۰۰-
۱۹۲-۱۹۵-۲۰۰-۳۱۸-۳۱۹-	۵۰۱-۵۰۳-۵۰۴-۵۱۳-
۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۵-۳۵۲-	۵۱۴-۵۱۷-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-
۳۵۵-۳۶۶-۳۷۲-۳۹۶-۴۰۸-	۵۲۴-۵۲۷-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۳-
۴۱۹-۴۲۳-۵۱۷-۵۱۸-۷۷۰-	۵۳۹-۵۴۷-۵۵۸-۷۶۴-۷۶۷-
۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-	۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-
۷۸۸-۷۸۹-۸۲۵-۸۲۷-۸۳۶-	۸۳۸-۸۳۹-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-
۱۰۳۱-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۸۰-۱۰۸۱-	۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۲۷-۱۰۳۱-۱۰۳۳-
۱۰۸۲-۱۰۸۴-۱۱۸۰-۱۱۸۳-۱۲۰۱-	۱۰۳۵-۱۰۴۴-۱۰۶۸-۱۰۸۰-
۱۲۰۸-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۳۶-۱۲۴۲-	۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۵-۱۰۸۶-
۱۲۴۵-۱۲۵۷-۱۲۷۱-۱۲۹۷-۱۲۹۸-	۱۰۹۳-۱۱۰۴-۱۱۸۸-۱۱۹۷-
۱۵۳۹-۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵	۱۲۰۱-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۲۲-
رام جی گنج:- ۲۱۸-۵۲۴	

- رام جی داس گودام والے کے مکانات:- ۲۱۸
 روڈ نیل:- ۵۰۰
 روم:- ۱۵۷۴
 رہتک:- ۷۹۸
 سپاٹو:- ۲۵۴
 سکندر آباد:- ۲۰۵-۲۶۰-۲۶۳
 ۲۷۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۱۲-۳۱۸
 ۳۱۹-۳۲۷-۳۲۹-۳۵۴-۱۱۳۳
 سکندرہ:- ۱۱۰۸
 سلطان جی (بستی حضرت نظام الدین):- ۴۹
 ۴۹۲-۵۱۵
 سمرنا:- ۱۳۳
 سنجل:- ۱۲۳۳
 سورت:- ۵۵۸-۵۶۱-۱۰۰۹
 سوئی پت:- ۱۵۴۱
 سہسوان:- ۱۵۰۹
 سیتاپور:- ۱۴۵۲
 شاہ بولا کا بٹر
 دیکھیے
 بڑ شاہ بولا
 شاہ جہاں پور:- ۳۱۸
 شاہدرہ:- ۵۳۱
 شمس آباد (فتح گرہ):- ۵۰
 شملہ:- ۷۶۱-۷۹۶-۱۱۹۸
 صاحب رام کا باغ:- ۲۱۸-۵۲۴
 طہران:- ۳۰۹
 عالم بیگ خاں کا کٹرہ:- ۵۳۶
 عجم:- ۷۴۱-۷۴۳-۷۴۸-۱۵۷۵
 عرب:- ۳۸۷-۷۴۱-۷۴۴
 ۷۴۵-۷۴۸
 عظیم آباد:- ۱۱۰۴
 علی گرہ:- ۱۱۴-۲۱۱-۲۳۹-۲۶۳
 ۳۰۱-۳۱۲-۱۰۴۱-۱۰۸۷-۱۰۹۶
 ۱۱۰۰-۱۱۰۳-۱۱۰۹-۱۱۱۵-۱۱۱۶
 ۱۱۳۲-۱۱۳۰-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴
 ۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۳
 ۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۵
 غازی آباد:- ۷۸۷-۸۰۹-۸۱۰
 ۱۲۳۸-۱۲۳۹
 فتح پور:- ۹۷
 فرانس:- ۱۳۶
 فرخ آباد:- ۱۲۳-۲۷۶-۱۰۷۸-۱۰۷۹
 فرخ نگر:- ۱۶۵-۳۸۴-۵۱۵
 فیروز پور:- ۱۴۳
 قانون گویوں کا محلہ (سکندر آباد):- ۳۴۹
 قسطنطنیہ:- ۱۰۶

قلعہ علی ۱- ۱۳۱۸-۱۳۹۳

کابل ۱- ۱۰۰۳

کابل دروازہ ۱- ۲۱۸-۵۱۷-۵۲۴

کاشی پور ۱- ۱۱۸۹

کابل ۱- ۲۷۶-۱۰۰۴-۱۰۲۵-۱۱۳۹

کان پور ۱- ۸۳۳-۱۰۴۴-۱۰۷۸

کٹہرہ رودگراں ۱- ۱۴۳۰

کٹہرہ سعادت خاں ۱- ۲۱۸-۵۲۴

کٹہرہ کرنیل ۱- ۲۶۹

کٹہرہ کشمیری ۱- ۵۲۲

کٹہرہ مانک پور ۱- ۱۱۱۵

کیٹم گاؤں ۱- ۱۰۵۴

کراچی بندر (کراچی) ۱- ۳۱۶

کرناٹ ۱- ۳۵۶-۵۱۱-۵۱۲

کرولی ۱- ۲۵۳-۳۸۲

کشمیر ۱- ۱۰۰۳

کشمیری بازار (آگرہ) ۱- ۲۹۶

کشمیری دروازہ ۱- ۲۱۸-۵۲۴

کلکتہ ۱- ۶۸-۱۰۳-۱۰۸-۱۱۳-۱۱۸

۲۸۷-۵۰۰-۵۰۳-۵۴۱-۵۴۵

۵۴۸-۵۵۵-۷۶۵-۷۶۷

۷۷۳-۷۷۵-۸۴۰-۱۰۳۵

۱۰۷۰-۱۱۸۵-۱۲۳۷-۱۲۴۰

۱۲۴۲-۱۵۳۱-۱۵۳۳-۱۵۸۳

کلکتہ دروازہ ۱- ۲۱۸-۵۲۴

کوٹوالی چبوترہ ۱- ۵۰۴

کوٹہ ۱- ۵۴۱

کوچہ استاد حامد ۱- ۴۹۱

کوچہ بلاقی بیگم ۱- ۵۱۵-۵۲۱

کوچہ خان چند ۱- ۲۱۸-۲۹۴

۵۱۳-۵۱۵

کوچہ رائے مان ۱- ۵۳۱

کوسی (دریا) ۱- ۵۱۷

کول

دیکھیے

علی گڑھ

کندھولی ۱- ۱۰۶۳

کوه مری ۱- ۱۵۶۸

کیپ ۱- ۵۰۱

گوڑ گاؤں (گوڑ گاؤں) ۱- ۳۵۲-۱۵۹۲

گرٹھ مکتیشہ ۱- ۳۱۸

گجرات ۱- ۷۸۵-۱۰۰۷

گلی قاسم جان ۱- ۵۳۶

گوالیار ۱- ۲۵۳-۲۷۷-۲۹۶-۷۸۰

لال کنواں ۱- ۲۴۴-۳۲۴-۱۳۹۳

لاہور ۱- ۴-۱۶۵-۴۱۴

لاہور کی دروازہ :- ۵۰۱-۵۲۱-۵۲۸	دیکھیے
۵۲۷-۵۵۷-۷۸۱-۱۰۷۳۷۹۶	جامع مسجد دہلی
۱۴۴۴-۱۴۰۸	مسجد حامد علی خاں :- ۵۱۸
لکھنؤ :- ۲۱۹-۲۳۹-۲۷۶-۳۲۷	مصر :- ۱۳۴-۱۳۵-۴۱۷
۳۴۹-۳۵۲-۵۰۴-۵۲۷-۵۴۷	مصوروں کی حوٹلی :- ۵۳۱
۵۴۸-۵۵۱-۷۷۴-۷۷۵-۸۲۳	مغربی ایشیا :- ۱۳۳
۸۲۴-۸۲۵-۸۲۸-۹۹۹-۱۰۲۷	مستان :- ۳۴۹
۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۸	مہولی :- ۱۴۵۲
۱۱۵۲-۱۴۲۰-۱۴۳۱-۱۴۶۵-۱۵۲۳	مہیوا :- ۱۴۵۲
۱۵۶۶-۱۵۷۱	میرٹھ :- ۳۰۹-۳۱۲-۳۱۴
لندن :- ۵۰۰	۳۱۸-۳۲۵-۳۲۹-۳۷۲-۵۰۱
لوہارو :- ۱۴۳-۱۵۹-۱۶۹-۳۸۷	۵۴۰-۷۷۷-۷۷۷-۷۸۱
۳۹۳-۳۹۷-۴۱۴-۴۲۰-۱۵۱۵	۷۸۲-۸۳۸-۱۰۴۴-۱۰۴۹
۱۰۶۴-۱۴۴۴	۱۱۴۳-۱۱۶۵-۱۱۷۳-۱۱۷۴
ماہرہ :- ۱۶۸-۱۰۲۵-۱۰۹۶-۱۵۶۶	۱۱۷۵-۱۱۸۱-۱۱۸۴
ماوراءالنہر :- ۱۵۳۳	نہر سعادت خاں :- ۵۲۶
مدینہ :- ۱۳۳	نئی دہلی :- ۱۲۳
مراد آباد :- ۲۰-۳۱۸-۳۲۰-۳۵۵	ولایت :- ۷۷-۷۸-۸۰-۸۹
۳۷۲-۱۰۳۱-۱۲۲۱	باترس :- ۲۵۷-۲۵۸-۳۱۶
مرادنگر :- ۳۱۸	۱۰۸۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۲۲
مرزاپور :- ۸۲۷	۱۱۲۹-۱۱۳۰
مرشدآباد :- ۱۰۰۰-۱۵۳۷	ہانسی :- ۵۱۵-۷۷۱
مسجد جامع (دہلی)	ہند

دیکھیے۔

ہندوستان

۱۰۷۱-۱۱۳۴-۱۱۸۱-۱۲۳۰-

۱۲۶۳-۱۳۷۶-

یونان :- ۱۲۹-۱۳۳

ہندوستان :- ۷۴۸-۵۴۸-

۸۰۳-۸۰۴-۸۲۳-۱۰۰۵-

کتابیں

- آبِ حیات ۱۔ ۷۸
 ابرگہر بار (مثنوی) ۱۔ ۴۱۱
 ادبی خطوطِ غالب :- ۴۰
 اردوئے معلّٰی (اکمل المطالع اڈیشن) :- ۱۳۔
 ۱۲۔ ۱۵۔ ۱۹۔ ۲۳۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۳۰۔
 ۳۶۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۶۔ ۴۷۔
 ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔
 ۶۴۔ ۷۷۔ ۱۳۰۔
 اردوئے معلّٰی (مطبوعہ شیخ مبارک علی
 لاہور) :- ۳۹
 اردوئے معلّٰی (مطبوعہ اردو گائڈ، کلکتہ) :- ۳۵۔
 ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔
 اردوئے معلّٰی (مطبوعہ فاروقی، دہلی) :- ۳۸۔
 اردوئے معلّٰی (مطبوعہ جمیدی، کان پور) :-
 ۳۹۔ ۴۶۔
 اردوئے معلّٰی (مرتبہ فاضل) :- ۵۵۔ ۵۴۔
 ۵۶۔ ۵۷۔ ۱۴۰۔
 استا :- ۴۰۔ ۴۱۔
- الفاروق ۱۔ ۱۲۶
 انتخابِ خطوطِ غالب (مرتبہ مولوی ضیاء الدین
 خاں) ۱۔ ۲۴
 انجیل :- ۴۰۔ ۴۱۔
 اوڈیسی :- ۱۲۹
 ایلید (ہومر کی) ۱۔ ۱۲۹
 آئین اکبری ۱۔ ۲۱۳
 باغ و بہار ۱۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔
 برہانِ قاطع ۱۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۵۔ ۱۸۰۔
 ۳۳۳۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۶۶۔
 ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۷۔
 ۱۴۸۵۔ ۱۴۴۸
 بوستان ۱۔ ۱۸۶۔ ۱۸۹۔ ۳۲۶۔ ۳۹۷۔
 ۵۵۴۔ ۱۵۷۱۔ ۱۵۷۸
 بہارِ عجم ۱۔ ۳۵۳
 پاژند ۱۔ ۴۰۔ ۴۱۔
 پرستانِ خیال :- ۱۵۷۱۔ ۱۵۷۹
 پنجاب میں اردو ۱۔ ۷۱

۲۸۳-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۷-۲۸۷

۳۰۵-۳۱۰-۳۹۷-۵۰۷-۵۰۸

۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۵۱۷

دفتر بے مثال (عبد الغفور نساخ کا مجموعہ کلام)

۱۲۶۳

دیوان غالب (اردو) :- ۱۱۴-۲۵۴

۲۸۷-۲۲۲-۲۲۳-۳۶۶-۵۳

۵۳۱-۵۴۷-۱۰۲۰-۱۰۲۳

۱۲۳۲-۱۲۶۴-۱۲۹۴-۱۵۸۴

دیوان تفتہ (اول) :- ۱۲۲-۱۲۳

دیوان حافظ :- ۲۳۶

دیوان رند :- ۲۵۴

دیوان غالب (فارسی) :- ۲۸۷-۵۴۹

۵۵۰-۱۲۳۲-۱۲۶۴

ذکر میر :- ۱۳۲

رمانا سن :- ۱۲۹

رانی کیتکی کی کہانی :- ۱۰۶

رسائل ابو حنیفہ :- ۲۹۶

رقعات جاتی (مضفہ عبدالرحمن جاتی) :- ۱

۱۳۶

ساطع برہان :- ۱۸۸-۱۴۸۱-۱۴۸۲

۱۴۸۶

سراج المعرفت :- ۳۷

پنج رقعہ :- ۱۴۴۵-۱۴۴۶

پنج آہنگ :- ۱۰۹-۱۱۰-۱۳۹-۱۴۹

۲۳۷-۲۸۷

تحفۃ الحدائق :- ۱۰۸

تضمین اشعار گلستاں (از تفتہ) :- ۳۰۸

۳۲۰

توریت :- ۴۰۴

تیغ تیز :- ۱۴۰

حدائق الانظار :- ۲۵-۳۷

خطوط غالب (مرتبہ غلام رسول مہر) :- ۵۲

۵۶-۱۴۰۹

خطوط غالب (مرتبہ مہیش پرشاد) :- ۴۲

۴۴-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۱۲۰

خطوط غالب کا تحقیقی مطالعہ :- ۱۴۰۸

دافع ہذیان :- ۱۴۵۷-۱۴۶۶-۱۴۷۸

۱۵۲۸-۱۵۳۷

داستان ابیر حمزہ :- ۱۸۹

درفش کاویانی :- ۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۴۴۳

۱۴۵۲

دساتیر :- ۱۳۹-۱۴۵-۲۸۲-۲۶۶

۳۷۰-۴۰۴

دستنبو :- ۳۰-۳۱-۳۲-۱۳۹

۱۴۰-۱۴۳-۱۴۵-۱۶۸-۲۱۵

- سنبلستان ۱- ۱۷۵- ۱۸۱- ۳۱۶-
 ۳۲۰- ۳۲۵- ۳۲۶
 سیرۃ النبی ۱۲۶
 سوالات عبد الکریم ۱- ۱۴۰- ۱۴۲۶-
 ۱۴۵۷- ۱۵۲۸
 شرف نامہ ۱- ۲۷۹
 صبح بہار ۱- ۱۵۸۲
 طب محمد حسین خاں ۱- ۲۳۷
 طوطی نامہ ۱- ۴۱۴
 عود ہندی (پہلا اڈیشن) ۱۳- ۱۴-
 ۱۵- ۱۹- ۲۳- ۲۶- ۲۷- ۲۸- ۳۰-
 ۳۱- ۳۲- ۳۳- ۳۸- ۴۲- ۴۶-
 ۵۳- ۵۴- ۵۵- ۵۶- ۶۴- ۱۴۰۷-
 عود ہندی (مرتبہ فاضل) ۱- ۵۴- ۵۵-
 ۵۶- ۵۷- ۵۹-
 عود ہندی (مطبوعہ رام نرائن لال الہ آباد
 ۱۶۱۹۲۸) ۱- ۴۰
 عود ہندی (مطبع نول کشور، لکھنؤ) ستمبر
 ۱۶۱۸۸۱) ۱- ۳۵
 غالب اور شامان تیموریہ ۱- ۱۴۰۷
 غالب کے خطوط (مرتبہ خلیق انجم) ۱- ۲۳-
 ۱۴۰۷- ۱۴۰۸- ۱۴۰۹
 غالب کی نادر تحریریں ۱- ۱۳- ۵۳-
 ۲۸۳- ۱۴۰۷- ۱۴۰۸
 قانون خیال ۱- ۱۵۹۱
 فرہنگ جہانگیری ۱- ۱۴۷۷- ۱۵۶۵
 فرہنگ رشیدی ۱- ۱۴۷۷
 فرہنگ سروری ۱- ۵۱۱
 فرہنگ لغات دساتیر ۱- ۳۷۰- ۳۷۱
 فناء عجائب ۱- ۱۰۷- ۲۷۸- ۱۵۸۱
 قاطع برہان ۱- ۱۰۸- ۱۴۰- ۱۴۵- ۱۸۰-
 ۱۸۸- ۲۰۸- ۳۳۳- ۳۸۸- ۴۰۴-
 ۴۹۵- ۵۳۰- ۵۳۳- ۵۶۱- ۱۴۲۰-
 ۱۴۲۱- ۱۴۲۳- ۱۴۲۷- ۱۴۲۸-
 ۱۴۵۲- ۱۴۷۵- ۱۴۸۱- ۱۴۸۲-
 ۱۴۸۴- ۱۵۰۹- ۱۵۲۰
 کلیات اردو
 (دیکھیے دیوان غالب)
 کلیات نظم غالب (فارسی) ۱- ۲۸۸- ۴۰۴-
 ۴۰۶- ۴۰۷- ۴۱۱- ۵۳۰- ۵۳۳-
 ۵۴۱- ۱۰۲۰- ۱۴۲۰- ۱۴۲۲- ۱۵۲۳-
 ۱۵۷۹
 کلیات نثر غالب (فارسی) ۱- ۱۰۲۰
 گوگرنتھ ۱- ۴۴
 گلزار سرور ۱- ۲۵
 گلستاں ۱- ۳۹۷
 لطائف غیبی ۱- ۱۴۰- ۵۶۱- ۱۴۵۷-
 ۱۴۷۸- ۱۵۲۸

مہر نیم روز :- ۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۳۹-۲۸۷	لیلیٰ کے خطوط :- ۱۳۱
مہر غالب :- ۲۳-۲۴-۲۵	محرّق قاطع برہان :- ۴۱۱-۴۲۶ —
مینا بازار :- ۱۴۴۵	۱۴۵۲-۱۴۵۷-۱۵۲۷-۱۵۲۸
نادر ات غالب :- ۱۳-۱۴-۵۱	مرآة الصّائف :- ۳۲۵
۵۲-۱۴۰۸	مرقع غالب :- ۱۰-۶۳
نامہ غالب :- ۱۴۰	مکاتیب غالب :- ۲-۹-۱۳-۱۷
نشر عشق :- ۳۴۸	۴۱-۴۲-۴۳-۵۱-۵۲-۵۵
ہشت بہشت :- ۱۵۶۵	۱۴۰۸
ہفت پیکر :- ۱۵۶۵	مؤید برہان :- ۱۵۳۱-۱۵۳۴-۱۵۳۵
یادگار غالب :- ۱۱۸-۱۳۱	مہا بھارت :- ۱۲۹

اخبار اور رسالے

دہلی اردو اخبار :- ۱۰۸ - ۳۷۸	آجکل :- ۱۱۰
زبدۃ الاخبار :- ۲۳۸ - ۲۵۵	آفتاب عالم تاب :- ۲۹۳ - ۲۹۶
سراج الاخبار :- ۱۰۸	اردوئے معلّیٰ :- ۱۶ - ۴۰
سید الاخبار :- ۱۰۸	اسد الاخبار :- ۱۲۱ - ۱۲۲ - ۲۳۸
صادق الاخبار :- ۱۰۸ - ۲۳۸	اکل الاخبار :- ۱۵۶۶
علی گڑھ میگزین غالب نمبر ۳۹ - ۶۱۹۴۸ :- ۵۶	اودھ (اخبار) :- ۱۴۱ - ۵۳۹ -
فوائد انظرین :- ۱۰۸	۱۵۳۲ - ۱۵۷۱
محبت ہند :- ۱۰۸ - ۱۰۹	جام جہاں نما :- ۱۰۸
مظہر حق :- ۱۰۸	جلوۂ طور :- ۳۰
نورِ مشرقی :- ۱۰۸	حیات نو (سماجی) :- ۱۴۰۹
نورِ مغربی :- ۱۰۸	دبدبہ سکندری :- ۱۵۸۵ - ۱۵۸۷ - ۱۵۸۸
ہمارے زبان :- ۱۲۳	دقیق الاخبار :- ۱۰۸

اشاریہ

اشخاص

آتش: ۸۴۹، ۶۱۵	آزردہ، مفتی صدرالدین خاں: ۲۱۹، ۳۳۹
آرام، فشی شیونرائٹ: ۳۵، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۳	۳۸۳، ۴۰۹، ۵۱۵، ۵۲۵، ۶۵۷
۲۳، ۸۱، ۹۳، ۱۴۶، ۱۸۸، ۲۸۸	۶۹۶، ۸۳۷، ۱۰۳۰، ۱۰۸۷، ۱۱۳۹
۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۹، ۳۰۰	۱۲۵۷، ۱۳۳۳
۳۰۱، ۳۰۲، ۳۱۱، ۳۱۳، ۵۳۸، ۷۰۴	آشوب، ماسٹر پیارے لال: ۱۶، ۳۵، ۳۷
۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۱۰، ۷۱۵	۹۳، ۷۹۳، ۷۹۵
۷۱۶، ۱۰۴۸، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۵	آشوب، میر ابداعلیٰ: ۵۳۶، ۵۹۸
۱۰۵۶، ۱۰۶۱، ۱۰۶۸، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵	آصف الدولہ: ۶۰۳، ۶۵۳، ۱۵۳۳
۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۳، ۱۰۸۵، ۱۱۷۶	آغا جان: ۵۲۳، ۶۷۴، ۶۷۹، ۷۷۳
۷۴۸، ۶۵۲	۱۰۴۳
آرنلڈ: ۱۰۷۹، ۱۳۱، ۱۰۷۰	آغا سلطان: ۱۶۳، ۳۸۳، ۷۸۰
آزاد، الگوئڈر ہیدرلی: ۵۳۰، ۵۳۷، ۷۸۱	آغا، عبدالرزاق شیرازی: ۵۵۶
۷۸۲	آغا، محمد اشرف دہلوی: ۵۰
آزاد بخت: ۱۰۶	آغا، محمد حسین شیرازی: ۳۲۷، ۱۳۲۶
آزاد، مولانا ابوالکلام: ۱۳۱	آفاق، آفاق احمد: ۱۷، ۹۷۷، ۹۷۸
آزاد، مولانا محمد حسین: ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۱۰۸	آفاق، آفاق حسین: ۵۱
۱۱۳۵، ۱۱۳۳	آکا جان: ۶۸۶
آزاد، مولانا محمد نعیم الحق: ۷۲۵، ۹۳	آل نبی سہارن پوری، مولوی: ۱۳۳۳

۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۹، ۷۲۰، ۱۰۶۰،

۱۱۸۷، ۱۰۷۳، ۱۰۷۰

ارتضیٰ حسین، میر: ۲۱۶، ۶۷۴، ۷۶۸، ۷۷۶،

ارشاد حسین، میر: ۲۶۳

اساس الدین، مولوی: ۱۵۰۱

اسٹرلنگ: ۶۰۹

اسد علی، میر: ۷۶۹

اسدی: ۶۱۴

اسرار الحق، شاہ: ۹۸۸، ۹۹۳، ۹۹۶

اسلم پرویز، ڈاکٹر: ۱۰، ۹۷۸

اسماعیل خاں: ۶۳۶

اسیر، مرزا جلال: ۲۳۴، ۲۴۲، ۵۹۰، ۸۴۶،

۱۰۱۸

اشرف علی، حکیم: ۱۵۳، ۲۰۵، ۴۹۲، ۴۹۴،

۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۹، ۵۰۰،

۵۰۱، ۵۱۱، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۲۶،

۵۳۲، ۵۳۶، ۵۴۴، ۵۴۶، ۵۶۲،

۷۶۹، ۷۹۲، ۱۱۳۵

اصفہائی: ۱۴۶۳

اظہار حسین، منشی: ۵۵۵، ۶۴۰، ۶۴۴، ۶۴۶،

۶۵۶، ۶۵۷

اکبر بادشاہ، جلال الدین: ۶۱۸، ۶۷۵،

۷۴۰، ۷۷۶، ۱۰۹۷، ۱۱۰۵، ۱۱۵۲،

۱۵۴۳

اکبر مرزا: ۶۸۳، ۸۱۳، ۸۱۴

ابراہیم عادل شاہ: ۶۱۲

ابن العاص: ۱۳۴

ابوالحسن خرقانی: ۶۰۵

ابوالفتح، حکیم: ۱۵۴۳

ابوالفضل، شیخ: ۵۹۴، ۱۲۷۶، ۱۵۴۳

ابوبکرؓ (حضرت): ۱۳۵

ابومحمد، سید: ۵۰

اجرٹن: ۵۰۶

احترام الدولہ: ۹۷۹، ۱۰۰۲

احسن ماہروی، مولانا: ۶۲

احمد حسن، حکیم: ۵۷۳، ۵۷۵، ۷۸۶، ۱۱۱۵،

۱۰۳۶، ۱۴۹۶

احمد حسن قنوجی، مولوی: ۳۴، ۷۸۵

احمد حسن، مودودی، حکیم: ۳۴، ۹۳، ۱۰۰۷،

۱۰۲۹، ۱۰۳۰

احمد حسین، میر: ۲۶۳، ۵۱۰، ۵۳۶، ۶۷۵

احمد رامپوری، خلیفہ احمد علی: ۴۱، ۹۳، ۴۹۱،

۴۹۴، ۵۱۱، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۴۲

احمد سعید: ۱۱، ۹۷۸

احمد شاہ ابدالی: ۱۳۲

احمد، کبیر الدین: ۳۶

احمد، مولوی سراج الدین: ۱۱۳

اختر، قاضی محمد صادق: ۵۹۵، ۶۱۳، ۶۱۴

اخگر، مولوی فرزند علی: ۸۲۷، ۸۳۰

اڈمنسٹرن، جارج فریڈرک: ۲۹۹، ۶۴۴

- اکرام الدین عرف عبدالسلام: ۱۰۹۶، ۱۱۱۸، ۱۱۴۴
 انوار الحق، مولوی: ۳۴۸، ۳۴۹
 انوری: ۱۸۳، ۳۲۵، ۵۹۴، ۶۰۳، ۶۱۳
 الہی بخش، مرزا: ۱۶۳، ۳۱۶، ۳۹۵، ۴۰۶
 ۵۳۹، ۶۸۰، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۵۱
 امام ضامن: ۵۲۷
 امانی اسد، میر: ۱۰۷۳
 امپے: ۵۴۰
 امجد علی، میر: ۷۷۷، ۹۸۱، ۹۸۶، ۹۹۴،
 ۹۹۶، ۹۹۸، ۱۰۰۴
 امداد حسین، منشی: ۳۹۳
 امراؤ بیگم: ۱۱۷
 امرو جان، مرزا: ۳۳۱، ۷۷۲
 امید سنگھ بہادر، راجا
 دیکھیے:
 رائے امید سنگھ
 امیر الدین: ۹۹۴، ۹۹۵
 امیر تیمور: ۶۱۸، ۱۰۹۷، ۱۳۵۵
 امیر خسرو: ۱۴۲، ۳۵۲، ۵۰۳، ۵۹۱، ۵۹۴،
 ۶۵۱، ۶۶۱، ۶۹۸، ۱۰۰۳، ۱۵۳۷
 امیر علی، میر: ۵۵۵، ۸۰۱، ۱۰۸۰
 امیر مینائی: ۶۲، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵
 امین الرحمن: ۱۱۷۱، ۱۲۵۷
 انشا: ۱۰۱، ۷۲۱
 انصار علی، مولوی: ۱۰۳۰
 انصاری، حیات اللہ: ۶۲
 اورنگ خاں، مرزا: ۹۸۰
 آبلی: ۲۳۴
 ایاز: ۷۷۲، ۷۷۶
 ایچ، ڈی، تھورو: ۱۳۳
 ایڈورڈ، شہنشاہ: ۱۲۶
 ایزد بخش: ۱۴۴۴
 ایلز بیٹھ بیرٹ: ۱۲۶
 ایمرن: ۱۳۱
 بابر بادشاہ: ۱۰۹۴
 بابر ن: ۱۲۶
 بختاور سنگھ: ۸۰۷، ۱۵۳۳
 بخش الدین، شیخ: ۱۱۱۲
 بدر الدین، میاں: ۵۴۶، ۹۹۹
 برج موہن، بابو: ۲۷۵، ۲۷۶
 برکات حسن، مولوی: ۶۲۰
 برنارڈ شاہ، جارج: ۱۲۶
 برنی، مظفر حسین: ۱۴، ۱۶
 بشیر الدین، شہزادہ: ۱۶، ۳۴، ۳۷، ۹۶، ۱۵۰،
 ۷۵۳، ۱۳۵۴
 بلوان سنگھ، راجا: ۷۰۱
 بلنغ، امانت علی خاں: ۱۲۳
 بلیک: ۴۹۸

بنی دھر، نشی: ۱۰۸۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۴

بنو بیگم: ۶۷۶

بو علی سینا: ۷۴۴

بہادر سنگھ: ۶۷۳

بہار الہ آبادی: ۵۹۴، ۱۱

بہاری لال، نشی: ۱۰۷۵، ۴۰۳

بہمن ابن اسفندیار: ۱۰۹۰، ۱۰۸۹

بے تاب، سید محمد عباس علی خاں: ۱۵۴۴، ۹۳

بے خبر، غلام غوث خاں: ۸۰، ۳۴، ۳۰، ۲۵

۹۳، ۱۳۰، ۱۴۱، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۸۰

۱۵۲۰، ۶۶۰، ۶۳۹

بیدار، ڈاکٹر عابد رضا: ۱۰

بیدل، مرزا عبدالقادر: ۶۱۰، ۵۹۴، ۳۰۶

۶۱۳، ۶۲۷، ۷۴۷، ۸۴۶، ۹۸۳

۱۰۰۲

بے صبر، نشی بال مکند: ۳۰۱، ۲۷۶، ۱۵۶

۳۰۴، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۴، ۳۳۸

۱۰۳۸

بیگ، اقبال حسین: ۵۰

بیگ، حسن علی: ۱۰۹۶، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۴۴

۱۱۷۰

بیگ، ذوالفقار علی: ۱۱۰۳

بیگ، شمشاد علی: ۳۸۱، ۳۸۰، ۲۰۸، ۱۵۸

۶۳۶، ۳۹۵، ۳۹۴، ۳۸۵

بیگ، عباد اللہ: ۱۵۷۴

بیگ، عبداللہ خاں: ۱۵۳۳، ۸۰۷

بیگ، علی جان: ۱۵۱۹

بیگ، فتح اللہ خاں: ۱۴۴۴

بیگ، قدرت اللہ خاں: ۵۵۷

بیگ (مرزا) کریم: ۴۲۰

بیگ، محمد رضا: ۱۵۱۸

بیگ، محمد علی: ۱۵۱۹، ۴۱۴، ۳۸۱، ۳۷۱، ۱۵۹

بیگ، نصر اللہ خاں: ۱۵۳۳، ۱۴۹۸، ۸۰۸

بیگ، نعیم ابن مرزا کریم: ۴۲۳، ۴۲۰

بیگ، وقار علی: ۱۵۱۹

بیگ، ولایت علی: ۵۰۰

بھگوان پرشاد، نشی: ۲۷۹

پرتھوی چندر: ۹۷۸، ۹۷۷، ۶۳، ۱۰

تاباں، ڈاکٹر محمد ایوب: ۹۷۸، ۱۴

تاس ڈگلز فور سائتھ: ۷۹۴

تحسین، عبدالرحمن: ۱۵۸۹، ۹۶، ۱۴، ۱۳

تحسین، میر محمد عطا حسین خاں: ۱۰۴

تراب علی: ۱۴۴۴

ترو لین: ۴۰۹

تشنہ، یوگندر بہل: ۱۱

تفتہ، مرزا ہرگوپال: ۲۵، ۲۴، ۱۶، ۱۰

۶۲، ۵۸، ۴۹، ۴۷، ۴۵، ۳۷، ۳۴

۸۸، ۸۷، ۸۵، ۸۴، ۸۲، ۸۰، ۷۹

۱۴۸، ۱۴۵، ۱۴۲، ۱۴۰، ۱۱۶، ۱۱۰، ۹۶

۱۶۴، ۱۵۸، ۱۵۷، ۱۵۶، ۱۵۵، ۱۴۹

تھوس کارلائل: ۱۳۶	۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۳، ۱۷۴
ٹاس مٹکاف: ۱۱۳۸	۱۷۵، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱
ٹیپو سلطان: ۱۵۵۴	۱۸۲، ۱۸۴، ۱۸۸، ۱۹۲، ۱۹۳، ۲۰۵
ٹیک چند: ۷۴۸	۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۷، ۲۲۲، ۲۲۴، ۲۳۳
ثاقب، شہاب الدین احمد خاں: ۹۶، ۴۳، ۱۰	۲۳۹، ۲۴۴، ۲۴۹، ۲۶۱، ۲۶۴
۶۹۴، ۶۹۳، ۴۱۸، ۴۱۶، ۴۱۰، ۴۰۸	۲۶۷، ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۸، ۲۸۱
۶۹۹، ۶۹۷، ۶۹۵	۲۸۴، ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۴
ثریا سعید: ۱۱	۲۹۵، ۲۹۹، ۳۰۴، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۱
ثمرانجم: ۱۲	۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۲، ۳۲۳
ثناء، ثناء اللہ خاں: ۱۱۴۱	۳۲۴، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۳۷
ثنائی: ۶۱۳	۳۴۱، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰
جامی، مولانا عبدالرحمن: ۶۱۳، ۱۴۲، ۱۳۶	۳۵۴، ۳۵۶، ۳۵۹، ۴۹۸، ۵۷۴
۱۵۲۰، ۱۰۰۳	۶۴۷، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳
جانسن: ۱۳۱	۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۸، ۷۱۰، ۷۱۶
جان محمد: ۶۹۵	۷۱۹، ۷۷۳، ۸۰۱، ۸۰۱۹، ۸۰۲۲
جعفر بیگ: ۸۱۸	۸۰۴۱، ۸۰۴۷، ۸۰۴۹، ۸۰۵۱، ۸۰۵۲
جعفر زٹلی: ۱۴۷۷	۸۰۵۳، ۸۰۵۷، ۸۰۶۷، ۸۰۷۰
جعفر علی، مولوی: ۱۰۰۵، ۵۱۸	۸۰۸۷، ۸۰۸۸، ۸۰۹۲، ۸۰۹۵، ۸۰۹۷
جگت سنگھ: ۶۷۴	۸۱۱۰، ۸۱۱۲، ۸۱۱۸، ۸۱۱۹، ۸۱۲۲، ۸۱۲۳
جگل کشور، لالہ: ۸۱۲	۸۱۲۸، ۸۱۲۹، ۸۱۳۳، ۸۱۳۴، ۸۱۴۰، ۸۱۴۱
جلال الدین، میر: ۷۸۱، ۱۲۳	۸۱۴۵، ۸۱۵۱، ۸۱۵۸، ۸۱۶۰، ۸۱۶۱، ۸۱۶۲
جنون بریلوی، قاضی عبد الجلیل: ۳۳، ۲۶	۸۱۶۵، ۸۱۷۰، ۸۱۷۲، ۸۱۷۵، ۸۱۷۶
۷۸۵، ۲۱۳، ۱۵۱، ۹۶، ۸۷، ۴۳	۸۱۷۷
۱۴۹۶، ۱۴۹۰، ۱۴۸۹، ۱۴۴۴	تمکین، مولوی ہدایت علی: ۵۹۵
جوالا سنگھ: ۱۱۱۳، ۱۱۱۲، ۱۱۱۰، ۱۱۰۹	تہو رخاں: ۴۰۰

حسن جہاں بیگم: ۱۲۳۹	جواں بخت، مرزا: ۵۰۰
حسین مرزا عرف ذوالفقار الدین: ۵۲، ۳۵	جوزفین: ۱۲۵
۵۰۳، ۲۲۰، ۲۱۶، ۱۸۰، ۱۱۵، ۹۶، ۸۲	جوہر، جواہر سنگھ: ۱۶، ۳۵، ۳۷، ۴۳، ۸۸
۷۱۰، ۶۷۸، ۶۷۷، ۶۷۳، ۶۷۲	۱۲۳۰، ۱۲۳۸، ۷۹۳، ۱۲۱، ۱۲۰، ۹۶
۷۷۸، ۷۷۶، ۷۷۳، ۷۷۲	جہانگیر: ۱۳۷۷، ۱۳۸۱
۱۰۳۳، ۱۰۳۲، ۷۸۰	جین، ڈاکٹر گیان چند: ۶۲
حفیظ الدین احمد، سید: ۱۰۶۵	جین کار لائل: ۱۳۶
حقیر، منشی نبی بخش: ۸۰، ۷۹، ۵۴، ۵۱، ۳۳	جیون لال، منشی: ۵۰۵
۸۱، ۸۳، ۸۴، ۸۸، ۹۶، ۱۱۶، ۱۱۹	چارلس لیمب: ۱۳۶
۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۰، ۱۷۷، ۲۰۳، ۲۱۱	چڈھا، سی۔ ایس: ۱۱
۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۳۷، ۲۳۸	چغتائی، محمد عبدالرحمن: ۱۱۲
۲۶۵، ۲۶۷، ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۳	چندولال، بابو: ۷۹۶
۲۷۶، ۲۸۱، ۲۸۳، ۲۸۸، ۲۹۲، ۲۹۳	چوسٹر فیلڈ: ۱۳۱
۲۹۹، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۱۱، ۳۲۵، ۵۷۸	چھجمل، لالہ: ۱۳۳۹
۵۸۲، ۶۱۰، ۷۰۳، ۷۰۵، ۷۰۷	چھتا مل، لالہ: ۶۷۹
۷۰۸، ۸۰۱، ۹۷۷، ۹۷۸، ۱۰۵۲	حافظ: ۲۸۴، ۳۵۷، ۳۷۰، ۳۸۱، ۳۹۷
۱۰۸۷، ۱۰۵۳	۳۹۸، ۵۸۹، ۶۹۸، ۷۳۰، ۸۰۲
حکیم سنائی: ۳۰۶، ۷۸۸، ۸۰۰	۱۳۲۳، ۱۳۲۹، ۱۳۶۷
حمزہ خاں: ۳۲۸	حالی، مولانا الطاف حسین: ۳۶، ۷۷، ۱۰۹
حنیف بیگ، مرزا: ۱۵۱۸	۱۱۸، ۱۱۹، ۱۳۱، ۶۶۸، ۸۱۶، ۱۵۴۰
حنیف نقوی، ڈاکٹر: ۴۹۰	حسرت موہانی، مولانا: ۱۶، ۴۰
حیا، مرزا رحیم الدین بہادر: ۲۳۶، ۱۲۳۷	حسرتی
حیدر خاں: ۹۶	دیکھیے:
حیدر، ذوالفقار الدین: ۷۷۳	مصطفیٰ خاں، نواب
حیدر، نصر الدین: ۳۲۷، ۳۲۸	حسن بصری: ۷۲۳

خا قاتی: ۱۸۱، ۳۲۷، ۳۵۸، ۵۵۲، ۵۸۰،

۵۸۲، ۵۹۳، ۶۱۳، ۶۱۴، ۷۳۰،

۱۳۸۶، ۱۳۸۵، ۱۳۸۴، ۱۳۷۶

خاں، آغا غلام حسین: ۵۷۴

خاں، ابراہیم علی: ۳۴، ۹۷، ۵۷۲، ۵۷۳،

۵۷۵، ۶۸۲، ۱۰۰۷، ۱۰۱۳، ۱۰۳۲،

۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶،

خاں، ابن حسن: ۵۷۸

خاں، احسان حسین: ۱۵۳۱، ۱۵۹۶

خاں، احسن اللہ (حکیم): ۱۲۰، ۲۹۲، ۲۹۵،

۳۱۶، ۳۲۶، ۳۸۲، ۶۷۵، ۶۷۷،

۶۸۰، ۷۰۲، ۱۰۷۴، ۱۰۸۴، ۱۱۱۰،

۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۳۱، ۱۱۵۶، ۱۳۳۳

خاں، احمد سعید: ۶۹۵

خاں، احمد علی: ۷۶۹، ۷۷۲

خاں، اشرف حسین: ۵۵۱

خاں، اکبر علی: ۴۸۹، ۶۷۷، ۱۲۳۹، ۱۲۵۰

خاں، اکرام اللہ: ۱۰۶۸

خاں، امام الدین (حکیم): ۱۲۳، ۳۸۲،

۱۰۸۷، ۱۱۰۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۳۳،

خاں، امداد علی عرف چھوٹے خاں: ۱۲۳

خاں، امین الدین بہادر: ۳۵، ۹۳، ۲۲۳،

۳۶۷، ۳۸۲، ۳۹۷، ۴۸۹، ۴۹۸،

۶۶۱، ۶۸۰، ۶۸۴، ۶۹۸، ۱۳۳۹

خاں، ایم۔ حبیب: ۱۱

خاں، مرزا باقر علی: ۳۲۰، ۳۲۷، ۵۰۹،

۵۳۳، ۷۵۸، ۷۷۲، ۸۱۵، ۸۱۹،

۱۰۷۹، ۱۱۶۳، ۱۱۶۶، ۱۱۷۲، ۱۱۷۶،

۱۲۵۰

خاں، ببر علی: ۱۲۱۸

خاں، بخش محمد علی: ۱۶۴، ۳۸۴

خاں، بدر الدین عرف خواجہ امان: ۲۵، ۳۷،

۵۳۰، ۷۸۷، ۹۸۴، ۱۰۰۷، ۱۰۶۶،

خاں، تجمل حسین: ۱۲۳

خاں، تفضل حسین: ۳۴، ۹۶، ۲۲۳، ۵۳۹،

۷۶۷، ۷۷۴، ۷۸۷، ۸۱۸،

خاں، جاں نثار: ۷۷۲، ۷۷۴

خاں، حامد علی: ۵۱۸، ۵۳۲، ۶۷۷، ۶۸۰،

۶۸۲، ۷۱۹، ۷۷۴، ۱۰۷۴

خاں، حسام الدین: ۱۰۳۴

خاں، حسن علی: ۱۰۶۴، ۳۸۴، ۵۳۲، ۶۶۷،

۱۰۷۴، ۱۱۶۰

خاں، حسین علی: ۳۲۰، ۳۲۷، ۵۰۹، ۵۳۳،

۶۹۵، ۷۵۷، ۷۷۲، ۸۱۹، ۹۸۵،

۱۰۶۸، ۱۰۷۹، ۱۱۴۳، ۱۱۴۸، ۱۱۵۲،

۱۱۵۳، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۸، ۱۱۶۰،

۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۷، ۱۱۷۲، ۱۱۷۶،

۱۲۰۰، ۱۲۲۹، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۵۰،

۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۵، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸،

۱۲۵۹، ۱۳۹۸

۱۲۷۲، ۱۲۷۱	خان، حکیم محمود: ۳۸۳
خان، شیرزماں: ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۱۰۴۹	خان، حیدر حسن: ۶۲۴
خان، ضیاء الدین احمد: ۲۴، ۹۷، ۱۱۵، ۳۳۳	خان، خلیل الدین: ۶۲۸
۳۳۶، ۳۳۷، ۳۸۳، ۴۱۶، ۴۲۰	خان، خواجہ اسماعیل: ۹۹۷
۴۲۴، ۴۹۵، ۵۵۷، ۵۶۲، ۵۸۳	خان، ذوالفقار: ۱۰۴۱، ۱۰۴۲
۶۳۱، ۶۳۲، ۶۵۱، ۶۵۹، ۶۹۱، ۶۹۲	خان، رحمت علی: ۳۷
۷۱۰، ۷۴۷، ۷۷۲، ۷۷۳، ۸۰۱	خان، رشید حسن: ۳۷
۹۹۱، ۹۹۲، ۱۰۲۲، ۱۰۴۲، ۱۰۴۵	خان، رضی الدین: ۲۱۶، ۷۷۶، ۹۸۹
۱۰۶۴، ۱۰۷۹، ۱۰۸۱، ۱۱۱۶، ۱۱۴۱	خان، روشن علی: ۶۷۵
۱۱۵۶، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۵۰، ۱۴۴۴	خان، زین العابدین عرف کلّٰن میاں: ۴۱
۱۵۸۱	۴۳، ۹۶، ۲۳۵، ۳۱۸، ۶۹۲، ۱۰۹۶
خان، طالع یار: ۹۸۹	۱۱۰۰، ۱۱۰۲، ۱۱۴۵، ۱۱۵۷، ۱۱۶۴
خان، طرہ باز: ۱۱۰۲	۱۱۷۳، ۱۵۸۳، ۱۵۳۹
خان، ظہیر الدین احمد: ۲۵، ۳۵، ۹۴، ۶۲۳	خان، سراج الدین علی: ۵۳۸، ۶۶۰، ۱۰۶۸
۶۲۴، ۶۲۷، ۶۲۹، ۶۳۱، ۶۳۲	خان، سرسید احمد: ۷۷، ۱۰۸، ۲۱۳
۶۳۳، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۸۱۸	خان، سعد الدین: ۱۲۲۱
خان، عالم بیگ: ۵۳۶	خان، سعد اللہ: ۲۵۳، ۱۱۲۴، ۱۱۴۴
خان، عالم علی: ۵۷۲، ۵۷۳، ۱۰۱۳، ۱۰۴۵	خان، سلمان احمد: ۱۴۵۹
۱۳۱۴	خان، سید جان: ۱۰۶۱
خان، عباس بیگ: ۱۰۴۵، ۱۴۲۷	خان، شرف الدین حسین: ۱۰۳۴
خان، عباس علی: ۵۷۲	خان، شہاب الدین: ۳۴، ۳۶۴، ۳۷۹
خان، عبدالرحیم: ۵۸۶	۳۸۳، ۴۰۳، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۱۱
خان، عطاء اللہ: ۴۹۱، ۱۱۳۶	۴۱۵، ۴۱۹، ۵۷۱، ۶۳۴، ۶۳۶
خان، علی اصغر: ۴۲۱، ۴۲۳	۶۵۹، ۷۵۳، ۷۵۵، ۸۱۸، ۸۲۶
خان، علی بخش: ۱۵۲، ۲۲۶، ۴۰۹، ۴۱۳	۱۰۴۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۸۰

۱۲۳۶، ۱۱۹۴، ۱۰۹۵، ۸۳۸

خان، علی حسن: ۱۱۹۴

خان، علی حسین: ۳۶۷، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۷

۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸

۴۰۹، ۴۱۵، ۴۱۹

خان، علی محمد: ۶۲۸

خان، علی نقی: ۱۰۴۱، ۱۰۴۲

خان، عنایت اللہ: ۱۱۳۶

خان، غلام بابا بہادر (نواب میر): ۳۴، ۳۵

۸۰، ۸۸، ۹۵، ۱۷۷، ۵۵۸، ۵۵۹

۵۶۰، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۶، ۵۶۷

۱۰۰۵، ۱۰۰۸، ۱۰۳۲

خان، غلام حسن: ۳۸۷، ۳۹۴، ۵۰۳

خان، غلام حسین: ۵۲۵، ۶۸۶، ۱۰۴۳

۱۰۵۴، ۱۱۰۲، ۱۱۵۷، ۱۴۴۴

خان، غلام رضا: ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۹۵

۶۷۶، ۶۷۷، ۷۸۷، ۱۴۷۱

خان، غلام علی: ۷۷۷، ۷۷۸

خان، غلام نبی: ۱۰۳۹

خان، غلام غوث: ۲۷۴، ۳۰۰، ۷۰۹، ۸۴۰

۱۰۰۱، ۱۰۲۲، ۱۰۶۱، ۱۵۰۴

خان، غلام فخر الدین: ۴۹۴، ۶۲۷

خان، غلام مرتضیٰ: ۹۵، ۷۵۶

خان، غلام نجف: ۳۴، ۴۳، ۸۵، ۹۵، ۲۲۱

۲۲۲، ۳۸۲، ۴۲۴، ۶۲۳، ۶۲۷، ۶۲۹

۶۳۴، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۹۴، ۱۴۴۴

۱۵۷۳

خان، فضل اللہ: ۵۳۹، ۶۳۵، ۶۳۶

خان، فیض اللہ بینکاش: ۶۸۵

خان، فیض علی: ۶۰۶

خان، فیض محمد: ۵۳۲

خان، قاسم علی: ۲۶۰، ۲۷۹، ۵۲۲، ۸۳۵

۸۳۶، ۸۳۸، ۸۴۰

خان، قمر الدین: ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۶

۲۷۷، ۲۸۱، ۲۸۲، ۳۰۰، ۳۲۵، ۷۰۹

۷۷۷، ۱۰۶۶، ۱۱۰۸

خان، کاظم علی (ڈاکٹر): ۱۰، ۳۸، ۹۷۸

خان، کلب علی (نواب): ۴۱، ۹۷، ۱۴۱

۱۵۰، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۹۵، ۲۲۱، ۹۷۷

۱۲۰۵، ۱۲۲۷، ۱۵۸۷

خان محمد: ۱۱۴۴

خان، محمد اجمل: ۳۶

خان، محمد حسن: ۲۶۷، ۳۶۷، ۱۲۳۶، ۱۲۴۱

خان، محمد حسین: ۹۷، ۵۳۱، ۵۵۷، ۵۶۳

۵۷۱، ۱۲۷۳، ۱۵۸۵، ۱۵۸۷

خان، محمد علی: ۵۸، ۶۳۳، ۷۲۲، ۱۰۲۷

۱۲۰۸، ۱۵۸۸

خان، محمد قلی: ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۹، ۶۸۰

۶۸۲، ۷۶۷، ۷۶۹، ۷۷۲

خان، محمد سعید: ۱۱۳

خلیل و فوق، منشی محمد ابراہیم: ۱۰۱۲، ۹۶

خواجه امان

دیکھیے:

خاں، بدرالدین عرف خواجه امان

خواجه بخش (درزی): ۷۶۹، ۲۰۴

خوب چند چین سکھ: ۳۹۶، ۲۰۰

خورشید عالم: ۱۵۷۸، ۱۰۲۱

دارا ابن داراب: ۱۰۹۰، ۱۰۸۹

داغ، نواب مرزا خاں: ۱۲۵۸، ۱۲۳۲، ۱۲۱۱

۱۲۶۰

درد، خواجه میر: ۱۰۱، ۱۰۳، ۵۰۹، ۱۰۲۲

درویش حسن، مولوی: ۱۳۹۴

دلاور خاں: ۵۲۵

دہی سنگھ سالک رام: ۶۷۷، ۶۷۹

ڈکرودر: ۳۳۶

ڈورینڈ ہے، کرنیل: ۷۶۶

ذکا، حبیب اللہ (منشی): ۱۶، ۳۳، ۳۷، ۵۷

۱۵۲۰، ۸۲۳، ۶۷۰، ۶۶۸، ۱۹۲، ۹۶

۱۵۳۶، ۱۵۳۰، ۱۵۲۹

ذکاء اللہ، مولوی: ۷۷

ذوق: ۷۸، ۱۹۱، ۲۱۹، ۵۲۵، ۵۹۸، ۶۰۴

۶۷۵

رابرٹ منگمری: ۱۲۶، ۶۰۵، ۷۲۰، ۱۳۲۳

راشد، محمد عبدالرزاق: ۲۳

رام چندر، ماسٹر: ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶

خاں، محمد نجیب: ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۳۷

خاں، مسعود حسین (ڈاکٹر): ۶۲

خاں، محی الدین محمد یار سورتی: ۳۶۲، ۱۰۶۵

خاں، مظفر حسین: ۷۷۵، ۱۲۵۸، ۱۵۳۱

خاں، معین الدین حسین: ۵۵۷، ۵۷۱

خاں، مغل علی: ۹۸۹، ۹۹۰، ۱۱۰۲

خاں، ممتاز علی: ۲۳، ۲۵، ۲۸، ۳۰، ۳۱

۳۲، ۶۱۶، ۶۲۱، ۶۳۶، ۱۰۸۱، ۱۲۲۱

۱۲۲۲

خاں، مؤید الدین: ۷۶۷، ۱۵۲۲، ۱۵۲۵

۱۵۲۶

خاں، مہدی علی: ۷۸۱، ۱۰۰۲، ۱۲۳۶، ۱۲۳۸

خاں، میر علی: ۱۰۳۲

خاں، نادر حسین: ۹۸۱، ۹۸۴، ۹۸۶، ۹۹۱

۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۶، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴

خاں، نبی بخش: ۱۳۲۳

خاں، نسیم اللہ: ۱۱۱۸، ۱۱۲۱

خاں، نظام علی: ۱۵۳۳

خاں، نور الحسن: ۱۵۴۰

خاں، نور الدین حسین: ۹۵

خاں، وجیہ الدین: ۸۲۳

خاں، وزیر علی: ۳۱۹، ۳۹۲، ۱۰۲۶، ۱۲۰۸

خاں، ولایت علی: ۹۷، ۳۲۷، ۵۳۹

خاں، ہاشم علی: ۲۳۹

خلیق انجم: ۱۵، ۵۳

- رام نرائن لال: ۴۰
 رامیشردیال، پنڈت: ۴۹
 رائے امید سنگھ: ۳۱، ۲۸۴، ۲۸۶، ۲۸۷
 ۲۸۹، ۲۹۶، ۳۰۲، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۱
 ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۹۸، ۴۵۲
 رحمت اللہ، شیخ: ۱۱۳۹، ۱۱۵۱
 رحیم الدین: ۹۹۴
 رحیم بیگ: ۲۵، ۹۶، ۵۶۶، ۸۳۸، ۱۴۷۴
 ۱۴۸۴
 رستم علی: ۶۷۶
 رشید الدین فضل اللہ: ۱۳۶
 رشید: ۵۸۰
 رضا کالی داس گپتا: ۱۰
 رضوان، شمشاد علی بیگ خاں: ۳۵، ۹۶، ۴۰۰
 ۷۸۷، ۸۱۹
 رضی الدین نیشاپوری: ۲۸۳
 رعنا، مردان علی خاں: ۲۵، ۳۴، ۹۶، ۸۲۴
 ۱۵۶۹
 رفعت سروش: ۴۹۰
 رفعت شروانی، محمد عباس: ۹۶
 رفیع الدین: ۷۳۶
 رند، جانی بانکے لال: ۲۳۹، ۲۵۲، ۲۵۳
 ۲۵۴، ۸۲۸، ۱۰۹۵، ۱۱۰۵، ۱۱۳۳
 رودکی: ۵۸۰، ۶۱۳، ۶۱۴، ۷۲۸، ۱۵۷۶
 روشن علی جونپوری: ۷۳۵، ۷۳۸
- ریٹی گن: ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸
 ریڈ ہنری اسٹوراث: ۱۰۴۶، ۱۰۶۷
 زکی دہلوی، سید محمد زکریا خان: ۹۶، ۷۹۹
 ۸۱۵، ۸۲۱، ۸۲۳
 زکیہ بیگم: ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۱۰۱، ۱۱۱۲
 ۱۱۱۸، ۱۱۲۰، ۱۱۲۲، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۵
 ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴
 ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۶۶، ۱۱۷۴
 زید بن ثابتؓ (حضرت): ۱۳۵
 زیدی، کرنل بشیر حسین: ۴۱
 زینت محل بیگم، نواب: ۵۰۰، ۱۱۷۱
 ساغر نظامی: ۱۱
 سالک، مرزا قربان علی بیگ: ۳۴، ۳۵، ۳۶
 ۹۶، ۱۹۹، ۲۲۱، ۵۳۷، ۷۸۷، ۸۱۹
 سجاد مرزا، سید معین الرحمن حیدر: ۹۶، ۶۸۳
 ۷۷۳، ۷۷۶، ۷۷۸، ۷۸۱، ۷۸۲
 ۸۱۳
 سخاوت حسین، منشی: ۱۲۸، ۱۰۳۷
 سردار خان: ۵۲۵، ۶۷۸
 سردار سنگھ: ۹۴، ۶۷۴، ۷۵۰
 سرخوش، شیر محمد: ۴۰
 سرفراز حسین، میر: ۲۶، ۳۴، ۹۴، ۱۵۱، ۱۵۳
 ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۷۸، ۱۹۴، ۱۹۸، ۲۱۶
 ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۷، ۵۰۰
 ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۵، ۵۰۶

سلیمان ساوجی: ۲۳۷	۵۱۵، ۵۱۴، ۵۱۰، ۵۰۹، ۵۰۸، ۵۰۷
سلیم: ۱۴۲۴، ۶۱۴، ۳۲۸	۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۹، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳
سنائی	۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴
دیکھیے:	۵۳۷، ۵۳۸، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲
حکیم سنائی	۵۴۳، ۵۴۶، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۷۶
سودا، مرزا محمد رفیع: ۱۰۱، ۱۰۳، ۶۱۴، ۷۳۷	۷۹۱، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵
سیاح، منشی میاں داد خاں: ۱۶، ۳۳، ۳۷، ۸۴	سریہ: ۶۶۹
۸۶، ۹۴، ۱۳۰، ۱۵۱، ۱۷۶، ۱۹۱، ۲۲۲	سرور، آل احمد: ۱۱۲
۵۳۷، ۵۵۰، ۵۵۳، ۵۵۵، ۵۵۷	سرور، رجب علی بیگ: ۲۵، ۳۷، ۱۰۷، ۱۳۰
۵۶۰، ۶۵۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴	۲۰۵، ۵۵۲، ۵۵۳، ۷۸۰
۵۶۵، ۵۶۷، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴	سرور، چودھری عبدالغفور: ۲۳، ۲۵، ۳۳، ۸۱
۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹	۸۸، ۹۳، ۱۳۸، ۱۳۸، ۱۶۷، ۱۶۸
۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۳، ۱۰۱۷، ۱۳۷۸	۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۶، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۳
سید عباس، مفتی: ۳۳، ۹۷، ۵۰۰، ۵۷۸	۵۷۶، ۵۹۹، ۶۰۲، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۵
۷۷۷، ۱۴۱۸، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳	سعادت علی، منشی: ۵۸۷، ۶۵۹، ۱۱۴۳
۱۴۲۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷	۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۸۴
سید نقی: ۷۷۵	سعدی: ۳۶، ۱۴۲، ۲۸۶، ۳۲۶، ۳۳۶
سیل چند، منشی: ۳۱، ۸۳، ۹۴، ۱۲۲۹، ۱۲۵۲	۳۵۲، ۳۵۷، ۴۲۸، ۵۵۳، ۵۶۴
۱۵۲۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱	۶۱۳، ۶۱۴، ۶۳۹، ۶۵۲، ۱۰۰۳
سیماء نجم: ۱۲	۱۴۲۹، ۱۴۷۵
شاد، لالہ گنگا پرشاد: ۳۰۴	سعید اشرف ماژندانی: ۸۱۶
شاہر، مولوی عبدالرزاق: ۲۶، ۳۳، ۸۶	سعید بن نجران الہمدانی (حضرت): ۱۳۵
۸۸، ۹۴، ۸۳۵، ۸۴۱، ۸۴۴	سکندر زمانی بیگم: ۱۲۴۰
شاہ جہاں: ۱۴۵۵، ۱۴۸۱	سکندر شاہ: ۷۸۳
شاہ عالم مارہروی: ۲۵، ۳۴، ۹۴، ۵۸۴، ۶۰۸	سلطان عالم: ۶۷۳، ۷۷۵

شوکت ہنرواری، ڈاکٹر: ۶۲	۶۱۵، ۶۱۶، ۶۲۱، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۵
شہاب الدین سہروردی: ۳۸۸	۱۵۷۸، ۱۰۲۶
شہباز حسین: ۱۱	شاہ محمد، خلیفہ: ۹۷۹
شہید، مولوی غلام امام: ۶۳۲، ۶۷۱، ۱۵۲۲	شاہ ولی اللہ: ۱۳۲
شہیدی: ۱۰۳۳	شاہد مابلی: ۱۲، ۱۴، ۴۹۰، ۹۷۸
شیدا: ۵۹۳	شائق
شیرانی، پروفیسر حافظ محمود: ۷۰، ۷۱	دیکھیے:
شیفتہ	شاہ عالم مارہروی
دیکھیے:	شبلی نعمانی، علامہ: ۱۲۵، ۱۲۶
مصطفیٰ خاں، نواب	شرف بوعلی قلندر، شاہ: ۱۰۳۲
شیوجی رام برہمن: ۱۵۶، ۲۷۶	شرف الدین علی یزدی: ۵۸۷، ۱۱۴۰
شیلی: ۱۲۶	شروانی، مولانا حبیب الرحمن: ۵۰
صاحب عالم مارہروی: ۲۵، ۳۳، ۹۳، ۵۸۴	شعبان بیگ: ۲۰۵، ۴۱۵
۵۸۶، ۵۹۰، ۵۹۷، ۶۰۱، ۶۰۷	شعری: ۶۱۶
۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۲، ۱۰۱۷، ۱۰۱۹	شغائی: ۶۱۴
۱۰۲۰، ۱۰۲۲، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۱۰۸	شفق، انور الدولہ نواب سعد الدین خاں: ۱۶
۱۵۷۶، ۱۵۴۰	۲۵، ۲۷، ۳۵، ۴۳، ۴۹، ۵۰، ۸۰
صائب، مرزا محمد علی: ۱۴۲، ۳۲۸، ۳۵۳	۸۹، ۹۴، ۱۱۵، ۱۴۲، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۵۰
۳۸۶، ۵۹۰، ۵۹۵، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۵۲	۷۴، ۱۷۵، ۱۹۰، ۲۱۱، ۶۰۸
۸۱۷، ۹۸۷، ۱۰۰۳، ۱۴۲۴، ۱۴۳۰	۸۱۵، ۹۷۹، ۹۹۶، ۱۰۰۳، ۱۰۲۵
۱۵۲۶	۱۱۳۹، ۱۰۵۶
صدیقی، ڈاکٹر عبدالستار: ۱۵، ۱۶، ۲۴، ۴۳	شفیع احمد: ۴۹۴
۴۴، ۵۰، ۵۳، ۶۲	شفیع قریشی: ۹۷۸
صفا، میر کرامت علی: ۳۰۸	شمیم احمد: ۱۱
صفدر سلطان: ۷۸۰	شوکت بخاری: ۳۲۷، ۸۴۶

ظہیر الدین دہلوی، حکیم: ۱۱۴۰، ۱۵۹۸	صفیر بلگرامی، سید فرزند احمد: ۳۷، ۹۴، ۱۵۴۰
عاشور بیگ، مرزا: ۲۱۶، ۷۷۶	۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹
عالم خاں، میر: ۱۰۰۷، ۱۵۷۸	صفیہ اختر: ۱۲۶
عالی، نعمت خاں: ۶۵۰، ۶۵۴	صوفی منیری، شاہ فرزند علی عرف سید ابو محمد جلیل
عباس ابن علی: ۵۴۵	الدین حسین: ۹۴
عباس بیگ، مرزا: ۹۴، ۷۶۴	صہبائی، مولوی امام بخش: ۵۶۶، ۸۱۶
عبدالاحد: ۳۶، ۳۸	۸۳۸، ۱۰۰۴، ۱۴۳۴، ۱۴۶۳، ۱۴۸۱
عبدالحق، مولوی: ۵۰، ۹۴، ۷۳۷	۱۴۸۶
عبدالحکیم: ۱۰۶۱	ضامن، ضامن علی خاں مراد آبادی: ۱۱
عبدالرزاق: ۵۸۸، ۱۰۱۹	ضیا، مولوی ضیا الدین خاں: ۵۶، ۸۷، ۸۸
عبدالرشید: ۷۴۸، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲	۹۴، ۳۷۹، ۷۴۱، ۷۴۳
عبدالسلام، میاں: ۳۹، ۸۱۵، ۱۱۰۰، ۱۱۰۳	طالب آملی: ۷۰۱، ۷۹۴، ۱۴۶۶
۱۱۰۴، ۱۱۰۸، ۱۱۱۲، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰	طالب علی، میر: ۶۸۴، ۷۸۲، ۱۱۰۳
۱۱۲۲، ۱۱۲۸، ۱۱۳۱، ۱۱۳۵، ۱۱۳۹	طاہر وحید: ۵۸۷، ۱۲۳۱
۱۱۴۰، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶	طباطبائی، مرزا جلالائی: ۴۲۰، ۵۹۴، ۱۲۳۱
۱۱۶۰، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۶، ۱۱۷۰	۱۴۷۶
عبدالعزیز، میر: ۱۰۲۱	طواط: ۵۸۰
عبدالغفار، قاضی: ۱۳۱	ظ۔ انصاری، ڈاکٹر: ۱۰، ۱۱۲
عبدالقادر، مولوی: ۵۸۹، ۵۹۴	ظفر، ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ: ۳۷، ۴۲
عبدالکریم، مولوی: ۱۴۰، ۵۵۵، ۵۵۹	۲۱۳، ۲۱۵، ۲۱۶، ۵۳۹، ۶۰۴، ۶۷۷
۱۰۶۸، ۱۴۲۶	۶۷۵
عبداللطیف، منشی: ۳۳، ۵۱، ۹۵، ۱۱۶، ۱۵۱	ظہوری، مولانا نور الدین: ۲۳۴، ۲۳۷
۲۲۳، ۲۶۰، ۲۷۳، ۲۷۸، ۲۸۹	۲۴۳، ۲۴۹، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴
۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۷۰۷، ۱۰۴۶	۸۱۱، ۱۱۲۹، ۱۴۳۵، ۱۴۶۵
۱۰۹۰، ۱۰۹۵، ۱۰۹۷، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱	ظہیر: ۲۳۷، ۳۵۹

عزیز، مرزا یوسف علی خاں: ۲۵، ۳۵، ۴۳،

۶۵، ۴۱۴، ۷۱۹، ۷۹۶، ۷۹۷، ۸۰۱،

۸۱۹، ۸۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۳،

عسکری: ۱۴۲

عطا حسین، شیخ: ۵۷۶

عطیہ فیضی: ۱۲۶

عظیم الدین: ۱۵۳۷

علائی، مرزا علاء الدین احمد خاں: ۱۰، ۳۵،

۴۳، ۴۷، ۴۹، ۸۶، ۸۷، ۸۸،

۹۵، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۵۹، ۱۶۲، ۱۶۳،

۱۶۵، ۱۶۹، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۲، ۱۹۵،

۱۹۶، ۲۰۰، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۸، ۲۲۷،

۲۳۵، ۲۶۳، ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۶،

۳۷۸، ۳۸۲، ۳۸۷، ۳۹۷، ۳۹۹،

۴۰۰، ۴۰۷، ۴۰۹، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۸،

۴۲۶، ۴۲۷، ۶۸۳، ۶۸۶، ۶۸۷،

۶۸۸، ۶۹۱، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸،

۱۴۴۹

علی (حضرت): ۱۳۵، ۵۳۰، ۵۶۳، ۶۸۳،

۷۰۰، ۷۷۳، ۷۷۶، ۷۷۸، ۷۸۱،

۷۸۴، ۱۰۰۷، ۱۰۳۳، ۱۰۳۵،

علی شیر، امیر: ۱۵۲۰

علی حزیں، شیخ: ۵۹۰، ۶۵۲، ۶۵۳، ۷۱۹،

۱۵۷۶، ۱۵۹۶

عماد: ۱۵۳۵

۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۸، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰،

۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲،

۱۱۳۵، ۱۱۳۸، ۱۱۴۰، ۱۱۴۳، ۱۱۴۸،

۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶،

۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲،

۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷،

۱۱۷۱، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶،

عبداللہ: ۱۵۶۶، ۱۵۶۷

عبدالواسع ہانسوی: ۳۳۶، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۵۹۱،

عبدالودود، قاضی: ۱۰، ۴۶، ۶۲، ۱۱۷، ۱۲۲،

۱۴۴

عبدالوہاب، مولوی: ۷۲۲

عبد بن ابی رافع: ۱۳۵

عثمان بن عفان (حضرت): ۱۳۵

عرشی قنوجی، مولوی احمد حسن: ۹۵، ۱۴۹۶،

۱۴۹۸

عرشی، مولانا امتیاز علی خاں: ۹، ۱۰، ۱۵، ۱۷،

۲۱، ۳۳، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۵۱، ۵۵، ۶۲،

۹۷۸، ۹۷۷، ۱۱۳

عرفی، مولانا جمال الدین: ۳۲۶، ۳۵۰،

۵۸۱، ۵۸۵، ۵۹۴، ۶۱۳، ۱۱۷۶،

۱۱۸۷، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳،

عزیز اللہ، منشی: ۶۲۸

عزیز الدین، مولوی: ۲۶، ۳۳، ۹۵، ۹۹۷،

۱۴۴۴

فرخ مرزا، مرزا امیرالدین احمد خاں: ۳۵، ۱۳۳۹، ۶۳۶، ۳۲۷، ۹۵	عمر (حضرت): ۱۳۳، ۱۳۴ عمر خیام: ۷۵۴ عنایت اللہ: ۶۳۳
فردوسی طوسی: ۳۵۳، ۵۵۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۷۲۳، ۸۰۰، ۷۲۷	عنایت حسین، میر: ۶۷۴، ۸۶۸ عنایت علی، مرزا: ۱۰۶۸ عنصری: ۵۸۰ عیشی: ۵۸۸
فرقان میرٹھی: ۷۲۹، ۹۷ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر: ۶۲ فریدوں، سلیمان قدر: ۱۰۴ فریڈرک دیکھیے:	غلام امام، مولوی: ۱۵۳۲ غلام بسم اللہ، منشی: ۲۶، ۹۵، ۸۰۵ غلام حسین، خواجہ: ۱۰۸۵، ۱۱۷۴ غلام رسول، چودھری: ۵۷۶، ۵۹۶، ۶۰۶ غلام عباس النخاطب، بہ سیف اللہ: ۲۹۱ غنیمت: ۲۹۸، ۵۹۴، ۹۷۹
اڈمنسٹرن، جارج فریڈرک فضل احمد، مولوی: ۱۰۲۰ فضل حسن: ۶۳۶ فضل حق، مولوی: ۵۵۵ فضل رسول، مولوی: ۶۳۲، ۷۳۳، ۸۳۱، ۱۳۸۶	غیاث الدین رامپوری: ۲۹۶، ۵۹۲، ۵۹۳، ۷۳۵، ۱۰۱۹، ۱۳۹۷ فاروقی، ڈاکٹر ثار احمد: ۱۰، ۹۷۸ فاضل، مولانا سید مرتضیٰ حسین: ۲۸، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷
فغانی: ۶۱۳ فقیر، سید بدرالدین احمد: ۳۳، ۳۴، ۸۱، ۸۶، ۹۷، ۱۱۵، ۱۱۶، ۵۹۴، ۱۰۴۱	فتح الملک، مرزا: ۱۵۳۷ فتح النساء بیگم: ۲۲۵ فخر الدین، سید: ۳۶، ۴۹۹، ۵۶۷، ۱۰۱۵، ۱۰۳۳، ۱۰۳۹
فوق، زین العابدین: ۸۰۲ فیض اللہ، قاضی: ۲۱۶، ۷۷۶ فیضی: ۳۵۲، ۵۹۴، ۱۳۲۹، ۱۳۷۶، ۱۵۴۳ قائی: ۷۴۸	فخر گرگانی: ۷۳۰ فرخ حیدر، سید: ۵۰ فرخ سیر، بادشاہ: ۴۲۴
قاسم علی، میر: ۲۵۶، ۳۰۲، ۳۱۶، ۳۳۶، ۱۱۰۸ قائم، محمد قیام الدین: ۶۱۵ قتیل، مرزا محمد حسن: ۲۰۸، ۲۳۷، ۲۸۶،	

۵۸۷، ۵۸۳، ۵۷۹، ۵۷۰، ۳۳۶

۵۸۹، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۵، ۶۱۳

۶۵۲، ۷۴۵، ۸۴۰، ۹۷۹، ۱۰۱۹

۱۳۹۷، ۱۵۲۲، ۱۵۹۱، ۱۶۱۷

قدر بلگرامی، سید غلام حسنین: ۱۶، ۴۳، ۸۷

۹۷، ۱۸۴، ۱۹۰، ۲۱۴، ۸۳۱، ۱۴۱۵

۱۴۹۱، ۱۴۴۰، ۱۴۲۶، ۱۴۳۲

قدسی، حاجی محمد جان: ۱۴۲، ۳۹۰، ۳۹۴، ۶۱۴

۱۰۰۳، ۱۳۷۶

قدوائی، پروفیسر صدیق الرحمن: ۱۰

قربان علی، میر: ۷۶۳، ۷۸۴

قریشی، محمد شفیع: ۱۱، ۴۹۰

قطب الدین، شاہ: ۶۷۷، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷

۱۰۳۳، ۱۴۴۷

قلندر علی، میر: ۷۶۹

قطق، میر امجد علی: ۱۴۲، ۹۸۴، ۹۹۰، ۹۹۱

۹۹۳

قمر الدین، میر: ۱۳۷۳

کار لائل: ۱۳۱، ۱۳۶

کاشفی، حسین واعظ: ۵۸۷

کاشی ناتھ: ۶۷۳، ۶۷۶، ۶۷۷، ۷۷۳

کاظم علی، میر: ۷۶۹، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۴

کالے صاحب: ۱۱۰۲

کامران درانی: ۸۴۰

کامل، باقر علی خاں: ۳۵، ۹۷، ۷۵۷، ۱۳۷۲

کبیر الدین، شاہ: ۱۵۳۹

کیدار ناتھ: ۶۳۶

کرامت علی، میر: ۱۶، ۳۷، ۹۷، ۵۵۶

۱۴۶۵

کرم حسین بلگرامی، مولوی: ۵۸۹، ۷۱۴

کرئل برن: ۵۰۲

کریم بخش، شیخ: ۱۰۸۱

کشتی: ۱۴۱۹

کشوری لال، منشی: ۷۵۱

کفایت خاں: ۸۴۰

کلثوم: ۱۱۰۸، ۱۱۲۲، ۱۱۳۱، ۱۱۳۵، ۱۱۴۴، ۱۱۵۲

۱۱۵۳، ۱۱۵۶، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۶

کلن میاں

دیکھیے:

خاں، نواب زین العابدین

کلوایاز: ۵۲۷، ۶۷۶، ۶۸۱، ۷۷۲، ۷۷۳

۷۷۶، ۱۱۱۰

کلیم: ۱۴۲، ۵۹۰، ۶۱۴، ۶۵، ۱۰۰۳، ۱۴۲۴

کلیم اللہ جہاں آبادی، شیخ: ۱۰۳۳

کلیان: ۲۶۹، ۲۷۰، ۵۱۰، ۵۱۲، ۷۷۳

۷۷۶

کولبرک: ۶۰۹

کیٹس: ۱۲۶

کیفی، پنڈت برج موہن دتاتریہ: ۱۰۹

کیمس: ۶۶۹

کیننگ: ۱۱۸۵، ۹۸۸، ۷۰۵، ۶۵۸، ۳۳۹
 کیول رام، منشی: ۳۷
 کنزرو، پنڈت گوپی ناتھ: ۵۰
 کنہیا لال، منشی: ۵۷۱
 کھتری ٹوڈرل: ۱۱۳۳
 گامی ڈی موپاساں: ۱۲۶
 گل کرسٹ، جان: ۱۰۶، ۱۰۵
 گوہند پرشاد، لالہ: ۶۰۸
 گوہند سنگھ، منشی: ۱۵۳۷
 گوری دیال: ۶۷۳
 گوری شنکر: ۶۷۳
 لارڈ الگن: ۷۶۵، ۷۶۴، ۶۵۸
 لارڈ الٹن برا: ۱۰۵۱، ۶۳۵، ۲۱۵
 لارڈ ڈلہوسی: ۱۱۸۷
 لارڈ لیک، جنرل: ۱۵۳۳، ۱۱۱۶، ۴۱۳، ۲۲۷
 لارڈ ہارڈنگ: ۱۱۸۷
 لطیف احمد بلگرامی، شیخ: ۸۳۱، ۹۷، ۴۰
 لکھمی چند سیٹھ: ۱۰۵۵
 لیلی: ۷۲۳
 مادام دوبیری: ۱۲۶
 مادام ڈی سیوین: ۱۳۶
 مادھورام: ۹۷۹
 مالک رام: ۵۴، ۵۳، ۲۴، ۱۰
 مامون الرشید: ۱۳۵
 مان سنگھ، راجا: ۳۳۹

متھرا داس: ۲۰۰
 مدہوش، مفتی سخاوت حسین انصاری: ۹۷
 محمد الدین، میر: ۶۳۸
 مجنون: ۷۲۳
 مجروح، میر مہدی: ۱۶، ۲۵، ۳۳، ۳۲، ۳۶
 ۱۳۹، ۱۲۸، ۹۷، ۸۶، ۵۱، ۴۳، ۳۷
 ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۹، ۱۶۳، ۱۷۰
 ۱۷۱، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۲، ۱۸۷، ۱۸۹
 ۱۹۶، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۰
 ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۹۱، ۵۱۰
 ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۲۶، ۵۳۳
 ۵۳۶، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵
 ۵۳۶، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۷۷۶
 ۷۹۲، ۷۹۱
 محبت علی، حکیم: ۷۳۹
 محبوب خاں: ۱۱۳۳
 محسن الدین، شیخ: ۶۱۸، ۱۶۸
 محمد (حضرت): ۱۳۳، ۳۹۷، ۷۲۳، ۱۰۲۹
 محمد اعظم شاہ: ۴۹۹
 محمد افضل: ۷۷۷
 محمد اکرام، شیخ: ۱۱۲، ۱۱۱
 محمد امیر: ۶۰۸، ۱۵۷۸
 محمد باقر، مولوی: ۱۰۸، ۵۹۸، ۶۰۳، ۶۷۵
 ۷۳۲
 محمد بخش، حافظ عرف ممو: ۲۰۳، ۷۶۸، ۹۸۹

- محمد حسن، مولوی: ۳۲۸، ۳۲۷، ۳۱۱
 محمد حسین دکنی: ۱۳۷۴، ۲۹۶
 محمد خاں، سید: ۱۰۸
 محمد رضا: ۱۱
 محمد عباس، سید: ۲۶
 محمد عسکری، مرزا: ۴۰
 محمد عظیم، شاہ: ۱۰۸۴، ۵۱۳
 محمد معظم، سید: ۳۹
 محمد محسن، مولوی: ۸۰۹، ۵۵۵
 محمد میر: ۵۳۶
 محمود علی، حکیم: ۶۳۷، ۶۲۵، ۵۲۸، ۳۳۵
 ۷۶۶، ۷۳۵، ۶۹۳
 مختار الدین احمد، ڈاکٹر: ۵۶
 مرتضیٰ خاں، حکیم: ۶۷۶، ۲۱۶، ۳۵
 مرزا جاگن: ۶۲۵
 مرزا جان، حکیم: ۱۵۱۸، ۱۴۴۱
 مرزا قیصر: ۵۰۰
 مرزا نسیمی: ۳۶۸، ۳۶۵، ۳۶۳
 مرزا مغل: ۶۲۸
 مرزا میر: ۹۳
 مسلم ابن عقیل: ۴۱۷، ۱۷۸
 مشتاق، بہاری لال: ۳۵، ۶۳، ۸۱، ۹۷
 ۱۰۳۹، ۱۰۳۸
 مشرف علی، شیخ: ۴۹۱
 مصاحب خاں: ۵۲۵
- مصطفیٰ، غلام ہمدانی: ۱۰۱
 مصطفیٰ خاں: ۲۵، ۵۸، ۹۲، ۲۱۶، ۳۰۹
 ۳۱۸، ۳۲۶، ۳۳۴، ۳۳۶، ۳۳۷
 ۳۵۴، ۵۰۱، ۵۱۵، ۵۳۸، ۵۶۲
 ۵۸۳، ۶۲۶، ۶۳۳، ۶۴۰، ۶۶۸
 ۷۷۶، ۷۸۳، ۸۰۶، ۱۰۲۲، ۱۰۳۱
 ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۲۲۱، ۱۴۶۱، ۱۵۴۰
 مظفر مرزا: ۷۶۹، ۷۸۰، ۷۸۲، ۸۱۴، ۸۱۵
 مظہر الحق، مولوی: ۳۳۷
 مظہر علی، مولوی: ۱۳۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۵۰۰
 ۱۵۶۶، ۷۲۲، ۵۲۸
 معروف، الہی بخش خاں: ۱۴۳۵
 معین الرحمن، ڈاکٹر: ۱۱۲، ۱۱۶
 معین زیدی: ۱۲
 مغل، ایم. بی: ۱۱
 مکرم حسین، میر: ۲۷۸، ۲۸۰، ۲۹۱
 مقبول عالم: ۱۵۷۸
 مکین: ۵۹۴
 ممتاز، مولوی احسان اللہ: ۵۹۵، ۶۱۳، ۶۱۴
 ممنون، نظام الدین: ۲۱۹، ۵۲۵
 منت: ۵۹۴
 منگمری: ۷۶۳، ۱۰۷۰، ۱۰۷۳
 من بھاون لال، منشی: ۱۰۳۸
 موسوی، سید بشیر الدین حیدر: ۵۰
 مومن، مومن خاں: ۲۱۹، ۳۶۷، ۵۲۵، ۶۱۵

۱۵۰۹، ۱۱۱۱، ۷۴۴

مومن علی، شیخ: ۱۱۳۳، ۲۱۱

مولانا عطا: ۵۹۹

مولوی روم: ۷۸۸، ۷۵۵، ۳۷۰

مولوی معنوی: ۷۵۵

مؤنی انجم، پروفیسر: ۱۲

مہدی حسین، میر: ۴۲۷

مہر، مرزا حاتم علی: ۵۸، ۴۳، ۳۳، ۲۵، ۲۱

۱۸۰، ۱۶۸، ۱۵۸، ۱۵۷، ۱۵۴، ۹۷

۱۸۲، ۲۲۸، ۲۲۷، ۲۰۳، ۲۰۲، ۲۰۱

۲۹۵، ۲۹۴، ۲۸۵، ۲۸۱، ۲۸۰، ۲۷۸

۳۱۴، ۳۰۳، ۳۰۲، ۳۰۱، ۳۰۰، ۲۹۸

۱۰۴۷، ۸۰۱، ۷۱۹، ۷۰۲، ۷۰۰

۱۱۷۱، ۱۰۷۳، ۱۰۷۰، ۱۰۶۲، ۱۰۵۶

۱۱۷۶

مہر، مولوی غلام رسول: ۵۸، ۵۶، ۵۲، ۱۷، ۹

۱۲۰

مہندرنگھ: ۵۴۰

مہیش پرشاد: ۴۴، ۴۲، ۳۳، ۱۷، ۱۶، ۱۳، ۹

۱۲۱، ۱۲۰، ۵۴، ۵۳، ۵۱، ۵۰، ۴۶، ۴۵

میاں انجو: ۷۴۸

میر امن: ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵

میتھو آرنلڈ

دیکھیے:

آرنلڈ

میجر جان جاکوب: ۱۱۴۳، ۷۰۰

میر جان، استاد: ۴۰۸، ۳۹۳، ۳۸۷، ۳۷۸

۶۹۸، ۶۸۶، ۶۸۴، ۴۱۸، ۴۱۴، ۴۰۹

میر حسن: ۵۲۳، ۱۶۳

میر چھوٹم: ۹۸۹

میر علی: ۲۹۳

میر، میر تقی: ۴۴۴، ۱۹۲، ۱۴۲، ۱۰۳، ۱۰۱

۱۵۳۲، ۱۰۲۳

میرن صاحب: ۱۸۷، ۱۵۹، ۱۵۶، ۵۱، ۳۵

۴۹۷، ۴۹۳، ۴۹۲، ۲۱۶، ۲۱۰، ۲۰۹

۵۰۷، ۵۰۵، ۵۰۳، ۵۰۲، ۵۰۰

۵۱۹، ۵۱۴، ۵۱۲، ۵۱۰، ۵۰۹، ۵۰۸

۵۲۴، ۵۲۳، ۵۲۲، ۵۲۱، ۵۲۰

۵۳۳، ۵۲۹، ۵۲۸، ۵۲۷، ۵۲۶

۷۶۳، ۷۶۲، ۵۳۶، ۵۳۵، ۵۳۴

۷۶۹، ۷۶۷، ۷۶۶، ۷۶۵، ۷۶۴

۱۱۹۵

میکیش، احمد حسین: ۲۰۶، ۹۷، ۴۳، ۳۵

۷۵۹، ۶۲۶، ۵۰۹، ۴۹۲، ۲۱۶

۷۷۶

میکلوڈ: ۱۰۷۳، ۵۰۶، ۵۰۵

مینا مرزا پوری، احمد حسین: ۸۴۷، ۹۷

نادر شاہ: ۱۳۲

نارنگ، پروفیسر گوپی چند: ۱۰

ناسخ، شیخ امام بخش: ۸۲۹، ۷۲۱، ۳۲۸، ۳۲۷

۵۵۶، ۶۶۱، ۱۰۱۷، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶،

۱۰۲۸، ۱۲۶۳، ۱۵۷۷

نسیم اللہ، میاں: ۱۰۹۳، ۱۱۱۷

نشاط، بابو ہرگو بند سہائے: ۳۵، ۹۷، ۸۳۳،

۱۰۷۵، ۱۰۸۶

نصیر الدین، میر: ۱۶۳، ۱۶۵، ۳۹۳، ۳۹۴،

۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۵،

۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰،

۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۹،

۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۵،

۵۲۷، ۵۳۲، ۷۶۳، ۷۹۱، ۷۹۷،

۱۰۱۷، ۱۰۹۰، ۱۰۹۵، ۱۰۹۸، ۱۱۰۰،

۱۱۰۱، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰،

۱۱۲۲، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۵، ۱۱۳۸،

۱۱۴۴، ۱۱۵۶، ۱۱۶۸، ۱۱۷۱، ۱۱۷۶

نصیر خاں عرف نواب جان: ۵۰۹، ۶۴۰،

۶۵۷

نظام الدین، میاں: ۶۳۸، ۹۸۹، ۹۹۰،

۹۹۶، ۱۱۰۲

نظامی: ۳۵۲، ۵۸۳، ۵۸۷، ۵۹۱، ۵۹۴،

۶۵۲، ۶۶۸، ۸۳۹، ۱۴۱۷

نظیر جی: ۲۶۱، ۳۲۵، ۳۵۷، ۴۱۷، ۵۹۴، ۶۱۳،

نعمان احمد، مولوی: ۹۷، ۱۳۵۰، ۱۳۵۲

نعمت علی عظیم آبادی، مولوی: ۵۸۹

نور الدین، منشی: ۱۰۶۳، ۱۱۷۱

۱۴۶۵

ناصر الدین، میر: ۲۱۶، ۳۸۴، ۷۷۶،

ناصر علی: ۵۹۴، ۶۱۳،

ناطق: ۱۴۳۰

ناظر حسین: ۱۶۵، ۳۸۴، ۸۰۱،

ناظر جی: ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۹، ۷۸۱،

۷۸۲، ۸۱۵

ناظم، علی حسین خاں: ۱۲۳،

ناظم، یوسف علی خان: ۳۵، ۴۱، ۴۳، ۸۵،

۹۷، ۱۱۶، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۶، ۱۵۷،

۱۵۸، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۸، ۲۱۶، ۲۲۵،

۲۲۶، ۳۲۱، ۳۷۸، ۴۹۱، ۵۰۹،

۵۳۸، ۵۴۰، ۵۶۳، ۶۴۶، ۶۷۳،

۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۳،

۷۲۴، ۷۳۲، ۷۵۸، ۷۶۷، ۷۷۳،

۷۷۶، ۷۸۰، ۷۸۲، ۹۷۷، ۱۱۳۹،

۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶،

۱۱۷۹، ۱۵۲۹، ۱۵۳۱

نامی، عطاء اللہ خاں: ۲۶۱

نپولین: ۱۲۵، ۱۲۶

نجف علی، مولوی: ۶۵۹، ۱۱۳۱، ۱۱۳۹، ۱۴۲۶،

۱۴۵۷، ۱۴۷۸، ۱۵۳۷

نجم الدین حیدر، شیخ: ۳۴، ۶۲۳، ۶۲۴،

نذیر احمد، پروفیسر: ۱۰، ۱۴، ۶۲،

نساخ، مولوی عبدالغفور خاں: ۲۵، ۳۴، ۹۷،

نوروز علی: ۱۵۹۶، ۱۴۱۸، ۱۴۱۷	وید پرکاش: ۹۷۷
نوشیرواں: ۱۰۶	بادی علی، مولوی: ۵۳۳
نوعی: ۶۱۵ نول کشور: ۳۵، ۹۷، ۱۵۷، ۳۳۹	ہاشمی: ۱۴۲
۴۰۴، ۴۰۷، ۴۰۸، ۶۹۲، ۱۰۴۵	ہردیو سنگھ: ۲۵۲، ۲۵۷، ۲۵۸، ۱۱۲۲
۱۵۶۸	ہرگو بند سہائے
نہرو، پنڈت جواہر لال: ۱۳۱	دیکھیے
نیاز علی: ۷۷۲، ۱۰۲۷، ۱۰۸۴، ۱۵۶۵	نشاط، بابو ہرگو بند سہائے
نیر رخشاں، نواب ضیاء الدین خاں: ۳۴	ہرگو بند سنگھ: ۲۳۹، ۲۶۹، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۱۰۳
۹۷، ۳۲۹، ۳۴۷، ۳۷۸، ۴۱۱	۱۱۲۲
۱۱۵۷، ۸۲۵، ۶۷۸، ۵۸۳	ہشیار، کیول رام: ۱۶، ۵۷، ۹۷
واجد علی شاہ: ۱۲۶، ۶۰۹، ۷۷۲، ۷۷۷	بلا کو خاں: ۱۳۵
واصل خاں: ۱۰۵۵	ہلالی: ۶۱۳
واح، ارادت خاں: ۱۴۴۵	ہمایوں، نصیر الدین: ۱۱۵۲
واقف: ۲۸۶، ۳۵۱، ۵۷۹، ۵۹۴، ۶۱۳، ۶۵۲	ہملٹن: ۷۶۱
۱۰۱۹	ہنری اسٹورٹ ریڈ: ۳۱، ۳۰۴، ۱۰۶۴
والثیر: ۱۲۶	۱۰۶۸
وجیہہ الزماں، مولوی: ۳۱۹	ہولکر: ۲۲۷
وزیر الدین، شیخ: ۱۰۹۱، ۱۱۱۲، ۱۱۶۰، ۱۱۷۰	ہومر: ۱۲۹، ۱۳۳
وصح: ۱۵۳۲	ہیرا سنگھ، منشی: ۱۱، ۳۵، ۳۷، ۵۷، ۹۶، ۱۵۸
وکر ہیوگو: ۱۲۶	۲۰۸، ۵۴۰، ۷۹۳، ۷۹۸، ۱۴۳۸
ولایت و عزیز صفی پوری: ۹۷، ۱۴۴۵، ۱۵۷۱	۱۴۳۹
۱۵۷۹، ۱۵۷۲	ہیروڈ وٹس: ۱۳۳
ولی محمد: ۱۲۳۸	یزدجرد: ۷۴۴، ۷۴۸
ولیم کوپر: ۱۳۶	یعقوب (حضرت): ۷۳۳
ولیم میور: ۲۲۷، ۴۱۳، ۶۴۳، ۱۰۶۰	یوسف (حضرت): ۱۰۲۵
	یوسف حسین، ڈاکٹر: ۱۴۵
	یوسف سلطان: ۷۸۰

Scholars have considered the present research work on Ghalib's letters, the most systematic, scientific and comprehensive so far without detracting from the valuable work done by the earlier researchers.

(Yogendra Bati, Times of India, New Delhi, 2nd July 1984)



Dr. Khaliq Anjum's work is a work with a difference and the first of its kind in the sub-continent..... To say the least "Ghalib ke khatoot" edited by Khaliq Anjum is an encyclopaedia of Ghalib.

(Prof. Jagan Nath Azad, Kashmir Times, Srinagar, July 3, 1984)



All lovers of art and letters owe a debt to Dr. Anjum for his painstaking work which he completed after years of research in India and abroad. It brings Ghalib alive to us and we see the poet as he really was—all agog with the excitement of everyday things which he transformed into momentous events.

(Statesman, New Delhi July 30, 1984)



ڈاکٹر خلیق انجم نے برسوں کی محنت کے بعد تمام دستیاب خطوط کو چار جلدوں میں یکجا کر دیا ہے اُن کی تاریخ تصنیف کرنے کی کوشش کی ہے خطوط کے ازل و اعلیٰ کے باوجود تفصیلی حواشی قلمبند کیے ہیں جہاں اصلی خط ہیسا ہو گیا ہے اس کا عکس شائع کر دیا ہے۔
ضمنی تصنیف سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ خطوط غالب کا ممکنہ حد تک ایک مکمل مجموعہ دستیاب ہو جائے گا۔ اس کے لیے ڈاکٹر خلیق انجم کا دُعاؤں کا شکر ادا کرتے ہیں۔
(مالک رام)



غالب کے خطوط اُن پہلی جلد اب چھپ کر سامنے آئی ہے جس کو دیکھ کر جی خوش ہو جاتا ہے اور آنکھوں کی روشنی بڑھ جاتی ہے۔ یہ پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ بات لکھ رہا ہوں کہ خلیق انجم صاحب نے بہت دل لگا کر اور نظر جما کر اس کام کو انجام دیا ہے۔ انھوں نے بہت سیر و سحر کے ساتھ کئی سال صرف کیے متن کی تصحیح پر، اور بہت سا وقت خرچ کیا متن سے متعلق حواشی لکھنے پر، انھوں نے ہنس و ہرے، مسامحہ اور عافیت کو پیش نظر رکھا ہے۔ یہ قیاس نہیں اس بات ذاتی معلومات کی بنا پر لکھ رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ انھوں نے تلاش و جستجو کا حق ادا کرنے کی اہم ذمہ داری کو پیش کی ہے اور جدید اصولِ تدوین کی روشنی میں متن کو مرتب کیا ہے۔

میں خلیق انجم صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُن کی اس کتاب سے جہاں غالب شناسی کے ذخیرے میں اہم اضافہ ہو گا، وہاں غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی کی فہرست مطبوعات میں ایک ایسی کتاب کا اضافہ ہو گا جسے صحیح معنوں میں اہم کتاب کہا جاسکے گا۔ ایسی اہم کتاب جس کا مطالعہ ہر غالب شناس کے لیے از بس ضروری ہے۔
(رشید حسن خاں)



اپنی نوعیت کے عظیم تحقیقی کارنامے کی ترتیب پر ڈاکٹر خلیق انجم اور اُس کی اشاعت پر غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی ہر طرح مبارکباد کی مستحق ہے۔ غالب کے خطوط، غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ غالب شناس اس کتاب کی وہ قدر کریں گے جس کی یہ مستحق ہے۔
(پروفیسر مختار الدین احمد)



ڈاکٹر خلیق انجم نے برسوں محنت اور دیدہ ریزی کے بعد خطوط غالب کو چار جلدوں میں فراہم کیا ہے۔ غالبیات میں انھوں نے اب تک جو کام کیے تھے وہ بھی اُن کی غمرونی کے لیے کافی تھے، لیکن اس کارنامے نے انھیں غالب شناسوں کی صفِ اول تک پہنچا دیا ہے۔
(ڈاکٹر نثار احمد فاروقی)



غالبیات کے تقریباً تمام گوشوں پر ڈاکٹر خلیق انجم کی نظر ہے۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں برصغیر سے باہر برطانیہ میں بھی انھوں نے اردو کے علمی ذخیروں کو اچھی طرح دیکھا بھال ہے۔ بلاشبہ اس علمی کام کے لیے ڈاکٹر خلیق انجم پوری اُردو دنیا کے شکر ادا کرتے ہیں۔
(پروفیسر گوپی چند نارنگ)